صورة ما كتبه امام الادباء سند الفقهاء قدوة المتورعين العارفين اسوة المتكلمين المتألهين العالم الرباني والنور الشعشعاني اوحد الناس مولانا السيد محمد عباس لازالت الدنيا مشرقة بوجوده وجوده

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الذي خلق الانسان علمه البيان وانزل على عبده كتابا عربيا اخرس به مصاقع قحطان وشقاشق عدنان صلوات الله عليه وآله سادة الانس والجان اما بعد فمن تقاليب الزمان ان بعض من نشأ بالهند ولم يعرف الادب ولا لسان العرب ولم يميز غثه عن سمينه ارتد عن دينه فجعل يتكلم في الكتاب الذي اعجز العرب العرباء وافحم كافة الفصحاء والبلغاء والمشاهير المعروفين في سوق عكاظ بطلاوة الكلمات وحلاوة الالفاظ فمنهم من اختار الحرب واستيصال فرعه واصله ولم يعارض القرآن باقصر سورة من مثله وهكذا استمر الزمان فكان فيه من كان كبديع همدان وابي القاسم الحريري هو اولى منه بالاعجاب ولكنه لم يفضل كتابه على الكتاب وذلك لانه كان عارفا باللسان واقفا على فضل القرآن مطلعا على مزاياه بالوجدان وهذا الرجل الذي لم يفهم ويعلم مثل ما عقلوا والناس اعداء ما جهلوا طفق يقول ان في القرآن الفاظا وحشية غريبة منافية لفصاحته ويريد ان يستر الشمس المضيئة براحته فابى الله سبحانه الا ان ايد السيد الاريب الاديب الحسيب النسيب العالم الفاضل الفاصل بين الحق والباطل الزكي الذكي الالمعي الاحوذي الحامي لثغر الاسلام عن ايدي اللئام الطغام المؤيد المسدد السيد محمد دام الله معاليه فاسهر لياليه في تصفح كلام القدماء من العرب العرباء واستخرج منها الشواهد الصادرة عنهم في المصادر والموارد فشكر الله مساعيه وصانه شر الفئة الباغية والحمد لله على نعمائه المتوالية والصلوة على محمد وعترته الطاهرة الزاكية فقط نقل مهر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله الذی خلق الانسان، علمه البیان، وجعل اللسن شرفا للسان، وروحا للجنان، والصلوة علی مصلی میدان الرسالة، ومجلی مضمار النبالة، محمد سید الانس والجان، المؤید بواضح البرهان، المبعوث بالکتاب العلی الشان الشافی للارواح والابدان، الذی حار فی بدائع افانینه کافة الفصحاء من اهل اللسان، وما رفی معارضة روائع اسالیبه ذو والشنان والطغیان، فخمدت بطلاوته شقاشق عدنان، وهمدت بتلاوته مصاقع قحطان، وآله الطاهرین البالغین اقصی البراعة فی التبیان، المنعوتین فی الصحف الاولی والفرقان، الراسخین فی العلم العارفین بتاویل القرآن، الذین هم مع القرآن و القرآن معهم لا یفترقان، حتی یردا الحوض علی صاحب المقام المحمود فی الجنان ۵

بعد حمد وصلوة کے خادم دین احمدی محمد بن سید اولاد علی الملکی حشرہما اللہ مع محمد وعلی اہل علم وفہم کی خدمت مین عرض کرتا ہی کہ بتوفیق الہی اصول اور عقائد اہل اسلام کے ایسے متین اور معقول ہین کہ جس قدر اونمین غور کرو اوسی قدر اذعان بڑھتا ہی اور جتنی اون مین بحث ہو اوتنا ہی اطمینان زیادہ ہوتا ہی

یہان تک کہ غیر سلطنت اسلامیہ کے عقلا اور علما بلکہ خاص انگلستان کے تعلیم یافتہ حکما جن کو
شاید کسی مسلمان سے بھی اختلاط رہا ہو اون کا یہ حال ہی کہ بقول مشہور مصرع نادیدہ جمال او مہرش
بدلم سرزدہ ہا بڑے جوش و خروش سے اسلام کی تائید کر رہے ہین اور دور و دراز بیٹھے اسی دین
کا کلمہ پڑھ رہے ہین اور اسی وجہ سے ہم اہل اسلام یقین رکھتے ہین کہ کوئی بالغ اور عاقل بدون مصلحت
دنیا اس دین سے ارتداد نہین کر سکتا اور کوئی دانا بغیر غرض نفسانی اس سے منحرف نہین ہو سکتا اور
اگر بر سبیل ندرت کوئی ہوا ہوگا تو ملحد ہو گیا ہوگا نہ عیسائی یا موسائی اور اسی اطمینان و اذعان کے سبب ہم
کسی مرتد کے حال سے متعرض نہین ہوتے اور ابتداءً کسی سے مباحثہ و مناظرہ نہین کرتے کیونکہ
مناظرہ باعتبار حق جوئی کے کیا جاتا ہی اور مباحثہ عقل پسند منصف مزاج سے ہوتا ہی لیکن آج کل جو
شخص عیسائی ہو جاتا ہی وہ حتی المقدور کچھ تالیف و تحریر بھی کرنا لابدی سمجھتا ہی گویا اپنی دانست
مین اپنے دوستون سے ندامت رفع کرتا ہی اور پادریون کو اپنی لیاقت و اعتقاد کا وثوق کراتا ہے
اور بعض بعض اس پر بھی اکتفا نہین کرتے بہت کچھ بیباکیان کرتے ہین چنانچہ پادری عماد الدین نے جو پہلے
بلا تحقیق واجبی مسلمان تھے اور بعد چند عیسائی ہو گئے ہین ایک کتاب ہدایۃ المسلمین لکھی ہے اوسکے
اوائل مین اونھون نے اپنی دانست مین اعجاز عیسوی کا رد کیا ہی اور اواسط مین آنحضرت صلعم
کے حالات اور تعلیم یعنی طریقہ عبادات و معاملات پر اور قرآن مجید کی فصاحت و بلاغت پر اور
نیز مضامین پر اعتراضات کر کے اپنا مبلغ علم و فہم ظاہر کیا ہی اور اواخر مین اصول و عقائد نصاری
کو لکھکر اپنا دل خوش کر لیا ہی بعد مطالعہ اسکے منشا اوس تحریر کا محض تعصب اور مکابرہ ظاہر
ہوا اور نتیجہ اوس کا صرف مغالطہ سمجھا گیا کیونکہ کہین یہ حال پایا کہ پادری صاحب اولاً
اعجاز عیسوی کی عبارت کو اپنے مطلب کے موافق خلاصہ کر کے پہلے ہی سے لائق جواب
کر دیتے ہین پھر ذرا سا جواب لکھدیتے ہین اور کسی جگہ بلا سند یا بیربط بات اپنی طرف سے بنا کر اور روایت

کہکر عقب گزاری کرجاتے ہین اور اکثر جگہہ خصوصاً مقامات تحریف مین در اصل اعتراض کو قبول کرلیتے ہین اور سہو کاتب یا اختلاف ترجمہ پر ٹال جاتے ہین اور کسی جگہہ اپنے علما اور تفاسیر پر حوالہ کرجاتے ہین کہ ہماری تفاسیر مین اسیطرح ہی یہ پانچون صورتین جواب کی کافی نہین چار صورتون کا نہونا تو ظاہر ہوا اور تفاسیر کا حوالہ اسواسطے کافی نہین کہ اگر اون کی تفاسیر کافی ہون تو قرآن شریف کی تفاسیر کیون نہین کافی۔ کیا ان اعتراضون کے جوابات تفسیرون مین نہین جو پادری صاحب نے ناحق عرق ریزی کی ہی حالانکہ اون کی تفاسیر مین آیات بائبل کے معنی و تاویلات علماے عیسائیہ کے اکثر خیالی اور عقلی اقوال ہین اون کا سلسلہ کسی نبی سے نہین ملتا اور قرآن کی تفاسیر مین اکثر رسول مقبول صلعم کے اقوال ہین یا ایسے اصحاب کے اقوال ہین جو موارد آیات اور مدارک معانی و محاورات سے واقف تھے اور آنحضرت صلعم کے حالات و شریعت پر جو اعتراضات دیکھے تو معلوم ہوا کہ وہی اعتراضات رکیکہ قدیمہ اور وہی تقویم پارینہ جنکے ہزارہا جوابات اہل اسلام لکھہ چکے بلکہ انگلستان کے تعلیم یافتہ عقلا و حکما شل گاڈفری ہیگنس و جان ڈیون پورٹ وغیرہ جواب دے چکے۔ اگر کوئی متعصب ایسی بے لوث اور بے غرضانہ گواہی اور محاکمہ کو بھی تسلیم نکرے تو اپنے دماغ کا علاج کرائے اور قرآن کے اعتراضات فصاحت کا یہ حال دیکھا کہ اتقان سیوطی مین سے ایک عالم کے قول کا خلاف واقع اور غلط مطلب سمجھکر تمام اعتراضون کی بنیاد اوس پر قائم کی ہے حالانکہ اوس قول کا وہ مطلب کسیطرح نہین ہوسکتا کما سیاتی پس اعتراضون کی بنیاد بھی وہین منہدم ہوگئی اور باوجود اس غلط فہمی کے ان اعتراضون کے جوابات لکھے ہین شرط پر مشروط کیا ہی کہ شعرا عرب جو محمد صاحب سے پہلے تھے اون کے کلام سے سند لاکر اعتراضون کو رفع کرین اور جنھون نے اسی قرآن سے عربی پڑھنا سیکھا ہی اون کی گفتگو ہی لا حاصل کہہ چھوڑ دین الی آخرہ صفحہ ۲۵۲ پادری صاحب نے سوچا کہ اس زمانہ مین خصوصاً ملک ہند مین آنحضرت صلعم سے پیشتر کی کوئی

کتاب دستیاب نہین ہوتی اور اگر کچھ معدودہ چند اشعار مثل حماسہ وسبعہ معلقہ وعقد ثمین کے ہین تو اسقدر نہین کہ اون مین سب الفاظ قرآنیہ ہون کیونکہ بوجہ اختلاف مضمون قرآنی وشعری کے شعرا کو ایسے الفاظ واعظانہ کے بولنے کی حاجت کم ہوئی ہے پس نہ کسی کو ان الفاظ کی سند وشہادت حسب شرط مفروضہ ملے گی اور نہ کوئی اسکا جواب لکھے گا لیکن پادری صاحب کو مناسب تھا کہ پہلے علم ادب مین مہارت حاصل کر کے ان الفاظ وتراکیب قرآنیہ کو دواوین مذکورہ موجودہ ہندوستان مین دیکھ لیتے اور نیز تفاسیر مبسوطہ یا خاص لغات واعراب قرآن کی تفاسیر مین دیکھ لیتے جب ان کو فصحاء عرب کے اشعار مین نپاتے تب ہی اسقدر دماغ سوزی کرتے اور پادری صاحب جو یہ عذر وحیلہ کرتے ہین کہ ہم پہلے تفسیرون کو دیکھ لیتے ہین جب وہان پر تسلی نہین ملتی تب اعتراض کرتے ہین صفحہ ۱۷۱ — سو در حقیقت انکو تسلی نہین ملتی ہوگی کیونکہ تفاسیر مختصرہ مین بلکہ کسی ایک تفسیر مبسوطہ مین بھی ہر آیت کے تحت مین قواعد صرف ونحو وفصاحت جو مقدمات تفاسیر ہین اس تفصیل سے مذکور نہین ہوتے کہ مبتدی جملہ امور کو وہین دیکھ لیوے — ان علوم کے واسطے کتابین بلکہ تفسیرین جداگانہ ہین — پس اگر پادری صاحب کو مقدمات تفاسیر کی مہارت ہوتی تو تفسیرون کی مختصر عبارت سے تسلی ہوجاتی اور میرا گمان تو ایسا ہی کہ پادری صاحب نے نہ کسی تفسیر مبسوط کو دیکھا اور نہ مختصرات کو پڑھا — کیونکہ اتقان کے صرف ایک صفحہ مین جس سے یہ اعتراضات لفظیہ بنائے ہین ایسی فاش غلطیان کی ہین کہ ادنی طالب علم بھی نکریگا چنانچہ کئی جگہہ تو عبارت کا مطلب نہین سمجھے اور نہ الفاظ صحیح پڑھے گئے اور بعض الفاظ غیر قرآنیہ کو قرآن کے الفاظ لکھ دیے اور اسم کو فعل سمجھے ہین اور تفسیر جلالین کی عبارت کو قرآن کی دوسری عبارت اختلافی لکھتے ہین اور تفسیر کبیر کو جلال الدین کی بتاتے ہین اور انکے سوا چھوٹی چھوٹی غلطیونکا تو ذکر بھی نہین

اگر پادری صاحب کو تالیفات کی بہت عجلت اور ضرورت تھی تو اون امور مین قلم اوٹھاتے جن سے
دین عیسوی کے اصول و عقائد مضبوط ہوتے قرآن پر زبان درازی کرنے سے تو معاملہ برعکس
ہوگیا اور رہا سہا اعتبار بھی بگڑ گیا کیا معنی کہ اسلام ترک کرنے سے بعض ناواقف مسلمانون کو
یہ شبہہ ہوا ہوگا کہ شاید دین اسلام مین کچھہ نقص اور دین عیسوی مین کچھہ عمدگی ہوگی جو یہ عربی پڑہا
مسلمان عیسائی ہوگیا لیکن جب اونھون نے ہدایۃ المسلمین کو پڑھکر سمجھہ لیا ہوگا کہ آپ کو قرآن سے ایسی
اجنبیت اور عدم واقفیت ہی کہ آیات کا نشان نہین لکھہ سکتے قرآن اور تفسیر کی عبارت مین
امتیاز نہین کرسکتے الفاظ غیر قرآنیہ کو قرآن کے لکھتے ہین تفسیر کے ایک صفحہ کا بھی مطلب صحیح
نہین سمجھہ سکتے اور مشہور تفسیرون کے نام نہین جانتے اور جہان کہین مفسرون نے دفع دخل
اور دفع توہم کیا ہی تو اوس شبہہ کو اپنا اعتراض ظاہر کیا ہی اور اوسکے جواب کو چھوڑ دیا ہی تب اون
ناواقفون اور غیر ملاقاتیون پر بھی پادری صاحب کے علم اور فہم اور دیانت کا حال کھل گیا ہوگا
اور سمجھہ لیا ہوگا کہ ہرگاہ پادری صاحب کا حال حالت اسلام مین ایسا تھا تب ہی اسلام کو
ترک کردیا۔ حق یہ ہی کہ اس کتاب سے بہت مسلمانون کو ہدایت ہوگئی ہوگی اور نام کے
مطابق سچ مچ ہدایۃ المسلمین ہی الغرض ان وجوہ سے بندہ نے تمام و کمال کتاب کو ہیچ و پوچ سمجھہ کر
رکھدیا اور اطمینان ہوگیا کہ یہ ایسی تصنیف متین نہین جسے کوئی عاقل و عالم پسند کرے اور
ایسی کتاب نہین جس سے کوئی جاہل اور مستضعف مسلمان بھی گمراہ ہوجاوے لیکن چونکہ
پادری صاحب نے آنحضرت صلعم اور دین اسلام کی نسبت بہت کچھہ کلمات سخت اور درشت
لکھے ہین۔ اور نیز صفحہ ۲۵۰ مین پادری صاحب لکھتے ہین کہ اگر ہم کسی امر مین
غلطی پر ہین تو ہمین سمجھا دین اور قرآن پر جو اعتراض کئے جاتے ہین اون کے جواب
مرحمت فرما دین ورنہ خدا سے ڈر کر توبہ کرین اور اس جہالت قدیمی سے جو

عرب کے نادان ملک سے یہان تک پہونچی ہی نکل آوین فقط لہذا اعتراضات قرآنیہ کے جوابات کا ہونا ضروری سمجھا گیا اور بعض اہل عصر کا انتظار کیا مگر جب کسی طرف سے جواب نہوا تب ناچار اس امر عظیم کا بار سر پر اوٹھایا اور اپنی فرصت و وسعت کے موافق پادری صاحب کی شرط کو پورا کر دیا اور ہم نے ایسے ہی شعراء کے کلام سے استشہاد و استناد کیا ہی جو آنحضرت صلعم سے پیشتر تھے یا جنھون نے اس قرآن سے عربی پڑھنا نہین سیکھا یقین ہی کہ اس جواب کے ملاحظہ کرنے سے پادری صاحب کے وساوس رفع ہوجاوین گے اور فصاحت قران کو قدر و مرتبہ مین اعلی اور طاقت بشری سے بالا سمجھ لین گے اور خدا سے ڈر کر توبہ کر کے جہالت جدیدہ سے نکل آوین گے جسطرح انگلستان کے علماء و حکماء نکلتے آتے ہین اور ملک عرب کی تعلیم و شریعت کو پسند کرتے جاتے ہین اور اگر پادری صاحب ان جوابات کو تسلیم نکرین تو جواب الجواب سے دوبارہ اہل اسلام کو تکلیف ندین بلکہ چند اشخاص عربی دان بلا مذہب کو جو مشاہیر ملک یورپ و عرب کے ہون ثالث اور حکم مقرر کر کے ان جوابات کو اون کے پاس بھیجدین اگر ہمارے جوابات کو ان اعتراضات کے واسطے کافی و وافی لکھین تو پادری صاحب بھی تسلیم کرین اور اگر وے کسی جواب مین اپنی راے کے موافق نقص بتاوین گے تو ہم اوسکو پھر رفع کر دین گے کچھ مضائقہ نہین مجھکو پادری صاحب کے دعوی حق جوئی اور تحقیق اور راستبازی سے امید ہی کہ میری اس شرط کو ضرور قبول کرینگے اور دین و ایمان کے باب مین لیت و لعل نفرماوین گے اور اگر بنظر مصلحت اس محاکمہ کی تعمیل نکرین تو اسی قدر مہربانی فرماوین کہ ایسی حرکات سے باز آئین اور اہل اسلام کے دل کو نہ دکھائین

بہرحال اب اصل مطلب کو شروع کرتا ہون اور جناب مسبب الاسباب سے توفیق کا امیدوار ہون اور اتمام کا مستدعی۔ اَللّٰهُمَّ اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۝

فصل اوّل فصاحت الفاظ کے بیان مین

قولہٗ باب ششم قرآن کی تردید مین۔ فصل اول قرآن کی فصاحت وبلاغت کے رد مین سورۂ بقر کے دوسرے رکوع مین لکھا ہی فَإِن لَّمْ تَفْعَلُوا وَلَن تَفْعَلُوا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ط پس اگر تم قرآن کے برابر نہ بنا سکو اور ضرور نہ بناسکوگے تو ڈرو اوس آگ سے جسکا ایندھن آدمی اور پتھر ہین سورۂ بنی اسرائیل مین ہی لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا تم قرآن کے برابر ہرگز نہ بناسکوگے اگرچہ آدمی اور جن ایک دوسرے کی مدد کرین ان دعوون کے موافق بعضے مسلمانون نے بلاتحقیق یقین کرلیا ہی کہ ضرور قرآن ایسا ہی ہے **اقول** اگر انسان غشاوۂ عصبیت کو ہٹا کر چشم بصیرت کو کھولے اور پردۂ نفسانیت کو اوٹھا کر عین انصاف سے دیکھے تو یقین ہوجاوے گا کہ یہ دعوی نہایت سچ اور برحق ہے اور کمال مسلم الثبوت اور متحقق ہی اور جس شخص کو عربی زبان مین مہارت یا واقفیت نہو تو وہ عہد نبوت کے فصحا وبلغا کی مہارت اور ذوق سلیم پر اعتماد کرلیوے جنکے سامنے یہ دعوی کیا گیا اور بجز خاموشی کے کسی سے کچھ جواب نہ آیا بلکہ اکثر اون مین لطف فصاحت سے بیخود ہو کر ایمان لے آئے اور بعضون نے اگرچہ غرار نفسانیہ ضبط کیا مگر نہ کرسکے اور خال خال جو دام شیطانی مین پھنس گئے وہ ایسے عاجز ہوئے کہ اونھون نے تلوار سے لڑنا اختیار کیا جان ومال کا تلف گوارا کیا مگر قرآن کے مقابلہ ومعارضہ مین اونسے ایک فقرہ بھی نلکھا گیا اور نہ اوسکی فصاحت سے انکار کیا گیا پھر اس سے زیادہ کسکو واقفیت ہوسکتی ہی اس سے زیادہ فصاحت قرآن کے ثبوت مین کیا دلیل ہوسکتی ہی اور بعد اونکے جو کوئی غیر عرب بلکہ ایسا عربی دان جو لفظ تردید کو مثل عوام الناس کے

بمعنی ابطال بولے قران کی فصاحت پر اعتراض کرے نہایت عجیب بلکہ اعجب بلکہ اس سے
زیادہ ہی اور پادری صاحب نے جو یقین کی نسبت بعض مسلمانون کی طرف کی ہی کہ بعضے
مسلمانون نے یقین کر لیا ہی یہ بھی غلط ہی بلکہ کل مسلمانون نے یقین کر لیا ہے
کہ قرآن ضرور ایسا ہی ہی اور اوسکی فصاحت درجۂ اعجاز پر ہی اور اہل اسلام کی طرف عدم تحقیق
کا دعوی کیا ہی یہ بھی عجب حق پوشی اور خلاف بداہت ہی کیونکہ مسلمانون کے دو طبقہ ہین

پہلا طبقہ اصحاب رسول صلعم کا ہی جو پہلے کافر تھے اور آنحضرت صلعم کے سامنے مسلمان ہوئے

دوسرا طبقہ اون اشخاص کا ہی جو بعد آنحضرت صلعم کے پیدا ہوئے الی یومنا ہذا
بلکہ قیامت تک پس طبقۂ اولی کی نسبت خصوصًا اون اصحاب کی نسبت جو قبل غلبۂ اسلام
یا از خود مسلمان ہوئے یہ اتہام کرنا کہ وہ لوگ بلا تحقیق فصاحت قران مسلمان ہوگئے ایسا ہی
جیسا کوئی آفتاب کی روشنی یا آگ اور پانی کی حرارت و برودت کا انکار کرے میں
اہل انصاف سے پوچھتا ہون کہ کیا لبید بن ربیعہ سا فصیح و بلیغ شاعر مصنف معلقہ رابعہ
بلا تحقیق فصاحت قران مسلمان ہوگیا تھا یہ وہ شخص تھا جس نے اپنے قصیدہ کو بوجہ کمال
فصاحت خانہ کعبہ پر آویزان کر دیا تھا اور خانہ کعبہ پر آویزان کرنے سے اوسوقت یہ غرض ہوتی تھی
کہ یہ کلام فصاحت مین نہایت عمدہ ہی اور صاحب کلام کی لوگ عزت کرین یہ شاعر بقول
جان ڈیون پورٹ چند آیات قرآنیہ کو کعبہ پر آویزان دیکھکر اور شرما کر اپنے قصیدہ کو
اوتار لے گیا اور مسلمان ہوگیا اب کہو کہ اس نے فصاحت قران کو معجزہ سمجھا یا نہین
کیا کعب بن مالک شاعر بے بدل مذاق فصاحت سے بے بہرہ تھا جو آنحضرت صلعم کی
طرف سے کفار کے اشعار کا اشعار سے جواب دیتا تھا کیا حسان بن ثابت سا شاعر سحر
طوطی عرب فصاحت مین غیر محقق تھا جو آنحضرت صلعم کے باب مین نہایت دلسوزی و غمخواری

رہا تھا کیا عباس بن مرداس جیسا نامی گرامی شاعر بلا تحقیق فصاحت قرآن مسلمان
ہو گیا تھا کیا عبداللہ بن قیس بن عدی قریشی سا فصیح و بلیغ شاعر سخن شناس نکتہ سنج
ا[illegible] احت و بلاغت سے ناواقف تھا جو مہاجرین حبشہ سے قرآن کو سنکر وہین مسلمان
ہو گیا کیا ابو ذؤیب الہذلی سا مشہور و معروف شاعر ذوق فصاحت سے ناواقف تھا جو
آنحضرت کے مرض الموت مین مدینہ کو روانہ ہوا اور ایسے وقت مین پہنچا کہ آنحضرت صلعم
رحلت فرما چکے تھے لیکن یہ مخلص خداترس اسلام سے مشرف ہو کر دفن مین شریک ہوا اور
بعد مدت کے غزوہ روم مین شہید ہوا کما فی شواہد المغنی للسیوطی کیا اعشی یعنی
میمون ابو بصیر بن قیس بن ثعلبہ سرآمد شعراے روزگار مدارک فصاحت و بلاغت سے ہی
تھا جو از خود ملک یمامہ سے مدینہ کو روانہ ہوا اور ایک قصیدہ مدحیہ کہکر لایا بنابر ایک روایت
کے مسلمان ہو گیا اور بنابر ایک روایت کے مدینہ تک نہ پہنچا کہ ابو سفیان وغیرہ قریش نے
اوسے ڈرا کر اور بہکا کر پھیر دیا اور رستہ مین اونٹ سے گر کر مر گیا کما فی الشواہد کیا ولید
بن مغیرہ سا شاعر محقق اور کافر متعصب لطف فصاحت سے بے نصیب تھا جو عبارت
قرآن کو بوجہ کمال بلاغت کے سحر کہتا تھا یہ وہ شخص تھا کہ جس سے ابو جہل وغیرہ قریش
فصاحت قرآن کو دریافت کیا کرتے تھے اور جو یہ کہدیتا تھا اوسی بات کو وہ کہتے تھے اس
شخص کو اپنے مہارت اشعار کا یہ دعوی تھا کہ میرے برابر کوئی شخص قصائد و رجز و اشعار عرب
و جنات سے واقف نہین اور جب ابو جہل قرآن کا حال پوچھتا تھا تو وہی جواب دیتا تھا
کہ مین نے ایسا کلام نہین سنا یہ تو سحر ہی ہے چنانچہ یہ حال اور یہ مقولہ ولید کا سورۂ مدثر مین
باجلال و اشتہار مذکور ہوا ہے قال اللہ تعالے ثُمَّ نَظَرَ ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ ثُمَّ أَدْبَرَ
وَاسْتَكْبَرَ فَقَالَ إِنْ هٰذَا إِلَّا سِحْرٌ يُؤْثَرُ ۔ اور سورۂ سبا مین ہے وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلْحَقِّ لَمَّا جَاءَهُمْ

ان هذا الا سحر مبين ۔ اور آنحضرت صلعم کو بھی ساحر کہتے تھے اور کیا نابغہ جعدی سا شاعر بے بدل وسن رسیدہ معمر فصاحت و بلاغت زبان عرب سے ناواقف تھا جو خالص نیت سے مسلمان ہوا اور اسلام و قرآن و رسول مقبول کی مدح کرتا تھا یہ شاعر نابغہ ذبیانی سے بھی مقدم و مسن و تجربہ کار تھا ایک سو بیس ۱۲۰ یا ایک سو اسی ۱۸۰ یا دو سو ۲۰۰ برس زندہ رہا جب آنحضرت صلعم مبعوث ہوئے تو یہ مسن تجربہ کار شاعر بھی بصدق دل ایمان لایا چنانچہ اسکے اشعار سے اسکی عمر اور فصاحت اور صدق نیت کا حال کچھ ظاہر ہوتا ہے **اشعار** قالت امامة كم عمرت زمانة ٭ وذبحت من عتر على الاوثان ٭ ولقد شهدت عكاظ قبل محلها ٭ فيها وكنت اعد ملفتيان ٭ والمنذر بن محرق في ملكه ٭ وشهدت يوم هجائن النعمان ٭ وعمرت حتى جاء احمد بالهدى ٭ وقوارع تتلى من القران ٭ پھر کہتا ہے **شعر** بلغنا السماء مجدنا وجدودنا ٭ وانا لنرجوا فوق ذلك مظهرا ٭ اس شعر کو جناب رسول خدا صلعم نے سنکر نابغہ سے فرمایا کہ يا ابا ليلى اين المظهر یعنی اے ابو لیلی کہاں ہے مظہر نابغہ نے عرض کیا کہ جنت یا رسول اللہ آپ نے فرمایا کہ ہاں ان شاء اللہ تعالی کذا فی الغدیر والدرر للسید علم الہدی ۔ اور کیا کعب بن زہیر سا شاعر نکتہ سنج فصاحت زبان عرب سے ناواقف تھا جو اپنی قوم سے چھپ کر شب کے وقت ناقہ پر سوار ہو کر کپڑے سے منہ لپیٹ کر آنحضرت صلعم کی خدمت میں آیا اور اسلام سے مشرف ہوا اور ایک قصیدہ بھی آنحضرت صلعم کی مدح میں لکھکر لایا تھا جو نہایت مشہور اور مروج ہے ۔ اور کیا سواد بن قارب سا شاعر کاہن بھی مذاق فصاحت سے بے بہرہ تھا جو نہایت خلوص قلب سے ایمان لایا تھا اور نعماے بہشتی اور آنحضرت صلعم کی شفاعت کا کمال مشتاق تھا چنانچہ اوسکے اشعار سے ظاہر ہے ۔ اور کیا حضرت علی ابن ابی طالب و حمزہ و جعفر طیار و عثمان بن طلحہ و عبداللہ بن مسعود و زبیر بن عوام و زید بن حارثہ و عمارہ و سعد بن وقاص و ابو سلمہ مخزومی و ابو عبیدہ بن الجراح

وابو عبیدہ بن الحارث وسعید بن زید وابو جندل بن سہیل وغیرہم اشراف و رئیس مکہ معظمہ
بلاتحقیق فصاحت قرآن کے معتقد تھے اور کیا مصعب بن عمرو رئیس بنی اشہل اور تمام بنی اشہل
اور بریدہ اسلمی اور دیگر شہر اشخاص رئیس اور اہل علم مدینہ خصوصاً عبداللہ بن سلام وغیرہ فقہاے یہود
بلاتحقیق فصاحت قرآن کے معتقد تھے اور کیا عبداللہ بن عوف اور منذر بن حامر اشجع و دلاور
وغیرہم روسا و امراء عرب اور فروہ بن عمرو صوبہ دار عمان و بلغا رعامل ہرقل سلطان روم بیجا
عیسائی اور ایک امیر و مصاحب حارث شاہ دمشق بیجا نصرانی اور جبلہ امیر غسانی اور منذر بن ساوی
سلطان بحرین اور حارث بن ضرار امیر بنی مصطلق در باذان حاکم یمن اور نجاشی بادشاہ
حبش بلاتحقیق فصاحت قرآن کے معتقد ہوگئے تھے یہان مینے ہر ایک فرقہ مین سے ایسے ایک ایک
دو دو شخصون کے نام لکھے ہین جو اپنے فرقہ اور قوم اور پیشہ مین منتخب و سربرآوردہ تھے اور
عوام اور آحاد الناس کا تو کچھ ذکر بھی نہین ان مین کوئی تاجر تھا کوئی زمیندار اور کوئی
حرفت پیشہ تھا اور کوئی امیر و سردار کوئی فقیہ اور عالم اور کوئی بادشاہ اور حاکم اور کوئی
فن حرب و ضرب مین ہوشیار اور کوئی معاملات دنیا مین تجربہ کار انھون پر یہ احتمال بھی
نہین ہوسکتا کہ بطمع مال یا بخوف جان مسلمان ہوگئے ہون یا فریب اور دھوکے مین
آگئے ہون بلکہ یہ سب ایسے لئیق اور آزمودہ کار آدمی تھے جنکی راے اور اعتقاد اور
معاملات دنیاوی قابل اطمینان و اعتماد تھے اور بڑی دقت اور امتحان سے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے تھے بخلاف حواریان و معتقدان مسیح کے کہ اکثر
آحاد الناس بلکہ ملاح و ماہی فروش ناخواندہ تھے جو بہت آسانی سے دھوکا کھاسکتے
تھے اور قبل ایمان کے کچھ لیاقت ذاتی نرکھتے تھے خود پادری صاحب اپنی تاریخ محمدی
مین لکھتے ہین کہ ۱۰ شاعر آنحضرت صلعم کی خدمت مین تھے پس اہل عقل و تجربہ غور

کرین کہ حریف کا عاجز ہوکر سر جھکانا کیسا مشکل امر ہی اور عرب کے جیسے متکبر و خود پسند آدمی
باوجود مخالفت ایمان کے اور باوجود تائید رؤسا عصر کے اوسی امر مین جوکہ اونکا مایۂ فخر
و عزت تھا یعنی فصاحت و بلاغت کلام مین کیسے کچھہ عاجز ہوکر مطیع اور معتقد ہوگئے کہ
پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جان و مال فدا کرتے تھے ایسی صورت مین آنحضرت
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سر سبز اور غالب ہونا بغیر تائید الٰہی محال عادی تھا حق یہ ہے
کہ صرف لبید اور نابغہ جعدی اور عباس بن مرداس سے شعرا کاملین اور حسان اور کعب
وغیرہ کا مسلمان ہونا اور اعشی کا بارادہ اسلام مدینہ کو آنا اور ولید سے کافر اشد اور
سخن شناس کا اس کلام کو سحر کہنا فصاحت معجزہ اور بلاغت علیا کے واسطے کافی ہی بعد
اسکے کسی دلیل و برہان کی حاجت نہین بلکہ اگر تمام عرب اور غیر عرب کے مسلمان قیامت
تک قرآن کی فصاحت کا اثبات کرین تاہم ان چند شعرا کی تصدیق کے برابر معتبر نہین
اب جوکوئی شخص کہ فصاحت قرآن پر حرف گیری کرے خواہ عرب ہو یا عجم کامل ہو
یا ناقص وہ اس قابل ہوگا کہ بجز خاموشی کے اوسکو کچھہ جواب نہ دیا جاوے —
جب پادری صاحب سے ایسے امر بدیہی کا کچھہ جواب نہین آیا تو عاجز ہوکر تاریخ محمدی
مین عجب جواب متعصبانہ لکھا ہی کہ ۱۸۰ شاعر آنحضرت صلعم کی خدمت مین بہ طمع
مال و زر رہتے تھے جسطرح سلاطین دنیا کے پاس رہتے ہین اور مدح کرکے صلات
اور انعام پایا کرتے ہین اسکا جواب یہ ہی کہ اگر یہ شعرا آنحضرت صلعم کی خدمت مین
بامید صلات و انعام رہتے تھے تو یہ امید اونکو بہ نسبت آنحضرت صلعم کے آپکے دشمنون
سے زیادہ تھی کیونکہ فقر و عدالت کے باعث جسکی مورخین نصاری بھی شہادت
دیتے ہین آپ سے روپیہ ملنے کی امید موہوم تھی اور امرا و رؤسا کفار عرب سے یقینی تھی

علاوہ اسکے اگر ایک سو اسی شعرا آنحضرت صلعم کی مدح مین مشغول رہتے تھے تو اقل
درجہ ہر ایک نے ایک ایک قصیدہ ضرور کہا ہوگا کیونکہ بغیر اسکے نال حاصل نہین ہو سکتا
پادری صاحب کو لازم ہی کہ ۱۸۰ قصائد مین سے صرف سو قصائد کا نشان دین یا
پچاس کا ہی پتا بتائین میری دانست مین بجز چند قصائد معدودہ کے زیادہ نہین مل سکتے
سو وہ بھی غزوات مین اشعار کفار کے مقابلہ مین کہے گئے ہین اور اونمین بھی خاص آنحضرت
کی مدح مین دو دو چار چار اشعار ہون گے ورنہ اکثرون مین یہ بھی نہین اور ان اشعار کو بھی
خدا نے شعرا کی زبان پر اسواسطے جاری کر دیا ہی کہ دشمنان دین بعد عہد نبوت یہ
نہ کہین کہ اگر آنحضرت مین کمالات نبوت ہوتے تو اون کے ہمعصر اونکی مدح کرتے
اور اوسی وقت اونکی تصدیق ہو جاتی بلکہ اگر آنحضرت صلعم رسول اللہ نہوتے
تو اپنے فضائل کی شہرت کے واسطے ہزارہا قصائد کہواتے اور اون کے حفاظت کے
واسطے تابعین کو بہت تاکید فرماتے اور مسلمان بھی بنظر زبان دانی و ثواب اونکی
بہت حفاظت کرتے۔ کمال تعجب ہے کہ جو شخص اسقدر کمالات انسانی رکھتا ہو اور
بقول مخالفین صاحب ملک و اقتدار بھی ہو اور کبیر با اینہمہ اوس کی مدح مین بجز چند
اشعار کے کچھ نہو افسوس ہی دشمنون کے تعصب پر کہ جو برگزیدۂ خدا الفقر فخری
فرما کر فقر و فاقہ کو اپنی عزت و جاہ سمجھے اور اللھم احشرنا مع المساکین کہکر دعا
کرے اور قریش کو حسب و نسب پر فخر کرنے سے زجر و توبیخ کرے اور تین تین روز
پیٹ سے پتھر باندھکر اپنے لوگون کے ہمراہ محنت کرے اور اپنی اولاد و اعقاد کی
فاقہ کشی اور گرسنگی کو دیکھا کرے اور اون کو بجز دعا کے کچھ نہ دے سکے اوس پر یہ اتہام
استغفراللہ۔ یہان تک اول طبقہ کے مسلمانون کی تحقیق کا بیان تھا

اب دوسرے طبقہ کے مسلمانون کی تحقیق کا حال سنو کہ جیسے اہل اسلام نے بعد عہد نبوت اپنی کتاب کی تحقیقات مین محنت وجانفشانی کی ہی کسی فرقہ نے اپنی کتاب مین نہین کی اس بارہ سو برس مین جسقدر علماے اسلام ہوئے ہین سب نے بقدر فرصت و وسعت قران مین غور و خوض کیا ہی اور اوسکے ہر ایک فن مین بڑی بڑی کتابون کو تصنیف کیا اگر کسی بات مین مخالفین کی طرف سے اعتراض نہین پایا تو اپنے ذہن سے پیدا کیا اور پھر اوس کا جواب دیا بعض علما نے اسی مین بڑی تحقیق کی ہی کہ قران کس کیفیت سے نازل ہوتا تھا اور کسطرح لکھا جاتا تھا اور آنحضرت کے وقت مین کون کون شخص حافظ قران تھے جنکی روایت پر اعتماد ہو اور بعضون نے لغات والفاظ کی جمع و تدوین اور حل معانی مین عمر بسر کر دی ہی اور بعضون نے صرف وجوہ و نظائر مین بڑی تحقیق کی ہی اور بعضون نے محض حل تراکیب و اعراب مین علحدہ تصنیف کی ہی چنانچہ ایسے فنون کی کتابون مین کتب مذکورۂ ذیل بہت مشہور ہین کتاب مفردات القرآن راغب اور مفردات القرآن ابی حیان اور کتاب اللغات ابو القاسم محمد بن عبد اللہ اور کتاب عزیزی جسکو اوس نے اور اوسکے استاد ابن الانباری نے پندرہ برس مین لکھا تھا اور غرائب القران ابن قتیبہ اور مجمع البحرین صاغانی اور مجمع البحرین طریح نجفی اور الوجوہ والنظائر نیشاپوری اور الوجوہ والنظائر ابن عبد الصمد کتاب ابی الحسن اخفش اوسط اور زاہر ابن الانباری اور شرح التسہیل والارتشاف ابی حیان اور الجنی الدانی فی حروف المعانی ابن ام قاسم کتاب مقاتل بن سلیمان اور کتاب ابن الجوزی اور کتاب ابن الدامغانی اور کتاب الافراد ابن فارس اور معترک الاقران سیوطی اور تبیان فی اعراب القران ابی البقاء العکبری اور المحتسب فی توجیہ الشواذ ابن جنی اور ذا القد ابن جنی اور اعراب القرآن

سفاقسی اور اعراب القران منتجب الدین اور اعراب القران مکی اور اعراب القران حوفی
اور خصائص ابن جنی اور خاطریات ابن جنی اور آمالی ابن حاجب اور معرب جوالیقی
اور مشکل القران ابن قتیبہ اور کتاب ابن السمین اور خصوصاً جامعین لغات قرانیہ مین
ابو عبیدہ اور ابو عمر والزاہد اور ابن درید اور زجاج اور فرا اور اخفش اور ابن الانباری
اور ابن قتیبہ بہت مشہور و معروف عالم شمار کئے جاتے ہین اور بعضون نے بالتخصیص
آیات احکامیہ و ناسخہ و منسوخہ مین بڑی تحقیق کر کے جداگانہ کتابین لکھی ہین منجملہ ایسے
کتب کے احکام القران قاضی اسمعیل اور احکام القران بکر بن العلا اور احکام القران
ابو بکر رازی اور احکام القران ابن العربی اور احکام القران ابن الفرس اور احکام
القران ابن خویزمنداد اور احکام القران شیخ مقداد اور ناسخ و منسوخ مکی
اور ناسخ و منسوخ سیدی اور ناسخ و منسوخ ابن الحصار اور ناسخ و منسوخ
ابی جعفر نحاس اور ناسخ و منسوخ ابن العربی اور ناسخ و منسوخ ابو داؤد سجستانی
اور ناسخ و منسوخ ابی عبد القاسم بن سلام اور ناسخ و منسوخ ابی منصور عبد القاہر
بن طاہر التمیمی اور الامام فی ادلۃ الاحکام شیخ عزالدین بن سلام وغیرہا بہت مشہور
اور عمدہ کتابین ہین اور اکثر علما نے اسباب اعجاز قران یعنی فصاحت و بلاغت کے
فنون اور صنائع و بدائع کی تحقیق مین بڑی بڑی کتابین تصنیف کی ہین چنانچہ
اس باب مین کتب مذکورۂ ذیل بہت عمدہ اور مشہور ہین - اعجاز القران خطابی -
اعجاز القران رمانی - اعجاز القران ابن سراقہ اعجاز القران قاضی ابو بکر بن الباقلانی
کتاب عبد القاہر جرجانی کتاب فخر الدین رازی برہان ابن ابی الاصبع برہان
زملکانی مجید زملکانی مجاز القران ابن عبد السلام ایجاز فی المجاز ابن قیم - ز

نہایۃ التامیل فی اسرار التنزیل زملکانی ؎ تبیان فی البیان زملکانی منہج مفید فی احکام التوکید زملکانی بدائع القرآن ابن ابی الاصبع تحبیر ابن ابی الاصبع خواطر سوانح ابن ابی الاصبع اسرار التنزیل شرف بارزی اقصی قسریب تنوخی منہاج البلغاء حازم عمدہ ابن رشیق صناعتین عسکری مصباح بدرالدین بن مالک تبیان طیبی کنایات جرجانی اغریض تقی الدین سبکی اقتناص تقی الدین عروس الافراح بہاؤ الدین بن تقی الدین سبکی روض الافہام شمس الدین بن صائغ نشر العبیر شمس الدین مذکور مناسبات ترتیب السور ابو جعفر بن الزبیر فواصل الآیات طوفی مثل سائر ابن اثیر کنز البراعۃ ابن اثیر شرح بدیع قدامہ اور بعضون نے متشابہات کی تحقیق مین بہت کچھ تصنیف کیا ہی چنانچہ برہان فی متشابہ القرآن کرمانی درۃ التنزیل وغرۃ التاویل عبداللہ رازی کشف المعانی قاضی بدرالدین بن جماعہ وغیرہا اس فن مین مشہور کتابین ہین اور بعضون نے قرآن کے امثال اور اعلام وغیرہ مین جداگانہ کتابین لکھی ہین چنانچہ امثال القرآن ماوردی اقسام القرآن ابن قیم جواہر القرآن غزالی التعریف والاعلام سہیلی تبیان فی مبہمات القرآن قاضی بدرالدین بن جماعہ اسماء من نزل فیہم القرآن اسمٰعیل الضریر اس باب مین عمدہ کتابین ہین اور بعضون نے آیات قرآنیہ کی تعداد و شمار و مضامین مین بھی بہت کچھ سعی کی ہی چنانچہ کتاب ذات الرشد اور شرح ذات الرشد موصلی شرح آیات الصفات ابن لبان در نظیم یافعی اسی باب مین ہین بعضون نے رسم کتابت قرآن مین بہت کچھ سعی کی ہی چنانچہ کتاب سخاوی اور اوسکی شرح اسی فن مین ہین اور بعضون نے

آیات متفرقہ کے فنون و بدائع و لطائف و نکات جداگانہ لکھے ہین چنانچہ
بدائع الفوائد ابن قیم کنز الفوائد عز الدین الغرر و الدرر سید مرتضی علم الہدی
تذکرۃ البدرین تذکرۃ البدرین صاحب بن عباد جامع الفنون ابن شبیب الحنبلی
نفیس ابن الجوزی اسی قسم کی کتابین ہین اور بعضون نے علوم و فنون قرآن کے شمار مین
جداگانہ تصنیف کی ہی چنانچہ فنون الافنان ابن الجوزی جمال القرا علم الدین سخاوی
مرشد و جیز ابی شامہ برہان ابو المعالی اتقان سیوطی اس باب مین عمدہ کتابین ہین
اور اکثر علمانے صرف احادیث مفسرہ کی جمع و تنقید مین اپنی عمر بسر کردی ہی چنانچہ
تفسیر ابن جریر تفسیر ابن ابی حاتم تفسیر ابن مردویہ تفسیر ابن حیان تفسیر عزیاج
تفسیر عبد الرزاق تفسیر ابن منذر تفسیر سعید بن منصور تفسیر حاکم تفسیر عماد الدین
بن کثیر تفسیر امام ہمام حسن عسکری علیہ السلام تفسیر نور الثقلین تفسیر ہادی تفسیر
در منثور اسی قسم کی کتابین ہین یہان تک بطور نمونہ ادن کتابون
کے نام تھے جن مین ایک ایک یا دو دو یا تین تین فنون قرآنیہ مذکور ہین اور تفاسیر
رسمیہ جن مین قرآن کے معانی و مطالب حل کیے گئے ہین بے شمار ہین منجملہ اون کے تبیان
رئیس المحدثین امامیہ شیخ ابو جعفر طوسی مجمع البیان علامہ طبرسی کشاف زمخشری
تفسیر اصبہانی تفسیر خوبی تفسیر ابن عطیہ تفسیر قشیری تفسیر مرسی۔ تفسیر ابن الجوزی
تفسیر ابن عقیل تفسیر ابن رزین تفسیر واحدی تفسیر کواشی تفسیر ماوردی تفسیر
سلیم رازی تفسیر کبیر فخر الدین رازی تفسیر ابو الفتوح رازی تفسیر امام الحرمین
تفسیر ابن برجان تفسیر ابن بزیزہ تفسیر ابن المنیر امالی رافعی تفسیر ابن النقیب
تفسیر الغرائب و العجائب کرمانی تفسیر ثعلبی تفسیر معالم التنزیل تفسیر انوار التنزیل

بیضاوی تفسیر مدارک تفسیر صافی قواعد فی التفسیر ابن تیمیہ وغیرہا بے شمار ہین
الغرض کہان تک کتب متعلقہ قرآن کے نام لکھون اور کہان تک اہل اسلام کے اجتہاد و
تحقیق کو بیان کرون ایک دفتر صرف کتابون کے نامونکو چاہیے جن صاحبون کو ان
کتابون کے نام دیکھنے منظور ہون تو کتاب کشف الظنون کو دیکھ لیوین تا کہ اہل اسلام
کی عدم تحقیق کی نسبت سب ظنون فاسدہ دفع ہو جاوین اور منصف مزاج تو کیا متعصب
بھی پکار اوٹھے کہ مسلمانون کے برابر کسی فرقہ نے اپنی کتاب کی تحقیق نہین کی اور جس شخص
نے کچھ بھی نہ دیکھا ہو یا جان بوجھ کر اہل اسلام پر عدم تحقیق کا اتہام کرے اوس کو
بجز خاموشی کے کیا جواب دیا جاوے اگر پادری صاحب کہین کہ اس قدر تصانیف
کثیرہ سے تحقیق لازم نہین آتی کیونکہ ان مصنفون نے بوجہ اعتقاد و ایمان کے عیوب قرآنیہ
بیان نہین کئے تو اسکے دو جواب ہین **اوّلاً** یہ کہ جس شخص نے ان کتابون کو دیکھا ہوگا
کہ کس کس طرح مصنفون نے اعتراض نکالے ہین اور کیا کیا جواب دیے ہین وہ شخص
وہم بھی نہین کر سکتا کہ اس فرقہ نے تحقیق مین کچھ کوتاہی کی ہو خصوصًا اصحاب
رسول اللہ صلعم کی طرف کہ جو پہلے قرآن کے معتقد بھی نہ تھے عیوب پوشی کا وہم بھی
نہین جا سکتا **ثانیًا** یہ کہ باوجود اس تحقیق کے اگر رجمًا بالغیب عیوب پوشی کا اتہام
کیا جائے تو اہل اسلام بھی علمائے نصاریٰ کی طرف ہر امر مین ایسا ہی گمان کر سکتے
ہین کہ کسی عالم عیسائی کو اصول و عقائد عیسائیہ پر یقین نہ تھا بطمع دنیا اپنے عقائد
غیر معقولہ کی عیب پوشی کرتے تھے خصوصًا مسئلہ تثلیث مین تو صاف ظاہر ہی فقط
فَمَا هُوَ جَوَابُهُمْ فَهُوَ جَوَابُنَا **قولہ** بندہ نے تحقیق الایمان مین اس فصاحت
و بلاغت کے بابت جو واجب و ضرور تھا لکھدیا ہی اور خوب واضح کر کے بتا دیا ہی کہ محمد صاحب

کا یہ دعوی غلط اور باطل ہی اور سارے اہل علم مسلمانون نے یہ دعوی قبول بھی نہین
کیا ہی اور یہ بھی بتلا دیا ہی کہ قرآن کے برابر کون کون سی کتابین دنیا مین موجود ہین الخ
اقول ہمارے پاس پادری صاحب کا رسالہ تحقیق الایمان موجود نہین تا کہ اوسکو
دیکھین کہ قرآن کے برابر کون کون کتابین دنیا مین موجود ہین ہمکو بھی اونکے نام دیکھنے کا بہت
اشتیاق تھا لیکن ہرگاہ بقول خود اس کتاب مین بہ نسبت اوس رسالہ کے قرآن کے حال کی زیادہ
توضیح کی ہی اور ایک باب خاص اسی واسطے جداگانہ وضع کیا اور اپنی دانست مین کوئی دقیقہ
قرآن کی مذمت مین فروگذاشت نہین کیا مگر اون کتابون کے نام کو ترک کیا تو اس سے یہ معلوم ہوتا ہی
کہ بہ نسبت اوس زمانہ کے بوجہ مزاولت کتب عربیہ پادریصاحب کی استعداد عربی مین ترقی ہو گیا ہی
اب اون کتابون کا نام لکھتے اور قرآن کے مساوی کہتے شرم آئی ہوگی ہرحال ہم اس قول
کے ایسے چند جواب دیتے ہین کہ گو اونھون نے کتنی ہی کتابون کے نام لکھے ہون سب کی تساوی
باطل ہو جاے **جواب اول** جتنی کتابون کے نام پادریصاحب نے لکھے ہون گے وہ دو حال سے خالی
نہین یا قرآن سے پیشتر کی کتاب ہوگی یا بعد کی ہوگی **برتقدیر اول** قرآن سے پہلی کتاب یا دیوان
کی بجز سبعہ معلقہ وعقد ثمین کے غالبًا اور کوئی نہین سو انکی عدم تساوی ورنہ حقیقی اوسی زمانہ
مین ثابت ہو گئی جبکہ کفار معلقات کو چپکر خانۂ کعبہ سے اوتار لے گئے اور اونکی تساوی وصفی وقت
باطل ہو گئی جبکہ لبید بن ربیعہ مصنف معلقہ رابعہ شرمندہ ہو کر اپنے معلقہ کو اوتار لے گیا اور مسلمان
ہو گیا کیا کسی کو اوسکے اسلام مین کلام ہی یا اسکی تصدیق تحدی مین شک ہی یا یہ کہ یہ شخص جبرًا
مسلمان ہوا اور نیز معلقات کی تساوی اوس وقت باطل ہو گئی جبکہ مشرکین اپنے جلسون اور
خلوات مین قرآن کو سحر کہتے تھے اونکے تعصب کا مقتضا یہ تھا کہ اگر وہ معلقات کو فصاحت مین قرآن کے
ایک عشر بھی سمجھتے تو وہ اون کو قرآن کے مساوی بلکہ زیادہ بیان کرتے اور کبھی معقول نہوتے

جسطرح پادریصاحب کا حال ہو۔ اور بر تقدیر ثانی یعنی یہ کہ اگر قرآن کے بعد کی تصانیف
مین کوئی کتاب قرآن کے مساوی ہو تو پادریصاحب کو لازم ہو کہ جس کتاب کی تساوی کا دعوی
کرین اوس دعوی کے ساتھہ دلیل بھی بیان کرین ورنہ دعوی بے دلیل قابل التفات نہین
اور دلیل اس دعوی کی یہ ہو کہ پادریصاحب اوس کتاب کی کمال بلاغت اور اعجاز پر مصنف کی
تحدی اور اہل عصر کی خاموشی اور دیگر فصحاؤ بلغا کا اتفاق و اجماع نقل کرین یا یہ ثابت کرین
کہ وہ مصنف شعراء و فصحاء عہد نبوت سے اکمل اور اعلم تھا اور اگر یہ نہو تو خود ہی اوسکی وجوہ
بلاغت اور لطائف ظاہر کرین اور اگر کل کتاب کے وجوہ بلاغت بیان نہو سکین تو نصف یا ربع
کتاب کے ہی بیان کرین بعد اوس بیان کے وہ دعوی اس قابل ہوگا کہ مسلمان اوسکی طرف
التفات کرین اور اوسکی دلیل پر یعنی وجوہ بلاغت کتاب پر توجہ کرین اگر حق اور درست ہون
تو قبول کرین ورنہ اون پر نقض کرین۔ مگر پادری صاحب کو یہ بھی خیال رہے کہ کلام کی
بلاغت اور حسن نہ صرف الفاظ فصیحہ پر منحصر ہو نہ محض حسن تالیف پر اور نہ محض مطابقت
مقتضاے حال پر اور نہ صرف صنائع و بدائع لفظیہ پر بلکہ ان سب امور کے اجتماع سے بلاغت
حاصل ہوتی ہی ہان اگر صنائع لفظیہ نہون تو بلاغت مین کچھہ خلل نہین اور ان سب امور مین
ہر ایک امر کے مراتب مختلف ہین چنانچہ بعض الفاظ بموجب قواعد کے فصیح ہوتے ہین یعنی خالی
از عیوب مگر شیرین اور رسا نہین ہوتے اور بعض شیرین بھی ہوتے ہین اور بعض شیرین تر
اور اسی طرح تالیف اور تناسب الفاظ کے مراتب ہین بعض اشخاص انھین الفاظ روزمرہ
کو اس تناسب سے منتظم اور مرکب کرتے ہین کہ غیر شیرین لفظ بھی شیرین معلوم ہونے لگتا ہے
اور بعض اشخاص اس بد اسلوبی سے نظم کرتے ہین کہ شیرین لفظ بھی ثقیل معلوم ہونے
لگتا ہی اور ان دونون مرتبون کے درمیان مین بھی بہت مراتب ہین کہ اہل زبان ہین ہی

بھی مذاق دار ہی اوس فرق کو خوب سمجھتا ہی اور اسی طرح مطابقت مقتضاے حال مین بھی بہت مراتب ہین بلکہ اہل فصاحت کا بیان ہی کہ مقتضاے حال کی کمیت کیفیت بجز خداوند علام الغیوب کے کوئی نہین جان سکتا اور اگرچہ ہر شخص اپنی دانست مین حسب قواعد بلاغت خوب مطابقت کرتا ہی مگر بمقتضاے بشریت اوسکی تشخیص مین یا رعایت مین یا رعایت فصاحت مین خطا اور سہو ہوجاتا ہی چنانچہ ایک شخص کے بھی دو کلام ایک مرتبہ کے نہین ہوتے جملہ امور کی پوری پوری رعایت کرنا علام الغیوب کا ہی کام ہی اور اس مطابقت کی کمی و بیشی بعض وقت کلام کی تاثیر اور حسن قبول سے ظاہر ہوجاتی ہی یا دوسرے کلام کے مقابلہ سے چنانچہ جس کلام مین اعلی درجہ کی مطابقت ہوتی ہی وہ کلام مجرب دوا اور سحر کے مانند قلب پر اثر کرجاتا ہی بشرطیکہ دیگر امراض نفسانیہ مہلکہ مانع نہون اور اسی واسطے ان من البیان لسحرا مشہور ہی اور مقابلہ سے اوسوقت کمی و بیشی معلوم ہوتی ہی جبکہ دوسرا کلام بھی اوسی حال اور مضمون مین ہو دیکھو اگر کوئی شخص دیوان سعدی اور دیوان حافظ کا فرق اور ایک کی ابلغیت دریافت کرے تو اوسکا سمجھنا اور سمجھانا ذرہ مشکل ہی لیکن جہان دونون نے ایک مضمون کے اشعار لکھے ہین وہان ایک کی ابلغیت اور کیفیت مطابقت خوب نمایان ہے مثلاً دیوان سعدی مین یہ شعر اگر دشنام فرمائی وگر نفرین دعا گویم ؎ کہ لب لعل شکر خارا جواب تلخ می زیبد ؎ اور دیوان حافظ مین یہ شعر بدم گفتی و خورسندم عفاک اللہ نکو گفتی ؎ جواب تلخ می زیبد لب لعل شکر خارا ؎ جبتک آدمی حافظ کے شعر کو نہ دیکھے گا تو وہ یہی سمجھتا رہے گا کہ سعدی کا شعر نہایت بلیغ ہی اور سعدی سا فصیح آدمی فصاحت الفاظ اور مطابقت مقتضاے حال مین کیا کمی کرسکتا ہی مگر جب کہ

حافظ کے شعر بلکہ ایک ہی مصرعہ کو دیکھے گا تو یقین کرلے گا کہ سعدی سے وجوہ بلاغت
مین ضرور کمی ہوئی اور جسقدر مطابقت حافظ کے کلام مین ہی سعدی کے کلام
مین نہین کیا معنی کہ یہان مقتضاے حال یہ ہی کہ محبوب کے کلام رنجش التیام
اور دشنام دہی کے مقابلہ مین اپنی خوشنودی کا اظہار اس مرتبہ کیا جاوے کہ
اوسکو یقین ہوجاوے کہ عاشق کو برا کہنے سے کچھ ملال نہین ہوا بلکہ خوشنودی
حاصل ہوئی پس سعدی نے دو لفظ دشنام اور نفرین کہکر رنجش اور غصہ کے کلام
مین بے فائدہ تطویل کی اور اپنی خوشنودی کے اظہار اور استرضاے محبوب مین
جو مقتضاے حال تھا ایک لفظ دعاگویم پر اکتفا کی جو محض عدم ملال پہ دلالت
کرتا ہی نہ خوشنودی پہ اور اظہار خوشنودی کی صراحت بھی نکی صرف دعاگویم کی
توجیہ مصرعہ ثانیہ مین کردی اور حافظ نے رنجش اور غصہ کے کلام کا اعادہ مین اور
یاددہانی مین ایجاز کیا اور استرضاے محبوب مین اطناب کیا جس سے ظاہر ہوتا ہی
کہ حافظ کو اہم اور اقدم اور عین مقصد استرضاے محبوب ہی اوسی مین منہمک اور
مستغرق ہی گویا حالت جذب مین ہی کہ معذرت کرتے کرتے اور محبوب کی طبیعت سے
خیال رنج کا دفعیہ کرتے کرتے طبیعت سیر نہین ہوتی اور اگرچہ کلام حافظ مین اوسکے سوا
وجوہ بلاغت اور بھی ہین مگر یہ مطابقت سب پر فائق ہی اور اسی باعث اس کلام
مین ایک طرح کی تاثیر اور دردی ہی جو سعدی کے شعر مین نہین —— الغرض ایسے
دعوی عظیم متعصبانہ خلاف جمہور کی تصدیق کے واسطے ضرور ہی کہ یادر صاحب
اون کتابون کی عبارتین نقل کرکے وجوہ بلاغت اور محاسن و لطائف بیان کرین
اور بہتر یہ ہی کہ حتی المقدور ایسی عبارتین منتخب کرین جو آیات قرآنیہ کے ہم مضمون

ہون اور بعد بیان وجوہ بلاغت کے اون وجوہ کو وجوہ بلاغت قرآن سے مقابلہ کرین
کہ وہ کسقدر ہین اور یہ کس قدر اور وہ کس مرتبہ کے ہین اور یہ کس مرتبہ کی کیونکہ کلام
کا حال مثل جواہر کے ہی کہ وزن کی ذراسی زیادتی سے قیمت مین دوچند فرق
ہوجاتا ہی چنانچہ بعض وجہ بلاغت ایک ہی ایسی ہوتی ہی کہ اوسی کے باعث کلام
حد اعجاز پر پہونچ جاتا ہی — اگر پادری صاحب یہ کہین کہ اہل اسلام فصاحت
قرآن کے مدعی ہیں اور عیسائی منکر چاہیے کہ اہل اسلام اسی طرح مقابلہ کرکے فصاحت
قرآن کو ثابت کرین جسطرح وہ بار بار لکھتے ہین تو جواب اسکا یہ ہی کہ بلاشک ابتداءً
مسلمان مدعی تھے مگر اونھون نے تحدی کرکے اور اہل عصر کو عاجز کرکے اپنے دعوی
کو ثابت کر دیا یہ ایک تحدی اور عدم معارضہ اور تسلیم اہل عصر ہزار دلیل کے برابر ہے
مثلاً اگر کوئی شجاع میدان مین شجاعون کی صف کے مقابل کھڑا ہوکر دعوی کرے کہ
مثل میرے دنیا مین کوئی شجاع نہین تم سب میری اطاعت کرو اور جو کوئی مجھکو جھوٹا
جانے وہ مقابلہ مین آوے اور لڑے تو اوسکا جواب یہ نہین کہ تو ہی دنیا مین پھر کر اپنا
مثل تلاش کر لا بلکہ اوسکا جواب یہ ہی کہ کوئی صف سے نکلکر اوسکا مقابلہ کرے اور اگر
کوئی مقابلہ نکرے گا اور بعوض مقابلہ کے اوسکی اطاعت قبول کرلین گے تو ضرور اوسکا
دعوی ثابت ہوجاوے گا پس آنحضرت صلعم نے اسی طرح فصحاء عرب سے جنکو ہر وقت
شعر وسخن کا چرچا رہتا تھا اور اسی شغل مین اونکا رات دن کٹتا تھا اور اون کے بعد
اون کا کوئی ہمسر اور برابر نہین ہوا اسی طرح تحدی کی - اور یہ تحدی بکرات و
مرات قرآن مین مندرج ہوکر مشتہر ہوئی اس سے زیادہ مسلمان اب کیا دلیل لاوین
ہان اب جو کوئی شخص کسی کتاب کی تساوی کا مدعی ہو تو اوسکے ذمہ ہی کہ وہ اوس کتاب کی عبارت

کو عبارت قرآن سے مقابلہ کرکے دکھاوے ورنہ دعوی بے دلیل ہذیان کے مشابہ
ہی **جواب دوم** کوئی کتاب یا کوئی کام اوسی وقت معجزہ ہوتا ہی جبکہ اوسکے ساتھ
اوس کام کے ماہرین کاملین سے تحدی کی جاوے اور باوجود تحدی کے کوئی اوسکا
معارضہ نکرسکے کیونکہ تحدی سے یہ ثابت ہوتا ہی کہ اوس کام کے فاعل کے نزدیک وہ کام
بے مثل ہی اور کسی کے معارضہ نکرسکنے سے یہ ثابت ہوتا ہی کہ فاعل کا دعوی دوسرون کے نزدیک
بھی حق اور مسلم ہی اور تحدی نکرنے سے یہ ظاہر ہوتا ہی کہ فاعل کے نزدیک بھی وہ کام
بےمثل نہین اوسکو شبہہ ہی کہ شاید میرے مثل دنیا مین کوئی موجود ہو اور مجھکو اوسکا علم نہو اسواسطے
بجز الہامی شخص یعنی نبی کے کوئی دوسرا شخص عاقل تحدی نہین کرتا کیونکہ نبی کو باعلام و الہام
خدا الیقین ہوجاتا ہی کہ دنیا مین مثل میرے کوئی شخص اس کام کو نہین کرسکتا پس بنا براس قاعدہ کے
ہم کہتے ہین کہ اگر پادریصاحب بفرض محال کسی کتاب کی تھوڑی سی عبارت کے وجوہ بلاغت بیان
کرکے قرآن کی کسی عبارت سے تساوی بھی ثابت کردین تو بھی وہ معجزہ نہین ہوسکیگا۔ اور بعض منکرین
نبوت مطلقہ جو کہتے ہین کہ اگرچہ قرآن فصاحت مین بےمثل ہی مگر فصاحت و بلاغت کا معجزہ بلکہ اکثر
معجزات انبیا قابل اطمینان نہین کیونکہ ہر ایک عصر مین بعض اشخاص ایسے کامل ہوتے ہین کہ اونکے
ہمعصرون مین بلکہ اسلاف و اخلاف مین کوئی اون کا مثل نہین ہوتا تو جواب اس شبہہ کا اسی
جواب دوم سے نکل آتا ہی یعنی یہ کہ ایسا کامل عاقل شخص اگر نبی نہین ہوتا تو وہ دعوی نبوت
اور اپنے کمال پر تحدی بھی نہین کرتا اور اگر کوئی احمق جھوٹا دعوی بھی کرتا ہی تو کوئی شخص
اہل عصر سے اوسکی تکذیب ضرور کردیتا ہی اور تحدی کو توڑ دیتا ہی لیکن ہرگاہ اوسکے
ہم فن کاملین اوسکی تحدی توڑنے اور معارضہ مین نہایت سعی کرین اور باوجود اسکے
معارضہ نہوسکے اور اوسکی تحدی قائم رہے اور دیگر دلائل نبوت کے بھی رکھتا ہو تو پھر اوسکے

کمال معجزہ قبول نکرنے کی کوئی وجہ نہین ہوسکتی **قول ۵۹** واضح ہو کہ یہ فصاحت و بلاغت کا امر
بڑا نازک اور غور طلب ہی بہت سے مسلمان اسکے از بس معتقد ہین اور بڑی بڑی
لن ترانیان لگاتے ہین انتہٰ **اقول** چونکہ فصاحت و بلاغت کا ادراک عقل و ذہن سے متعلق ہی
اسواسطے بلاشک بہت نازک اور غور طلب ہی بدون اسکے کہ آدمی مدت تک ایک ملک مین
یا ایک مدت تک اوس زبان مین توغل رکھے اور عقل مستقیم اور ذہن سلیم بھی رکھتا ہو ہرگز اوس
ملک کی زبان کی فصاحت و بلاغت اور سقم و قباحت پر بخوبی مطلع نہین ہوسکتا۔ اور مسلمان
جسقدر فصاحت و بلاغت کے معتقد ہون وہی زیبا ہی اور جسقدر اس باب مین لن ترانیان
لگائین بجا ہی کیونکہ یہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ والہ کے ثبوت رسالت کے واسطے دلیل
کافی اور برہان وافی ہے۔ دیگر انبیا سلف کے معجزات ایسے تھے کہ انکا ادراک حواس
ظاہریہ سے متعلق تھا مثلاً ناقۂ صالح اور عصاے موسیٰ اور تلیین آہن داؤد اور احیاے
اموات عیسیٰ وغیرہم علی نبینا وعلیہم السلام کہ یہ معجزات دیکھنے مین آتے تھے اور بصارت چشم پر
موقوف تھے۔ اور وجہ ایسے معجزات عطا ہونے کی یہ تھی کہ ان انبیا کی نبوت دوامی
استمراری نہ تھی یکے بعد دیگرے مبعوث ہوتا تھا اسواسطے اونکو معجزات بھی ایسے ہی
آنی اور فانی عطا ہوتے تھے کہ بعد وفات اون کے اون معجزات کا علم اور اثبات دوسرون
پر نہین ہوسکتا تھا اور چونکہ شریعت محمدی صلعم قیامت تک کے واسطے مقرر کی گئی ہی اسواسطے
آنحضرت صلعم کے معجزہ کو عقل سے متعلق فرمایا کہ جب تک اس عالم مین عقل رہے تب تک یہ
معجزہ بھی رہے اور ہر عہد مین اوسکا علم اور اثبات ہوسکے اور ہر طبقہ انسان پر اتمام حجت
الٰہی ہو جاوے۔ اور اسی واسطے یہ فرقۂ عیسائیہ اس معجزہ سے نہایت رشک و حسد رکھتا ہی
اور اس فن شریف فصاحت و بلاغت مین بہت تشغل و توغل بھی نہین کرتا مگر جا بجا کہین خاک

ڈالنے سے چھپتا ہی اور آفتاب ابر سیاہ سے کہین تیرہ ہو سکتا ہی وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوْرِہٖ وَ لَوْ کَرِہَ الْمُجْرِمُوْنَ **قولہ** ہان اس معاملہ مین ایک دِقّت درپیش ہی کہ کوئی کتاب اس فن کے قاعدون کی عربی زبان مین ایسی نہین پائی جاتی جس سے خوب معلوم ہو جاوے کہ فصاحت کے فلان فلان قاعدے اور رعایتین اور احترازات ہین تاہم اون قواعد سے قرآن کو مقابلہ کر کے اس دعوے کی تصدیق یا تکذیب کرین شاید کوئی کہے کہ مختصر معانی مطول اور تلخیص ملازادہ وغیرہ کتابین فصاحت کی مسلمانون کے پاس موجود ہین اونکے مطابق دیکھنا چاہیے جواب یہ ہی کہ یہ سب کتابین اون لوگون کی تصنیف ہین جو مسلمان اور فصاحت قرآن کے بڑے معتقد ہین اونھون نے یہ کتابین ایسے طور پر تصنیف کی ہین کہ اسمقدمہ مین یہ کتابین ہمارے سامنے معتبر نہین ہو سکتین۔ توضیح اسکی یون ہی کہ ان مصنفون نے ان کتابون کی تصنیف سے پیشتر قرآن کو فصیح اور فصاحت مین لاثانی مان لیا ہی بعد اسکے جب اس فن مین کتابین تصنیف کرنے بیٹھے اوسوقت قرآن کے محاورے کے موافق قاعدے مقرر کرنے شروع کر دیے اور جو جو بولیان خلافِ فصاحت قرآن مین تھین اونکے لیے ایک ایک قاعدہ وضع کر کے اون سب سقمون کو فصاحت مین داخل کر لیا ہی اب اگر اون قواعد مفروضہ کے ثبوت پر فصحاے عرب کا کوئی قول اونسے طلب کرو تو وہی قرآن کی آیت سقیمہ پیش کر دیتے ہین الخ **اقول** جواب اسکا وہی ہی جو معترض کو خود ناچار ہو کر کہنا پڑا ہی کہ اس فن مین مختصر معانی و مطول و ملازادہ وغیرہ بہت کتابین ہین مگر اس جواب کا جو یہ جواب ناصواب دیا ہی کہ جب اس فن مین کتابین تصنیف کرنے بیٹھے اوسوقت قرآن کے محاورہ کے موافق قاعدے مقرر کرنے شروع کر دیے اور اون قواعد مفروضہ کے ثبوت مین قرآن کی آیت کو پیش کر دیتے ہین۔ عجب مغالطہ اور اتہام ہی اہل اسلام نے قواعد علم ادب

خصوصاً قواعد فصاحت و بلاغت نہ صرف قرآن کے واسطے جمع کیے ہین بلکہ تمام زبان عرب کے واسطے اور قواعد کی مثالون مین نہ صرف آیات قرآنیہ پر اکتفا کی ہی بلکہ اشعار عرب متقدمین اور آیات قرآنیہ دونون بیان کیے ہین ان متاخرین نے بنظر اختصار رسول مین اکثر آیات قرآنیہ پر اکتفا کی ہی- دیکھو مختصر معانی تک مین اکثر قواعد کی سند مین اشعار عرب لکھے ہین اور مطول مین اسقدر اشعار ہین کہ ایک کتاب جداگانہ اشعار مطول کی شرح مین لکھی گئی ہی- اور مغنی ابن ہشام جو علم نحو مین ہی اوسمین اسقدر اشعار ہین کہ ایک کتاب مبسوط مسمی بہ شواہد مغنی صرف اوسکے اشعار کی شرح مین ہی اور علی ہذا القیاس الکتاب سیبویہ جو مثل مغنی کے علم نحو مین ہی اوس مین اسقدر اشعار ہین کہ زمخشری نے ایک کتاب جداگانہ اون کی شرح مین لکھی ہی اور اسی قسم کی کتابین متقدمین کی تصنیف سے سیکڑون موجود ہین جن مین سے بعض بعض کے نام پہلے تحقیق اہل اسلام کے ذکر مین مذکور ہو چکے ہین پس جس کم استعداد نیم ملا نے کچھ نہین دیکھا وہ ایسا ہی خیال کرتا ہی اور جو شخص جان بوجھ کر جھوٹ بولے اوسکا جواب بجز خاموشی کچھ نہین- بھلا پادری صاحب علم فصاحت و بلاغت مین ایک کتاب تو ایسی بتائین جس مین اشعار عرب سے استناد و استشہاد نکیا ہو- اور اگر پادری صاحب بعض بعض قواعد کی نسبت کہین جن مین صرف قرآن کی آیات پر اکتفا کی ہی تو اوسکے چند جواب ہین اوّلاً یہ کہ ہرگاہ آنحضرت خاص مکہ کے باشندے تھے اور بقول معترض قرآن اونکی تصنیف ہی اور فصیح بھی ہی گو حد اعجاز پر نہین کہتا تو بہر حال آنحضرت صلعم فصحاے عرب مین داخل ہین پس اگر کسی مصنف قواعد فصاحت نے کسی قاعدہ مین صرف آیۂ قرآنی پر اکتفا کی تو کیا بیجا کیا بلکہ اوس نے قرآن کو عربی زبان کی ایک نہایت عمدہ فصیح اور مسلم الثبوت کتاب خیال کر کے سند دی

نہ اپنی مذہبی اور دینی کتاب سمجھکر۔ اور اس اکتفا کرنے کی وجہ یہ ہی کہ وہ لوگ
سمجھتے تھے کہ ایک فصیح کا کلام سند مین کافی ہی اور یہ امر صحیح اور مدلل ہی کیونکہ اگر ایک فصیح
کا کلام سند مین کافی نہو تو پھر ایک شعر بھی سند مین کافی نہین ہو سکتا ہم اوس شعر کی
فصاحت کی سند مین دوسرا شعر طلب کرینگے اور تا وقتیکہ ہر ایک قاعدہ کے واسطے چار پانچ
فصحا کے اشعار نہ لکھے جاوین تب تک کوئی قاعدہ مسلم نہو گا علاوہ اسکے عربی قواعد کیا بلکہ
کسی زبان کے قواعد مین مصنفون نے یہ التزام نہین کیا بلکہ اکثر مصنفون نے ایک ہی
فصیح کے کلام پر اکتفا کی ہی۔ پس آیۂ قرانیہ کی سند پر اکتفا کرنے سے اعتراض
کرنا جمہور مصنفین کی رائے کے خلاف ہی بلکہ ایسا معترض متعصب یا کم فہم سمجھا جاویگا
اور مصنفین قواعد فصاحت کی طرف اوسکا اتہام ہرگز عائد نہوگا **ثانیاً** یہ کہ قرآن کی
فصاحت و بلاغت ایسی مسلم الثبوت اور اظہر من الشمس ہی کہ عہد نبوت کے تمام فصحا نے اوسکو
پسند کیا اور کسی نے کچھ عیب اوسکی فصاحت و بلاغت و عربیت مین نہ نکالا اگر کسی نے عیب
بھی نکالا تو سحر کہا اور بعد اوس زمانہ کے بھی تمام اہل اسلام بلکہ مخالفین بھی اوسکی فصاحت
کو حد اعجاز پر اور طاقت بشری سے خارج سمجھا کیے اور متعصب لوگون نے اگرچہ اوسکو اعجاز
نہین کہا مگر اوسکی عربیت مین بھی کوئی عیب نہین نکالا۔ اسیواسطے سلف سے آج تک
یہ بات مسلمانون کے گوشزد بھی نہین ہوئی کہ قرآن مین باعتبار فصاحت و بلاغت و
عربیت کے کوئی عیب ورستقم ہی تا کہ وہ اوسکی عیب پوشی کا ارادہ کرتے اور اوسکے بچنے
کے واسطے قواعد بناتے اور اوسکی تصحیح و توثیق کے واسطے کتابین تصنیف کرتے مسلمان
تو یہ سمجھے ہوئے ہین کہ قرآن کی توثیق و تصحیح اوسی وقت ہوگئی جب کہ تمام فصحا سے عرب
اسکے معارضہ سے عاجز ہوگئے اور سب نے اسکے علو مرتبہ کو تسلیم کرکے سر جھکا لیے اور ما جرا

کرین کہ اہل اسلام ایک چیز معدومہ مفقودہ اور مجہول مطلق اور مفہوم بلامصداق اور
غیقا منت کو کہان سے لائین اور کہان تلاش کرین یہ کام پادری صاحب کے ذمہ
ہی اور اونکو فرصت اور وسعت ثروت بھی حاصل ہی۔ مناسب یہ ہی کہ ولایتی
پادریون کے ذریعہ سے ان کتب کی تلاش کے واسطے ایک رقم معتد بہ جو بیس تیس
برس کے خرچ کو کفایت کرے چندہ کرا کر جمع کرلین اور کل روپیہ لیکر عرب کو چلے جاوین
فھو المراد - اور پادری صاحب جو کہتے ہین کہ وہ کتابین مسلمانون نے گم کر ڈالین یہ
عجب افترا اور بے سند بات ہی اور ظاہر مین خلاف عقل ہی کیونکہ جو کفار قریش استمداد
اور استعانت جنگ کے واسطے اطراف وجوانب کے قبائل مین دور دور تک جاتے تھے
اور ہر ایک قبیلہ کو جنگ پر آمادہ کرتے تھے پس اگر فصاحت قرآن کی کتابین خلاف قرآن
ہوتین یا کوئی عبارت قرآن کے معارضہ مین کہی جاتی تو وہ ضرور اوسکو منتشر کرتے
اور لاریب یہود ونصاری اوسکی حفاظت کرتے اور دوسرے ملکون تک پونہچاتے اور
آج کسی نہ کسی فرقہ کفار کی کتب مین وہ عبارتین پائی جاتین - یہ بات خوب ظاہر ہی
کہ زمانہ جاہلیت کے کلام کو اہل اسلام نے بڑی قدر ومنزلت سے رکھا ہی اور اون کے
اشعار کو اکثرون نے حفظ اور نوک زبان یاد کیا ہو اور جامعین قواعد فصاحت تو اس
تمنا مین مرگئے کہ کوئی کتاب زمانہ جاہلیت کی اس فن مین میسر آئے اگر مسلمان اونکو گم
کر ڈالتے تو دیوان عقد ثمین شعرائے جاہلیت اور سبعہ معلقہ کیونکر باقی رہتا اور
دیوان حماسہ کے اشعار اور اشعار کتب لغت کہان سے نصیب ہوتے کیا یہ سب نصارائے
نجران کے ذریعہ سے ملے ہین - اور خیر بالفرض مسلمانون نے گم بھی کر ڈالین - تو
پادری صاحب کو لازم ہی کہ اون کتب گم شدہ کے نام اور اونکے مصنفون کے نام اور

کم کرنے والون کے نام بتائین ۔ اور اگر ایسی زبردستی کرین کہ نام بھی نہ بتائین
اور مطالبہ سے بھی باز نہ آئین تو مین ایک طریقہ اونکو قرآن کے مقابلہ کرنیکا ایسا
بتاتا ہون کہ ایسا مقابلہ درصورت حاصل ہونے اون کتب عنقا صفت کی بھی نہواور
اونکی یہ حسرت بھی نکل جاوے بشرطیکہ تعصب کو دخل ندین اور وہ یہ ہی کہ جن کتب کو وہ
مسلمانون سے طلب کرتے ہین اون کتب کے فرضی مصنف یعنی فصحاے و بلغاے
عہد نبوت جو قرآن کے مقابلہ پر تھے وہی خود مسلمان ہوگیے اس سے زیادہ اب کوئی کیا
مقابلہ کرسکے گا ۔ اور بعد اسکے جو وہ لکھتے ہین کہ مسلمانون نے خود قرآن کے معتقد بنکر
اور اوسے کلام الہی فرض کرکے یہ یقین کرلیا ہی کہ خدا سے زیادہ کون فصیح ہی ۔ یہ
عجب حق پوشی ہی کیونکہ وہی مسلمان جو قواعد فصاحت کے جامع تھے از خود بلا وجہ معتقد
نہین ہوئے بلکہ وہی خود بھی عرب العربا اور ماہرین محاورات اور قریب عہد نبوت کے
تھے اور کمال ذاتی اور عقل و فہم کے سواے یہ دوسری سند اونکے پاس تھی کہ اونکے باپ
دادا جو بڑے اشد کافر اور سخت متعصب تھے قرآن کو فصیح و بلیغ سمجھکر مسلمان ہوچکے
تھے اور اون کے نزدیک آبا و اجداد کی راے اور عقل اس باب مین قابل اعتبار تھی پس
اون لوگون نے اگر قرآن کو عربیت اور فصاحت و بلاغت مین ایک عمدہ اور مسلم الثبوت
کتاب سمجھکر بالفرض اوسی سے قواعد فصاحت مستنبط کرلیے تو کیا بیجا کیا علاوہ اسکے
یہ ہی کہ اگر مسلمان صرف قواعد فصاحت کو جمع کرتے تاہم متعصب آدمی ایسا وہم کرسکتا تھا
لیکن اونھون نے قواعد صرف بھی جمع کیے ہین قواعد نحو بھی جمع کیے ہین قواعد عروض بھی
جمع کیے ہین لغات عرب بھی جمع کیے ہین یونانی علوم کے ترجمے بھی کیے ہین کیا یہ سب قرآن
کی تصحیح و توثیق کے واسطے کیے ہین ہرگز نہین ہرگز نہین ۔ پس اظہر من الشمس ہی کہ قواعد

فصاحت وبلاغت عام زبان عرب کے واسطے جمع ہوئے نہ خاص قرآن کے واسطے اور وے
قواعد اشعار عرب اور عوام کے محاورات سے اور نیز قرآن سے مستنبط ہوئے ہیں پس
ان قواعد موجودہ کو اونھین لوگون کے قواعد سمجھنا چاہیے جو قرآن کے مقابلہ پر ٹھہرائے
بلاشک وہی ہین اور اگر نہین ہین تو اس امر کو دلیل اور سند سے ثابت کرنا چاہیے اور
افترا اور جھوٹ بات بناکر اسکا جواب دینا نچاہیے کیونکہ دروغ جواب نہین ہوتا بلکہ
مصنف کے سر پر وبال ہوتا ہے ولنعم ما قیل **شعر** گر راست سخن گوئی و در بند بمانی
بہ زانکہ دروغت دہد از بند رہائی ‡ **قولہ** دیکھو فصاحت وبلاغت کا ایک یہ بھی
قاعدہ ہے کہ مجیب کا جواب سائل کے سوال کے موافق ضرور ہونا چاہیے اس درست قاعدے
کے مطابق قرآن کی یہ آیت جو سورۂ بقرہ کے چھبیسوین رکوع مین ہے رد ہوگئی یَسْئَلُوْنَکَ
مَاذَا یُنْفِقُوْنَ ۝ ای محمد تجھ سے سوال کرتے ہین لوگ کہ ہم خدا کی راہ مین کیا چیز خرچ
کرین یعنے روپیہ یا کھانا یا کپڑا جو چیز دینی بہتر ہو تبلاؤ محمد صاحب نے قرآن مین یہ جواب بنایا
قُلْ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَیْرٍ فَلِلْوَالِدَیْنِ وَالْاَقْرَبِیْنَ وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ ۝ کہ
جو تم خیرات دو مان باپ کو اور یتیمون کو اور مسکینون اور مسافرون کو دیا کرو ‡
پس یہ جواب سوال کے موافق نہوا ہم نے خرچ کرنے کی چیز پوچھی تھی اوس نے خرچ کرنے
کی جگہ تبلائی اس لیے یہ آیت فصاحت سے گر پڑی مگر محمدی مصنفون نے اس اعتراض کے دفع
کو جھٹ پٹ یہ قاعدہ فرض کرلیا اور کہا تنبیہا علی ان المہم ہو السوال عنہا یعنی یہ
جواب خلاف سوال اس لیے دیا گیا کہ سائل کو معلوم ہوجاوے کہ یہ سوال کرنا نچاہیے تھا
بلکہ جو ہم نے جواب دیا ہے اوسکے موافق تجھے سوال کرنا چاہیے تھا اور یہ زبردستی ہے پس یہ
بھی ایک قاعدہ فصاحت کا مقرر ہوگیا اسلیے یہ قواعد فصاحت کے جو قرآن کے معتقدون

ملہ ۲۶ مین نہین ۲۹ مین ہے ۱۲

نے خود بنائے ہین مخالف کے سامنے ہرگز معتبر نہین الخ **اقول** تعجب ہی کہ پادری صاحب نے
اسقدر زور وشور اور جوش وخروش کے بعد جملہ ہفوات کے واسطے صرف ایک مثال
قرآن سے نکالی سو وہ بھی ایسی مثال جسکے دو جواب تفسیرون مین موجود ہین اور سند اسکی
انجیل مین ہی **جواب اول** اس آیت مین سوال کا تو جواب موجود ہی مگر اسقدر امر ہی
کہ اصل جواب کو بنظر اختصار ضمناً فرمایا ہی اور امر اہم کو تصریحاً اور تفصیلاً اور اسی باعث کسی مفسر نے
اس آیت کو خلاف سوال نہین لکھا ہان مختصر المعانی مین اسقدر لکھا ہی کہ کبھی سائل کے
سوال کو اوسکی مراد کے خلاف پر محمول کرکے خلاف مقتضاے ظاہر کے جواب دیا جاتا ہی
اور آیہ مذکورہ کو اسی قبیل سے لکھا ہی اور صرف اسی آیت پر اکتفا نہین کی اس سے پہلے
قبعثری شاعر کے قول کو بھی لکھدیا ہی اس سے ثابت ہی کہ خلاف مقتضاے ظاہر مخل بلاغت
نہین بلکہ حسن بلاغت اور صنعت ہی کیونکہ بعض اوقات خلاف ظاہر ہی مقتضاے حال ہوتا
ہی البتہ خلاف مقتضاے حال مخل بلاغت ہی سو وہ یہان نہین بلکہ یہان اصل جواب بھی
ضمناً موجود ہے ۔ دیکھو آیہ جواب کا ترجمہ یہ ہی کہ جو کچھ تم خرچ کرو مال کی قسم سے
اوسے والدین اور اقربا اور ایتام اور مساکین اور مسافرون کو دو ۔ سب سے پہلے لفظ
ما جسکا ترجمہ جو کچھ ہی فرمایا ہی اور یہ لفظ عام ہی جملہ اقسام مال کو جیسے نقد وجنس سب کو حاوی
ہی اسکے فرمانے سے صاف سوال کا جواب ہوگیا کہ خواہ کھانا دو خواہ کپڑا خواہ نقد خواہ
کچھ اور مال بشرطیکہ خیر ہو یعنی بہتر ہو بنظر مقدار کے کہ اوس سے آدمی منتفع ہوسکے خواہ
بنظر حلّت کے کہ بوجہ جائز حاصل کیا ہو اور بعد اصل جواب کے بنظر ہدایت کہ یہ امر پیغمبر صلعم
کے واسطے سب سے اہم واقدم ہی اوسکا مصرف بھی فرما دیا ۔ اب کہو کہ یہ جواب سوال
کے مطابق ہوا یا نہین ۔ غالباً پادری صاحب جواب اوسے سمجھتے جب کہ مال کے انواع واقسام گنا

تفصیل خوب ہوتی پادری صاحب کو علم بیان پڑھنا چاہیے جس سے معلوم ہو جاوے کہ فصحا
ایک مطلب کو چند طرح سے بیان کرتے ہین اور ہر بیان اونکا مناسب وقت وحال کے ہوتا ہی
اور یہ کمال بلاغت ہی ہر غبی کا کام نہین **جواب دوم** بیضاوی وغیرہ ہر ایک تفسیر مین
اس آیت کی شان نزول مین عبد اللہ بن عباس سے یہ روایت لکھی ہی کہ عمرو بن الجموح
انصاری جو پیر فرتوت اور شیخ فانی تھا اور بڑا مالدار آنحضرت صلعم کی خدمت مین آیا
اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلعم ہم کیا چیز خرچ کرین اور کہان خرچ کرین پس چونکہ اوسنے
خرچ کی جگہہ بھی پوچھی تھی اسواسطے جواب مین بھی اوسکا بیان ہوا اور چونکہ مال کی تفصیل کر
کہ کیا خرچ کرین ایچ وپوچ بات ہی ہر عاقل دینے کے لائق چیز کو جانتا ہی اور سوال کے
قابل مصرف ہوتا ہی اسواسطے مصرف کو تفصیل سے بیان کیا اور مال کو مجملًا اور ضمنًا مگر کسی
قدر اوسکی بھی تفصیل کر دی کہ خیر سے ہو اور اسی کو مقدم کیا تاکہ سوال کے مطابق ہووے
پادری صاحب سے کوئی پوچھے کہ کیا آپ نے یہ شان نزول تفاسیر مین نہین دیکھی جو اوسکو
ترک کر دیا اور ناحق مغالطہ دیا اور ظاہر ہی کہ قرآن کی تفسیر کا مدار شان نزول اور روایات
معتبرہ پر ہی اپنی راے سے تفسیر کرنا جائز نہین ۔ اور اگر وہ کہین کہ قرآن مین سوال
مصرف نہین اور بمقابلہ قرآن روایت کا چندان اعتبار نہین تو جواب یہ ہی کہ روایت کا اعتبار
اوسوقت نہین ہوتا جبکہ وہ قرآن کے خلاف ہو اور یہان روایت قرآن کے مطلب کو صحیح
ہی نہ مخالف اور توافق موجود ہی بلکہ آیہ جواب اوسکی تصدیق وتوثیق کرتی ہی کہ غالبًا
سوال دونون چیزون سے ہوا ہوگا ۔ اور چونکہ قرآن مین ایجاز واختصار ہی اوسمین ذکر
نہونے سے مطلق نہونا ثابت نہین ہوتا دیکھو قرآن مین باوجود تکرار وتاکید ذکر نماز کے
اوسکے رکعات کی تفصیل وتعداد کہین نہین **جواب سوم** بفرض محال بیان جواب سوال کے

مطابق نہین تو کچھہ قباحت نہین بعض وقت حسب مصلحت سوال کے مطابق جواب نہ دینا ہر ملک
اور ہر عہد مین مروج رہا ہی یہ صرف مسلمانون کا بنایا ہوا قاعدہ نہین بلکہ معترض کے خدا کا
بنایا ہوا قاعدہ ہی دیکھو آیت ۱۱ باب چہارم انجیل یوحنا کو عورت نے اوس سے
یعنی مسیح سے کہا ای خداوند تیرے پاس پانی کھینچنے کو کچھہ نہین اور کنوان گہرا ہی پس تو نے
وہ جیتا پانی کہان سے پایا - کیا تو ہمارے باپ یعقوب سے بڑا ہی جس نے ہمکو یہ کنوان
دیا الخ یسوع نے جواب دیا کہ جو کوئی اس پانی سے پیتا ہی پھر پیاسا ہوگا پر جو کوئی
اوس پانی سے جو مین اوسے دونگا پیتا ہی ابد تک پیاسا نہوگا الخ غور کرو کہ عورت
طریقہ تحصیل آب کو اور مقام آب کو دریافت کرتی ہی - کہ بغیر ڈول و رسن کسطرح
پانی آیا اور کہان سے مگر حضرت مسیح آب چاہ کی مذمت اور اپنے پانی کی مدح اور منفعت
بیان کرتے ہین نہ یہ اوسکی سنتے ہین نہ وہ عورت اونکی سمجھتی ہی یہ وہی مثل ہوئی
کہ سوال از ریسمان اور جواب از آسمان - مگر اصل جواب اسکا بھی وہی ہی جو ہمارے
مفسرون نے آیۂ قرآن مین کہا ہی کہ حضرت مسیح کو اہم اور اقدم اپنی نبوت کا اظہار کرنا اور
عورت کو ہدایت کرنا مقصود تھا اسواسطے اوسکے جواب کی مطابقت پر چندان اعتنا نہین
کیا - اور اس قسم کے جوابات سوالات سے غیر مطابق انجیل مین بہت ہین - حالانکہ جواب
سوال کے مطابق ہونا کسی خاص زبان کا قاعدہ نہین اور نہ علم بدیع کی کچھہ صنعت ہی جو زائد
بر مطلب ہو بلکہ یہ قاعدہ از روئے عقل ہر متکلم پر ہر زبان مین ضروری اور لابدی ہی اور
معترض نے بھی اوسکو درست بلکہ ضروری کہا ہی مگر جہان اوس سے بھی زیادہ ضروری کچھہ اور
بات ہو اور ترک جواب مین مصلحت ہو تو پھر مطابقت ترک کردی جاتی ہی ہمکو گمان ہی کہ اس
جواب کو دیکھکر آیندہ پادریصاحب مسلمانون کے بنائے ہوئے قواعد کو معتبر سمجھین گے اور

حضرت عیسیٰ کا نام دیکھکر کچھ دم نمارین گے قولہ مگر چونکہ مسلمان ان کتابون کو بڑی معتبر اور بزرگ جانتے ہین اس لیے اب ہم انھین کتابون کے بعضے صحیح قواعد کے موافق قرآن کو مقابلہ کرکے دکھلاتے ہین اور ثابت کر دیتے ہین کہ قرآن اعلیٰ درجہ کی فصاحت سے گرا ہوا ہی اگرچہ کسی ادنےٰ درجہ کا فصیح ہو پر اعلیٰ درجہ کی فصاحت نہین رکھتا پہلے مسلمانون کی معتبر کتاب تلخیص اور اوسکی شرح مطول سے فصاحت بلاغت کے معنی تبلا دینگے بعد اوسکے قرآن کی طرف نظر کرینگے ۔ پوشیدہ نرہے کہ لغت مین فصاحت کے معنی بیان مضبوط بالکنت کے ہین یعنی خوش گوئی کو فصاحت کہتے ہین مگر اصطلاح مین یہ معنی ہین کہ کلام کا اون لفظون سے خالی ہونا جو بلغا و شرفا کی بول چال مین نہین آتے اور ترکیب غیر مانوس والفاظ غیر مانوس اور لغات مشکلہ سخت وثقیل سے بھی خالی ہونا مختصر معانی و دیگر رسائل فصاحت مین یہی معنی لکھے ہین اور بیان اسکا یون ہی الفصاحۃ یوصف بہا المفرد والکلام والمتکلم الخ اقول اس قول مین پادری صاحب نے فصاحت و بلاغت کی تعریف لکھی ہی مگر چونکہ باوجود ارادہ کے اوسکا مطلب موافق کتب کے بیان نہین کر سکے اور پھر جو کچھ کہ عربی عبارتین لکھکر دوبارہ بیان کیا ہی اوس مین طول بہت کیا ہی لہذا اونکے سب مطلب کا خلاصہ صحیح کرکے موافق کتب کے لکھے دیتا ہون اور اونکے تسامحات سے بخوف طوالت تعرض نہین کرتا خلاصہ یہ ہی کہ فصاحت لفظ مفرد یعنی کلمہ اور کلام وعبارت اور متکلم تینون مین ہوتی ہی اور بلاغت صرف کلام اور متکلم مین ہوتی ہی نہ کلمہ مین پس لفظ مفرد کو بھی فصیح کہتے ہین اور کلام کو بھی فصیح کہتے ہین اور شخص متکلم کو بھی فصیح کہتے ہین اور کلمہ کو بلیغ نہین کہتے صرف کلام اور متکلم کو بلیغ کہتے ہین اور یہ تفصیل بیشتر اسواسطے کر دی جاتی ہی کہ ان تینون کی تعریفین یکسان نہین پس کلمہ

[illegible] ۱۲

فصیح اوسکو کہتے ہین جس مین حروف متنافر نہون تا کہ تنافر کے باعث کلمہ بولنے مین زبان پر
بھاری ہووے اور تلفظ مین دشواری ہووے اور نیز کلمہ غریب یعنی وحشی نہو اور وحشی اوس کلمہ کو
کہتے ہین کہ اون خالص عربون کے نزدیک جنکی عربی معتبر اور مستند ہی اوسکے معنی ظاہر نہون
اور نہ وہ اونکے استعمال اور بول چال مین ہو اور نیز قواعد مقررۂ لغت کے خلاف نہوے
اور بعضون نے یہ چوتھی شرط اور زیادہ بڑھائی ہی کہ سماعت مین مکروہ نہو۔ اور کلام فصیح
اوسکو کہتے ہین جس مین ہر ایک کلمہ فصیح ہو اور باہم کلمات متنافر و ثقیلہ بھی نہون اور کلام
قاعدہ مشہورہ نحوی کے خلاف نہو اور اوس مین کسی طرح کی تعقید لفظی و معنوی بھی نہو
تعقید کے یہ معنی ہین کہ عبارت اپنے معنی پر کھلا کھلی دلالت نکرے کسی خلل کے سبب جو اوسکے
نظم مین واقع ہوا ہی اور نظم مین خلل اسطرح ہوتا ہی کہ لفظون کی ترتیب معنون کی ترتیب
پر نہو کسی لفظ کے مقدم ہونے کے سبب یا مؤخر ہونے کے سبب یا اضمار قبل الذکر کے
سبب یا اور کسی سبب سے وہ ایسی عبارت ہوجاوے کہ سامع کا ذہن فورًا مرادی
معنی کی طرف رجوع نکر سکے۔ اور بعضون نے فصاحت کلام مین یہ بھی شرط کی ہی کہ
ایک چیز بار بار نکہی جاوے اور اوس مین پے در پے اضافتین بھی نہون اور متکلم فصیح
وہ ہی جسمین ایسی طاقت ہو کہ اوسکے سبب اپنا مطلب فصیح عبارت مین بول سکے۔
اور کلام بلیغ وہ ہی کہ کلام فصاحت کے ساتھہ مطابق مقام و حال کے بولا جاوے اور
چونکہ مقامات اور حالات مختلف ہوتے ہین اس لیے کلام کے مقامات بھی مختلف ہوتے
ہین۔ اور متکلم بلیغ وہ ہی جس مین ایسی طاقت ہو کہ وہ کلام بلیغ بول سکے اس بیان کے
بعد پادری صاحب کہتے ہین کہ قرآن ہرگز فصیح نہین۔ **قولہ** لیکن اس مطلب کے
شروع کرنے سے پہلے ایک سوال مقدر کا جواب دینا واجب ہی اور وہ یہ ہی کہ شاید کوئی

بعضون نے کہا ہی کہ الفاظ فصیحہ اور تالیف رشیقہ کے سبب اعجاز نہین کیونکہ یہ الفاظ وہی تھے جنکو سب عرب بولتے تھے اور اس قسم کے مرکبات بھی عرب بولتے تھے بلکہ اخبار غیب اور حالات ضمائر اور قصص ماضیہ اور احوال مبدا و معاد اور دلائل باہرہ اور براہین قاطعہ اور حجج واضحہ کے سبب اعجاز ہی۔ اور نظام نے کہا ہی کہ حق تعالے نے بنظر اعجاز نمائی کفار عرب کے ملکۂ فصاحت اور قدرت بلاغت کو مسلوب کر لیا تھا یعنی ایسی عبارت بولنے سے اونکی زبان روک دی تھی اسواسطے اون سے ایسی عبارت نکہی گئی کما فی الاتقان للسیوطی حیث قال وزعم النظام ان الاعجاز بالصرفۃ ای ان اللہ صرف العرب عن معارضتہ وسلب عقولھم وکان مقدورا لھم لکن عاقبھم امر خارجی فصار کسائر المعجزات غرض جتنے منہ اوتنی ہی باتین اور جتنی رائین اتنے ہی اسباب لیکن نظام کا قول علاوہ اوسکی راے ہونے کے بظاہر قرآن کے بھی خلاف ہی دیکھو سورہ بنی اسرائیل مین ہی قُلْ لَئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓی اَنْ یَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِیْرًا۝ اس آیت مین لفظ اجتمعت اور ظہیرا سے صاف ظاہر ہی کہ حق تعالے نے مشرکین سے قدرت فصاحت مسلوب نہین کی تھی کیونکہ درحالت سلب قدرت کے اونکا اجتماع و استظہار مثل اموات و جمادات کے بیکار تھا ایسی مجبوری مین مجتمع ہوکر کیا کرتے اور باہم دگر کیونکر اصلاح عبارت اور تعلیم اور مشورہ کرتے یہ امور اوسی وقت کارآمد تھے جبکہ اون مین اونکی جبلی اور اصلی قدرت فصاحت باقی رہتی کما ذکرہ السیوطی وغیرہ۔ غالبًا نظام نے اس آیۂ کریمہ مین دقّت نظر نہین کی یہ جواب معتقدین قرآن کے واسطے ہی کیونکہ ہم نے قرآن سے استدلال کیا ہی غیر مسلم اسکو تسلیم نکرے گا ۔ غیر مسلم کے واسطے یہ جواب ہی کہ وہ بنظر انصاف غور کرے کہ دلیل

نظام سے یہ بات کیونکر نکلی کہ قرآن کی عبارت طاقت بشری سے خارج نہین کیونکہ جب
حق تعالی نے بشر سے اس مرتبۂ فصاحت کی طاقت کو سلب کر لیا تو ضرور یہ فعل طاقت
بشری سے خارج ہو گیا اس مین تامل کی بھی حاجت نہین بدیہی امر ہی غایۃ مافی الباب یہ احتمال
ہو سکتا ہی کہ نظام کی رائے مین قریش کو ایسی عبارت بولنا ممکن تھا محال نہ تھا یا یہ کہ بعد
انقضاے زمانہ نبوت و تحدی کے کوئی کہدے ۔ لیکن احتمال اول کا سہل جواب یہ ہی کہ
امکان کسی چیز کا اور بات ہی اور اوسکا واقع کر دینا اور بات محض امکان عقلی اور ذہنی سے
درحقیقت بالفعل واقع کر دینا لازم نہین آتا ۔ اور قرآن کی عبارت پر کیا انحصار ہی
ہم جملہ انبیا کے معجزات کو ممکن عقلی کہتے ہین نہ محال عقلی ہان محال عادی کہتے ہین اور دوسرے
احتمال کا یہ جواب ہی کہ زمانہ تحدی کا میعاد ہی نہین اور نہ مخاطبین صرف قریش بلکہ تمام
اہل دنیا قیامت تک کے واسطے اس خطاب مین داخل ہین ۔ بالجملہ کل اقوال کا یہی مطلب
ہی کہ باوجود ارادہ کے عرب سے ایسی عبارت نکہی گئی اس مین علمانے اپنی اپنی عقلین
دوڑائی ہین کسی کی عقل مین کچھ آیا کسی کی عقل مین کچھ آیا مگر اس اختلاف سے اصل اعجاز
مین اختلاف وکمی ظاہر نہین ہوتی بلکہ یہ اعلی درجہ کا اعجاز ہی کہ ایسی عبارت کہنے پر قادر
تھے مگر نکہی گئی ۔ اگر ایسا معجزہ ہوتا کہ امکان بشری سے خارج ہوتا تو اوس مین کفار
یہ عذر کر سکتے تھے کہ طلب محال ہی ایسا امر انسان کبھی نہین کر سکتا هذا هو المقصود وایہام
المعترضین علی النظام مردود ۔ اور اگر کوئی کہے کہ جو علما کہ اخبار غیب اور قصص اور
دلائل قاطعہ کو باعث اعجاز کہتے ہین اون کے قول سے بھی لازم آتا ہی کہ عبارت قرآن
من حیث الفصاحۃ معجزہ نہین ۔ جواب اسکا یہ ہی کہ یہ قول اونکا عقلی ہی مستند بحدیث
نہین جو واجب التسلیم ہو ہم کہتے ہین کہ کل آیات و سورہ مین صرف اخبار بالغیب و قصص و دلائل ہی مذکور نہین

بلکہ بعض سور مختصر اس سے خالی بھی ہین — پس اگر کہ فاتوا بسورۃ من مثلہ فرمایا تھا تو ممکن تھا کہ مثل سورۂ اخلاص و معوذتین و کوثر و عصر و کافرون وغیرہا کے لکھکر لاتے اور کہتے کہ یہ عبارت فلان سورہ کے مثل ہی پھر انکار کی کوئی وجہ نہوتی کیونکہ تحدی مین سورہ کی تخصیص نہین کی گئی ہی — پس حق یہ ہی کہ عبارت قرآن الفاظ فصیحہ و عذبہ اور اسلوب جدیدہ و پسندیدہ اور نظم رشیقہ اور تالیف انیقہ اور اداے مطالب بلا تعقید و مطابقت مقتضاے مقام بلا عیب و خلل ہونے کے سبب اعجاز ہی گو ان کے ساتھ اخبار غیب و قصص ماضیہ و پیشین گوئی بھی معجزۂ دیگر ہو — اور یہی علماء محققین و حذاق کا مذہب ہے — حقیر عرض کرتا ہی کہ وجہ اعجاز مین اختلاف علما کی طبع آزمائیان ہین اور آپس کے مناقشات و لطائف معترض و مخالف کو ان سے کیا مطلب اونکو ہر قول کا مآل اور نتیجہ دیکھنا چاہیے بلکہ اگر عاقل بنظر انصاف اس اختلاف مین غور کرے تو یقین کر لے گا کہ یہ اختلاف علما کا اثبات کمالات قرآنیہ کے واسطے تائید الٰہی ہی کیونکہ یہ اختلاف اس امر کا کاشف ہی کہ ہر چیز قرآن مین اس مرتبہ کمال پر ہی کہ جس چیز مین آدمی غور کرتا ہی اوسی کو باعث اعجاز سمجھتا ہی مثلاً کوئی کہتا ہے کہ الفاظ ہی نہایت شیرین ہین کوئی کہتا ہی کہ نظم و ترتیب ہی نہایت عمدہ ہی کوئی کہتا ہی کہ اخبار غیب ہی باعث اعجاز ہی غرض کوئی کچھہ کہتا ہی کوئی کچھہ مگر افسوس ہی کہ معترض نے اس اختلاف کا کیا برعکس نتیجہ اور ثمرہ ظاہر کیا اور عوام کو کیا مغالطہ دیا سبحان الذی انزل علی نبیہ کتابا قیما حارت فی غوامضہ العقول و عجزت عن معارضتہ الفحول — اور پادری صاحب جو یہ لکھتے ہین کہ غیر لوگون کی بابت جو کہتے ہین اوسکا یہ جواب ہی کہ کوئی خاص عرب کا باشندہ عالم جو محمدی نہوے مین نہین آیا الخ — اسکا جواب یہ ہی کہ اگر پادری صاحب تواریخ کو نظر انصاف سے دیکھتے تو اونکو عرب کے باشندے غیر محمدی عالم بہت نظر آتے ظاہر ہی کہ نصاری حسین

کے سمجھنے کے واسطے صرف زبان عربی کی مہارت کافی ہی ریاضی اور فلسفہ اور منطق
وغیرہ علوم کی یہان ضرورت نہین اب اہل انصاف انصاف کرین کہ کیا ولید بن مغیرہ مکہ کا
باشندہ قریشی غیر محمدی زبان عربی کا عالم نتھا جو عبارت قرآن کو سحر کہتا تھا - کیا اعشی
سا شاعر محمدی عالم تھا جو تحدی قرآن کو حق سمجھا - کیا لبید بن ربیعہ بھی قبل اسلام محمدی عالم
تھا جو حالت کفر مین تحدی قرآن کو حق سمجھکر مسلمان ہو گیا - اور علی ہذا القیاس جملہ اصحاب
رسول خصوصًا وہ فصحاء و بلغاء جنکے نام شروع کتاب مین مذکور ہو چکے ہین قبل اسلام بھی
محمدی عالم تھے یا عرب کے باشندے نتھے جو قرآن کو مطابق آیہ تحدی سکے فصاحت مین اعلی
درجہ کا سمجھتے تھے اور کیا نصاراے نجران غیر محمدی عالم نہ تھے جنھون نے قرآن کی فصاحت
مین گفتگو نہ کی یہ امر تو بہت سہل تھا کہ کچھ عبارت قرآن کے مقابلہ مین لکر فورًا آنحضرت صلعم
کو ساکت کر جاتے کیا مدینہ کے یہود غیر محمدی عالم نہ تھے جو تحدی قرآن کو سنکر خاموش
ہو گئے اور پھر آخر کار مسلمان ہو گئے - اور کیا پادری صاحب نے اہل انگلستان کے
عربی دان سیاحون کی تواریخ نہین دیکھین جو زبان انگریزی چھپ گئی ہین اگر ممکن ہو
تو جان ڈیون پورٹ کی کتاب کو جسکا ترجمہ اردو بھی چھپ گیا ہی دیکھ لین وہ کہتا ہی کہ
قرآن من حیث الفصاحۃ والبلاغۃ افضل اور اشرف کتب ممالک مشرقیہ ہی صفحہ ۱۸
ترجمہ لکھنؤ اور پھر اسی صفحہ مین گوتھہ مورخ سے نقل کرکے لکھتا ہی کہ اول تو قرآن کی عبارت
سست اور بے لطف معلوم ہوتی ہی لیکن بعد ازان قاری اوسکی خوبیون پر فریفتہ ہو جاتا ہی
در آخر الامر اوسکی خوبصورتیون پر شیفتہ ہو جاتا ہی تاب ضبط باقی نہین رہتی اور پھر لکھتا
ہی کہ اوسکی عبارت ایسی عمدہ ہی کہ سحر کہنا چاہیے صفحہ ۴۸ - پادری صاحب کوئی دریافت
کریے کہ کسی عبارت کو عجائب کرنے والی کہنا یہ اوسکی اعلی درجہ کی فصاحت کا ثبوت ہی

یا کمپہ اور ہی۔ میرے نزدیک مخالف مذہب کی اس قدر تعریف کو یہ سمجھنا چاہیے کہ اوسنے
نہایت اعلی درجہ کی تعریف کی۔ ہان اگر پادریصاحب کہین کہ انھون نے خاص اعلی
درجہ کا لفظ نہین کہا تو یہ محض نزاع لفظی ہی جسطرح کوئی ساٹھ کہے کوئی تین بیسی۔
اہل عقل مطلب کو دیکھتے ہین نہ لفظون کو۔ ہر شخص کی تحریر و تقریر جداگانہ ہوتی ہی
ان بیچارون کے نزدیک جو منتہاے مدح تھی وہ کردی اسپر بھی کوئی قرآن کو اعلی درجہ
کا فصیح اور طاقت بشری سے خارج نہ سمجھے تو ایسے منکر کو بجز منکر و نکیر کے کوئی نہین
سمجھا سکتا۔ **قولہ** تنبیہ واضح ہو کہ ہر ہر ملک مین کئی کئی زبانین جاری ہوا کرتی
ہین یا براسہ وے زبانین جدی جدی ہوتی ہین یا ایک ہی زبان کئی قسمون پر منقسم ہو کر
جدی جدی زبانین قرار پا جاتی ہین مثلاً ہندوستان مین اس وقت اتنی بولیان جاری
ہین سنسکرت بنگالی بھوٹیا نیپالی وغیرہ مگر سب سے زیادہ مروج اور عمدہ اردو
زبان ہی جو اکثر شہرون مین بولی جاتی ہی۔ اوسکا یہ حال ہی کہ ہر ایک شہر مین یکسان
اور فصیح اردو نہین بلکہ بعضے محاورات اور اکثر الفاظ ہر ہر شہر مین جدے جدے پائے
جاتے ہین اسی سبب ہم کہتے ہین کہ یہ آگرہ کی اردو ہی یہ لکھنؤ کی یہ دہلی کی مگر سب سے
افضل زبان اوس شہر کی ہوتی ہی جہان شریف اور اہل علم زیادہ ہون اوس سے بھی
زیادہ افضل زبان وہان کی جہان سے وہ زبان نکلی ہی مثلاً اردو زبان دہلی سے
نکلی ہی اور وہان اچھے اچھے فاضل اور بڑے بڑے فصیح شاعر ہمیشہ ہوتے رہے ہین اسلیے
دہلی والون کی زبان بہت فصیح ہی تسپر بھی دہلی سے چار پانچ کوس پر جا کر دیکھو کیسی
گندی بولی بولی جاتی ہی جسکو ہم کسی طرح فصیح نہین کہہ سکتے اب جاننا چاہیے کہ عرب
بھی ایک جزیرہ نما ہی جسکے مغرب مین حبشہ مشرق مین فارس جنوب مین سمندر شمال مین

ملک کنعان ہی اس ملک مین بڑے بڑے جنگل اور ریگستان اور کوہستان پڑے ہوئے
ہین مکہ مدینہ جدہ مسقط مخہ وہان پر بڑے شہر آباد ہین بدوی لوگ یعنی دیہاتی
آدمی چمڑے وغیرہ کے خیمون مین رہتے ہین اور علیحدہ قبیلے جیسے ہمارے ملک مین کھچی والے
یا بنجارے یا سینگی والے آوارہ پھرا کرتے ہین - اون کی بولیان بھی آپس مین مختلف
ہین پر سب سے افضل زبان اور ملائم عرب مین حجازی یا مکہ کی بولی ہی جیسے ہند مین
دہلی کی بولی باقی سب زبانین عرب کی کرخت اور گنواری بلا فصاحت ہین چنانچہ
جلال الدین سیوطی نے اتقان مین لکھا ہی قال الواسطی لیس فی القران حرف غریب من
لغة قریش غیر ثلاثة احرف لان کلام قریش سهل لین واضح وکلام العرب وحشی غریب
فلیس فی القران الا ثلثة احرف غریب فسینغضون وهو تحریك الراس مقیتا مقتدرا
فشرد هم سمع - واسطی نے کہا ہی کہ جسقدر قریش کی بولی قرآن مین ہی اوس مین کوئی لفظ
غیر مانوس اور وحشی نہین ہی مگر تین لفظ قریش کی بولی مندرجہ قرآن مین سے بھی وحشی اور
غیر مانوس ہین کیونکہ قریش کی بولی بڑی سہل اور ملائم اور کھلی بولی ہی اور باقی عرب کی
زبانین وحشی اور غیر مانوس ہین غیر فصیح ہین اور قریش کی بولی مین سے وہ تین لفظ جو
محمد صاحب نے غیر فصیح بولے ہین یہ ہین فَسَيُنْغِضُونَ مُقِيْتًا فَشَرِّدْ - پس یہ بات ظاہر ہی
کہ عرب مین سوا قریش کے اور سب زبانین گندی اور گنواری اور خراب ہین جلال الدین
نے بھی اسپر گواہی دی ہی - مخفی نرہے کہ جلال الدین سیوطی اپنے اتقان مین کہتے ہین کہ
ابوبکر واسطی نے جو اہل اسلام کا بڑا معتبر فاضل ہی ایک کتاب جسکا نام ارشاد ہی لکھی اور
سارہی مین بیان کر کیا ہی کہ قرآن مین گرد نواح کے محاورے اور قریش کی زبان کے برخلاف
الفاظ کسقدر مذکور ہین چنانچہ اونھون نے ثابت کر دیا ہی کہ قرآن مین پچاس زبانون کے محاورے

جو قریش کے برخلاف ہین بھرے گئے ہین جنکی فہرست یہ ہی پہلے قریش کی بولی جو ملائم
اور فصیح ہی مگر وہ بھی ساری کی ساری محمد صاحب نہ بول سکے تین لفظ مذکورہ بالا وہین
سے بھی غیر فصیح بول دیے دوسری بنی ہذیل کی بولی تیسری بنی کنانہ کی زبان یہ لوگ قبائل
تغلب یا مصر کے قبائل سے ہین چوتھی بنی خثعم کی بولی جو یمن کے قبائل سے ہین پانچوین
خزرج کی بولی جو انصار مین سے ہین الخ پس محمد صاحب نے صدہا فقرے اور صدہا
محاورے وحشی اور گنواری بولیون کے قرآن مین بولے ہین اسواسطے قرآن فصاحت
سے خارج ہی انتہی ملخصًا **اقول** اس تنبیہ غیر وجیہ مین پادریصاحب نے اسقدر مغالطات
و پریشان گوئیان کی ہین کہ ہرچند اوسکا اختصار کیا ہی مگر پھر بھی ایک طومار ہی لیکن چونکہ
تمام اعتراضات لفظیہ کی بنیاد یہی تنبیہ ہی لہذا ناظرین اس مقام کو غور و خوض سے ملاحظہ
کرین تاکہ بناے فاسد علی الفاسد بھی اپنی جگہہ منہدم ہو جاوے ۔ خلاصہ اور لب لباب
اس تنبیہ مین دو دعوی ہین **پہلا دعوی** قبائل عرب کی بولیان آپسمین مختلف ہین
اور سب سے افضل اور ملائم عرب مین حجازی یا مکہ کی بولی ہی جیسے ہندوستان مین دلی
کی بولی باقی سب زبانین کرخت اور گنواری بلا فصاحت ہین چنانچہ اتقان مین لکھا ہی
قال الواسطی الخ **دوسرا دعوی** چندہا لفظ اور صدہا محاورے گنواری بولیون کے
قرآن مین درج کر دیے ہین چنانچہ واسطی نے پچاس زبانون کے محاورے ثابت کیے ہین
اس لیے قرآن فصیح نہین ۔ لیکن دونون دعوی باطل ہین اور انکی سندین بھی باطل
ہین اور ہر ایک دعوی کے چند جواب ہین **پہلے دعوے کا جواب** اس دعوے
کی بنیاد اور دلیل ابوبکر واسطی کا قول ہی اسی مین پادری صاحب نے تحریف اور زیادتی
کرلی ہی لہذا ہم اون کو صرف اسی قول کا مطلب سمجھائے دیتے ہین اور دعوی کی دلیل کو

منتقض کیے دیتے ہین۔ اور باقی ہفوات پر نظر نہین کرتے۔ واضح رہے کہ قول واسطی سے جملہ الفاظ کی وحشت وغرابت ثابت نہین ہوسکتی کیونکہ کلام العرب وحشی غریب قضیہ مہملہ ہی جزئیہ کے حکم مین پس جس قسم کی وحشت وغرابت یہان مراد ہی وہ بعض الفاظ غیر معینہ کی نسبت ثابت ہوگی نہ کل الفاظ کی نسبت اور نہ کل الفاظ مخصوصہ کی نسبت بدیہی بات ہی بلکہ مجاری عادات مین داخل ہی کہ ہزارہا الفاظ ایسے مشترک فیہ ہوتے ہین جنکو اہل شہر وقصبات ودیہات سب بولتے ہین پھر عموماً کل الفاظ پر غیر فصاحت کا حکم کیونکر جاری ہوسکتا ہی البتہ بعض الفاظ ومحاورات ہر ایک شہر وقصبہ کے مخصوص بھی ہوتے ہین اور انھین محاورات مخصوصہ معدودہ کے باعث ہر ایک شہر وقصبہ وقریہ کی زبان علیحدہ سی ہوجاتی ہی لیکن انھین محاورات مخصوصہ مین چونکہ بعض محاورات مستند ین اور موثوقین اہل زبان کے نزدیک غیر مستعمل یا ثقیل ومکروہ معلوم ہونے لگتے ہین لہذا زمانہ کا دستور ہی کہ اونکے باعث اوس شہر وقصبہ کی کل زبان کو غیر فصیح وغیر معتبر کہنے لگتے ہین اسی بنا پر واسطی نے کلام العرب وحشی لکھا ہی لیکن پھر بھی اوسنے ایسا لفظ نہین لکھا جس سے عموماً کل الفاظ کی وحشت وغرابت مفہوم ہو اس لیے اون الفاظ قرآنیہ کی وحشت وغرابت جو کتاب ارشاد مین لکھے ہین ثابت نہوگی۔ پادریصاحب نے سمجھا ہی کہ ہرگاہ محاورات مخصوصہ کے ہی باعث زبانون مین اختلاف ہوتا ہی تو الفاظ معہودہ واسطی ضرور وحشی وغریب ہونگے یہ محض سفسطہ اور دھوکا ہی ایسا نتیجہ اوسوقت نکلتا جبکہ حسب ادعاے معترض کل محاورات مخصوصہ ان پچاس قبائل کے وحشی وغریب ہوتے اور فصاحت قریش مین منحصر ہوتی اور ان قبائل کی زبانون مین ایسا اختلاف ہوتا جیسا کہ بنگالی اور پنجابی اور اردوے دہلی اور دیہات نواح دہلی مین ہی مگر یہ تینون

امور بوجوہ مذکورۂ ذیل مطلقًا باطل اور لاطائل ہین اوّلًا کتب علم فصاحت مین وحشی
وہ لفظ ہی جو شیرین نہو اور ذوق سلیم اوسکی ترکیب حروفی سے تنفر کرے یا یہ کہ مستندین
زبان کے نزدیک مانوس الاستعمال نہو۔ اور غریب اوس کلمہ کو کہتے ہین جو مستندین
زبان کے نزدیک مشہور الاستعمال نہو یا یہ کہ مانوس الاستعمال نہو اور اوسکے معنی بھی
کھلے ہوئے نہون بہرحال وحشت وغرابت الفاظ کی اون اہل عرب کے استعمال پر موقوف
ہی جنکی عربی موثق اور مستند ہی نہ صرف قریش کے استعمال پر اور نہ صرف اہل حجاز پر اگر
فصاحت قریش مین منحصر ہوتی اور دیگر قبائل مین نہوتی یا ہوتی تو باتباع قریش ہوتی
جسطرح بلاد ہند مین دہلی کے اتباع سے ہی تو قواعد زبان مین غیر قریش کے محاورات
ولغات نہوتے اور فصاحت کلمہ مین بھی بجز استعمال قریش کے دیگر شروط نہوتین اور نہ غیر قریش
کے اشعار ودیوان درس وتدریس واستناد مین داخل ہوتے حالانکہ سلف سے آج تک
عربی عبارتون مین جسقدر غیر قریش کے اشعار ودواوین کی سندین اور حوالے دیکھے جاتے
ہین قریش کے نہین دیکھے جاتے سب انھین بچاس قبائل کے شعرا ہین یعنی کوئی کنانی کوئی تغلبی
کوئی بکری کوئی ہذلی کوئی تمیمی کوئی عبسی کوئی نخعی کوئی کندی کوئی قیسی کوئی مری کوئی
ذبیانی کوئی شیبانی کوئی ثعلبی کوئی طائی کوئی یشکری کوئی نمری کوئی خثعمی کوئی مازنی
بلکہ قریش مین سے کسی کا دیوان بھی رائج ومتداول نہین۔ اگر غیر قریش غیر فصیح تھے
تو سبعہ معلقہ کعبہ پر آویزان نہوتا حالانکہ الفاظ معربہ واسطے سے اون مین بہت موجود ہین
اور ہرگاہ غیر قریش کا استعمال معتمد علیہ اور مستند اور موجب عدم وحشت وغرابت ہوا تو
اونکے کل محاورات مخصوصہ وحشی وغریب نہون گے۔ کیونکہ اگرچہ وہ ایک قبیلہ کے نزدیک
غریب ہین مگر بوجہ استعمال دوسرے قبیلہ کے اون پر صادق آتا ہی کہ وہ مستندین اہل زبان

سکے استعمال مین ہین اور اسی واسطے علما نے وحشی کی دو قسمین کی ہین ایک غریب حسن دوسرے غریب قبیح یان جو الفاظ کہ بوجہ تنافر حروفی وغیرہ کے ذوق سلیم مین متنفر ہون وہی غیر فصیح سمجھے جاوینگے گو مستندین زبان کے استعمال مین ہون کیونکہ اثبات فصاحت کے واسطے صرف محاورہ و استعمال مستندین زبان ہی کافی نہین بلکہ دیگر شرط بھی مقرر ہین اونکے باعث بھی عدم فصاحت ہو جاتی ہے اسواسطے لازم ہوا کہ پادری صاحب الفاظ مصرحہ واسطی کی فصاحت کا امتحان دیگر شروط سے کرین نہ قول واسطی سے اوس سے جو شکل بنے گی وہ بوجہ انتفا رکلیۃ کبریٰ کے عقیم ہوگی پادری صاحب کو بجز حرمان کے اوس سے کچھہ نتیجہ حاصل نہو گا۔ ثانیاً شہر اور دیہات کی اون زبانون مین فرق ہوتا ہی جو زبانین چند زبانون سے ملکر بنتی ہین یا مختلف قومون کے اجتماع سے پیدا ہوتی ہین یا اہل زبان کو خلط و آمیزش کی کچھہ پروا نہو جسطرح دہلی کی اردو یا بھاشا یا انگریزی مروجہ انگلستان اور اپنی بانیہ شہر کی بہ نسبت دیہات کے فصیح خیال کی جاتی ہین اور جو زبانین کہ بجاے خود اصلی ہوتی ہین مثل سنسکرت و عبرانی و عربی کے ایسی زبانون مین شہر و دیہات مین بہت کم فرق ہوتا ہی اور اگر کچھہ فرق ہوتا ہی تو دیہات کی زبان عمدہ اور خالص شمار کی جاتی ہے اور عرب مین چونکہ ہمیشہ سے فصاحت و بلاغت کا چرچا رہا ہی اور اپنی زبان کو تمام زبانون سے عمدہ اور فصیح جانتے ہین اسواسطے وہان کے باشندون نے چہ شہر و چہ دیہات اپنی زبان کو بہت محفوظ رکھا ہی یہان تک کہ ایک ایک عورت اونٹ بکری چرانے والی کو ایک ایک لفظ پر ایسی توجہ رہتی تھی کہ اگر اوسکے سامنے کوئی غلط لفظ بولے تو وہ فوراً ٹوک دیتی تھی اب تک یہی حال ہی بلکہ اکثر عورات وہان کی شعر

بھی کہتی تھین اور مکۂ معظمہ مین بھی قبل اسلام کے غیر عرب کا ایسا اختلاط و تسلط نہین ہا
کہ وہان کی زبان دیہات کی زبانون سے دہلی اور نواح دہلی کی طرح جداگانہ ہو جاتی
وہان اختلاط بھی رہا ہی تو انھین قبائل دیہاتی کا اختلاط رہا ہی اور جو کچھہ لب و لہجہ کا باہم
فرق ہو گا وہ بھی جاتا رہا ہو گا اور کتب لغت سے ظاہر ہی کہ ان قبائل کے محاورات مین
بہت کم فرق تھا مثلاً بقی اور رضی مکسور العین کو قبیلہ طی والے مفتوح العین پڑھتے ہین اور
دعیت مجہول العین کو دعت اور بادیہ کو باداہ پڑھتے ہین اور اہل عالیہ لفظ وتر کو بمعنی
فرد بالکسر اور بمعنی کینہ بالفتح بولتے ہین اور اہل حجاز برعکس اور لفظ سکن کو تمام عرب پڑھتے ہین بکسر العین اور
اہل حجاز مفتوح العین اور بنی تمیم تضعیف مین ہمیشہ ادغام کرکے پڑھتے ہین کذا فی الصحاح
والانتقاد اور اسکے سوا لغات و الفاظ مین بھی کچھہ کچھہ اختلاف تھا مگر نہ ایسا جیسا کہ
پادری صاحب عوام پر ثابت کرنا چاہتے ہین کہ اونکی زبانین جداگانہ تھین پس عرب کے
دیہات کا حال نواح دہلی پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہی یہان ہندوستان مین
ان باتون مین سے کچھہ بھی نہین بلکہ حق پوچھو تو اب بھی اصل اور مستند زبان وہان کی
دیہات کی ہی ثالثاً قبل اسلام کے اہل مکہ اور غیرون مین بلکہ تمام عرب مین ایسا اختلاط
تھا کہ ہمیشہ باہم مشاعرات و مباحثات ہوا کرتے تھے اور طرفین کے کلام مین مقابلہ
ہوا کرتا تھا یہ اون کے اچھے کلام کو پسند کرتے تھے اور یاد کرتے تھے اور وہ انکے اچھے
کلام کو — اگر ان کی زبانون مین ایسا اختلاف ہوتا جسطرح دہلی اور نواح دہلی مین
یا اونکے خاص خاص محاورات سب غیر فصیح ہوتے یا غیر قریش سب وحشی اور جٹا شاہی
جیسے ہمارے ملک کے سینگے والے جسطرح پادری صاحب لکھتے ہین تو یہ اہل مکہ دیہاتیون
سے کیون مشاعرہ کرتے اور پسند کرکے اون کے کلام کو خانہ کعبہ پر کیون آویزان ہونے دیتے

ہمنے کبھی نہین سنا کہ دہلی کے شاعر مثل ذوق و مومن خان و غالب کے کسی دیہاتی گنواروں ہندوؤن سے جنکی زبان اہل دہلی سے بہت مختلف ہی مشاعرہ کرتے ہون یا اون کے کلام کو اپنے کلام کے مقابل جانتے ہون یا اپنے کلام کی اون سے داد چاہتے ہون اور نہ کسی گنواری دیہاتی شاعر کو سنا کہ اپنی زبان مین بولیان یا لاونیان لکھکر دہلی کے شاعرون کے پاس لے گیا ہو یا کمال فصاحت کے سبب چاندنی چوک یا جامع مسجد کے دروازہ پر آویزان کرا آیا ہو اگر کوئی قصباتی دیہاتی شاعر شعرائے دہلی کا مقابلہ بھی کرتا ہی تو اوسی وقت کرتا ہی جب کہ وہ بھی اردوے دہلی مین شعر کہے اور اہل دہلی کا اتباع کرے بخلاف عرب کے کہ وہان کے اہل شہر و دیہات مین بغیر اسکے کہ وہ زبان مین قریش کا اتباع کرین ایسے مشاعرات و مناظرات رہتے تھے چنانچہ ان حالات کی توثیق و تصدیق کے واسطے کتاب سنین الاسلام مولفہ ڈاکٹر لیٹنر مین سے کچھ عبارت لکھے دیتا ہون کہ یادریی صاحبان کے نزدیک اہل یورپ کا قول زیادہ معتمد و معتبر ہوگا اوس سے خوب ظاہر ہوجائیگا کہ زبان و کلام کے باب مین ایک قبیلہ دوسرے کو کسطرح دیکھتا تھا اور اون کے اختلاط و ارتباط کا کیا حال تھا ڈاکٹر صاحب لکھتے ہین کہ شروع اسلام اور اوس سے سو برس پہلے ان مین ایک فخر اور بھی تھا یعنی فصاحت و بلاغت چنانچہ اسمین انھون نے اسقدر اقتدار بہم پہنچایا تھا کہ ایک فصیح صاحب تقریر جماعت کثیر کو صرف اپنی قدرت کلام سے جس ارادہ سے چاہتا تھا روک لیتا اور جدھر چاہتا جھونک دیتا تھا یہ کمال اس مرتبہ پر پہنچا تھا کہ فصاحت قرآن کے لیے معجزہ ٹھہری کلام کا اثر یہان تک بڑھ گیا تھا کہ ان من البیان لسحرا یہ جوہر انکا ذاتی تھا کہ اشراف خاندانون کے بچے لطف زبان مثل طوطی اور ہزار داستان کے ساتھ لیکر پیدا ہوتے تھے

جب معرکہ جنگ مین رجز خوانی سے شجاعت کے جوش و خروش مین آجاتے تھے تو مخالفون کے جی چھوٹ جاتے تھے - جب اپنے کشتون کی لاش پر نوحہ کرتے تو سننے والون کے آنسو نکل پڑتے تھے گل و بلبل کی سی عبارت آرائی تو جانتے نتھے جنگل کے صحرائی اور پہاڑون کے شکاری تھے مگر زبان مین خدا نے وہ زور دیا تھا کہ جب اپنے ارادہ پر کمر باندھ کر قبیلہ مین کھڑے ہو جاتے ہزارون کے دل ادھر سے اودھر کر دیتے باوجود اسکے تکلف اور آورد بالکل نہ تھی جو تھا اصل بیان اور صاف زبان تھی - ایسے صاحب کمال خطیب کہلاتے تھے اور جس قبیلہ مین ایسا کوئی شخص ہوتا تھا اوسکے نام سے قبیلہ نامی گرامی ہو جاتا تھا - جبل عرفات کے نیچے مکہ کے پاس عکاظ ایک مقام کا نام ہی وہان برسوین دن بازار لگتا تھا صدہا کوس کے لوگ خرید و فروخت کی چیزین لاکر ہزارون کے لین دین کرتے تھے مگر حق پوچھو تو اصل فائدہ اس مین یہی تھا کہ ایک قبیلہ بلکہ ایک گھر کی ادنی برائی یا بھلائی اس مجمع مین کھل کر فوراً تمام عربستان مین پھیل جاتی تھی - ہر ایک بات کے ڈھنگ بے تکلف اور سیدھے سادے تھے مگر نہایت پر تاثیر چنانچہ جسطرح یونان مین کسی زمانہ مین کشتی گیر اور شہسوار دنگل مین زور آزمائیان اور اسپ تازیان کیا کرتے تھے یہان شعرا طبع آزمائیان کیا کرتے تھے - تمام عرب کے بدوی لوگ اور ملک ملک کے مسافر جو آئے ہوئے ہوتے تھے بڑے ذوق و شوق سے جمع ہو کر ایک میدان مین باسلوب بیٹھ جاتے تھے ان مین سے ایک شخص کہ اپنا نام یا کام یا مقام کچھ نہ بتاتا تھا دفعتہً اوٹھ کھڑا ہوتا تھا اور حفظ اپنے اشعار پڑھنے شروع کر دیتا تھا - بنیاد ان اشعار کی بہادری جوش و خروش خونریزی یا فخر خاندانی رفاقت دوستانہ سخاوت مہمان نوازی نیکنامی دوامی فرحت مقام دریاؤن کی روانی جنگلون کی ویرانی

کوہستان وحشت ناک خوشنما جزیرے سر سبز جنگل اور ٹیلے حیوانات کی وحشت یا
کنوڑون اور اونٹون کی تعریف یا عشق یا دل کی اوداسی اور طبیعت کی پریشانی
وغیرہ - غرض اس قسم کے مضامین پر یہ لوگ اشعار پڑھتے تھے اور فقط کلام کا اثر
ان انجان لوگون سے اپنے مصنف کو ایسے بے لاگ صلے تحسین یا نفرین کے دلواتا تھا
کہ تمام میلہ مین ایک دھوم مچ جاتی تھی - دلّی مین پھولون کی لڑی سے عزت ملتی
تھی یہان جو قصائد خلعت قبول پاتے تھے وہ ہرن یا بکری یا اونٹون کی جھلیون پر اور ریشمی
کپڑون پر سنہری نقش و نگار ہوکر کعبہ کی دیوارون پر آویزان ہوتے تھے اور مذہبیہ
یا معلقہ کہلاتے تھے - یہ صاحب قصیدہ کے لیے بڑا فخر ہوتا تھا اور اسپر قبیلون سے
مبارکبادی کے خط آتے تھے - سچ پوچھو تو وہ بازار عام راے لینے کے لیے ایک جمہوری
کونسل کا جلسہ تھا - غرض کعبہ کی برکت یا اس شاعری کے بہانہ سے اوس صحراے
وحشیانہ مین اس معاملہ اتفاقی سے عجب عجب کام کیے ہمت اور شجاعت عام پسند
ہو گئی نسب دانی اور معلومات خاندانی سے بڑھکر لوگ تاریخ دان ہو گئے اون کے یہ
قصائد تاریخ جاہلیت کے لیے چراغ راہ ہو گئے خاص پسند باتین عام پسند ہو گئین
ان زبان آورون کا رعب و داب عزت و وقار سب پر چھانے لگا - وحشی صحرائی
ل بیٹھنے سے انسانیت سیکھ گئے اور آپس کی کشتاکشتی بھی کم ہونے لگی پاکیزہ پاکیزہ
الفاظ فصیح محاورے رنگین اصطلاحین اور قصد طلب جوابلے استعمال مین آنے لگے بے تکلف
اور بے مبالغہ کلام مین گرمی اور زور تاثیر پیدا کرنے کا شوق بوڑھے سے لیکر
بچے تک عام ہو گیا اسی بازار کا سبب ہی کہ زبان عرب مین اکثر اشخاص اور اشیا کے لیے
وجہ تسمیہ ہین - اور اسی طرح اب تک مشہور ہین - چھوٹی چھوٹی باتون کے قصے یہانتک

کہ ایک بدوی عورت نے جو لفظ اپنے اونٹ کو پانی پلانے مین کہا وہ بھی مشہور ہوکر گھر گھر زبان زد ہوگیا - اب تک ہر شخص جہان چاہتا ہی نظم و نثر مین کہاوت کی طرح بول جاتا ہی کہ یہ شہرت آج اخبارون مین اشتہار دینے سے بھی نصیب نہین ہوتی - افسوس ہی کہ سوا ے ان سات معلقات کے اور کوئی معلقہ نظر نہین آتا بلکہ آج ادب اور انشاے عرب کی کوئی تصنیف اسلام سے سو برس پہلے کی نہین ملتی کچھہ عمدًا اور کچھہ بے اعتنائی سے معدوم ہوگئین مگر اشعار عرب سے معلوم ہوتا ہی کہ پرانی زبان ہی کیونکہ اسکی صرف و نحو اور عروض کے قاعدے سب باصول ہین انتہی کلامہ ملخصًا - پادریصاحب سے کوئی دریافت کرے کہ یہ حالات اور یہ مدح کلام کی جو اوپر مذکور ہوئی آیا صرف قریش اور اہل مکہ کی ہی یا تمام عرب کی جن کو آپ نے وحشی غیر فصیح بنایا ہی - آیا نواح دہلی کے لوگون کا بھی شعر شاعری مین یہی حال ہی کہ نشہ کے واسطے شہری اور دیہاتی شاعرون کا اجتماع اور میلہ ہوتا ہو اور ایک جگہہ بیٹھہ کر کلام مین باہم مقابلہ ہوتا ہو - اگر پادریصاحب اہل مکہ اور ان پچاس قبائل کے اختلاف محاورات کو دہلی اور آگرہ اور لکھنؤ اور رامپور اور علیگڈہ وغیرہ کے اختلاف محاورات سے تشبیہہ دیتے تاہم کچھہ حق کے قریب پہونچ جاتے **رابعًا** ہم نے بفرض محال تسلیم کیا کہ سواے قریش و حجاز کے سب عرب وحشی ہین اور انکے کل محاورات مخصوصہ بھی غیر فصیح لیکن یہ الفاظ قرآنیہ غیر فصیح نہین اگر ہوتے تو کفار قریش جنسے یہ تحدی کی گئی کہ مثل قرآن کے ایک سورہ کہہ لاؤ دس آیت ہی کہہ لاؤ اونھون نے ان الفاظ پر کچھہ اعتراض نکیا بلکہ ہزارون نے قرآن کو طاقت بشری سے خارج سمجھکر اسلام قبول کر لیا اور بڑے بڑے متعصبون اور معاندون نے بھی ناچار ہوکر اوسکو

سحر کہا چنانچہ یہ مقولہ اون کا قرآن مین بھی مندرج ہوا اور باعلان اونکو سنایا گیا اور اونھون نے اس قول سے انکار بھی نہین کیا پس بعد اون کے اب کوئی شخص فصاحت قرآن پر اعتراض نہین کر سکتا اور اوسکے ایک لفظ کو بھی غیر فصیح نہین کہہ سکتا خصوصًا پادریصاحب کہ جنکے نزدیک معاند کا صرف خاموش ہو رہنا کافی ہے چنانچہ وہ اعجاز عیسوی کے بعض اعتراضات کے جواب مین لکھتے ہین کہ اگر یہ بات سچ تھی تو اوسوقت کے لوگون نے کیون نہین شور مچایا صفحہ ۲۲۴ ہدایۃ المسلمین بہرحال بعد مشرکین عرب کے پادریصاحب ہزارہا دلائل غیر فصاحت کے لکھین مگر سب باطل ہون گے کیونکہ یہ امر محض عقلی نہین نقلی بھی ہے بلکہ نقل کو زیادہ دخل ہے اور ان سب امور کو سمجھ بوجھ کر بھی جو کوئی باز نہ آئے گا تو اوس پر یہ قول صادق آئے گا ع دماغ بیہودہ پخت وخیال باطل بست ۔

دوسرے دعوے کا جواب

اس دعوی کی دلیل بھی ابوبکر واسطی کا قول ہے کہ اوس نے ہر ایک لفظ کو خاص خاص قبیلہ کا لکھا ہے اور جملہ پچاس قبائل کے الفاظ لکھے ہین لہذا یہان بھی ہم اسی دلیل پر نقض کرتے ہین اور کہتے ہین کہ ان الفاظ کی تخصیص قبائل مفصلہ سے مطلقًا غیر مسلم ہے اور اگر ہوگی تو عہد نبوت سے بہت پیشتر ہوگی لیکن عہد نبوت مین جملہ الفاظ ۱۸۴ کی تخصیص بچند وجوہ باطل ہے اوّلًا اصحاب رسول مختار اور علماء کبار جو ابوبکر سے ماہر تر اور افضل و اقدم تھے اونھون نے اس امر سے انکار کیا ہے چنانچہ خود سیوطی نے اتقان مین لکھا ہے اخرج ابو عبید من وجہ اٰخر عن ابن عباس قال نزل القرآن بلغة الکعبین کعب قریش وکعب خزاعة قیل وکیف ذلک قال لان الدار واحدة لان خزاعة کانوا جیران قریش ۔

ابو عبید نے ابن عباس سے روایت کی ہو کہ قرآن دو کعب کے لغات پر نازل ہوا ہو ایک
کعب قریشی دوسرا خزاعی کیونکہ ان دونون کی اولاد قریب قریب ہتی تھی اور پھر
اتقان مین ہو نزل القرآن بلغة مضر لقول عمر نزل القرآن بلغة مضر
عمر بن الخطاب کا قول ہو کہ قرآن لغت مضر مین نازل ہوا ہو اور بعضون نے قبائل مضر کی
یہ تفصیل کی ہو ہذیل اور کنانہ اور قیس اور ضبہ اور تیم الرباب اور اسد بن خزیمہ اور
قریش اور ابو حاتم سجستانی نے کہا ہو کہ قرآن لغت قریش اور ہذیل اور تمیم اور ازد
اور ربیعہ اور ہوازن اور سعد بن بکر پر نازل ہوا ہو اور ثعلب اور زہری اور ابن عطیہ
اور بیہقی وغیرہم بہت علما اور محدثین نے کہا ہو کہ قرآن سات لغات پر نازل ہوا ہو
اور ابو صالح نے ابن عباس سے روایت کی ہو کہ قرآن سات لغات پر نازل ہوا ہو
منجملہ اونکے پانچ قبائل عجز ہوازن مین یعنی سعد بن بکر اور جشم بن بکر اور نصر بن معاویہ اور ثقیف
کہ یہ سب ہوازن ہین اور ابن قتیبہ نے کہا ہو کہ قرآن صرف قریش کی زبان مین نازل
ہوا ہو اور جلال الدین بن مالک کہتا ہو کہ قرآن لغات حجاز مین نازل ہوا ہو مگر قلیل الفاظ
لغت تمیم کے موافق ہین جس طرح یُشَاقِّ اللّٰہَ مَنْ یَّرْتَدَّ مِنْکُمْ عَنْ دِیْنِہٖ مین ادغام ہے
کیونکہ تمیم مجزوم پر ادغام پڑھتے ہین اور اسی طرح عبد البر نے تمہید مین لکھا ہو ناظرین
خیال کرین کہ ایسے اعاظم و اکابر کے اقوال کے روبرو ایک ابو بکر بیچارہ کی کون سنتا ہو
کیونکہ بیان دو امر کا ثابت ہونا ضرور ہو اول یہ کہ جو معنی ابو بکر نے لکھے ہین وہی بعینہ
قرآن مین ہین دوم یہ کہ جو معنی اونسے لکھے ہین وہ قطعاً غیر قریشی ہین اور تا وقتیکہ امر دوم
کی روایت مین راویون کے نام معلوم نہون تب تک یہ قول ابو بکر کا قابل نظر بھی نہوگا
چہ جائیکہ قابل تسلیم ہو کیونکہ اسلام ایسا کچا مذہب نہین کہ ہر شخص کے قول کو بلا دلیل و سند

قبول کرلے اور ایک آدمی کے کہنے سے ایک کو تین اور تین کو ایک کہنے لگے چنانچہ سیوطی نے بھی اس قول کی توثیق نہین کی صرف نقل کردیا ہی اور اسی نقل کے سبب پادری صاحب نے اوس پر یہ اتہام کیا ہی کہ جلال الدین نے بھی اوس پر گواہی دی ہی حالانکہ جن الفاظ و معانی پر جلال الدین نے گواہی دی ہی وہ چھتیسوین نوع مین مذکور ہین **ثانیًا** باتفاق مخالف و موالف آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقینًا شہر مکہ کے باشندہ اور متوطن تھے اور مخالفون کی راے مین قرآن آنحضرت صلعم کی تصنیف ہی۔ اب ہم کہتے ہین کہ جو شخص کسی سے کچھ تقریر یا تحریر کرتا ہی تو سامع اور ناظر کے ذہن مین بلا تنبیہ اور بغیر قرینہ یہی امر آتا ہی کہ یہ زبان اس شخص کی پیدایشی اور اصلی ہی اور یہ یقین اوس وقت زائل ہوتا ہی جبکہ اسی طرح کی دلیل یقینی سے اسکا خلاف ثابت ہوجاوے بنا بر علیہ یہان بھی آنحضرت کے فرمانے کے سبب ان الفاظ قرآنیہ کی نسبت حجازی قریشی مکی ہونے کا یقین ہی اور یہی ہمارا اور کل اہل عقل کا اصلی اور طبیعی تصور ہی پس پادری صاحب کا یا کسی اور کا قول بلا دلیل غیر مستند اس اصلی اور قطعی یقین کو زائل نہین کرسکتا لان الشک لا یعارض الیقین فکیف الوسوسۃ والبھتان ہان اگر آنحضرت صلعم عجمی نژاد ہوتے اور جوانی مین جاکر مکہ مین توطن کرتے تو ایسے اعتراضون کو گنجائش بھی تھی اور اسی سبب مفسر لوگ الفاظ قرآنیہ کی سند مین اشعار نہین لکھتے کیونکہ آپ کے مکی اور فصیح ہونے مین کسی کافر کو بھی شک نہین۔ اور اگر ہر ایک فصیح اہل زبان کے کلام کے واسطے سند و استشہاد کی ضرورت ہوا کرے تو کسی فصیح کا کلام مسلم نرہے کیونکہ ہم اوس سند مین بھی غیر فصاحت کا شبہہ کرکے اوسکے واسطے پھر دوسری سند چاہین گے وھلم جرًّا اور اسی واسطے اس امر کو فضول سمجھکر بعض صحابہ و تابعین نے کہا ہی کہ اشعار عرب کو قرآن کا دیوان اور اصل نہ بناؤ یعنی الفاظ قرآنیہ کا استشہاد اشعار

عرب سے نکر و کیونکہ قرآن و حدیث مین اشعار کی مذمت ہی۔ اور پادریصاحب جو
اپنی طبیعت سے ایجاد کرکے لکھتے ہین کہ جو لوگ اطراف و جوانب سے حج کو آتے تھے
آنحضرت صلعم نے یہ الفاظ اون سے سن سنا کر بولے ہین یہ خیال خام ہی بلکہ من وجہ
ہمارے مفید ہی کیونکہ مؤرخین نصاریٰ مثل گاڈفری ہیگنس وغیرہ تک آنحضرت
کے حالات مین لکھتے ہین کہ حالت شباب اور سن بلوغ و تمیز مین اکثر آپ کوہ حرا مین
تنہا بیٹھے رہتے تھے اور یاد الٰہی اور اعتکاف مین مشغول رہتے تھے آپ نے خانۂ کعبہ
کی تولیت کبھی پسند نہین کی اور نہ خدام معابد کی طرح وارد و صادر کی خدمت کی آپ
کی ہمت ایسے ذلیل کامون اور طمع مال کی طرف کبھی متوجہ نہین ہوئی بلکہ پچیس برس کی
عمر سے چالیس برس تک کا حال آپ کا مفصل معلوم نہین ہوتا انتہی ملخصاً صفحہ ۱ ترجمہ
مطبوعہ بریلی اس سے ظاہر ہی کہ ہرگاہ آنحضرت کو یہ الفاظ معلوم تھے تو قریش کو
خصوصاً متولیان خانہ کعبہ کو بدرجۂ اولیٰ معلوم ہون گے بلکہ آپ نے انھین لوگون
سے سنے ہون گے پس یہ الفاظ قریش کے نزدیک ظاہرۃ الدلالۃ اور مانوس الاستعمال
ضرور ہون گے گو استعمال قلیل ہو اور ہم کو بھی قرآن مین غیر قریشی بلکہ معرب الفاظ
وارد ہونے سے مطلقاً انکار نہین ہی بلکہ مطلب ہمارا یہ ہی کہ جن الفاظ کا غیر قریشی ہونا
کتب لغت اور روایات متواترہ سے ثابت ہو جاوے گا اونکو ہم بھی تسلیم کرتے ہین
اور کرین گے یہ امر قادح فصاحت نہین کل فصحاے عرب کے کلام مین ایسے الفاظ موجود
ہین بلکہ اسی عبارت واسطی مین موجود ہی کہ قریش کے استعمال مین بھی الفاظ غریبہ
تھے مگر دیگر فصحا کے کلام اور کلام اللہ سے اس امر مین بھی فرق ہی کہ قرآن مین دوسرے
قبائل کے الفاظ مین سے وہی الفاظ آئے ہین جو مذاق فصحا مین نہایت شیرین اور خوب

ہین ثالثاً اہل لغت کا دستور ہی کہ جو لفظ غیر فصیح ہوتا ہی یا خاص کسی قبیلہ کا تو اوسکی
غیر فصاحت اور تخصیص کو بیان کر دیتے ہین مثلاً لکھدیتے ہین و تقول العامۃ ھکذا
و ھذہ لغۃ ردیۃ و ھذہ لغۃ تمیم و ھذہ لغۃ ھذیل لیکن ان الفاظ کی نسبت
کسی نے غیر فصاحت کا دعوی نہین کیا اور ان جامعین لغات کی طرف یہ بدگمانی بھی
نہین ہوسکتی کہ ان لوگون نے جو اکثر ابو بکر واسطی سے پہلے ہوئے ہین وقت تالیف لغت
ابو بکر واسطی کی کتاب کو سامنے رکھہ لیا ہو اور جن الفاظ کو اوس نے دوسرے قبیلہ کا
لکھا ہی اوسکی تخصیص کو ترک کر دیا ہو اور اون کو اوس وقت تصحیح قرآن مد نظر ہو
استغفر اللہ ثم استغفر اللہ اور اگر کوئی متعصب کہے کہ قرآن کی مزاولت کے سبب
اون کو معلوم تھا کہ یہ الفاظ قرآن مین غیر فصیح ہین تو اسکا یہ جواب ہی کہ اگر ایسا فرض
بھی کیا جاوے تو اسکے سبب اسقدر وہم ہو گا کہ لفظ کی غیر فصاحت اور وحشت کو مخفی
کر دیا ہو مگر اسکے سبب قبیلہ کی خصوصیت کو کہ یہ لفظ خاص فلان قبیلہ کا ہی مخفی کرنا
کسی طرح عقل مین نہین آتا کیا معنی کہ وہ عالم الغیب نہ تھے جو سمجھہ لیتے کہ تیرھوین صدی
مین ایک شخص عماد الدین پیدا ہو گا کہ جو اپنے دل سے یہ قاعدہ تراشے گا کہ قریش کے
سواے سب کی زبان غیر فصیح ہی اور اگر ہم یہ تصریح کرین گے کہ یہ لفظ فلان قبیلہ کا ہی
تو بنا بر قاعدہ عمادیہ کے اس لفظ کا غیر فصیح ہونا لازم آئے گا اور اگر یہی ارادہ ہوتا
تو پھر کسی لفظ کی تخصیص کو ظاہر نکرتے حالانکہ جو لفظ قرآنی اون کے نزدیک کسی قبیلہ کا
مخصوص تھا اوسکی خصوصیت کو ظاہر بھی کر دیا ہی اور اگر کوئی متعصب ان سب امور کو
قبول نکرے اور اہل لغات کو اس اتہام سے بری نہونے دے تو وہ سبعہ معلقہ اور
عقد ثمین اور حماسہ کو دیکھہ لیوے کہ جس لفظ کو واسطی نے ایک قبیلہ کا محاورہ لکھا ہی

اوسی لفظ کو دوسرے قبیلے کا شاعر بولا ہی اس بدیہی امر کا کوئی کیونکر انکار کرے گا پس
الفاظ مذکورۂ واسطی کو خاص خاص قبیلہ کا کہنا خلاف جمہور اہل لغت اور خلاف دواوین
اہل عرب ہی اور بلاشک تخصیص الفاظ کی باطل ہی اس سے معلوم ہوتا ہی کہ واسطی نے جو ان
الفاظ کو خاص خاص قبیلہ کا لکھا ہی غالبًا اوس کا یہ مطلب ہوگا کہ قدیم الایام مین یہ الفاظ
ان قبائل کے تھے نہ زمانہ نبوت مین یا کچھ اور مراد ہوگی بہرحال اوس نے اپنی کتاب مین
کوئی قاعدہ اور کوئی تمہید بھی ضرور لکھی ہوگی ورنہ وہ شخص ایسا معلوم نہین ہوتا جو ان امور
سے اور اشعار عرب سے ناواقف ہو معترض کو لازم ہی کہ واسطی کی پوری عبارت کو نقل
کرے اور اوسکی کتاب ارشاد کو دیکھے تب اہل اسلام پر اعتراض کرے مگر بحمد اللہ کہ بغیر دیکھے
ارشاد کے بھی پادری صاحب کا اعتراض دفع ہوگیا بلکہ ہباءً منثورًا ہوگیا **قول**
اب ہم یہ دکھلاتے ہین کہ قرآن مین کس کس سورہ مین اور کون کون آیت مین وحشی
زبان کے الفاظ بولے ہین اور سند ان تمام فقرون کے وحشی اور غریب ہونے کی اور اس
بات کی سند کہ یہ قریش کے محاورے نہین ہین نہایت معتبر تفسیر اتقان[له] فی العلوم القرآن
سے دی جاتی ہی الخ **اقول** ان الفاظ کی وحشت و غرابت کی بنیاد اس امر پر تھی کہ یہ
الفاظ خاص خاص قبیلون کے ہین اور درصورت خصوصیت کے اون قبائل کے کل الفاظ
بھی غیر فصیح ہین جسطرح تنبیہ مین مذکور ہوا ہی لیکن جب وہ بنیاد فاسد جوابات مذکورہ
سے اوکھڑ گئی تب یہ بناے فاسد علی الفاسد بھی منہدم بلکہ ہباءً منبثًا ہوگئی ہمکو ہر ایک
لفظ کی سند دینے کی کچھ حاجت نہین ہی مگر واسطے تفریح طبع مومنین کے شعراء زمانہ جاہلیت وغیرہ کے
اشعار سے جنھون نے قرآن سے عربی پڑھنی نہین سیکھی حسب درخواست پادری صاحب
کے استشہاد و استناد کرکے تفصیلًا جوابات لکھتے ہین اس سے ہر شخص کو بخوبی معلوم ہوگا

[له] [illegible]

کہ الفاظ مذکورہ ابوبکر واسطی وغیرہ خاص خاص قبائل کے نہین اور در صورت خصوصیت
کے بھی یہ الفاظ فی نفسہ موافق قواعد فصاحت کے غیر فصیح نہین بلکہ نہایت شیرین
اور کثیر الاستعمال ہین اور جس شخص کو واسطی کے قول سے الفاظ مذکورہ کی غرابت سنکر
توحش ہوا ہو اوسکی وحشت رفع ہوجاوے گی اور جس غیر عربی دان کو تذبذب ہوگیا
ہوگا اوسکے ایمان مین تقویت آجاوے گی اور عربی دان نے تو ہمارے جوابات دیکھنے
سے پہلے بھی دھوکا نکھایا ہوگا کیونکہ اوس نے اسی جگہہ دیکھہ لیا ہوگا کہ جس شخص نے اس
قول واسطی کو نقل کیا ہی اوسکا نام بھی صحیح نہین لکھا چنانچہ لفظ علوم القرآن کو
العلوم القرآن لکھا ہی کافیہ خوان طالب علم بھی جانتا ہی کہ مضاف پر حرف تعریف
نہین آتا۔ اور اسی طرح جہان سیوطی نے اس قول واسطی کو نقل کیا ہی وہان اوس نے
اپنی رائے کچھہ بیان نہین کی حسب عادت جس طرح ہر باب مین کل اقوال نقل کرتا ہی
اسکو بھی نقل کر دیا ہے سیوطی نے اپنی معتمد علیہ اور صحیح روایت چھتیسوین نوع مین
لکھی ہی اوس روایت کو اوسکا قول مسلم سمجھنا چاہیے نہ اس روایت کو اور پادریصاحب
نے اسی روایت کو سیوطی کا معتمد علیہا بیان کیا ہی افسوس ہے کہ ہنوز پادریصاحب
کو نقل کرنے مین اور ثابت کرنے مین تمیز نہین دیکھو خود ہم نے تیسرے دعوی کے
جواب مین لغات قبائل کے باب مین کتنے اقوال اتقان سے نقل کیے ہین کیا کوئی
یہ کہہ سکتا ہی کہ سیوطی نے ان سب اقوال کو قبول کر لیا ہی یا یہ کہ ہم نے قبول کر لیا ہی
حالانکہ بعض بعض اقوال ایسے باہم متخالف ہین کہ اون مین جمع و توفیق بھی نہین ہوسکتی
۔ پادریصاحب کو مناسب ہی کہ ایسی باتین منادی کے وقت بر سر بازار اور سڑک پر
عوام الناس کے سامنے کہکر دل خوش کر لیا کرین یا عیسائی بھائیون کے جلسہ مین بکر

کتابون مین لکھنا مصلحت نہین کہ یہ موجب مضحکہ ہوتا ہے

شواہد الفاظ

واضح رہے کہ جو کچھہ ہم نے پادری صاحب کے دونون دعوون کے جوابات لکھے ہین وہی جوابات تمام الفاظ کے واسطے کافی اور شافی ہین ہم کو کلام زمانہ جاہلیت سے استشہاد و استناد کی کچھہ حاجت نہین اور نہ کسی نے آج تک حاجت سمجھی بلکہ بعض علما نے اس امر کو معیوب و مذموم فرمایا ہی اور اسی واسطے مفسرین نے اس امر کو ترک کر دیا ہی مگر چونکہ پادریصاحب نے کلام جاہلیت کو ہندوستان مین کالمعدوم سمجھکر اشہاد کی درخواست کی ہی اور سمجھہ بیٹھے ہین کہ میری کتاب کا جواب نہ ہوسکے گا اور عوام اہل اسلام کے دلون مین یقین نہین تو شک ضرور پڑ جائے گا اسواسطے بنظر اطمینان قلوب عوام مؤمنین حتی الامکان ہر ایک لفظ کے واسطے عموماً مستندین و موثقین اہل عرب کے کلام سے شاہد بھی لکھے دیتا ہون اور اولاً ہر لفظ کے معنی عبارت فارسی مین کتاب صراح سے کہ جو صحاح جوہری کا ترجمہ ہی لکھتا ہون اور بعدہ عبارت عربی تفسیر مجمع البیان کو تاکہ معنی لغوی سے معنی تفسیری پر اطمینان ہوجاوے اور عبارت فارسی سے تفسیر عربی کی عبارت مرقومہ سمجھنے مین کچھہ مدد ملجاوے ۔ اور یہ بھی یاد رہے کہ غرض اس استشہاد سے یہ ہی کہ معترض نے جس لفظ کو خاص کسی قبیلہ کا لکھا ہی وہ تخصیص زائل ہوجاوے اور شعراے مستندین اور فصحاے متقدمین کا محاورہ ظاہر ہوجاوے تاکہ تخصیص کے زائل ہونے سے پادریصاحب کا دعوی باطل ہوجاوے اور عامہ فصحا کے استعمال ثابت ہونے سے لفظ کی فصاحت ثابت ہوجاوے کیونکہ فصاحت لفظ کی کثرت استعمال فصحاء عرب پر موقوف ہی نہ صرف قریش کے استعمال پر

اور پادری صاحب نے بھی جہان اہل اسلام سے جواب کی درخواست کی ہو وہان
شعرائے عرب کہا ہے قریش کی خصوصیت نہین کی اور نیز سلف سے آج تک
جملہ اہل لغت اور شارحین اشعار عرب جو گذرے ہین سب نے اسی طرح عموماً ہر قبیلہ
کے شاعر کے کلام سے استشہاد کیا ہی اور یہی قاعدہ کتب فصاحت و بلاغت مین ہے
البتہ اعراب وحشیہ کے کلام سے نہ کسی نے استشہاد کیا ہی نہ ہم کرتے ہین قولہ
پہلا فقرہ سورہ نجم کے آخر مین ہی وَانْتُمْ سَامِدُوْنَ یہ لفظ یمن یا حمیر کی بولی ہو
حجازی زبان نہین اسواسطے غیر فصیح ہی اقول صراح سمد سمود سر در هوا داشتن
از تکبر و کل رافع راسه فهو سامد و برشدن یقال سمدت ای علوت و کوشیدن بستوه
در رفتن و بازی کردن سامد ای لاہٍ و یقال للقینة اسمدینا ای الهینا بالغناء کذا
فی الصحاح والقاموس مجمع البیان مین ہی السمود اللهو والسامد اللاهی قال الخ
شاعر بمعنی لہو و لعب یہ ہی هزیلہ بنت بکر اپنی کشتون پر مرثیہ پڑھتی ہی شعر
لیت عادا قبلوا الحق ولم یبدوا جحودا قیل قم فانظر الیهم ثم دع عنک
السمودا کما فی الاتقان عن ابن عباس + عبد اللہ بن زبیر الاسدی کہتا ہی
شعر رمی الحدثان نسوة آل حرب بمقدار سمدن له سمودا فرد
شعورهن السود بیضا و رد وجوههن البیض سودا کما فی المجمع انتہا
پس معلوم ہوا کہ یہ لفظ یمن کا نہین بلکہ خاص حجازی ہی کیونکہ غالباً اس شاعر نے
کشتگان جنگ بدر کی نسبت یہ مرثیہ کہا ہی کہ اوس لڑائی مین چند مشرکین بنی امیہ
مارے گئے تھے اور بالفرض یہ لفظ اگر یمن کا محاورہ ہو تو کیا قادح فصاحت ہی
کیونکہ یمن ملک عرب مین قدیم سے عہد نبوت تک دار الامارة رہا ہی اور حجاز مین اکثر

سمود رافع راسه متکبر ... لاہی ... سمود ... سر در هوا

وہین کے قبائل رہتے ہین جو بعد خرابی سدّ مارب کے یہان آکر آباد ہوئے تھے عہد
نبوت مین یمن مجمع امرا و شرفا تھا اور معدن فصحا و شعرا وہین کے الفاظ اکثر حجاز مین
مستعمل ہین اور وہین کے محاورات مثل شہر دہلی کے قدیم ہین پس بقاعدہ پادریصاحب
وہان کے الفاظ ہرگز غیر فصیح نہین ہوسکتے   اور پادری صاحب فرماتے ہین کہ یہ ملک
یمن یا حمیر کی بولی ہی سو یہ تردید بھی عجیب ہی معلوم ہوتا ہی کہ پادریصاحب کو انساب قبائل
عرب سے واقفیت کم ہی کیونکہ حمیر سے خواہ موضع مغربی صنعا مین مراد ہو خواہ حمیر بن سبا
بن یشجب پدر قبیلہ ہو دونون یمنی ہین   پس منشاے اعتراض تعصب ہی یا عدم واقفیت
اور کم استعدادی **قولہ** ۱ فقرہ سورۂ نسا کے پہلے رکوع مین ہی مُتَّكِئِينَ
عَلَى الْأَرَائِكِ یہ غیر فصیح فقرہ قریش کی زبان کا نہین ہی بلکہ اسمین غرابت ہی اور یہ لفظ
مانوسة الاستعمال بھی نہین ہی ابو عبیدہ نے حسن سے روایت کی کہ جب یہ آیت نازل
ہوئی کوئی مکہ والا نہ سمجھا کہ محمدؐ نے یہ کہان کی بولی بولی اور اس آیت کے معنی کیا ہین
کیونکہ آرائک قریش کا لفظ نہین پس مدت کے بعد کوئی یمن کا باشندہ مکہ مین آیا اوس
نے بتلایا کہ ہمارے ملک مین ارائک اوس حجلہ کو کہتے ہین جس مین سریر ہو یعنی دلہن کا
گھر جس مین تخت رکھا ہو اوس وقت اس وحشی بولی کے معنی دریافت ہوئے **اقول**
صراح اریکہ تخت اراستہ ارائک جمع کذا فی ص و ف + مجمع الارائك وهي السرر
قال الزجاج الارائك الفرش فی الحجال اعتلی **شعر** بین الرواق وجانب من سترها
منها وبين اريكة الانضاد کما فی المجمع عن الزجاج + چشم بصیرت سے دیکھنا چاہیے
کہ اول تو اس لفظ کے معنی مین اختلاف ہی زجاج سا نحوی کہتا ہی کہ اسکے معنی فرش ہین یا
بعدہ اگر یہ لفظ خاص یمن کا تھا اور غیر فصیح غریب وحشی تو اس شاعر نامی جاہلی ہم عصر

نبوت باشندہ ملک یمامہ شرقی مکہ نے کیون بولا ہین پادری صاحب کا تو حشو بیجا ہی
علاوہ اسکے ہرگاہ یہ شی یعنی اریکہ کہ منجملہ سامان تعیش سے ہی حجاز کے مفلس ملک مین
ہو اور یمن کے امرا و رؤسا کے گھرون مین ہو اور کسی اہل حجاز کو اسکے بولنے کی ضرورت
ہو تو ایسی صورت مین کیا قادح فصاحت ہو سکتا ہی کیونکہ ایسی صورت مین لفظ عجمی
معرب کر لیا جاتا ہی نہ یہ کہ عربی لفظ مخل فصاحت ہو جاوے ۔ اور پادری صاحب جو
ایک روایت سے استدلال کر کے کہتے ہین کہ کوئی اہل مکہ اس لفظ کو نہ سمجھا تو وہ یہ خیال
کرین کہ اگر اہل مکہ اس لفظ سے واقف نہ تھے تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ جو زاویہ نشین
کوہ حرا تھے کہان سے واقف ہوئے ۔ اگر یمنی قافلہ سے جو حج کو آتے تھے واقف ہوئے
تو خدام کعبہ بھی ضرور واقف ہون گے ۔ علاوہ اسکے یمن سے اہل مکہ کو ایسی اجنبیت نہ تھی
جو وہان کے الفاظ کو نہ سمجھتے ہر سال ایام سرما مین قریش کا قافلہ تجارت کے واسطے
یمن کو جاتا تھا چنانچہ رحلة الشتاء والصیف قرآن اور اشعار عرب مین شاہد موجود ہے
اور ایام حج مین اہل یمن یہان مکہ مین آتے تھے اس سبب باہم بڑا اختلاط و ارتباط تھا پھر یہ
کیونکر عقل قبول کر سکے کہ قریش اون کے الفاظ کو نہ سمجھتے تھے ۔ دین اسلام ایسا نہین
جس مین خلاف عقل اور خلاف بداہت امر کو بھی ایک روایت آحاد کے سبب قبول
کر لیا جاوے یہ تو صرف پادری صاحب کا حصہ ہی ۔ علاوہ ازین اہل لغت کا دستور ہی
کہ اگر کوئی لفظ خاص کسی قبیلہ یا ملک کا محاورہ ہوتا ہے تو اوس تخصیص کی تصریح کر دیتے
ہین کہ یہ محاورہ فلان قبیلہ کا ہی اور اس لفظ کی نسبت اہل لغات متداولہ نے تخصیص یمن
کی نہین لکھی واضح ہو کہ ہر لفظ کی ذیل مین اسقدر جوابات اور طوالت سے کتاب مین
چونکہ طول ہوگا اسواسطے ہر لفظ کی ذیل مین اس طوالت کو ترک کرتا ہون مگر ناظرین پر

لفظ کے تحت مین علاوہ شاہد کے اس قسم کی تقریر کو بھی یاد کر لیا کرین اور یہ لفظ سورۂ نسا
مین نہین ہی جسطرح پادری صاحب کہتے ہین بلکہ سورۂ کہف مین ہی **قوله** ۳ **قصہ**
سورۂ قیامۃ مین ہی وَلَوْ أَلْقَى مَعَاذِيرَهُ لفظ معاذیرہ قریش کی زبان نہین ہین کہی لی آ
اقول صراح عذر بالضم والسکون بہانہ ومعذور داشتن معذرۃ بکسر الذال وعذری و
عذرۃ بالکسر اسم فی العذر یعنی بہانہ قوله تعالی ولو القی معاذیرہ ای ولو جادل عنہا
کذا فی ص وق -- مجمع ای ولو اعتذر وجادل عن نفسہ لم ینفعہ ذلک یقال معذرۃ
ومعاذر ومعاذیر وھی ذکر موانع تقطع عن الفعل المطلوب وقیل معناہ
ولو ارخی الستور واغلق الابواب عن الضحاک والسدی قال الزجاج معناہ
ولو ادلی بکل حجۃ عندہ وجاء فی التفسیر المعاذیر الستور واحدہا معذار
وقال المبرد ھی لغۃ طائیۃ جواب یہ ہی کہ اس آیت کے معنی خود نحویون ورقدما
مفسرین سے مختلف طور پر منقول ہوئے ہین مگر قول اقوی وہی ہی جو صاحب مجمع البیان
نے اول لکھا ہی اور زجاج اور بیضاوی وغیرہم اور خود سیوطی صاحب اتقان نے بھی اسی
کو اختیار کیا ہی اور یہ محاورہ خاص یمنی نہین بلکہ عرب مین مستعمل و مشہور ہی چنانچہ عرب
بطور مثل کے بولتے تھے ان المعاذیر یشوبہا الکذب کما فی الصحاح اور لفظ
عذر جو اسکا مادہ ہی تمام فصحاے عرب کے اشعار مین بکثرت موجود ہی حاجت استشہاد
نہین پس ہرگاہ کہ قرآن مین ایسے معنی درست ہو جاوین جو مادہ لفظ کے موافق ہون
اور مادہ بھی اوسکا بکثرت مستعمل ہو اور خود لفظ قانون نحوی کے خلاف نہو تو کیا ضرور
ہی کہ ہم ایسے معنی اختیار کرین کہ جسکی نسبت غیر حجازی ہونے کا احتمال بھی ہو - اگرچہ
غیر حجازی ہونا مخل فصاحت نہین - علاوہ اسکے جو معنی کہ اتقان مین لکھے ہین یعنے

ستوہر اون کو مبرد نحوی نے قبیلہ طی کا محاورہ لکھا ہی اور معترض اوسکو یمنی کہتا ہی پس
بوجہ تعارض اور بوجہ عدم وجود سبب ترجیح کے دونون قول ساقط الاعتبار ہوگئے
اور قول اول صاحب مجمع البیان وغیرہ بوجہ مرجحات مذکورہ کے مسلم اور درست رہا
فہو المراد **قولہ ۱۴** ہہ فقرہ اوسی سورہ مین ہی کَلَّا لَا وَزَرَ یہ بھی گنواری بولی
یمن کی ہی نہ قریش کی **اقول** صراح وَزَر پناہ وکوہ وزر بالکسر وسکون گرانی کذا
فی ص وق + مجمع ای لا مہرب ولا ملجأ یلجأ وین الیہ والوزر ما یتحصن بہ من
جبل او غیرہ ومنہ الوزیر الذی یلجأ الیہ فی الامور شاہد ہی عمرو بن کلثوم
التغلبی صاحب معلقہ خامسہ **شعر** لعمرك ما ان لہ صخرۃ * لعمرك ما ان لہ من وزر
کما فی الاتقان عن ابن عباس پس یہ عم فصاحت باطل ہی **قولہ ۵** فقرہ سورہ طور مین ہے
وزوجناهم بحور عین ترجمہ اور بیاہ دین ہمنے مسلمانون کے ساتھ گنواریان
بڑی انکھون والیان یہ گنواری محاورہ خلاف فصاحت قریشی زبان کا نہین یمن کی
بولی ہی **اقول** صراح زوج جفت ویقال زوجتہ امرأۃ وزوجتہا بعلا وتزوج
امرأۃ وتزوجت رجلا وبرجل قال اللہ تعالی وزوجناهم بحور عین ای قرناهم
بہن وقولہ تعالی اُحْشُرُوا الَّذِينَ ظَلَمُوا وَأَزْوَاجَهُمْ + کذا فی ص وق + مجمع
ومعناہ قرناهولاء المتقین بحور عین علی وجہ التمتع لہم والتنعیم بہن وادی مین
ہی الباء لما فی التزویج من معنی الوصل والالصاق او السببیۃ اذ المعنی صیرناهم
ازواجا بسببہن او لما فی التزویج من معنی الالصاق والقران اس اعتراض کے
دو جواب ہین **اولاً** آیت کا یہ ترجمہ لفظی نہین جو پادری صاحب نے بغرض مغالطہ
دہی کیا ہی بلکہ لفظی ترجمہ یہ ہی اور ملحق وقرین کر دیا ہمنے اون کو حور عین سے جسطرح

وزوجناهم بحور عین ای قرناهم بہن احشروا الذین ظلموا وازواجهم ... وزوجناهم بحور عین ای قرناهم ۹۱۲

اہل لغت اور مفسرین نے لکھا ہی کیونکہ اس لغت کے معنی جس طرح بیاہ دینا ہین
اسی طرح جوڑا بنا دینا بھی ہین اور اس معنی مین یہ لفظ دو جگہ اور بھی فرمایا گیا ہے
قولہ تعالی وَكُنْتُمْ اَزْوَاجًا ثَلٰثَةً ۔ و اُحْشُرُوا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَاَزْوَاجَهُمْ ۔ ہان
ہندوستان کے مترجمون نے بنظر تسہیل افہام عوام بطور بیان حاصل مطلب کے ایسا
ترجمہ کر دیا ہی مگر اصل ترجمہ عربی تفسیرون مین محفوظ موجود ہی بلکہ اہل لغت نے بھی
یہی ترجمہ کیا ہی اور یہان جو لفظ نکاح نہین فرمایا اوسکی وجہ یہ ہی کہ مواصلات و تمتعات
حوریان بہشتی سے بطور نکاح متعارفہ دنیاوی نہوگی البتہ مثل نکاح دنیا کے تمتع اور
انتفاع حاصل ہوگا ؛ اور چونکہ یہ تمتع غیر مشاہد اور غیر مرئی ہی اسواسطے اسکو ایسے
لفظ سے تعبیر کیا ہے کہ تمتع بہشتی کی کیفیت قریب الفہم ہوجاوے پس معنی تزویج مین
کسی قدر مجاز ہی حقیقت نہین تاکہ محاورہ یمنی کہا جاوے **ثانیاً** یہ کہ جس محاورہ و معنی
و ترجمہ کو معترض نے یمنی کہا ہی وہ بھی یمنی معلوم نہین ہوتا اور اگر ہو تو بھی اہل حجاز
کے نزدیک مانوس الاستعمال تھا شاہد یہ ہی خویلد والد خدیجۃ ام المومنین
شعر ؏ لو انها قالت نعم لعلوتها ۔ نسفرة عضب للجماجم فاصل ؛ ومزاحم
تزوجها بنی بجمل ؛ وان رضيت يا هو لست بفاعل ؛ ولست رضی التزويج
بالسرب نافعا ؛ وهذا مقال الحق جل من مقاتل ؛ كما فی انوار البداية لابی الحسن
احمد بن محمد البكری والتحفة قوله ع ۲ نتر و سورہ انبیا مین ہی ولو اردنا ان نتخذ
لهوًا لفظ لہو غریب اور وحشی ہی قریش نے کبھی سنا بھی نہین تھا ہان ملک یمن کے بعض لوگ
عورت کو لہو کہتے تھے یہ بات ایسی ہی کہ جیسے کوئی مدعی فصاحت دہلی کے اندر جاکر
فصیح لوگون مین پلنگ کو منجی بولے **اقول** صراح لہو بازی کردن و جماع کردن

ومنہ قولہ تعالی لَوْ اَرَدْنَا اَنْ نَتَّخِذَ لَهْوًا قالوا امرأة ویقال ولدا —
کذا فی ص و ق کتب لغت سے ظاہر ہی کہ فصحاے مستندین و معتبرین جماع اور عورت
اور اولاد کو لہو بولتے تھے گو بطور کنایہ ہوا ور باعث اس کنایہ کا ظاہر ہی کہ سبب دنیاوی
چیزون مین یہ تینون چیزین زیادہ باعث لہو ہین شاہد بمعنی عورت شعر
الا زعمت بسباسة الیوم اننی کبرت وان لا یحسن اللهو امثالی ۔ کما
فی المجمع والعقد الثمین ۔ شاہد بمعنی جماع شعر و بیضة خدر لا یرام خباؤها
تمتعت من لہو بها غیر معجل ۔ کما فی المعلقة یہ اشعار اوس فصیح شاعر کے ہین جسکی فصاحت
کو قریش بھی مانے ہوئے تھے اور اسکا قصیدہ خانہ کعبہ پر آویزان کرا لیا تھا یہ اشعار قریش
نے اور دیگر فصحاے عرب نے خوب سنے تھے کیونکہ ایک شعر قصیدہ معلقہ کا ہی اور دوسرا
بھی نہایت عمدہ اور مشہور قصیدہ کا ہی — قولہ ۲۰ فقرہ سورہ ہود مین ہی وَنَادٰی
نُوْحُ ابْنَهٗ یہ وحشی ترکیب فصحاے حجاز ہرگز نہین بولتے قبیلہ طی کی بولی ہی اقول
توضیح اس اعتراض کی لفظا ہر یہ ہی کہ کنعان نامی جسکو حضرت نوح نے پکارا تھا معترض
کے نزدیک حضرت نوح کا صلبی پسر نہ تھا اسواسطے اوسکو ابن کہنا نچاہیے تھا ایسے
شخص کو قبیلہ طی مین ابن کہتے ہین فقط پس اگر یہی اعتراض ہی تو یہ ترکیب نحوی و فصاحت
پر نہین بلکہ دراصل روایت پر ہی لیکن صحیح اور مشہور روایت یہ ہی کہ کنعان پسر صلبی
تھا چنانچہ جناب امیر المومنین اور حضرت امام محمد باقر اور صادق علیہم السلام اور عروہ
بن زبیر سے یہی روایت ہی اور تفسیر مدارک مین ہی والجمهور علی انه ابنه الصلبی
یعنی جمہور کا مذہب یہی ہی کہ وہ پسر صلبی تھا علاوہ اسکے بغیر استعانت حدیث کے صرف
قرآن سے پسر صلبی ہونا ظاہر ہی کیونکہ یہ حقیقت ہی والحقیقة خیر من المجاز —

ص اللهو ... اذا لعبت ... ویکنی باللهو عن الجماع وقوله لو اردنا ان نتخذ لهوا قالوا امرأة ویقال ولدا ۱۲ ص واللهوة المرأة الملهو بها کاللهو ۱۲ قاموس

قولہ ۱۱۸ سورہ صافات مین ہو آتدعون بعلا ابن عباس کہتا ہو کہ ازد شنوۃ
کی زبان ہو قریش کی نہین اسلیے یہ گنوارمی لفظ ہو اقول صراح بعل جفت وشوہر و
نام بت قوم الیاس علیہ السلام و درخت کہ از بیخ آب خورد بے آنکہ اورا جوئی باشد
ویقال من بعل ہذہ الناقۃ ای صاحبہا کذا فی ص و ف + مجمع اتدعون بعلا
یعنی صنما لہم من ذہب کانوا یعبدونہ عن عطا والبعل بلغۃ اہل الیمن ہو الرب
والسید عن عکرمۃ و مجاہد و قتادہ والسدی فالتقدیر اتدعون ربا
غیر اللہ تعالیٰ اس لفظ کی نسبت مفسرین کے دو قول ہین اکثر کہتے ہین کہ بعل ایک
طلائی بت کا نام ہو اور پرستش کرنے والے کا نام بک تھا اور اسی سبب شہر کا نام
بعلبک ہوگیا ہو اور بعض مفسرین کہتے ہین کہ بعل کے معنی یہان رب اور مالک ہین
مگر اس قول مین چونکہ حذف اور تقدیر کی ضرورت پڑتی ہو اسواسطے پہلا قول
اقوی ہو اور یہی اکثر مفسرون نے اختیار کیا ہو پس بنا بر قول اکثر اور اقوی کے کچھ
اعتراض نہین کیونکہ نام کا ترجمہ نہین کیا جاتا ہو بعینہ وہی لکھا اور بولا جاتا ہو اور بنا بر
قول شاذ کے یہ جواب ہو کہ عہد نبوت مین عرب العربا اس لفظ کو اس معنی مین بولتے تھے
چنانچہ ابن اثیر نہایۂ لغات مین ابن عمر سے نقل کرتا ہو کہ دو آدمی ایک اونٹ پر جھگڑتے
تھے اور ہر ایک کہتا تھا من بعل ہذہ الناقۃ اور خود آنحضرت صلعم نے بھی اس معنی مین
فرمایا ہو وان تلد الامۃ بعلہا یہان مراد بعل سے لپسر جاریہ ہو کیونکہ وہ گویا اوسکا بجاے
مالک کے ہوجاتا ہو اس سے ظاہر ہو کہ یہ لفظ آنحضرت صلعم کے روزمرہ مین داخل تھا۔
ہان اگر کوئی عیب لفظی یعنی ثقل سماعت و عسر تلفظ و تنافر وغیرہ کا ہو تو معترض اوسے
بیان کرے بلکہ یہ لفظ اس قدر شیرین ہو کہ فصحاے عرب اسکو ہر ایک معنی مین بولتے تھے

شاہد فصاحت لفظیہ کا یہ ہی امرئ القیس **شعر** فاصبحت معشوقا واصبح بعلہا ؛ علیہ القتام کاسف الظن والبال ؛ کما فی العقد اور سبعہ معلقہ مین کئی جگہہ ہی اور شاہد بمعنی درخت مذکور یہ ہی **شعر** ھنالک لا ابالی نخل سقی و لا بعل وان عظم الاتاء ۔ کما فی الصحاح اور شاہد بمعنی اسم صنم و اسم بلدہ ہے **مصرعہ** اذا ما علونا ظہر بعل عریضۃ ؛ کما فی الصحاح پس مقام غور ہی کہ کیسا فصیح لفظ ہی کہ ہر معنی مین مستعمل ہی **قولہ** ۹ فقرہ سورہ الرحمن مین ہی یخرج منہما اللؤلؤ والمرجان ابوبکر انباری نے کتاب الوقف مین کلبی سے روایت کی ہے کہ لفظ مرجان کے معنی یمن کی زبان مین موتی کے ہین یہ قریش کا لفظ نہین **اقول** صراح مرجان مروارید خرد کذا فی ص و ق مجمع اللؤلؤ کبارالدر والمرجان صغارہ وقیل المرجان خرز احمر سواے کلبی کے یہ تخصیص کسی نے بیان نہین کی اور اگر ہو تو حرج نہین بہر حال یہ لفظ فصحاء حجاز کے محاورہ مین تھا شاہد بمعنی لؤلؤ یہ ہی ذو الرمہ **شعر** کان عری المرجان منہا تعلقت ؛ علی ام خشف من ظباء المشاقر کما فی المجمع دیکھو یہ شاعر یمنی نہین حجازی ہی کیونکہ اولاد مضر سے ہی **قولہ** ۱۰ فقرہ سورہ یوسف مین ہی قالوا نفقد صواع الملک بولے ہم نہین پاتے پادشاہ کا ماپ یہ بولی قریش کی نہین حمیر کی زبان ہی الخ **اقول** صراح صاع زمین پست و پیمانہ صواع بالضم پیمانہ و جام بزرگ کہ درومی شراب خورند کذا فی ص و ق ؛ مجمع الصواع والصاع والصوع بالفتح والصوع بالضم واحد وھو مکیال ؛ بالفرض اگر یہ لفظ حمیر کا ہی تو بھی کچھ قباحت نہین حمیر یمن مین ہی مگر کسی اہل لغت نے یہ تخصیص بیان نہین کی اور یہان جو بجاے صاع کے صواع فرمایا ہی اس مین بلاغت اور

نکتہ یہ ہی کہ صواع جسطرح پیمانہ کو کہتے ہین اوسی طرح جام شراب کو کہتے ہین بخلاف
بضاعت کے اور یہ ظرف جسکا ذکر ہی پہلے سونے مسرکا جام شراب تھا اور بعد وایام قحط
مین پیمانہ غلہ ہوگیا تھا اسواسطے اوسکو صواع فرمایا ہی چنانچہ اس سے پہلے اسی ظرف کو
سقایہ فرمایا ہی کما قال اللہ تعالیٰ جعل السقایۃ فی رحل اخیہ پس ایسے لفظ کو
بولنا جس سے دو معنی مقتضاے مقام کے موافق حاصل ہون کمال بلاغت ہی ایسا لفظ
بڑی تلاش سے فصحا کو ملتا ہی مگر سچ ہی مصرعہ ہنر بچشم عداوت بزرگتر عیب است

قولہ ۱۱ فقرہ سورہ النسا مین ہی اِنْ خِفْتُمْ اَنْ یَّفْتِنَکُمُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا ابن عباس
کہتے ہین کہ یفتنکم یعنی یضلکم قریش کی زبان نہین ہی یہ جنگلی بولی ہوازن کی ہی
اقول صراح فتنہ بالکسر آزمایش فتنت الذہب ادخلتہ فی النار وسوختن و
بفتنہ انگندن کسی را وبفتنہ شدن لازم ومتعدی فاتن ومفتن فتنتہ المرأۃ ای
دلہتنہ فاجبہا فاتن گمراہ کنندہ وقال الفراء اہل الحجاز یقولون ما انتم علیہ
بفاتنین واہل نجد یقولون بمفتنین کذا فی ص و ق مجمع وفتنت الرجل
فتنۃ فہو مفتون لغۃ اہل الحجاز وبنو تمیم وربیعہ واہل نجد کلہم واسد
یقولون افتنت الرجل فہو مفتن فقد فتن فتونا اذا دخل فی الفتنۃ معناہ
ان خفتم فتنۃ الذین کفروا فی انفسکم او دینکم وقیل معناہ ان خفتم الذین
کفروا فی الصلوۃ عن ابن عباس ومثلہ قولہ تعالیٰ علی خوف من فرعون وملائہم
اَنْ یَّفْتِنَہُمْ ای یقتلکم وقیل معناہ ان یعذبکم الذین کفروا بنوع من انواع
العذاب کتب لغت سے ظاہر ہی کہ اس لفظ کے اصل معنی آزمایش یعنی بلا و محنت مین
لیکن چونکہ بلا و فتنہ ایک مفہوم عام ہی کبھی مال پر پڑتا ہی کبھی جان پر کبھی دین پر کبھی عقل پر

لہذا غارت وقتل وضلالت وعشق و ولہ وغیرہا ہر ایک بلا کو فتنہ کہہ سکتے ہیں اور
قرآن میں بھی ہر ایک بلا و شدت پر عام طور پر مراد ہی نہ کہ کوئی خاص ایک بلا بلکہ تخصیص
بلا کی مثل قتل و ضلال کے خلاف مقصود قرآن ہی کیونکہ نماز کا قصر کرنا صرف خوف
ضلال میں منحصر نہیں بلکہ ہر ایک ضرر جسمی و مالی و دینی کے احتمال میں قصر کا حکم ہی
جسطرح عموم آیہ کریمہ سے ظاہر ہی اور اسی وجہ سے مفسرون نے فتنہ و ضرر کی
تخصیص نہیں کی خصوصاً لفظ ضلال بجز اتقان کے کسی تفسیر میں نہیں دیکھا گیا —
بہرحال ہرگاہ قرآن میں معنی لغوی مشہورہ درست ہو سکتے ہیں تو پھر خاص کسی ایک
ترجمہ پر اعتراض کرنا محض نزاع لفظی ہی ہاں اگر معنی لغوی پر اعتراض ہو تو اوس کا
شاہد ہی اعشی شعر لئن فتنتنی لہی بالامس افتنت سعیدا فاسی
قد قلی کل مسلم یہان فتنہ بمعنی افتتان ہی یعنی زوال عقل بوجہ محبت و عشق ایضاً
شعر یخبو الکلام تقطع الکلام اسی فواد بھا فاتنا کما فی الصحاح
شاہد بمعنی ضلال عبد اللہ بن الحارث بن قیس بن عدی قریشی شعر کل امرئ
من عباد اللہ مضطہد + ببطن مکۃ مقہور و مفتون + کما فی الاتقان والسیرۃ
بعد ان شواہد کے ہم کہتے ہیں کہ اس لفظ کے استعمال میں جس قدر اختلاف تھا وہ اہل لغت و
تفسیر نے ظاہر کر دیا کہ اہل حجاز اسکو اسطرح بولتے ہیں اور اہل نجد بنی تمیم وغیرہ اسطرح
اس سے صاف ظاہر ہی کہ حجاز وغیرہ دیگر قطعات عرب میں یہ لفظ شائع و مستعمل تھا نہ
خاص ہوازن میں اور اگر خاص ہوازن کا ہو تو بھی بقول معترض مخل فصاحت نہیں
کیونکہ یہ حجازی قبیلہ ہی [illegible] ١٢ فقرہ سورۂ فرقان میں ہو وے کا نا موافق ما بولا
لفظ بولا غیر فصیح ہی اسکے معنی ہیں موت قریش نے یہ لفظ کبھی نہیں بولا بلکہ یہ لغت اہل عرب

کا ہی جو سمندر کے کنارہ مکہ سے بہت دور ایک شہر ہی اس لفظ کا قرآن مین داخل ہونا
ایسا ہی جیسے لفظ لاہوری کا دہلی کی زبان مین داخل ہونا **قول** صراح مین ہے
رجل بور بالضم ای هالك فاسد لاخير فيه وهو جمع بائر مثل حائل وحول
وحكى الاخفش عن بعضهم انه لغة وليس بجمع لبائر بوار بالفتح ہلاکی بہر حال
یہ لفظ خاص قریش کا محاورہ ہی شاہد اسکا یہ ہی عبداللہ بن الزبعری وقت مسلمان
ہونے کے عذر کرتا ہی **شعر** يا رسول المليك ان لساني راتق ما فتقت
اذا انا بور اذ اباری الشيطان فی سنن الغي ومن مال ميله مثبور
ابو لہب حضرت عبد المطلب کے مرثیہ مین کہتا ہی **شعر** كهولهم خير الكهول و
نسلهم كنسل الملوك لابور ولا نحر كما فی السيرة لبيد **شعر**
لا يطبعون ولا بوار فعالهم بل لا تميل مع الهوى احلامها كما فی
معلقته اور ایک شاعر کہتا ہی **شعر** فلا تكفروا ما قد صنعنا اليكم
وكافوا به فالكفر بور لصانعه كما فی الاتقان - پادری صاحب کہتے ہین کہ اس
لفظ کا قرآن مین داخل ہونا ایسا ہی جیسے لفظ لاہوری کا دہلی کی زبان مین داخل ہونا
مین کہتا ہون کہ اس لفظ کو غیر فصیح کہنا ایسا ہی جیسے ملک گونڈوانہ کا ایک گونڈ
یا بھیل واڑہ کا بھیل دہلی اور لکھنؤ کے کسی شہزادہ سے کہے کہ مین نے ایک آدمی سے
سنا ہی کہ لفظ پانی بھاشا زبان کا ہی اور بھاشا زبان دیہاتی گنواروں کی ہی ایسا
کیون بولتے ہین بلاشک وہ شہزادہ اوسکو یہ جواب دیگا کہ ہمنے اس لفظ کو اپنے ماں
باپ اور عزیزون سے سنا اور سیکھا ہی جو کہ عماید شہر تھے نہ دیہاتیون سے اس سے
زیادہ تم کو کیا جواب دین کیونکہ تم بالکل اجنبی اور وحشی ہو مگر جس نے تم سے یہ بات

کہی ہی یا تو اوس شخص کا یہ مطلب ہوگا کہ یہ لفظ در اصل قدیم الایام مین سبھا شا زبان کا تھا
یا وہ شخص غلطی پر ہی تمکو لازم تھا کہ ایک دو شخص کے کہنے پر اعتماد بھی نکرتے بلکہ اگر بہت
سے آدمی تم سے کہتے تو بھی ہم پر اعتراض نکرتے مدت سے یہ لفظ ہمارے شہر مین مروج ہی
اور جو مروج ہی اور ہم بولتے ہین وہی فصیح ہی گو وہ در اصل کہین کا لفظ ہو اور دیہاتی
بھی اوسکو بولتے ہون قق ۱۳ فقرہ سورہ قاف مین ہی فَنَقَّبُوا فِي الْبِلَادِ
لفظ نقبوا بمعنی ھربوا خلاف محاورہ ہی قریش کی زبان نہین یمن کا محاورہ ہی اقول
صراح تنقیب در شہرہا گشتن گریزان کذا فی ص و ق مجمع والتنقیب التنقیر بما
یصلح للسلوک وھو من النقب الذی ھو الفتح ای فتحوا المسالک فی البلاد بشدة
بطشھم اصلہ من النقب ھو الطریق وقیل معناہ سارو فی البلاد وطوفوا فیھا
بعد اس کے جواب یہ ہی کہ اگر یہ یمنی لفظ ہی تو بہت فصیح ہوگا لیکن خاص یمن کا نہین
معلوم ہوتا کیونکہ اہل لغت نے تصریح نہین کی بہرحال شعراء موثوقین کے کلام مین موجود ہے
عدی بن زید شعر نقبوا فی البلاد حذر الموت وجالوا فی الارض ای محال
ای ھربوا کما فی الاتقان امرء القیس شعر لقد نقبت فی الآفاق حتی
رضیت من الغنیمة بالایاب ای طوفت فی طرقھا وسرت فی نقوبھا
کما فی المجمع والعقد قق ۱۴ فقرہ سورۂ آل عمران کے ۸ رکوع مین ہی
لَا يَأْلُونَكُمْ خَبَالًا لفظ یالونکم بمعنی ینقصکم قریش کی زبان نہین ہی محمد صاحب نے
یہ گنواری لفظ غیر مستعمل بنی عبس کی زبان کا اپنے فقرہ مین ملا کر کلام فصاحت سے
خارج کر دیا چنانچہ ابن عباس نے بتا دیا ہی کہ بنی عبس کا لفظ ہی نہ قریش کا اقول
صراح مین ہی الو تقصیر کردن و درنگ نمودن و توانستن کذا فی ص و ق مجمع

لہ نقبت یعنی مین نے طوف کیا فی الآفاق حتی الخ ۱۲

لا یالونکم ای لا یقصرون فی اسرکم خبالا و لا ینزکون جهدهم یقال
الی نالو الوّا اذا فتر و ضعف و قصر و ما الوته خیرًا و شرًا ای ما قصرت
من فعل ذلك قال الخ جواب یہ ہی کہ یالو کے معنی ینقص نہ کسی مفسر[۵] نے لکھے اور
نہ اہل لغت نے معلوم ہوا کہ یہ معنی کسی مترجم نے بطور حاصل مطلب کے لکھدیے
ہین شاہد یہ ہی امرؤ القیس شعر و ما المرء ما دامت حشاشة نفسه
بمدرك اطراف الخطوب و لا آل کما فی المجمع و العقد ای لا مقصر فی
الطلب پس معلوم ہوا کہ یہ لفظ خاص عبسی نہین + اور اگر بالفرض بنی عبس کا ہی
تو بھی کچھ قباحت نہین ہی کیونکہ بنی عبس قیس بن عیلان مین ایک قبیلہ ہو جو اولاد مضر مین
اور غالبًا حجازی ہین اسواسطے کہ موضع قو کے پاس رہتے تھے اور اس قبیلہ مین
بڑے بڑے لئیق اور شریف اور نامی گرامی شاعر تھے چنانچہ عنترہ جیسی صاحب معلقہ ساقو
اسی قبیلہ مین تھا اور اسی قصیدہ سے اس قبیلہ کا حال کچھہ معلوم ہوجاتا ہی بہرحال
اعتراض محض تعصب ہی قولہ ۱۵ فقرہ سورۃ النساء مین ہی یجد فی الارض
مراغمًا کثیرًا لفظ مراغمًا قریش کا محاورہ نہین یہ وحشی اور غریب اور غیر مانوس لفظ
ہذیل کی گنواری بولی ہو اقول صراح مین ہی مراغم بالضم و فتح الغین گریز جاے
و رفتن جاے کذا فی ص و ق + مجمع المراغم المضطرب فی البلاد و المذهب +
شاہد یہ ہی شعر و اترك ارض جهضم ان عندی + رجاء فی المراغم و التعادی + کما
فی الاتقان عن ابن عباس + النابغة[۶] الجعدی شعر کطود یلاذ باركانه + عزیز
المراغم و المهرب کما فی الصحاح ابن السلیمانی الحماسی شعر اذا الارض
لم تجهل علیّ فروج جهاتی و اذ لی عن دار الهوان مراغم + کما فی الحماسة

سلہ ۵ ملا تین ای لا یقصرون لکم جہدہم فی الفساد ۱۲ کذا فی بیضاوی و مدارک ۱۲ منہ سلہ ۶ یہ وہی نابغہ ہی جس کا ذکر اوپر ہو چکا معمر و مسن تھا اور تا ہنگام فتنہ مسلمان ہوا تھا ۱۲

قولہ ۱۷ فقرہ سورہ سبا میں ہے فارسلنا علیہم سیل العرم چھوڑ دیا ہم نے
اون پر نالہ زور کا ۔ سعید بن منصور نے اپنی کتاب سنن میں عمرو بن شرحبیل سے روایت
کی ہے کہ لفظ سیل العرم اہل یمن کا گیت ہو یہ لفظ جو قریشی نہیں ہے وحشی غیر مستعمل
یمن کے مسافروں کی زبان سے گیت سنکر قرآن میں بول دیا ہے۔ اقول صراح عرم
بند ہاے آب لا واحد لہا من لفظہ وقیل واحدہ عرمۃ ۔ کذا فی ص و ق
جمع العرم المسناۃ التی تحبس الماء واحدها عرمۃ اخذ من عرامۃ الماء
وهی ذهابه کل مذهب قال الاعشی الخ وقیل العرم اسم واد کان یجتمع
فیه سیول من اودیۃ شتی وقیل العرم هنا اسم الجرذ الذی نقب السکر علیهم
وهو الذی یقال له الخلد وقیل المطر الشدید ۔ قصہ سبا کا یہ ہے کہ یمن کے نالوں کا
پانی سرزمین سبا کی طرف دو پہاڑوں کے درمیان ہو کر جاتا تھا اور اہل سبا کو
نقصان دیتا تھا اس لیے اونہوں نے مقام مارب میں دونوں پہاڑوں کے
درمیان ایک سد یعنی بند آب باندھ دیا تھا اور حسب ضرورت اوس میں سے
پانی لے لیا کرتے تھے اور اس سبب سے وہ سرزمین نہایت سیر حاصل اور قابل
زراعت تھی اور زراعت و باغات کثرت سے تھے ہر قسم کی اجناس اور میوے
پیدا ہوتی تھی قدم قدم پر آبادی تھی بہت وسیع زمین تھی شہر سبا وہاں بڑا قدیم اور
بستا آباد شہر تھا اور یمن کا دار الامارہ تھا وہاں بڑی ثروت اور اہل علم و ہنر اور شرفا
رہتے تھے جب اہل سبا نے انبیاے الٰہی کی تکذیب کی اور کفر کیا تب حق تعالیٰ نے
ایک چوہے کو حکم دیا کہ وہ اوس میں سوراخ کر آیا اور بند ٹوٹ کر پانی اوس کا
زمین سبا میں پہنچا بہت سے اوس میں غرق ہو گئے اور بہت سے متفرق و پریشان

ہو کر جگہہ جگہہ قطعات عرب مین جا بسے بعض اون مین مکہ معظمہ اور اوسکی نواح مین آباد ہوئے چنانچہ خانہ کعبہ مدتون اونکے قبضہ اور تولیت مین رہا بعد اون کے قریش کے قبضہ مین آیا تھا اور قبیلہ ازد عمان مین جاکر آباد ہوا اور قبیلہ خزاعہ بطن مر مین جا رہا اور اوس و خزرج یثرب یعنی مدینہ مین جا بسا غسان شام کو چلے گئے اور جذیمہ عراق مین جا رہے اور بعض قبائل وہین یمن کے دیگر قطعات مین اوٹھ گئے چنانچہ یہ سب قصہ عرب کی تواریخ مین موجود ہی اور کچھہ مختصر بطور اشارہ سورہ سبا مین بھی فرمایا گیا ہی کما قال اللہ تعالی لَقَدْ كَانَ لِسَبَإٍ فِي مَسَاكِنِهِمْ آيَةٌ جَنَّتَانِ عَنْ يَمِينٍ وَّ شِمَالٍ الخ الغرض جسقدر قبائل کے نام پادریصاحب نے لکھے ہین اون مین اکثر قبائل انھین مین سے ہین جو اس تفرقہ سے عرب مین جاکر آباد ہوئے پس انکی زبان مین بھی شہر سبا کی سب سے عمدہ اور افضل ہو گی شاہد اعشی شعر و فی ذاك للمؤتسی اسوة ؛ و مارب عفّی علیه العرم ؛ رخام بنته لهم حمیر ؛ اذا جاء مَوّاره لم یرم ؛ کما فی المجمع والسیرة ؛ امیة بن ابی الصلت شعر من سبا الحاضرین مارب اذ یبنون من دون سیله العرما ؛ کما فی السیرة دیکھو یہ دونو شعر اسی بند سبا کے باب مین ہین اور یہ دونون شاعر یمن کے نہین تھے اعشی یمامہ کا تھا اور امیہ حجاز کا تھا علاوہ اسکے ظاہر اکثرت استعمال و شہرت کے سبب لفظ عرم سد مارب کے واسطے مثل علم و نام کے ہو گیا تھا ایسی صورت مین اوسی لفظ کا لانا مناسب تھا قطع نظر اسکے اگر یہ لفظ یمن کا ہی تو بلاشک فصیح ہی اور اگر وہان کا گیت ہی تو نہایت ہی فصیح کیونکہ گیت اور مثل نہایت مستعمل اور فصیح ہوتے ہین معلوم ہوا کہ پادریصاحب ہر ملک کے گیتون کو ہندوستان کے ہندی بھاشا گیتون پر قیاس کرتے ہین جو

اہل شہر کے ناپسند ہوتے ہین لیکن یہان ناپسندی کی وجہ یہ ہی کہ بھاشا اونکی زبان
نہین یہان کے گیتون کی فصاحت کو ہند وفصحا سے دریافت کرو کہ وہ اونکے نزدیک
کس مرتبہ فصیح اور موثر اور دلچسپ ہین **قولہ** ۱۷ فقرہ بنی اسرائیل مین ہے
کَانَ ذٰلِکَ فِی الْکِتَابِ مَسْطُوْرًا جویر نے اپنی تفسیر مین ابن عباس سے روایت
کی ہے کہ لفظ مسطورا قریش کی زبان نہین بلکہ حمیر کی بولی ہی وہی لوگ کتاب کو اسطورا
بولتے ہین **اقول** صراح سطر رشتہ ہر چیز و خط اسطر و سطور جمع + سطر بفتحتین
مثلہ اسطارۃ بالکسر نبشتن یقال سطر الکتاب ای کتب واستطر مثلہ کذا فی ص
و ق مجمع المسطور المکتوب قال الخشا ہدیہ ہی عجاج شعر واعلم بان ذی الجلال
قد قدر؛ فی الصحف الاولی التی کان سطر؛ + کما فی المجمع جریر شعر من شاء
بایعتہ مالی وخلعتہ؛ ما تکمل التیم فی دیوانہم سطرا + مرفی بہ مصرعہ
اذوا سطار اسطرن سطرا + کما فی الصحاح + دیکھو نہ یہ شعر احمیر کے تھے اور نہ اہل لغت
نے یہ تخصیص بیان کی اور اگر بالفرض ہو تو کچھ قباحت نہین؛ کیونکہ حمیر یمن کا ایک نامی
گرامی قبیلہ ہی اور اسطورا کسی اہل لغت نے بمعنی کتاب نہین لکھا اگر کہین کا محاورہ ہوتا
تو اہل لغت بھی ضرور لکھتے **قولہ** ۱۸ فقرہ سورہ رعد مین ہی اَفَلَمْ یَیْأَسِ الَّذِیْنَ
اٰمَنُوْا یہ بھی بنی ہوازن کی زبان ہی اور فرا لکھتا ہی کہ یمن کے قبائل سے اہل نخع کا یہ
محاورہ ہی **اقول** صراح مین ہی یاس نومید شدن وقولہ تعالی اَفَلَمْ یَیْأَسِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا
ای افلم یعلم کذا فی ص و ق مجمع ای افلم یعلموا + بعدہ اسکے تین جواب ہین —
اولاً یہی معنی متحتم نہین زجاج لکھتا ہی کہ یہان نومید ہونے کے معنی ہین —
ثانیاً خود اہل لغت کو اشتباہ ہی کہ یہ کہان کا لغت ہی بہرحال اگر ہوازن کا ہی تو نہایت فصیح ہی کیونکہ

ابو جعفر نحوی کے نزدیک یہ قبیلہ افصح العرب ہی اور اگر یمن کا ہی تو بھی نہایت فصیح ہی
کما مر ملہ ثالثًا اشعار عرب سے ظاہر ہی کہ یہ تمام فصحاے عرب کا محاورہ ہی
یمین کا مخصوص نہین شاہد بمعنی علم یہ ہی مالک بن عوف شعر لقد یئس الاقوام
انی انا ابنہ و ان کنت عن ارض العشیرة نائیا کما فی الاتقان عن ابن عباس
والجمع سحیم بن وثیل یربوعی شعر اقول لاہل الشعب اذ یاسروننی +
الم تیئسوا انی ابن فارس زہدم + کما فی الصحاح والجمع + دیکھو مالک بن عوف
غالبًا حجازی تھا نخع کا نہ تھا یا یمامہ یا نجد کی طرف کا اور سحیم یربوعی قبیلہ تمیم مین سے
تھا پس اعتراض محض بے اصل ہی **قولہ** ۱۹ فقرہ سورہ الرحمن مین ہی والحب
ذو العصف والریحان ابن جوزی نے اپنی کتاب فنون الافنان مین لکھا ہی کہ
یہ محاورہ اور محاورات مندرجہ ذیل قریش کی زبان کے نہین لفظ ریحان بمعنی رزق
محمد نے ہمدان کے محاورہ پر بولا ہی قریش کی زبان نہین ہی واضح ہو کہ لفظ ریحان
بقول جلال الدین و ابن عباس و ابن جوزی و بیضاوی و قاموس کے بمعنی رزق
اس جگہہ محمد صاحب نے بولا ہی جس پر بڑا اعتراض پڑتا تھا عبد القادر نے اپنے ترجمہ
مین اعتراض دفع کرنے کو اس لفظ کا ترجمہ پھول و خوشبو کیا ہی پر اس تحریف معنوی
کو ہم کب مانتے ہین جبکہ قدما نے اوسکو بمعنی رزق سمجھا ہی **اقول** پادری صاحب نے
یہان تین دعوے کیے ہین ایک یہ کہ ریحان بمعنی رزق ہمدان کی زبان ہی دوسرے
یہ کہ بقول جلال الدین و ابن عباس وغیرہ یہان ریحان بمعنی رزق ہی تیسرے یہ کہ
ایک بڑی اعتراض رفع کرنے کی غرض سے عبد القادر نے اسکے معنی مین تحریف
کی ہی — یہ تینون دعوی غلط ہین پہلا دعوی اسواسطے غلط ہی کہ اہل لغت یعنی صاحب

ملہ مالک بن عوف یکنی ابا الہیثم اخرج ابو الفرج فی الاغانی عن ابن شہاب ان مالک بن عوف کان من اکثر الناس شعرا وان غالبا

ملہ [illegible]

صحاح و قاموس اور مفسرین نے ہمدان کی تخصیص کو بیان نہین کیا اور غیر ہمدانی شعرا
کے بولنے سے ظاہر ہی کہ خاص ہمدان کا ہی محاورہ نہین شاہد یہ ہی نمر شاعر جاہلی
شعر سلام الاله و ریحانه + و رحمته و سماء درر + کما فی الصحاح و المجمع اور
عرب مین یہ محاورہ نہایت مشہور و مستعمل تھا سبحان الله و ریحان الله و سبحانك
و ریحانك - نابغة **شعر** رقاق النعال طیب حجزاتهم + یحیون بالریحان یوم
السباسب + کما فی العقد یہان بھی غالبا ریحان بمعنی رزق و نعمت ہی پس تخصیص
ہمدان کی ظاہرا درست نہین اور دوسرا دعوی اسواسطے غلط ہی کہ جلال الدین نے
اتقان مین ابن عباس سے بطرق صحیحہ لکھا ہی العصف التبن و الریحان خضرة الزرع
اور اسی روایت کو اوس نے اولی او معتمد لکھا ہی اور جلالین مین لکھا ہی الریحان
الورق او المشموم بیضاوی مین ہی الریحان المشموم او الرزق پادریصاحب کہتے
ہین کہ بیضاوی کے نزدیک ریحان کے معنی رزق ہین حالانکہ اوس نے دونون
معنی لکھے ہین بلکہ مشموم قول اول کرکے لکھا ہی جس سے ظاہر ہوتا ہی کہ وہی قول
مختار ہی قاموس مین ہی الریحان نبت طیب الرایحة او کل نبت کذلك او اطرافه
او ورقه و الولد و الرزق پادریصاحب کہتے ہین کہ صاحب قاموس کے نزدیک
اس جگہہ ریحان بمعنی رزق ہی حالانکہ قاموس مین اس آیت کا ذکر بھی نہین ہے او
اگر اوس نے کسی دوسری کتاب مین لکھا ہو تو اوسکا نام بتانا چاہیے اور ابن جوزی
کی فنون الافنان کا جو حوالہ دیا ہی اوسکی عبارت نقل نہین کی اور ظاہرا وہ کتاب
معترض کے پاس بھی نہین لیکن یہ حوالہ بھی غلط معلوم ہوتا ہی کیونکہ اور حوالے غلط ہین
تیسرے دعوی کا یہ جواب ہی کہ اکثر مفسرین نے یہان ریحان کے معنی خوشبو گھانس اور

مشموم لکھے ہین چنانچہ تفسیر جلالین وبیضاوی کی عبارتین مذکور ہوچکی ہین اور تفسیر اکلیل
مین بھی دوسرا قول نقل کرکے لکھا ہی وقیل معناہ وفیہا الریحان الذی یشمو —
مجمع البیان مین بھی بعد نقل اقوال بمعنی رزق لکھا ہی وقال الحسن وابن زید ھو
ریحانکم الذی یشم ہرحال یہ صرف عبدالقادر بیچارہ کا قول نہین جس پر تحریف
کا اتہام کیا ہی تحریف یہ ہی جو مہرنان انجیل کو بھی نہ سوجھی ہوگی کہ عوام کے مغالطہ کے
واسطے چند بڑی بڑی کتابون کے نام لکھکر لکھدیا کہ ان کتابون مین ریحان بمعنی رزق
لکھا ہی گویا یہ ظاہر کیا کہ ان کتابون مین ریحان کے معنی مشموم نہین لکھے حالانکہ یہ معنی بھی لکھے ہین
اگر راست بازی کا دعوی ہی تو ان حوالون کی تصحیح کردینا ضرور ہی اور اوس اعتراض
کو بھی بیان کرنا ضرور تھا جسکے دفع کے واسطے عبدالقادر کو تحریف کی ضرورت ہوئی
تاکہ اوس کا بھی جواب دیا جاتا اگر یہی اعتراض ہی کہ ریحان بمعنی رزق قریش کی زبان
نہین تو محض واہیات ہی عبدالقادر کو اس امر کا وہم بھی کبھی نہوا ہوگا کہ قریش کے سوا
تمام عرب کی زبان غیر فصیح ہی اور اگر کوئی اور اعتراض ہے تو اوسکا بیان لازم تھا ۱۱
قولہ ۲۰ فقرہ سورہ نمل مین ہی قُل لَّا یَعْلَمُ مَن فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا
اللّٰہُ علامہ زمخشری نے لکھا ہی کہ یہ استثنا منقطع محمد صاحب نے قریش کے برخلاف بولی
آؤ پھر دیکھو کہ علامہ ابوالقاسم عربی جس نے ایک بڑی کتاب اسی بات کی تحقیقات مین کہ
آیا قرآن مین کتنے محاورات محمد صاحب نے قریش کی زبان کے برخلاف بولے ہین
لکھی ہی جسکو مسلمان اپنا بہت بڑا فاضل جانتے ہین بلکہ اوسکی کتابون سے قرآن کے مفسر
سند لاتے ہین وہ کہتا ہی کہ یہ ستر محاورے مندرجہ ذیل بنی کنانہ کی زبان کے قرآن مین
بولے گئے ہین یعنے قریش کی زبان کے برخلاف جنکو راقم اپنی تعداد سابقہ مین درج کرتا ہے

اقول یہان استثنا کے منقطع اور متصل ہونے مین اختلاف ہی اور جب اسمین اختلاف
ہی تو اسکے خلاف قریش ہونے مین بھی اختلاف ہوا اگر ہم فرض کرتے ہین کہ یہ استثنا منقطع
ہی اور بنی تمیم کے محاورہ کے موافق ہی لیکن اس مین کچھہ قباحت نہین اور نہ خلاف فصاحت
ہی کیا بنی تمیم عرب العرباء اور معتبر اللسان نہین تھے اگر نہین تھے تو قواعد عرب مین انکے
محاورات کیون لکھے گئے قواعد مین غیر فصیح اور وحشیون کے محاورات نہین لکھے جاتے
اور اگر لکھے جاتے ہین تو انکی غیر فصاحت کا اظہار کر دیا جاتا ہی اور کیا پادری صاحب واقف
نہین کہ عرب مین یہ قبیلہ نہایت مشہور و معروف و معزز ہی جس مین بڑے بڑے شریف
اور نامی گرامی شاعر ہوئے ہین انکے محاورات غیر فصیح نہین اور نہ یہ امر کہ ایک قبیلہ کا محاورہ
دوسرے قبیلہ والا نہ بولے یا اوس کو غیر فصیح سمجھے چنانچہ اسی محاورہ تمیمی کو یعنے
استثناء منقطع کو غیر تمیمی شعراء نے بھی اپنے اشعار مین لکھا ہی حمران بن شری شعر
وبلدة لیس فیہا انیس + الا الیعافیر والا العیس + دوسرا شاعر کہتا ہے
شاعر شعر لا یری فی بیتہ القلیف + الا الحمیت المفعم المکشوف
کما فی الحماسة ۔ اور بعد اسکے پادری صاحب جو لکھتے ہین کہ ابو القاسم الکتاب کہتا ہے
کہ یہ محاورہ بنی کنانہ کی زبان کے ہین فقط جواب اسکا یہ ہی کہ اگر یہ الفاظ کنانہ کے ہین
تو بھی نہایت فصیح ہین کیونکہ بنی کنانہ حجازی اور ہمسایہ قریش تھے اور حسب و نسب اور
شجاعت و فصاحت وغیرہ مین قریش کے ہمسر تھے کنانہ کے چند بیٹے ہوئے منجملہ انکے
نضر یعنی قریش بھی تھے لیکن قریش کی اولاد جدا گانہ نام سے مشہور ہو گئی اور باقی
اولاد کنانہ کی کنانی کہلائی اور جسطرح قریش بوجہ شجاعت کے حماسی کہلاتے تھے
اسی طرح یہ بھی حماسی کہلاتے تھے اور جسطرح قریش بغیر احرام حرم کعبہ مین داخل ہونے

کے مجاز تھے کنانہ بھی اسی طرح سے مجاز تھے۔ اور بعد اسکے جو پادری صاحب
لکھتے ہین کہ جنکو راقم اپنی تعداد سابقہ مین درج کرتا ہی + اسکا مطلب کچھ سمجھ
مین نہین آیا کیونکہ سابقہ کے معنی اگلی کے ہین یعنے پیشتر اور پہلے اسواسطے یہ تعداد
مذکورہ اس قول سے یعنی بیس نمبر سے پہلے ہونی چاہیے سو اوسکو ہر چند تلاش کیا
مگر دستیاب نہوئی لیکن اتفاقاً بعد بیس نمبر کے جب وہ تعداد دیکھی گئی تب معلوم ہوا
کہ پادریصاحب نے عوام الناس بلکہ اطفال ابجد خوان کی طرح سابقہ کو بجاے لاحقہ
کے فرمایا ہے پس نہایت تعجب ہوا کہ ہنوز پادریصاحب سابق ولاحق کو نہین جانتے
ع ای طبل بلند بانگ در باطن ہیچ ۲۱ **قولہ** ۲۱ فقرہ بقرہ مین ہی اَلَآ
اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَآءُ لفظ سفہا بمعنی جہال بنی کنانہ کی زبان ہی قریشی بولی نہین۔
اقول صراح سفہ بفتحتین بی خردی وسبکی وہو ضد الحلم ۱۲ کذا فی ص وق مجمع
والسفیہ ضعیف الرای الجاھل القلیل المعرفۃ بمواضع المنافع والمضار ولذا
لذلک سمی اللہ تعالیٰ الصبیان والنساء سفہاء بقولہ وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ
اَمْوَالَكُمُ الَّتِي جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِيَامًا وقال قطرب السفیہ الظلوم القائل خلاف
الحق وقال مورج السفیہ الکذاب المتعمد بخلاف ما یعلم وقیل السفہ خفۃ
الحلم وکثرۃ الجہل یقال ثوب سفہ اذا کان رقیقا بالیا وسفہتہ
الریاح ای طیرتہ وقد جاء فی الاخبار ان شارب الخمر سفیہ اگر معترض کو
خاص اتقان والے ترجمہ پر اعتراض ہی تو محض نزاع لفظی بلکہ موجب سفاہت ہے
کیونکہ جس نے سفیہ کے معنی جاہل لکھے ہین وہ بھی اسی اعتبار سے لکھے ہین کہ جاہل
ضعیف الراے نفع اور نقصان کے موقعون سے ناواقف ہوتا ہی اور ہم کو اس قدر

تحقیق اور بیان کی بھی ضرورت نہین اسکا جواب نہایت سہل یہ ہی کہ قرآن مین وہی
معنی مراد ہین جو قریش مین مستعمل تھے اور استعمال قریش کا خود قرآن سے ظاہر ہے
کہ اونکا مقولہ موجود ہے قَالُوٓا اَنُؤمِنُ کَمَآ اٰمَنَ السُّفَهَآءُ پس جس معنی مین
مشرکین قریش مؤمنین کو سفہاء کہتے تھے اوسی معنی مین خدا نے اونکو سفہاء
فرمایا ہے مترجم اور مفسر کو اختیار ہی کہ اوسکو کسی لفظ سے تعبیر کرے علاوہ شہادت
قرآن کے دوسرا شاہد یہ ہی حضرت ابو طالب عم رسول مقبول صلعم **شعر** اظاہر تم
قوما علینا سفاهة ٭ وامرا غویا من غواة وجهل + کما فی السیرة ایضا
شعر فلا تسفهوا احلامکم فی محمد ٭ ولا تتبعوا امر الغواة الاشائم +
نابغہ **شعر** ان الحمول التی راحت مهجرة ٭ یتبعن امر سفیه الرای مغیار +
کما فی العقد **قولہ** ۲۲ فقرہ اعراف مین ہے کُونُوا قِرَدَةً خَاسِئِینَ لفظ
خاسئین بمعنی صاغرین کنانہ کی گنواری بولی ہے قریش کبھی نہین بولتے **اقول**
صراح خَسَأ راندن سگ را و رفتن سگ لازم و متعدی انخسا رفتن سگ کذا
فی ص و ق + مجمع خاسئین مبعدین مطرودین + شاہد یہ ہی راجع کالکلب
ان قلت لہ اخسأ انخسأ کما فی الصحاح والمجمع چونکہ آدمیون کو بندر بنا دینا ایک
نوع کا عذاب اور تذلیل اور توہین ہی اور کتے کو یا آدمی کو نکال دینا اور کہنا کہ
دور ہو یہ بھی موجب تذلیل و توہین ہی گویا حق تعالے نے اونکو کتے کی طرح ذلیل
طور پر نکال دیا اور رحمت سے دور کردیا اور صاغر کے معنی بھی ذلیل اور خوار ہین
پس معلوم ہوا کہ مترجم نے لفظی ترجمہ نہین کیا مرادی معنی لکھدیے ہین - پادری صاحب
کو مناسب ہی کہ ایسے اعتراضات تیلی تنبولیون کے سامنے بر سر سڑک کر لیا کرین

کتابون مین نه کها کرین قوله ۲۳ نقره بقرمین ہے قول وَجُهَكَ شَطْرَ
الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ لفظ شطر بمعنی تلقاء قریش کی زبان نہین گنواری زبان سے
اقول صراح شطر سوی یقال قصدت شطره ای نحوه وفیه خیر یقال
احلب حلبا لك شطره ای نصفه كذا فی ص وق + مجمع شطر المسجد الحرام
ای نحوه وتلقائه یہ لفظ خاص بنی کنانہ کا نہین بلکہ قریش وغیرہ تمام فصحاء عرب
استعمال مین تھا شاہد یہ ہے کعب بن مالك شعر عبدٌ وحُرٌّ كريم موثق قنصا
شطر المدينة ماسور ومقتول + كما فى السيرة - ابو ذؤيب الهذلى شعر
ان العسير بها داء يخامرها + فشطرها نظر العينين محسور + ای منقطع نحوها
ونصب شطرها على الظرف كما فى الصحاح والمجمع شاعر شعر وقد اظلكم من
شطر ثغركم + هول له ظلم يغشاكم قطعا + ای نحو من ثغركم - كما فى المجمع
قوله ۲۴ نقرہ بقرہ مین ہے ماله فی الآخرة من خلاق لفظ خلاق بمعنی نصیبه
قریش کی زبان نہین کنانہ کا وحشی لفظ ہے اقول صراح خلاق بالفتح بہرہ کذا
فی ص وق + مجمع فما له فی الآخرة من نصیب یہ لفظ ہرگز وحشی نہین بلکہ
اہل حجاز کے روزمرہ مین داخل تھا شاہد یہ ہے امیہ بن ابی الصلت شعر یدعون
بالویل فیها لا خلاق لهم الا سرابیل من قطر واغلال + كما فى الاتقان - قوله
۲۵ نقرہ مائدہ مین ہے وَجَعَلَكُمْ مُلُوكًا لفظ ملوکا بمعنی احرارا کبھی قریش نے
نہین بولا وحشی اور گنواری محاورہ ہے اقول صراح والملك مقصور من مالك
او مليك ملوك املاك جمع كذا فی ص مجمع جعلکم ملوکا بان سخر لكم
من غيركم خدما يخدمونكم عن قتادة وقيل انهم خاطبهم موسى

بذلك لانهم كانوا يملكون الدور والخدم ولهم نساء وازواج وكل من ملك
ذلك ولا يدخل عليه الا بامره فهو ملك كائنا من كان عن عبد الله بن عمرو
بن العاص وزيد بن اسلم والحسن ويؤيد ذلك ما روي عن النبي انه قال
من اصبح امنا في سربه معافيا في بدنه وعنده قوت يومه فكانما خيرت
له الدنيا بحذافيرها وقيل الملك وهو الذي له ما يستغني به عن تكلف
الاعمال وتحمل المشاق والتسكع في المعاش عن ابي علي الجبائي وقيل انهم
جعلوا ملوكا بالمن والسلوى والحجر والغمام عن ابن عباس ومجاهد
بعد اسکے جواب یہ ہی کہ اس لفظ کا اصل ترجمہ احرار یعنی آزادان نہیں اور نہ کسی مفسر
نے لکھا اصل ترجمہ اسکا صاحب ملک ہی اور چونکہ صاحب ملک آزاد غیر مملوک ہوتے ہیں
اسواسطے اگر کسی مترجم نے اپنی راے سے اسکا ترجمہ احرار کر دیا تو کچھ قباحت نہیں
ایسے اشخاص ذوی ثروت اور رؤساء شہر کو فصحاے عرب ہمیشہ سے ملوک بولتے ہیں
خاص کسی قبیلہ کا یا گنواری محاورہ نہیں شاہد یہ ہی — امیہ بن ابی الصلت درباب
اصحاب فیل شعر حوله من ملوك كندة ابطال + ملاويث في الحرب صقور
كما في السيرة ظاہر ہی کہ قبیلہ کندہ کے لوگ سب بادشاہ نہ تھے بلکہ بادشاہ اون کا
ابرہہ تھا — کعب بن الاشرف احد بنی قریظہ یحرض علی رسول الله ویبکی
اصحاب القليب شعر طحنت رحا بدر لمهلك اهله + ولمثل بدر تستهل
وتدمع + قتلت سراة الناس حول حياضهم + لا تبعدوا ان الملوك تصرع
+ كما في السيرة حسان في غزوة احد شعر فكانوا ملوكا بارضهم
ينادون عضبا بامر غشمر + ملوكا على الناس لم يملكوا + من الدهر يوما كحل

۵ یعنی یہ اشعار کعب بن الاشرف کے ہیں جو قبیلہ قریظہ سے تھا ان اشعار میں وہ کفار کو [illegible] صلعم سے [illegible] اور جنگ بدر میں [illegible]

القسم ٭ ملوک اذا غشموا فی البلاد ٭ لا ینکلون ولکن قدم ٭ کما فی السیرۃ

قولہ ۲۶ فقرہ انعام مین ہے کُلَّ شَیْءٍ قُبُلًا لفظ قبلا بمعنی عیانا قریشی محاورہ نہین کسی وحشی بولی کا لفظ ہے **اقول** صراح و یقال رأیتہ قبلا ای مقابلۃ وعیانا وقبلا بضمتین قبیل جماعت مردم قبل بضمتین جمع و قولہ تعالیٰ وَحَشَرْنَا عَلَیْهِمْ كُلَّ شَیْءٍ قُبُلًا ای قبیلا قبیلا وقیل عیانا قبیل انچہ پیش و یہ فرود آرد رلیمان ارنیدہ و دبیر انچہ سپس وے بر آرد کذا فی ص وفی مجمع قبلا یحتمل ان یکون جمع قبیل بمعنی الکفیل ویجوز ان یکون بمعنی الصنف کما فسر ابو عبیدہ ویجوز ان یکون بمعنی قبل ای مواجھۃ کما فسرہ ابو زید فی قولہ لقیت فلانا قبلا وقبلا وقبلا ومقابلۃ وقبیلا کلہ واحد وھو المواجھۃ قبلا ای معاینۃ ومقابلۃ عن ابن عباس وقتادہ وقبلا ای قبیلا قبیلا یعنی جماعۃ جماعۃ عن مجاھد ھذا اذا حملہ قبلا علی جمع القبیل الذی ھو الصنف وقیل کفلاء عن الفراء وھذا الوجہ فیہ بعد الخ بعد اسکے ہم کہتے ہین کہ یہان لفظ قبلا کے معنی مین اختلاف ہے ایک معنی متعین نہین البتہ سورۂ کہف مین جو یہ لفظ وارد ہے وہان یہی معنی متعین ہین مگر بہر حال ہم یہان بھی اسی معنی کو تسلیم کرکے جواب دیتے ہین کہ قبلا اور قبیلا بمعنی عیانا مستندین و موثقین عرب کا محاورہ ہے وحشی نہین چنانچہ اسی واسطے قبیل اور قبول قابلہ کو کہتے ہین اور ہر ایک چیز کو کہتے ہین جو روبرو آوے اعشی شعر

أصالحکم حتی تبوءوا بمثلھا ٭ کصرخۃ حبلی یسرتھا قبیلھا ٭ اور عرب میں بطور مثل بولتے ہین ما یعرف قبیلا من دبیر ای ما یعرف ما اقبل مما ادبر قال کمیت بن زید شعر تفرقت الامور بوجھتیھم ٭ فما عرفوا الـ

من القبیل ہو کما فی السیرۃ صاحب سیرت نے بھی اس لفظ کا انہین شعرون سے
استشہاد کیا ہی نابغۂ جعدی ع انما ذکری کنار بقبل ہو پس اعتراض محض
جہالت ہی اور کچھ نہین قولہٗ ۲۷ اُولٰئِکَ لَمْ یَکُوْنُوْا مُعْجِزِیْنَ فِی الْاَرْضِ
لفظ معجزین بمعنی سابقین غلط بولا اور قریش کی زبان کا محاورہ نہین اقول صراح
اعجاز ناتوان و عاجز یافتن کسی را و در گذشتن چیزی از کسی یقال اعجزہ الشیٔ ای
فاتہ کذا فی ص و ق + مجمع الاعجاز الامتناع عن المراد بما لا یمکن معہ
ایقاعہ ای لم یکونوا فائتین فی الارض ھربا فیہا من اللہ تعہ اذا اراد
اھلاکہم اس لفظ کے یہ اصل معنی نہین جو ابو القاسم نے لکھے ہین اگر ہوتے تو کوئی
اہل لغت یا مفسر بھی لکھتا معلوم ہوا کہ اوس نے یہ معنی بطور حاصل مطلب کے لکھدیے
ہین اور چونکہ یہ لفظ اپنے اصلی معنی مستعملہ مین بولا گیا ہی اسواسطے استشہاد کی ضرورت
نہین رہی قولہٗ ۲۸ فقرہ ہود مین ہی وَلَا تَرْکَنُوْا اِلَی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا لفظ ترکنوا
بمعنی تمیلوا غلط ہی قریش کے فصحا کبھی ایسا نہین بولتے یہ کنانہ کا لغت ہی اقول صراح
رکون میل کردن بچیزے یقال رکن الیہ و ساکن شدن کذا فی ص و ق + مجمع الرکون
الی الشیٔ السکون الیہ بالمحبۃ لہ و الانصات الیہ و نقیضہ النفور عنہ یہ لغت
خاص کنانہ کا نہین تمام فصحائے موثقین عرب مین مستعمل تھا قطری بن الفجاءۃ المازنی
الحماسی شعر لا یرکنن احد الی الاحجام ٭ یوم الوغا متخوفا لحمام ٭ دیکھو
قطری مازنی تھا کنانی نہین تھا قولہٗ ۲۹ فقرہ سورہ کہف مین ہی وَھُمْ فِیْ فَجْوَۃٍ
مِنْہُ لفظ فجوۃ بمعنی ناحیہ بولنا غلط ہی قریش کی زبان مین نہین بولتے اقول
صراح فجوہ شگاف میان دو کوہ و جز آن قولہ تعالی فی قصہ اصحاب الکہف وَھُمْ

فِی فَجْوَۃٍ مِنْہُ۔ کذا فی ص وق۔ مجمع والفجوۃ المتسع من الارض وجمعہ فجوات وفجوۃ الدار ساحتہا جواب یہ ہی کہ اگر یہ لفظ بقول معترض قریش کا نہین تاہم کچھہ قباحت نہین کیونکہ یہ وہ شیرین لفظ ہی کہ جسکو فصحاے عرب بولتے تھے شاہد یہ ہی شاعر شعر الست قومك مخزاۃ ومنقصۃ ۞ حتی ابیحوا وخلوا فجوۃ الدار ۞ کما فی السیرۃ **قولہ** ۳۰ فقرہ کہف مین ہی وَلَنْ تَجِدَ مِنْ دُوْنِہٖ مَوْئِلًا لفظ موئلا بمعنی ملجأ قریش کی زبان نہین کہین کا گنواری لفظ ہے **اقول** صراح وأل پناہ گرفتن موئل پناہ کذا فی ص وق۔ مجمع موئلا ای ملجأ عن ابن عباس وقتادہ وقیل منجا عنہم عن ابی عبیدۃ قال یقال لا وألت نفسہ ای لا نجت شاہد یہ ہی اعشی شعر وقد اخالس رب البیت غفلتہ ۞ وقد یحاذر منی ثم لا یئل ۞ شاعر ع لا وألت نفسك خلیتہا ۞ کما فی المجمع۔ حضرت ابوطالب ایک قصیدہ طویلہ مین ابوسفیان سے مخاطب ہوکر قریش کے ایذا کی شکایت فرماتے ہین شعر امطعم ان القوم ساموك خطۃ ۞ وانی متی اوکل فلست بوائل ۞ کما فی السیرۃ پادری صاحب اوپر لکھتے ہین کہ یہ ستّرہ الفاظ بتصریح ابو القاسم بنی کنانہ کے ہین اور یہان لکھتے ہین کہ کہین کا گنواری لفظ ہی **قولہ** ۳۱ فقرہ انعام مین ہی فَاِذَا ھُمْ مُّبْلِسُوْنَ مبلسون بمعنی آیسون قریش کی زبان نہین **اقول** صراح بلس ابلاس نومید شدن از رحمت حق۔ ومنہ سمی ابلیس کذا فی ص وق۔ مجمع المبلس الشدید الحسرۃ وقال الفراء المنقطع الحجۃ ۞ شاہد یہ ہی رؤبہ شعر وحضرت یوم الخمیس الاخماس ۞ وفی الوجوہ صفرۃ الا بلاس ۞ کما فی المجمع

قولہ ۳۲ فقرہ صافات کے اول مین ہے مِن كُلِّ جَانِبٍ دُحُورًا لفظ دحورًا گنواری
بولی ہے قریش کبھی دحور بمعنی طرد نہین بولے اقول صراح دحر دحور راندن
و دور کردن کذا فی ص و ق + مجمع الدحور الدفع بالعنف شاہد یہ ہے علی
ابن ابی طالب - او بعض المسلمین یذکر اجلاء بنی النضیر و قتل کعب
بن الاشرف - شعر و قلن لاحمد ذرنا قلیلا ٭ فانا من النوح لم نشتف
فخلاھم ثم قال اظعنوا ٭ دحورا علی رغم الانف ٭ کما فی السیرۃ قولہ
۳۳ قُتِلَ الْخَرَّاصُوْنَ لفظ خراصون وحشی لفظ ہے فصحاء عرب نے کبھی خراصون بمعنی
کاذبون نہین بولا اس لیے یہ محاورہ غلط اور غیر فصیح ہے اقول صراح خرص تخمین کردن
میوہ بر درخت و دروغ گفتن کذا فی ص و ق + مجمع والخراص الکذاب والخرص
الظن والحدس واصل الخرص القطع من قولہم خرص فلان کلاما واخترصہ
اذا اقتطعہ من غیر اصل + اگرچہ شاہد اس لفظ کا سردست دستیاب نہین ہوا
کیونکہ ہمارے پاس دواوین اور کتب متقدمین نہین مگر چندان ضرورت بھی نہین
اسواسطے کہ اگر یہ لفظ غیر فصیح ہوتا تو اہل لغت ضرور لکھدیتے ——— علاوہ اسکے
یہ لفظ بقول معترض بنی کنانہ کا ہے اور بنی کنانہ کا حال نمبر ۲۰ مین پہلے مذکور ہوچکا ہے
کہ یہ قبیلہ حجازی ہے اور شرافت و نجابت و شجاعت و فصاحت وغیرہ مین قریش کے
ہم مرتبہ اور ہمسر تھا انکے لفظ کے واسطے یون کہنا کہ یہ لفظ فصحاے عرب نے کبھی نہین
بولا بڑا دروغ اور بڑی بھول ہے قُتِلَ الْخَرَّاصُوْنَ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ غَمْرَةٍ سَاهُوْنَ
قولہ ۳۴ فقرہ جمعہ مین ہے كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ أَسْفَارًا اسفار بمعنی کتب
غلط ہے کبھی فصحاے عرب نے یہ لفظ اس معنی مین نہین بولا کنانہ کے گنوار کتب کو اسفار

کہتے ہین اقول صراح سفر بریدن مسافت اسفار جمع وسفیدی روز سفرہ نولیسندگان سفر بالکسر نبشتہ اسفار جمع۔ قولہ تعالی کمثل الحمار یحمل اسفارا۔ کذا فی ص و ق + مجمع الاسفار الکتب واحدھا سفر وانما سمی بذلک لانہ یکشف عن المعنی باظہارہ یقال سفر الرجل عمامتہ اذا کشفہا و سفرت المرأۃ عن وجہہا فہی سافرۃ ومنہ وَالصُّبْحِ اِذَا اَسْفَرَ۔ یہ لفظ خاص کنانہ کا ہو یا نہو مگر بہرحال موثوقین زبان اور فصحاے عرب کے استعمال مین تھا اور نہایت شیرین ہو ابو سعید الضریر شعر ن واصل الاستغارہ لا علم عندہم بجیدھا الا کعلم الاباعر لعمرک ما یدری المطی اذا غدی باسفارہ اوراح ما فی الغرائر کما فی المجمع قولہ ۲۵ فقرہ مرسلات مین ہو وَاِذَا الرُّسُلُ اُقِّتَتْ لفظ اقتت بمعنی جمعت غلط ہو قریش کی زبان نہین ہے گنواری لفظ کنانہ کا وحشی لغت ہو اقول صراح وقت ہنگام میقات ہنگام کار وجاے آن توقیت وقت پیدا کردن یقال وقتہ لیوم کذا وقتی واذا الرسل وقتت مشددۃ ومخففۃ واقتت لغۃ فی وقتت مثل وجوہ و اجوہ کذا فی ص۔ اقتت ای جمعت لوقتہا وھو یوم القیمۃ لتشہد علی الامم بعد اسکے جواب اسکا وہی ہے جو نمبر ۲۳ مین مذکور ہوا قولہ ۲۶ عادیات مین ہو اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّہٖ لَکَنُوْدٌ لفظ کنود بمعنی کفور قریش کی زبان نہین گنواری لفظ کنانہ کا ہو اقول صراح کنود ناسپاسی کردن ارض کنود زمین کہ ازوی چیزے نروید کذا فی ص و ق مجمع والکنود الکفور ومنہ الارض الکنود وھی اللتی لا تنبت شیئا والاصل فیہ منع الحق والخیر شاہد سے

اعشی شعر احدث لہا تحدث لوصلک انہا، کندلوصل الزائر المعتاد، کما فی المجمع شاعر شعر شکرت لہ یوما العکاظ نواله ولوالک للمعروف ثم کنود ا کما فی الاتقان عن ابن عباس ظاہر ہو کہ اعشی بنی کنانہ مین تہا **قولہ** ۳۷ فقرہ بقرہ مین ہی رجزا من السماء لفظ رجز بمعنی عذاب تین جگہہ محمد صاحب نے خلاف محاورہ قریش کے بولکر اپنی آیتین فصاحت سے خارج کین ہین کیونکہ یہ ہذیل کی گنواری بولی ہے **اقول** صراح رجز بالکسر پلیدی وعذاب وبت کذا فی ص و ق - مجمع والرجز بکسر الراء العذاب فی لغۃ الحجاز وھو غیر الرجس لان الرجس النتن وقال النبی فی الطاعون انہ رجز عذب بہ بعض الامم قبلکم وقال ابو عبیدہ الرجس والرجز لغتان مثل البزاق و البصاق والنزع والصدع والرجز بضم الراء عبادۃ الاوثان اب خیال کرنا چاہیے کہ باوجودیکہ ایسے ایسے محققین ومفسرین اس لفظ کو حجاز کا لکھین اور حدیث کی سند دین اور معترض کے قول کی غلطی ہمارے اشعار سے ثابت ہوتی جاتی ہے پھر اوسکا قول کیونکر قابل التفات ہو سکتا ہی —— علاوہ اسکے ہذیل حجازی قبیلہ ہی مضر کی اولاد مین اور ایسا فصیح اور شریف کہ جس مین سیکڑون نامی گرامی شاعر گذرے ہین مثل ابو کبیر ہذلی اور ابو جندب ہذلی اور اسامہ بن حبیب ہذلی اور ابو ذویب ہذلی اور عبد مناف بن ربیع ہذلی اور ابو خراش ہذلی اور صخر الغی ہذلی وغیرہم **قولہ** ۳۸ فقرہ یوسف مین ہی وشروہ بثمن بخس دراھم معدودۃ لفظ شروہ بمعنی بیچ دیا محمد صاحب نے بولا ہی یہ محض غلط ہی کیونکہ اوسکے معنی ہین خریدا کبھی فصحائے عرب نے شروکے معنی بیچنے کے نہین لیے خود محمد نے بقرہ ۹ رکوع مین لکہا ہی

أُولٰٓئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ اب دیکھو محمد صاحب نے اس آیت مین
لفظ شروا بمعنی خریدا حسب محاورہ فصحاے عرب کے بولا ہی مگر سورہ یوسف مین
بمعنی بیچا بول دیا بنی ہذیل کی جنگلی بولی کے مطابق ہے اور دعوی کیا کہ مین قریش
کی فصیح زبان بولتا ہون یہ محض واہیات ہی اور فصاحت سے خارج ہی بلکہ ایسی
بات ہی جیسے لاہور مین کوڑی بیٹی کو کہتے ہین اور جھنگ سیالہ مین جورو کو پس کوئی
شخص لاہور مین رہکر اپنی تقریر مین ہمیشہ اپنے بیٹی کو کوڑی کہے ایک روز جورو کو
کوڑی کہدے پس وہ کیا ٹھٹھہ نکیا جاوے گا مسلمان قرآن پر فریفتہ ہین اس لیے
اونکو کچھہ نظر نہین آتا تعصب نے آنکھین بند کر دی ہین ورنہ وہ ہرگز فصیح نہین بلکہ فصاحت
سے خارج ہی **اقول** صراح شرا بالکسر خریدن و فروختن وهو من الاضداد
کذا فی ص و ق و مجمع اہل لغت نے اس لفظ کے دونون معنی لکھے ہین اور تخصیص
کسی قبیلہ کی نہین کی حالانکہ اہل لغت خصوصیت کو ظاہر کر دیتے ہین اور یہ جو لکھا
کہ ۹ رکوع مین حسب محاورہ فصحاء حجاز کے بولا ہی اور بیان غلط اس سے ثابت ہی کہ
معترض نے اوسی سورہ کے ۱۲ رکوع کو نہین دیکھا وہان بھی شروا بمعنی بیچدیا فرمایا ہے
اور اتقان مین اسی مقام کے قریب جو ابن عباس سے شعر منقول بسند مین لکھا
ہی وہ نہ سوجھا اور از راہ بے بصیرتی کے کہدیا کہ فصحاے عرب نے شرا کے
معنی بیچدینے کے نہین لیے کیا وہ شعر جو ابن عباس سے شخص نے پڑھا تھا فصیح
شاعر کا نہین یا ابن عباس فصاحت سے ناواقف تھے جو ایسا شعر غیر فصیح لوگون کا
پڑھا اور وہ شعر یہ ہی شعر یعطی بہا ثمنا فیمنعہا ٭ و یقول لصاحبہ الا
تشتری ٭ کما فی الاتقان ٭ دوسرا شاہد یہ ہی شعر شریت بردا لیتنی ٭ من بعد

بن دکنت هامه ؛ کما فی الجمہرہ ـ جابر بن رالان الحماسی شعر فان تبغضونا بغضة
فی صدورکم ؛ فانا جدعنا منکم وشر منا ؛ کما فی الحماسه ، اور قیس بن زہیر وغیرہ
کے اشعار کو حماسہ مین دیکھ لو کہ یہ لفظ اس معنی مین کستدر مستعمل ہی ـــ بعد اسکے اب اون
ہفوات اور مزخرفات کا جواب کیا دون جس سے معترض نے اپنا یہ اعمالنامہ سیاہ کیا ہی
اور موافق قول مشہور رخ علیسی صحفا کے اپنی جہالت سے قرآن کو غلط ٹھہرایا ہی اور
مسلمانون کو متعصب بتایا ہی لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم قولہ ۹ ۳ فقرہ
بقرہ مین ہی وان عزموا الطلاق فان اللہ سمیع علیم عزموا بمعنی حفظوا غلط بولا ہی
فصحاے حجاز کبھی نہین بولے بنی ہذیل کا محاورہ ہی اقول صراح عزم بالفتح والضم
عزیمت وآہنگ کردن ودل نہادن برچیزے کذا فی ص وق مجمع والعزم ھو العقد
علی فعل شیٔ فی مستقبل الاوقات وھو ارادۃ مقدمۃ للفعل باکثر من وقت واحد
یتعلق بفعل اللازم ـ یقال عزم علی الشیٔ یعزم عزما واعتزم وعزمت علیک
لتفعلن ای اقسمت ومالفلان عزیمۃ ای ما یثبت علی شیٔ لتلونہ وان
عزموا الطلاق عزیمۃ الطلاق عندنا ان یعزم ثم یتلفظ بالطلاق علی
الوجہ المشروع جواب یہ ہی کہ کسی مفسر نے عزموا کے معنی حفظوا نہین لکھے اور جس کسی نے
لکھے ہونگے بطور حاصل مطلب کے لکھے ہونگے بلکہ مین کہتا ہون کہ یہان حفظوا
درست نہین ہو سکتا کیونکہ حفاظت اوس چیز کی ہوتی ہے جو پیشتر سے موجود ہو یا آیندہ
کو بعینہ باقی رہے اور یہان پیشتر سے طلاق موجود نہین بلکہ اوسکے واقع کرنے کا حکم دیا ہے
مطلب یہ ہی کہ اگر ایلا کرنے والا چار مہینے تک رجوع کر لیوے تو حق تعالی اس حرکت
کو معاف کرے گا اور اگر طلاق دینے کا عزم کرے تو طلاق دیدے اور جینتہ طلاق کا

۵۵ جلالین مین ہی او ر ... علیہ ان لم یفیئوا فقرہ ۱۲
بیضاوی مین ہی ... قصدہ ۱۲

بطور مشروع زبان سے کہے بلکہ یہان تک تاکید ہی کہ اگر مرد خود طلاق نہ دے تو حاکم
شرع اوس سے بجبر طلاق دلوا دے پس ثابت ہوا کہ معترض کے معنی غلط و نادرست نہین
اور اعتراض واہیات ہی **قولہ** ۱۴۰ فقرہ زمر مین ہی آناء اللیل ساجدا لفظ آناء
اللیل بمعنی ساعات لیل حجازی زبان نہین ہذیل کا محاورہ ہی جو فصاحت سے خارج
ہی **اقول** صراح انی بالکسر وقت شدن وانا ہ یونیہ اناء ای اخرہ وحبسہ
وابطاہ والاسم منہ اناء علی فعال بالفتح اناء اللیل ساعات واحدہا انی
مثل معی وامعاء وانی وانو ایضا کذا فی ص وق + مجمع اناء اللیل ساعاتہ واحدہا
انی شاہد ہی لبید **شعر** یطرب اناء النہار کانہ ٭ غوی سقاہ فی التجار
ندیم ٭ کما فی السیرۃ ہذلی **شعر** حلو ومر کعطف القدح مرتہ ٭ فی کل انی
قضاہ اللیل ینتعل ٭ کما فی المجمع اور صحاح مین یہ شعر اسطرح ہی **شعر** السالک
الثغر مخشیا موارد ہ ٭ فی کل انی قضاہ اللیل ینتعل ٭ + یہ لفظ قرآن مین ایک جگہ
نہین تین جگہہ وارد ہی اگر غیر فصیح ہوتا تو کفار قریش بھی شور مچاتے **قولہ** ۱۴۱ فقرہ
انعام مین ہی وارسلنا السماء مدرارا لفظ مدرار بمعنی تتابیا یعنی پے درپے
قریش کی بولی نہین بلکہ غیر مانوس ہی اور وحشی لفظ ہذیل کا ہی اور تین جگہہ قرآن مین
آیا ہی **اقول** آیہ کریمہ قرآن مین اسطرح ہی وارسلنا السماء علیہم مدرارا صراح
در ر شیر و غنیمت و نکوئی و کار نیکو و باریدن باران سماء مدرار و سحاب مدرار ریزان
کذا فی ص وق + مجمع ومفعال من اسماء المبالغہ یقال دیمۃ مدرار اذا کان مطرہا
غزیرا وھذا کقولہم امراۃ مذکار اذا کانت کثیرۃ الولادۃ للذکور وکذلک
میناث فی الاناث واصل المدرار من در اللبن اذا اقبل علی الحالب منہ شئ

بعض
ا ان

کثیر و درت السماء اذا امطرت والدر اللبن یقال للہ درہ ای عملہ اگر یہ لفظ خاص ہذیل کا ہی تو بھی نہایت فصیح ہی مگر خاص ہذیل کا نہیں شاہد یہ ہی نابغۂ ذبیانی شعر سحر س واحد جاب اطاع لہ نبات غیث من الوسمی مدرار کما فی العقد + نصر شعر سلام الالہ وریحانہ و رحمتہ وسماء درر کما فی الصحاح والمجمع **قولہ** ۴۲ فقرہ انفال مین ہی یجعل لکم فرقانا لفظ فرقانا بمعنی مخرجا قریش کا محاورہ نہین ہذیلی زبان ہی فصاحت سے خارج ہی **اقول** صراح فرق فرقان جدا کردن فرقان ایضا قرآن وانچہ فرق کند بوی درمیان حق و باطل کذا فی ص وق + مجمع فرقانا ای هدایة ونورا فی قلوبکم یفرقون بها بین الحق والباطل عن ابن جریج وابن زید وقیل مخرجا فی الدنیا والاخرة عن مجاهد وقیل نجاة عن السدی وقیل فتحا ونصرا کما قال یوم الفرقان یوم التقی الجمعان عن الفراء وقیل عزا فی الدنیا وثوابا فی الاخرة وعقوبة وخذلانا لکم ذلك یفرق بینکم وبینهم فی الدنیا والاخرة عن الجبائی پوری آیت کا ترجمہ یہ ہی کہ اے ایمان والو اگر تم خدا سے ڈرو تو وہ تمھارے واسطے ہدایت اور نور عنایت کریگا جسکے سبب تم حق و باطل مین فرق کر لیا کرو اور درگذر کریگا تمھارے گناہون سے اور بخشدیگا تمکو اور اللہ بڑا صاحب فضل ہی یہان فرقان کے وہی معنی ہین جنکو معترض بھی حجازی جانتا ہوگا یعنی انچہ فرق کند بوی اور چونکہ باعث فرق ایک مفہوم عام جسکا مصداق بہت سی چیزین ہو سکتی ہین کبھی ہدایت خدا کبھی فتح و نصرت خدا کبھی نور قلب کبھی عقل کبھی پیغمبر کبھی کتاب خدا اسواسطے مفسرین نے اوسکی تعبیر اور تعیین مین اختلاف کیا ہی کسی نے فرقان سے مراد یہان ہدایت سمجھی ہے کسی نے نور اور کسی نے اعزاز

یا ایها الذین امنوا ان تتقوا الله یجعل لکم فرقانا و یکفر عنکم سیئاتکم و یغفر لکم والله ذو الفضل العظیم

دنیا اور آخرت یا فتح اور نصرت جسطرح جنگ بدر مین سب نے مشاہدہ کی تھی کہ اسکے سبب بھی مؤمنین کو حق اور باطل مین فرق ہوگیا اور چونکہ یہ امور باعث نجات ہین اسواسطے کسی مفسر نے بطور حاصل مطلب اور بنظر اختصار اسکا ترجمہ مخرج از عذاب یا محض نجات کردیا ہی غرض تعیین اور تعبیر مصداق مین اختلاف ہی نہ اصل ترجمہ مین اور تعیین مصداق کا اختلاف ہر زبان مین موجود ہی کیونکہ تعیین قائل کی نیت پر موقوف ہوتی ہی پس اس قسم کا اعتراض اہل علم کے نزدیک معترض کی جہالت یا تعصب کی دلیل ہی **قولہ** ۴۳ نقرہ توبہ مین ہی وَاِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً لفظ عیلۃ بمعنی فقر بولنا غلط ہی کوئی فصیح قریش کی زبان کا یہ ہذیلی لفظ نہین بولتا **اقول** صراح عیلۃ تحالۃ درویشی کذا فی ص وق + مجمع العیلۃ الفقر تقول عال یعیل اذا افتقر شاہد یہ ہی **شعر** وما یدری الفقیر متی غناہ ٭ وما یدری الغنی متی یعیل ٭ کما فی المجمع + ابوخراش الہذلی **شعر** الی بیتہ یاوی الضریک اذا شتا ٭ ومستنبح بالی الدریسین عائل ٭ کما فی السیرۃ اگرچہ یہ شاعر بھی ہذیل کا ہی لیکن یہ شاعر بہرحال مستندین وموثقین اہل زبان سے ہی جسکے کلام سے اہل ادب اور اہل لغت سند لاتے ہین **قولہ** ۴۴ نقرہ توبہ مین ہی وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَلِيْجَةً لفظ ولیجہ بمعنی بطانہ یعنی بھید قریش کی زبان نہین ہذیلی محاورہ ہی **اقول** ولج ولوج ولجہ بالتحریک درآمدن واولجہ ادخلہ ولیجۃ الرجل خاصہ وبطانہ مرد کذا فی ص وق + مجمع والولیجۃ الدخیلۃ فی القوم من غیرھم والبطانۃ مثلہ وولیجۃ من یختص بدخلۃ امرہ دون الناس الواحد والجمع فیہ سواء وکل شی دخل فی شیٔ لیس منہ فہو ولیجۃ قال طرفہ **شعر** فان القوافی یتلجن موالجا ٭ تضایق عنہ ان تولجہ الابر ٭ اور یہ شعر عقد ثمین مین اس طرح سے

شعر ۔ أيتُ القوافي يتلجن موالجاً ۔ تضيق عنها ان تولجها الابر ۔ دوسرا شاہد ہی شاعر شعر ۔ واعلم بانك قد جعلت وليجة ۔ ساقوا اليك الحتف غير مشوب ۔ كما في السيرة قوله ۴۵ فقرہ توبہ کے ۵ رکوع مین ہی اِذَا قِيْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللهِ لفظ انفروا بمعنی اغزوا غلط ہی اور اختلاف محاورہ ہذیلی بولی ہے **اقول** صراح نفر بالسکون گروہ گروہ بازگشتن حاجیان از منی وغلبہ کردن و ترسانیدن نفار نفور رمیدن و ہمہ یکبار پیش آمدن بکار ے انفار تنفیر استنفار رمانیدن کذا فی ص وق + مجمع النفر الخروج الی الشیء لامر هيجه عليه ومنه نفور الدابة يقال نفرت الدابة نفورا ونفر الی الثغر نفرا ونفيرا ۔ یہ آیۂ کریمہ جہاد کے باب مین نازل ہوئی ہی اور سبب نزول یہ ہی کہ جب مسلمان طائف کا جہاد کرکے پھرے تو اونکو تبوک کے جہاد کے واسطے حکم ہوا چونکہ وہ فصل خرما تھی اسواسطے لوگون نے گھر سے نکلنے اور سفر کرنے مین کچھ تعلل کیا اوسوقت یہ آیت نازل ہوئی کہ اے مومنین کیا چیز مانع ہوتی ہی تمکو کہ جسوقت کہا جاتا ہی تم سے کہ نکلو اللہ کی راہ مین تو گرے جاتے ہو زمین پر + یہ لفظ یہان بمعنی اغزوا نہین اور نہ کسی مفسر اور اہل لغت نے لکھا اگر ہذیل نفر کے معنی غزا اور قتال کے بولتے ہوتے تو اہل لغت بھی ضرور لکھتے ۔ ہان چونکہ یہ خروج جہاد کے واسطے تھا لہذا ابو القاسم نے بنظر اختصار مرادی معنی لکھدئے ہین لفظی ترجمہ نہین کیا اور اسی واسطے اسکے استشہاد کی حاجت نہین اور اگر لفظی فصاحت و عذوبت دریافت کرنے منظور ہو تو امرئ القیس اور طرفہ اور زہیر اور نابغہ کے دیوانون مین دیکھ لوکہ یہ لفظ موجود ہی اور ظاہر ہی کہ یہ شعرا ہذیلی نہین تھے پس تخصیص ہذیل کی اور دعوی غیر فصاحت باطل ہی قوله ۴۶ فقرہ توبہ کے

۱۲ رکوع مین ہی اَلسَّائِحُونَ الرَّاکِعُونَ لفظ سائحون بمعنی صائمون غلطا ورقریش کے
برخلاف ہذیل کے طور پر کئی جگہہ بول کر اپنی آیات فصاحت سے خارج کین ہین **اقول**
صراح سیح رفتن آب وآب روان سیاحۃ سیوح سیح سیحان رفتن درزمین کذا فی ص
وق + مجمع السائح من ساح فی الارض یسیح سیحا تا استمر فی الذھاب ومنہ السیح
الماء الجاری ومن ذلک یسمی الصائم سائحا لاستمرارہ علی الطاعۃ فی ترک
المشتہی + اکثر مفسرون کے نزدیک سائحون سے مجازا بطور کنایہ صائمون مراد ہے
اورعلاقہ درمیان حقیقت ومجاز کے وہی ہے جو صاحب مجمع البیان نے بیان کر دیا ہی اور
ایسے مجازات ومحاورات عرب مین بہت ہین بلکہ یہان تک نوبت پہنچی ہی کہ عرب مین مجاز
حقیقت سے ابلغ سمجھا جاتا ہی اور ایسا کلام کم ہے جو مجاز سے خالی ہو مثلا سباحت شناوری
کو کہتے ہین اور چونکہ گھوڑے کی چال مین شناوری سے مشابہت پائی جاتی ہی تو گھوڑے
کے وصف مین سابح کا لفظ استعمال کرنے لگے اور پھر یہ استعمال اسقدر شائع ہو گیا کہ بغیر
موصوف کے محض سابح بولتے ہین اور گھوڑا مراد لیتے ہین اور اسی طرح ضب کے
معنی برزمین چسپیدن ہین اور اگرچہ زمین سے بہت چیزین چسپیدہ ہوتی ہین مگر ایک خاص
گوہ کا نام ضب رکھ دیا ہی **قولہٗ** ۴۷ فقرہ نسا کے ۴ رکوع مین ہی ذٰلِکَ لِمَنْ
خَشِیَ الْعَنَتَ مِنْکُمْ لفظ عنت بمعنی گناہ اور زنا مجازی محاورہ مین ہذیلی بولی ہے
اقول صراح عنت بزہ مند شدن ودر کارے دشوار افتادن وپیوند گرفتہ را باز
شکستن کذا فی ص وق + مجمع العنت الجھد والشدۃ قال المبرد العنت الھلاک
یہان دونون معنی منقول ہین مشقت شدیدہ اور ہلاک آخرت یعنی گناہ لیکن معترض کو
معنی آخر مین کلام ہی اسواسطے اسی معنی کا شاہد لکھتے ہین شاعر **شعر** رأیتک

تبتغی عنتی وتسعی بو علی الساعی علی بغیر وحل ‌ + کما فی الاتقان عن ابن عباس

قوله ۴۸ فقرہ طٰہٰ مین ہی وَلَا یَخَافُ ظُلْمًا وَّلَا هَضْمًا لفظ ہضما بمعنی نقصا قریش کے

فصحا کا محاورہ نہین ہذیلی لفظ ہی **اقول** صراح ہضم شکستن طعام در معدہ و چیزی از جا

کسی باز شکستن هضم الدواء الطعام یهضمه نهکه وعلیهم هجم او هبط و فلانا

ظلمه وغصبه، کذا فی ص وق + مجمع والهضم النقص یقال هضمنی حقی ویهضمنی

ای ینقصنی وامرأة هضیم الحشا ای ضامرة الکشحین لنقصانه عن حد غیرہ

ومنه هضمت المعدة الطعام ای نقصته مع تغییرها شاہد یہ ہی امرئ القیس

شعر هصرت بفودی راسها فتمائلت ‌ علی هضیم الکشح ریا المخلخل ‌ کما

فی المعلقة + عنترة **شعر** برکت علی جنب الرداع کانما ‌ برکت علی قصب

اجش مهضم ‌ - ای مکسر ومنقص کما فی المعلقة السادسة یہ دونون شاعر

ہذیلی نہین تھے اور قریش کے نزدیک کیسے کچھ مسلم اور فصیح تھے **قوله** ۴۹ فقرہ

حج مین ہی وَتَرَى الْأَرْضَ هَامِدَةً لفظ ہامدہ بمعنی منغبرہ کبھی قریش نہین بولتے ہذیلی

زبان ہے **اقول** صراح ہمود فرو مردن آتش و کہنہ شدن جامہ والهمدة السکتة

ارض هامدة لا نبات فیها نبات هامد ای یابس کذا فی ص وق + مجمع والهمود

الدروس والدثور هامدة هالکة عن مجاهد ای یابسة دارسة من اثر

النبات شاہد یہ ہی اعشی **شعر** قالت قتیلة ما لجسمک شاحبا ‌ وارى

ثیابک بالیات هامدا ‌ کما فی المجمع - کعب بن مالک جنگ احد مین هبیرة

بن وهب کے جواب مین ایک قصیدہ مین کہتا ہی **شعر** صحار واعلام کان قتامها

من البعد نقع هامد متقطع ‌ کما فی السیرة ہامدہ کے معنی منغبرہ کسی اہل لغت

نے لکھے اور نہ کسی مفسر نے بلکہ خود سیوطی صاحب اتقان نے بھی جلالین میں یہ معنی
نہیں لکھے اور فی الواقع قرآن کا یہ مطلب بھی نہیں ہو ظاہرا ابو القاسم نے اسکے ترجمہ مین
لفظ متغیر لکھا ہوگا جسطرح صاحب قاموس نے لکھا ہو مگر یا دریعیا حب سے یہ لفظ
صحیح نہیں پڑھا گیا **قولہٗ** ۵۰ فقرہ اتقان مین ہے واقصد فی مشیك لفظ اقصد
اس جگہہ بمعنی اسرع آیا ہو اور یہ وحشی محاورہ ہذیل کا ہو **اقول** صراح قصد آہنگ
کردن و شکستن چوب قصیدہ پارہ از شعر قاصد نزدیک یقال بیننا و بین الماء لیلۃ
قاصدۃ ای ہینۃ السیر لاتعب فیہ ولا بطوء قصد انیما میانہ رفتن در ہر چیز واقصد فی مشیك
واقصد بذرعك ای ارفق علی نفسك و براستی یقال ہو یقصد فی الحکم ای یعدل
کذا فی ص و ق مجمع ای اجعل فی مشیك قصدا مستویا علی وجہ السکون
والوقار کقولہ تعالیٰ الذین یمشون علی الارض ہونا قال قتادۃ معناہ تواضع
فی مشیك قال سعید بن جبیر ولا تختل فی مشیك تمام قرآنون مین اقصد
ثلاثی مجرد ہو اور معنی اسکے اکثر مفسرون کے نزدیک اور بموجب احادیث نبویہ کے
میانہ روی اور توسط اور تعدیل ہین شاہد یہ ہو لبید شعر علی حکم الماتی
یوما اذا قضی ؂ قضیتہ ان لا یجور و یقصد ؂ جوہری کہتا ہو ارادو ینبغی
ان یقصد فلما حذفہ و اوقع یقصد موقع ینبغی رفعہ کما فی الصحاح
سالم بن وابصۃ الحماسی شعر علیك بالقصد فیما انت فاعلہ ؂ ان
التخلق یاتی دونہ الخلق ؂ **قولہٗ** ۵۱ فقرہ یاسین مین ہے فاذا ہم
من الاجداث لفظ اجداث بمعنی قبور حجازی زبان نہین اور محمد صاحب نے اس
وحشی غیر مستعمل ہذیلی لفظ کو تین جگہہ قرآن مین بولا ہے۔ **اقول** صراح جدث بفتحتین

گورا جدث واجداث جمع كذا فى ص وق ومجمع والجدث القبر وجمعه الاجداث
وهذه لغة اهل العالية ويقول اهل السافلة بالفاء جدف + يه لفظ نهايت مستعمل
اور فصيح ہى اور خاص ہذيل كا نہين اور جسقدر فرق تھا مفسرون نے ظاہر كرديا كه
مكه سے اوپر كى طرف كے باشندے اوس طرح بولتے ہين اور نيچے كى طرف كے باشندے
اسطرح شاہد يه ہى ابن رواحه **شعر** حينا يقولون اذ مروا على جدثى
ارشده يا رب من غاز وقد رشدا كما فى الاتقان عن ابن عباس المتنخل الهذلى
شعر عرفت باجداث فنعاف عرق علامات كتحبير النماط كما فى
الصحاح اگرچه يه شاعر بهى ہذلى ہے مگر زمانهٔ جاهليت كے شعرا مين بڑا مستند اور فصيح
تھا اور اہل لغات اسكے كلام سے استشهاد كرتے ہين **قوله** ١١٨ ٥٢ فقره طارق مين
ہى النجم الثاقب لفظ ثاقب بمعنى روشن قريشى زبان نہين بلكه ہذيلى گنوارى لفظ ہے
اقول صراح ثقب ثقوبا فروخته شدن آتش تثقيب افروختن آتش كذا
فى ص وق + مجمع والثاقب المضئ النير وثقوبه توقده بنوره والثاقب
العالى الشديد العلو - ثاقب بمعنى روشن اور مضى تمام فصحاء عرب بولتے ہين
اور ستاره اور شهاب اور حسب وغيره كے وصف مين اس لفظ كو استعمال كرتے ہين
شاہد يه ہى ابو الطمحان القينى بن حنظلة الجسى **شعر** اضاءت لهم احسابهم
ووجوههم دجى الليل حتى نظم الجزع ثاقبه شارح على بن زكريا كهتا ہى والثقوب
الاضاءة يقال نار ثاقبة وكوكب ثاقب وحسب ثاقب ٥٢ ابو قيس **شعر** وليت
امرءٌ فانضا رديا فلا يكن عليكم رقيب غير رب الثواقب كما فى السيرة
حسان فى جواب عبد الله بن الزبعرى يوم الخندق **شعر** ولقد رأيت بها

الحلول بین بنهم ؎ بیض الوجوه ثواقب الاحساب ؏ کما فی السیرة **قوله**
۵۳ فقرہ سورہ محمد مین ہی وَاَصْلَحَ بَالَهُمْ لفظ بال بمعنی حال محمد صاحب نے خلاف
فصاحت قریش کے برخلاف بولا ہی **اقول** قرآن مین وَاَصْلَحَ بَالَهُمْ ہی بیصلح
صراح بال دل وتن آسانی وحال یقال ما بالك ای ما حالك کذا فی ق
مجمع البال الحال والشان والقلب فاصلح بالهم ای حالهم یہ لفظ نہایت فصیح
اور تمام فصحا کے استعمال مین تھا خصوصًا قریش کے شاہد یہ ہی هبیرة بن وهب
مشرک جنگ احد مین کہتا ہی ع ما بال هم عمید بات بطرقنی ؎ ضرار
بن الخطاب بن مرداس جنگ احد مین کہتا ہی ع ما بال عینك قد ازرى بها
السهد ؎ حسان جنگ احد مین کہتا ہی ع ما بال عینك لا ترقى مدامعها
عباس بن مرداس جنگ حنین مین کہتا ہی ع ما بال عینك فیها عائر سهر
نابغہ مصرعہ - وحالف بال اهل الدار بالی کما فی العقد علاوہ
انکے دیگر شعراے جاہلیت کے اشعار مین بھی یہ لفظ موجود ہی مگر بسبب طوالت
کے نہین لکھا **قوله** ۵۴ فقرہ ذاریات مین ہی کانوا قلیلا من اللیل ما یهجعون
یهجعون بمعنی ینامون غیر مستعمل اور وحشی ہے **اقول** صراح هجوع بخواب رفتن بشب
وشکستن گرسنگی تا حد سیری ویقال اتیت بعد هجعة ای بعد نومة خفیفة
من اول اللیل کذا فی ص وق + مجمع والهجوع النوم باللیل دون النهار شاہد یہ ہے
زهیر **شعر** تاوبنی ذکر لاحبة بعدما ؎ هجعت ودونی قلة الحزن فالرمل
امرء القیس **شعر** کأن علی اسنانها بعد هجعة ؎ سفرجل او تفاح فی القند
والعسل ؏ کما فی العقد - عباس بن مرداس جنگ حنین مین کہتا ہے **شعر**

وایقاظی القوم ان یرقدوا ۞ اذا هجع الناس لم اهجع ۞ کما فی السیرة **قوله**
۵۵ فقرہ ذاریات مین ہی ذنوباً مثل ذنوب اصحابهم لفظ ذنوب بمعنی عذاب
کبھی قریش جانتے بھی نہین یہ ہذیل کے گنوارون سے سنکر بولا ہی **اقول** صراح
ذنوب اسپ دراز دم و بہرہ وگوشت پشت تازہ و دلو پر آب کذا فی ص و ق +
مجمع واصل الذنوب الدلو الممتلی ماءً یونث ویذکر شاہد یہ ہی علقمہ التمیمی
شعر وفی کل حی قد خبطت بنعمة ۞ فحق لشأس من نداک ذنوب ۞ کما
فی العقد والمجمع علقمہ ہذیلی نتھا تمیمی تھا + شاعر **شعر** لنا ذنوب ولکم
ذنوب فان ابیتم فلنا القلیب کما فی المجمع لاریب ذنوب کے معنی
عذاب قریش نہین جانتے تھے بلکہ ہذیل بھی نہین جانتے لیکن چونکہ اہل جہنم کے واسطے
بجز عذاب کے کچھ نصیب اور بہرہ نہوگا اس لیے ابوالقاسم نے بسبب اختصار کے اسکے
معنی مین لفظ عذاب لکھدیا ہے چنانچہ بیضاوی وغیرہ مختصرات مین بھی اسکی تصریح
موجود ہی پادری صاحب کا دھوکا چل نہین سکتا **قوله** ۵۶ فقرہ قمر مین ہے
ذات الواح و دسر لفظ دسر بمعنی مسامین[۵۵] قریش کا محاورہ نہین ہذیل کا گنواری
لفظ ہی **اقول** صراح دسر دسار میخ کشتی دسر جمع کذا فی ص و ق + مجمع والدسر
المسامیر التی تشد بها السفینة واحدها دسار و دسر و دسرت السفینة
دسرها دسرا اذا شددتها وقیل اصل الباب الدفع یقال دسره بالرمح اذا دفعه
بشدة والدسر صدر السفینة لانه یدسر به الماء ای یدفع ومنه
الحدیث فی العنبر هو الشیء دسره البحر شاہد یہ ہی **شعر** سفینة نوحی
قد احکم صنعها ۞ مشتبه الالواح منسوجة الدسر ۞ کما فی الاتقان +

[۵۵] یہ لفظ مسامیر ہے پادری صاحب نے بسبب کم استعدادی کے مسامین پڑھا ہے [illegible] ۱۲۱۲

بشر شغص معبدة السفائف ذات دسائر مضبرة جوانبها ناہر ز
کما فی الصحاح + ابو احمر الحمانی التیمی عادسرا باطراف القنا المقوم +
کما فی السیرة + قولہ ۵۷ فقرہ ملک مین ہی مَا تَرٰی فِی خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ
اس مقام پر تفاوت بمعنی عیب محمد صاحب نے خلاف محاورہ نہ بولی زبان پر بولا ہی اور
یہ غرابت ہی اقول صراح تفاوت الشیئان ای تباعد ما بینہما تفاوتا +
کذا فی ص و ق + مجمع والتفاوت الاختلاف والاضطراب ای اختلاف وتناقض
من طریق الحکمة بل تری افعالہ کلہا سواء فی الحکمة وان کانت متقاربة
فی الصور والہیأت یعنی فی خلق الاشیاء علی العموم وفی ہذا دلالة علی
ان الکفر والمعاصی لا یکون من خلق اللہ لکثرة التفاوت فی ذلک وقیل
معناہ ما تری یا ابن آدم فی خلق السموات من عیب واعوجاج بل ہی
مستقیمة مستویة کلہا مع عظمتہا یہ لفظ بھی بقول مفسرین[۱] اسی معنی
مین بولا گیا جسطرح حجازی اور تمام فصحاے عرب بولتے ہین یعنی اختلاف
اور عدم تناسب اور فرجہ کے معنی مین اور چونکہ اختلاف اور عدم تناسب عیب ہے
اسواسطے اگر کسی مترجم نے بنظر اختصار بطور حاصل اسکا ترجمہ عیب کر دیا تو کیا عیب
کی بات ہی ہر شخص کی تحریر اور تقریر جداگانہ ہوتی ہی دیکھو قاموس اور صحاح
دونون کتابون مین یکسان لغات عرب ہین اور وہی یکسان معانی مگر عبارت
دونون کتابون کی علیحدہ علیحدہ ہی پس ناواقف اور جہال ایسے اختلاف لفظی
سے متوحش ہو جاتے ہین نہ اہل علم لا عبرة للالفاظ بل للمعانی قولہ ۵۸
فقرہ حاقہ مین ہی وَالْمَلَكُ عَلٰٓى اَرْجَآئِهَا لفظ ارجائہا بمعنی نواحی وجوانب

[۱] من تباین وعدم تناسب ۱۲ بیضاوی ... الاختلاف ... عدم التناسب من الفوت فان کلا من المتفاوتین فات عنه بعض ما فی الآخر ۱۲ ... من الاختلاف ای الاضطراب ... ۱۲

قریشی لفظ نہین ہے ہذیلی ہے **اقول** صراح رجو رجا بالفتح والقصر کرانہ چاہ و کل ناحیۃ ومنہ ارجیت البئر رجوان و رجو کرانہ ارجاء کرانہا۔ کذا فی ص وق + مجمع وللارجاء النواحی واحدہا رجا مقصورا والتثنیۃ رجوان شاہد یہ ہے امرئ القیس **شعر** کان السباع فیہ غرقی عشیۃ بارجائہا القصوی انابیش عنصل کما فی المعلقۃ الاولی + اخطل **شعر** و بیداء مجہال کان نعامہا بارجائہا القصوی اباعر ہمل کما فی الشرح للحماسہ

قولہ ۹۵ فقرہ نوح مین ہے قَدْ خَلَقَكُمْ أَطْوَارًا لفظ اطوار بمعنی الوان قریشی محاورہ نہین ہذیلی زبان ہے **اقول** صراح طور یکبار و نزدیک شدن بچیزے اطوار بارہا و قولہ تعالی خَلَقَكُمْ أَطْوَارًا قال الاخفش ای طورا نطفۃ وطورا علقۃ وطورا مضغۃ کذا فی ص وق مجمع ای خلقکم طورا نطفۃ ثم طورا علقۃ ثم مضغۃ ثم عظما ثم کسی العظم لحما ثم انشاناہ خلقا اخر فنبت لہ الشعر وکمل لہ الصورۃ عن ابن عباس ومجاہد وقتادہ وقیل اطوارا احوالا حالا بعد حال وقیل معناہ صبیانا ثم شبانا ثم شیوخا وقیل خلقکم مختلفین فی الصفات اغنیاء وفقراء وزمناء واصحاء وطوالا وقصارا والایۃ محتملۃ للجمیع اس لفظ کے ترجمہ مین لفظ الوان نہ کسی اہل لغت نے استعمال کیا اور نہ کسی مفسر نے اور اگر کسی نے لفظ الوان لکھا ہوگا تو اوس سے بھی حالات اور تارات مراد ہین اور یہی تمام فصحاے عرب کا محاورہ ہے شاہد یہ ہے نابغہ **شعر** فان افاق لقد طالت عمایتہ ٭ والمرء یخلق طورا بعد اطوار ٭ امرئ القیس **ع** تصوب فیہ العین طورا وترتقی ٭ +

اسی طرح جلالین وغیرہ مین ہے ۱۲ منہ

کما فی العقد + شاعر حماسی شعر فبینا نحن نطویها تفرقان من البکاء فاعتق وطوبہا تحسران فابصر + شارح کہتا ہی الطوی التارۃ یقال الناس اطوارا ای علی بال شتی **قولہ** ۶۰ فقرہ نبا مین ہے لا یذوقون فیہا بردًا ای ولا شرابا لفظ بردا المعنی نوما محمد صاحب نے بولا مگر عبد القادر نے تحریف کر کے اوسکے معنی ٹھنڈک کے لکھے ہین لیکن جلال الدین اور ابن عباس اور جلالین وغیرہ تفسیرون کے سامنے عبد القادر کی تحریف کا کیا اعتبار ہی پس بردًا المعنی نوما غلط اور بر خلاف محاورہ قریش بولا گیا ہی اس لیے فصاحت سے خارج ہے

اقول صراح برد سرما نقیض حر و خواب ومنہ قولہ تعالی لا یذوقون فیہا بردا ولا شرابا + کذا فی صروق + مجمع بردا ولا شرابا یرید النوم والماء عن ابن عباس قال ابو عبیدہ البرد النوم ہنا وانشد ع فیصدنی عنہا وعن قبلاتہا البرد + وقیل لا یذوقون فی جہنم بردا ینفعہم من حرہا ولا شرابا ینفعہم من عطشہا عن مقاتل بیان لفظ برد کے دونون معنی منقول اور درست ہین + اور پادری صاحب نے جو عبد القادر پر تحریف کا اتہام کیا ہے سو محض غلط ہی کیونکہ مفسرین متقدمین نے بھی یہ معنی بیان کیے ہین دیکھو کتاب مجمع البیان کو کہ مقاتل نے بھی یہ معنی بیان کیے ہین اور بیضاوی مین بھی اول یہی قول لکھا ہی پس باوجودیکہ بیضاوی پادری صاحب کے پیش نظر ہی پھر اس قول کو ایک عبد القادر کی طرف منسوب کرنا یہ تحریف ہی مگر حق یہ ہی کہ چونکہ پادری صاحب کو قرآن مین کہین تحریف معلوم نہین ہوتی تو ایسی باتون کو تحریف کہکر شفای غیظ کر لیتے ہین ہان تحریف کا احتمال اوسوقت ہو سکتا جبکہ اصل عبارت قرآن

مثل انجیل صفحۂ روزگار سے مفقود ہوتی اور صرف ترجموں پر مدار رہوتا اور یہاں
تو عنایت الٰہی سے اصل عبارت اور کلام خدا موجود ہی اور ہر معنی کیواسطے سند
اور شاہد ہی پھر اگر کوئی تحریف کا ارادہ بھی کرے تو بھی اوسکی کچھ چل نہیں سکتی
برد بمعنی نوم بھی فصحاے عرب کی زبان ہے چنانچہ ایک شعر کا مصرعہ تو شاہد
اوپر مذکور ہوچکا اور دوسرا شاہد یہ ہی **شعر** وان شئت حرمت النساء سواکم
وان شئت لم اطعم نقاخا ولا بردا کما فی الصحاح والمجمع فی سورۃ البقرۃ
قوله ۱۲ فقرہ نازعات میں ہی قُلُوبٌ یَوْمَئِذٍ وَّاجِفَةٌ واجفہ بمعنی خائف
غلط اور ہذیلی زبان ہی **اقول** صراح وجف طپیدن ونوعی از رفتار شتر
کذا فی ص وق + مجمع والوجیف شدۃ الاضطراب قلب واجفۃ مضطربۃ
والوجیف سرعۃ السیر واوجف فی السیر اسرع اس لفظ کے معنی لغوی
طپیدن اور رفتار تیز کے ہیں اور یہی معنی اکثر مفسروں[1] نے لکھے ہیں اور چونکہ
وقت خوف کے قلب جلد جلد دھڑکتا ہی اور مضطرب ہوتا ہی اسواسطے اگر کسی مفسر
نے بجاے قلوب مضطربہ کے قلوب خائفہ لکھدیا تو یہ معنی اصل معنی سے علحدہ نہیں کیونکہ
ملزوم کو بجاے لازم کے اور سبب کو بجاے مسبب کے بولنا مجازات شائعہ میں سے ہی
شاہد یہ ہی المنخل بن الحارث الیشکری **شعر** یخرجن من خلل الغبار یجفن
بالنعم الکثیر + ای یسرعن ویضطربن — کما فی الحماسہ + قیس بن الخطیم
الظفری **شعر** لنا وان قدموا التی علموا اکبادنا من ورائهم تجف —
کما فی السیرۃ **قوله** ۲۲ فقرہ بلد میں ہی اَوْ اِطْعَامٌ فِیْ یَوْمٍ ذِیْ مَسْغَبَةٍ
لفظ مسغبہ بمعنی بھوک ہذیلی زبان ہی فصحاے قریش نہیں بولتے **اقول**

[1] بیضاوی فی الجوف شدیدۃ الاضطراب من الوجف ۱۲ مدارک واجفۃ مضطربۃ من الوجیف ۱۲ ۱۲ منہ

صراح سغب گرسنگی شو ساغب وسغبان وهی سغبی کذا فی ص وق + مجمع المسغبة
المجاعة شاہد یہ ہو ابو سفیان بن الحارث شعر وما کان الا بعض لیلة
راکب + اتی ساغبا من غیر خلة معدم + هند بنت عتبة ام معاویه
شعر یا عین بکی عتبة + شیخا شدید الرقبة + یطعم یوم المسغبة + یدفع
یوم المغلبة + کما فی السیرة + جریر شعر تعلل وهی ساغبة بنیها +
بانفاس من الشیم القراح + کما فی المجمع قوله ۱۲۳ فقرہ بنی اسرائیل کے
۱۲ رکوع مین ہو اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْا اِخْوَانَ الشَّيَاطِيْنِ ۝ لفظ مبذرين
بمعنی مسرفین قریش کی زبان نہین ہذیل کا محاورہ ہو اقول صراح بذر
تخم کاشتن تبذارہ بکسر التاء اسراف کنندہ کذا فی ص وق + مجمع التبذیر التفریق
بالاسراف واصله ان یفرق کما یفرق البذر الا انه یختص بما یکون علی سبیل
الافساد وما کان علی وجه الاصلاح لا یسمی تبذیرا وان کثر — شاہد
یہ ہو نابغة شعر ترائب یستضیئ الحلی فیها + کجمر النار بذر بالظلام
کما فی المجمع والعقد قوله ۱۲۴ فقرہ آل عمران کے ۱۲ رکوع مین ہی
اِذْ هَمَّتْ طَّآئِفَتَانِ مِنْكُمْ اَنْ تَفْشَلَا لفظ تفشلا بمعنی نامردی حمیر کی گنواری
زبان ہو حجازی نہین بولتے اقول صراح فشل بالفتح چیزے از ساختگی موج
و مرد ترسندہ بددل افشال جمع فشل بفتحتین مصدر منه کما فی ص وق +
مجمع والفشل الجبن یقال فشل یفشل فشلا والفشل الضعیف + حسان
بن ثابت تبکی علی خبیب شعر ما بال عینك لا ترقی مدامعها + سحا
علی الصدر مثل اللؤلؤ القلق + علی خبیب فتی الفتیان قد علموا لا فشل حین

تلقاه ولا نزق ؟ كما في السيرة لمو - شداخ بن يعمر الكناني **شعر** قاتلي القوم
يا خزاع ولا يدخلكم في قتالكم فشل ؟ شرح حماسہ سے ظاہر ہی کہ بنی کنانہ
سرزمین تہامہ مین رہتے تھے جو عین حجاز ہی اور پہلے بھی مذکور ہو چکا ہی کہ کنانہ قریش
کے باپ کا نام تھا اور یہ قبیلہ اصالت و نجابت و شجاعت و فصاحت مین مثل قریش
کے تھا اور یہ وہ شعر ہی کہ جسکے سبب تمام بنی کنانہ بنی خزاعہ کی امداد و اعانت سے
باز رہے اور کسی نے اس شعر پر اعتراض نکیا **قوله** ۱۵ ه ۲۶ فقرہ مائدہ کے ۱۴ رکوع
مین ہی فَإِنْ عُثِرَ عَلَى أَنَّهُمَا لفظ عثر بمعنی اطلع حمیری بولی ہی قریشی زبان نہین ہے
اقول صراح عثرة عثرة شکوخہ عثار شکوخیدن عثر عثور دیدہ ور شدن
بر چیزے یقال عثر علیہ اعثار اطلاع دادن کسی را و منہ قولہ تعالی وَكَذَلِكَ
أَعْثَرْنَا عَلَيْهِمْ کذا فی ص و ق + مجمع عثر الرجل علی الشی یعثر عثورًا اذا اطلع علی
امر لم یطلع علیہ غیرہ یہ لفظ خاص حمیر کا نہین بلکہ دیگر فصحاے عرب کا محاورہ
بھی ہی اعشی **شعر** بذات لوث عفرناة اذا عثرت ؟ فالتعس اولی لہا من ان
یقال لعا ؟ کما فی المجمع **قوله** ۱۱ ۲۶ فقرہ اعراف کے ۸ رکوع مین ہی إِنَّا لَنَرَاكَ
فِي سَفَاهَةٍ لفظ سفاہت بمعنی جنون قریش کی زبان نہین حمیر کی ہی **اقول** پادریصاحب
نے قول بست و یکم مین بھی اس لفظ پر اعتراض کیا ہی اور وہان اسکو بمعنی جہالت
بنی کنانہ کا محاورہ لکھا ہی اور یہان بمعنی جنون حمیر کا محاورہ لکھا ہی مگر دونون جگہ
بلکہ جہان قرآن مین آیا ہی وہان وہی حجازی معنی مراد ہین یعنی بیخردی اور
سبکی عقل اور جواب اسکا مفصلًا مع شواہد وہان مذکور ہو چکا ہی حاجت اعادہ نہین
مگر پھر اس قدر کہتا ہون کہ اگر کسی مترجم نے بجاے بیخردی کے جنون ترجمہ کر دیا

تو ایسے اختلاف لفظی پر اعتراض سبھی خالی از جنون نہین قولہ ۶۷ فقرہ یونس کے
۳ رکوع مین ہی فَزَيَّلْنَا بَيْنَهُمْ لفظ زیلنا بمعنی تمیز کا غلط بولا ہی کوئی فصیح حجاز
کا یہ لفظ نہین بولتا اقول صراح زیل دور کردن از جاے و پارہ پارہ کردن و
جدا کردن یقال زال الله زواله وازال الله زواله اذا دعی علیه بالبلاء والهلاك
وزلته فلم یتزیل ومزته فلم یتمیز وزیلته فتزیل ای فرقته فتفرق ومنه
قوله تعالی فَزَيَّلْنَا بَيْنَهُمْ مزایلة وزیال ای مفارقت وفراق وزال تباین
كذا في ص وق + مجمع التزييل التفريق ماخوذ من قولهم زلت الشيء عن مكانه
ازيله وزيلته من هذا اذا نحيته عن مكانه وزايلت فلانا اذا فارقته
اي ميزنا وفرقنا بينهم في المسئلة فسئلنا المشركين على حدة لم عبدتم
الاصنام وسئلنا الاصنام على حدة لم عبدتم وباي سبب عبدتم وهذا
سوال تقريع وتبكيت وقيل معناه فزيلنا بينهم وبين الاوثان فتبرأ منهم
الشركاء وانقطعت اسبابهم ؂ شاہد یہ ہی لبید شعر خفرت وزايلها السراب
كانها ؂ اجزاع بيشة اثلها ورضامها ؂ اي فارقها السراب فتميزت ولاحت
كما في المعلقة + عبد القيس بن خفاف شعر صحوت وزايلني باطلي ؂ لعمر ابيك
زيالا طويلا ؂ كما في الحماسة قولہ ۶۸ فقرہ ہود کے ۶ رکوع مین ہی قَدْ كُنْتَ
فِينَا مَرْجُوًّا لفظ مرجوا بقول متقدمین بمعنی حقیر محمد صاحب نے خلاف محاورہ قریش
حمیر کی گنواری زبان پر بولا ہی اقول صراح رجاء بالمد امید داشتن و ترسیدن
كذا في ص وق + مجمع مرجوا قبل هذا اي كنا نرجو منك الخير لما كنت
عليه من الاحوال الجميل قبل هذا القول فالان يئسنا منك ومن خيرك

بابداعك ما ابدعت وقيل معناه كنا نرجوك ونظنك عونا لنا على ديننا بعد اسکے جواب یہ ہی کہ تفاسیر مسلّمہ اولہ مین کسی مفسر نے مرجو کے معنی حقیر نہین لکھے اور نہ کتب لغت سے یہ معنی ثابت ہوتے ہین اور نہ یہ معنی سیاق عبارت قرآن اور قصۂ صالحؑ کے مطابق ہین پھر ایسے قول بے سند خلاف جمہور و خلاف واقع کو کون تسلیم کرتا ہی حضرت صالحؑ کی قوم کا یہ قول تھا کہ ای صالحؑ قبل تیرے اس قول کے کہ خداے واحد کی عبادت کرو اور عبادت اصنام کو ترک کرو ہم تجھ سے یہ امید رکھتے تھے کہ تو ہمارا سردار ہوگا اپنے امور مین تجھ سے صلاح و مشورہ کیا کرینگے اور اب تو ایسی باتین کرتا ہی جن سے امید قطع ہوگئی فقط اور ہر گاہ رجو کے معنی حقیر کہین تو یہ مطلب ہوگا کہ ای صالحؑ قبل اس قول کے ہم تجھ کو حقیر اور ذلیل سمجھتے تھے پس یہ مطلب اصل قصہ سے بالکل خلاف ہو جائیگا اور پادریصاحب نے لفظ متقدمین لکھکر عوام و جہال پر اپنے علم و تحقیق کو ظاہر کیا ہے یہ محض مغالطہ ہی بجز اس شخص ابو القاسم کے کسی نے غالبًا نہین لکھا اور اگر کسی نے لکھا ہی تو معترض اوسکا نام بتائے — اور اسی وجہ سے پادریصاحب نے کسی کا نام نہین لکھا ہی صرف متقدمین لکھکر ٹال دیا ہی ابو القاسم کے قول کا حال ہمارے جوابات او شواہد سے جنکو برابر لکھتے آتے ہین ناظرین کو خوب معلوم ہو گیا ہوگا — اور چونکہ یہان مرجو کے معنی حقیر نہین اسواسطے سند اور شاہد کی ضرورت نہین **قولہ** ۶۹ فقرہ یوسف مین ہی جَعَلَ السِّقَايَةَ فِي رَحْلِ أَخِيهِ لفظ سقایہ بمعنی برتن قریش کے برخلاف حمیر کا محاورہ ہی **اقول** صراح سقایہ بالکسر و پیمانہ شراب و منہ قولہ تعالیٰ جَعَلَ السِّقَايَةَ فِي رَحْلِ أَخِيهِ وهو الصواع الذى كان الملك يشرب منه كذا

له جلالین اجعلہ رجوا ان یکون لنا سیدا ١٢ بیضاوی فینا لما کنا نری فیک من مخایل الرشد والسداد ان یکون لنا سیدا او مستشارا فی الامور ولوانا توافقنا فی الدین فلما سمعنا هذا القول منک انقطع رجاؤنا عنک انتهای ان نعبد ما یعبد آباؤنا علی حکایة الحال الماضیة ١٢ مدارک او وقیل مرجوا للسیادة والمشاورة بالامور او کنا نرجوا ان ترتضی فی دیننا ونوافقنا علی ما نحن علیہ ١٢ منہ ١٢

فی ص وق مجمع والسقایة الاناء التی یسقی منہا وهو من السقی وقیل السقایة والصواع واحد قیل ان السقایة هی المشربة التی کان یشرب منہ الملک ثم جعل صاعا فی السنین الشداد القحاط یکال بہ الطعام وقیل کان من ذهب عن ابن زید وروی ذلک عن ابی عبد الله وقیل کان من فضة و ذهب عن ابن عباس وقیل کان من فضة مرصعة بالجواهر جواب یہ ہے کہ سقایہ محض برتن کو نہین کہتے جسطرح پادری صاحب نے لکہا ہے بلکہ پانی پینے کے برتن کو کہتے ہین خواہ پیالہ ہو یا کچہ اور یہ لفظ نہایت فصیح اور عذب ہے اور قریش کے استعمال مین تہا ابو لہب حضرت عبد المطلب کے مرثیہ مین کہتا ہے **شعر** طوی زمزما عند المقام فاصبحت لہ سقایتہ فخرا علی کل ذی فخر۔ کما فی السیرة اگرچہ شعر مین سقایت مصدر ہے نہ صفت لیکن اس سے فصاحت لفظ کی ظاہر ہے پس اگر بالفرض سقایت بمعنی ظرف حمیری محاورہ ہو تاہم یہ لفظ غریب حسن ہوگا نہ متوعر علاوہ اس کے حمیر کا محاورہ گنواری نہین ہوسکتا کما مر **قولہ** ۷ فقرہ حجر مین ہے من حمأ مسنون لفظ مسنون بمعنی نتن و بدبو حمیر کی بولی ہے قریش مین کوئی اشراف اس لفظ کا استعمال نہین کرتا **اقول** صراح سنن بفتحتین روش حمأ مسنون بوی ناک وسنة الوجہ صورت روی مسنون صورت کردہ و قد سننہ اسنہ منہا اذا صورتہ و رجل مسنون الوجہ اذا کان فی وجہہ وانفہ طول سن ایضا ریختن خاک بر زمین و بلند کردن و آب بر روی ریختن کذا فی ص وق مجمع والحمأ جمع حمأة وهو الطین المتغیر الی السواد یقال حمئت البئر و احماتہا انا والمسنون المصبوب من سننت الماء علی وجہہ ای صببتہ

ویقال سننت بالسین غیر معجمة ارسلت الماء وشننت بالشین معجمة
صببت وقیل انه المتغیر من قولهم سننت الحدید علی المسن اذا غیرتها
بالتحدید واصله الاستمرار فی جهته من قولهم هو علی سنن واحد
والسنة الطریقة وسنة الوجه صورته + المعنی من حماء ای من طین
متغیر مسنون ای مصبوب کانه افرغ حتی صار صورة کما یصب
الذهب والفضة وقیل انه الرطب عن ابن عباس وقیل مصور عن
سیبویه قال اخذ من سنة الوجه بعد اسکے جواب یہ ہے کہ مسنون کے معنی
منتن بھی ہین مگر یہان اکثر مفسرون نے یہ معنی اختیار نہین کیے بلکہ خود سیوطی
نے بروایت صحیحہ ابن عباس سے اسکے معنی رطب لکھے ہین اور اکثر مفسرون نے مصور
یا مصبوب لکھے ہین اور یہ دونون لفظ گویا قول ابن عباس کی تفسیر ہین اور قصۂ آدم
سے ظاہر ہے کہ اونکی مٹی چالیس روز بھیگتی رہی اور بعد خمیر کے اوسکا قالب و پتلا
بنایا گیا اور پھر وہ خشک کیا گیا + اور نیز بلاغت قرآن سے ظاہر ہے کہ مسنون کے
معنی مصور یعنی صورت کردہ شدہ ہین اور اس مین مصبوبیت بھی داخل ہے کیونکہ
قالب مین پڑنا اور صورت بنا بدون صب کے نہین ہوتا اور یہی قول مختار ہے
کیونکہ مٹی کا بھیگنا اور مخمر اور متغیر اور بدبو ہونا لفظ حما سے ظاہر ہے بلکہ مجاہد اور
کسائی کے نزدیک بدبو ہونا لفظ صلصال سے ہی ظاہر ہے پھر لفظ مسنون سے
فائدہ جدید حاصل ہونا چاہیے قطع نظر اسکے اگر مسنون کے معنی بدبو کے ہون تو
قالب و پتلا بنانا اور بصورت انسان ہوجانا کس لفظ سے سمجھا جائے گا حالانکہ
اس کیفیت کا بیان بھی ضرور تھا۔ اللہ اللہ کیا بلاغت ہے اور کیا فصیح لفظ فرمایا ہے

کہ جسکے کئی معنی ہین اور سب معنی حالات قصہ سے مناسب ہین اور درست
ہوجاتے ہین اور درحقیقت مراد ایک معنی ہین یعنی مصبوب و مصبورب
علاوہ دونون وجہون مذکورہ کے اس معنی کے ظاہر اور مختار ہونے کی
تیسری وجہ یہ بھی ہر کہ یہ معنی فصحاے عرب کے استعمال مین بہت ہین۔
شاہد یہ ہر حمزہ بن عبدالمطلب عم رسول اللہ **شعر** اغر کضوء
الشمس سنة وجهه ٭ جلی الخیر عنه ضوءه فتبدا ٭ کما فی التحفة
الناصریہ ذوالرمہ **شعر** یریك سنة وجهه غیر مقرفة ٭ ملساء لیس
بها خال ولا ندب ٭ کما فی المجمع والصحاح ۔ امرء القیس **ع**
ومسنونة زرق کانیاب اغوال ٭ اور شاہد مسنون بمعنی منتن یہ ہے
شاعر **شعر** طاب منه الطعم والریح معا ٭ لن تراه متغیرا من اسن ٭
کما فی الاتقان عن ابن عباس پس ثابت ہوا کہ یہ معنی بھی خاص حمیری محاورہ
نہین اور اگر ہو تو کچھ قباحت نہین **قولہ** ۱۷ فقرہ بنی اسرائیل مین ہے
فَسَيُنْغِضُونَ اِلَيْكَ رُءُوْسَهُمْ لفظ ینغضون بمعنی تحریک الراس قریش
کا محاورہ نہین **اقول** صراح نغض نغوض سر جنبانیدن وجنبیدن آن
متعد ولازم وجنبیدن پالان شتر و دندان کودک کہ خواہد افتاد وکذا فی ص ق
مجمع وبقال انغض راسه ینغضه ونغض براسه ینغضه نغضا اذا حرکه
قالوا والنغض تحریك الراس بارتفاع وانخفاض ومنه قیل الظلیم نغض
لانه یحرك راسه فی مشیه بارتفاع وانخفاض شاہد یہ ہر امرء القیس
شعر وراح کتیس الرمل ینغض راسه ٭ اذاة به من صائك متحلب ٭

نغض ینغض ... صحاح ... (حاشیہ)

علقمہ **شعر** وماء کسنات الی بل ینقض راسه اذا ذاقه من صهابة متقلب
کما فی العقد + یہ دونون شعراون عمدہ اور فصیح قصیدون مین کے ہین کہ جو اون
دونون شاعرون نے امتحان شاعری کے واسطے مقابلہ مین ایک خیمہ کے اندر بطور
مباحثہ فی البدیہہ کہے تھے اور اچھے اور برے کلام کی شناخت کے واسطے امرئ القیس
کی زوجہ حکم یعنی پنچ اور ثالث مقرر ہوئی تھی یقینا دونون شاعرون نے اوسوقت
کوئی غیر فصیح لفظ نہ بولا ہوگا **شعر** تنغض لی یوم الفجار وقد تری خیولا
علینا کالاسود ضواریا کما فی الاتقان عن ابن عباس + ناظرین یاد رکھین کہ
یہ لفظ منجملہ اون الفاظ ثلاثہ کے ہی جنکو ابوبکر واسطی نے لغات قریش مین سے
غریب لکھا ہی اس سے صاف ظاہر ہی کہ قریش مین یہ لفظ مستعمل تھا گو بطور
غرابت ہو اور اگر مطلقا مستعمل نہوتا تو بھی مخل فصاحت نہ تھا کیونکہ علقمہ اور
امرئ القیس وغیرہم سے فصحا اور مستندین کا محاورہ تھا **قولہا** ۲۔ ۷ نقرہ
مریم کے اوائل مین ہی قَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْكِبَرِ عِتِيًّا ۝ لفظ عتیا بمعنی نحولا قریشی محاورہ
نہین حمیری زبان ہی **اقول** صراح عتو عتی بالضم والکسر از حد درگذشتن عتی بغایت
پیری رسیدن وتعیت مثل عتوت وعتی لغۃ فی حتی لہذیل وثقیف کذا فی
ص وق + مجمع معناہ وقد بلغت من کبر السن الی حال الیبس والجفاف و
نحول العظم بعد اسکے کہتا ہون کہ یہ محاورہ خاص حمیری نہین کیونکہ ایسا ہوتا
تو اہل لغت ضرور اسکو بیان کردیتے چنانچہ اسی لغت مین دیکھہ لینا چاہیے
کہ جو ہذیل اور ثقیف کا خاص محاورہ تھا اوسکو بیان کردیا اگر حمیری محاورہ
ہوتا تو اوسکو بھی لکھدیتے **قولہا** ۲۔ ۷ نقرہ طہ مین ہی وَلِيَ فِيهَا مَآرِبُ

اُخریٰ لفظ مارب بمعنی حاجات حمیری زبان ہی قریش مین کوئی شریف نہین
بولتا **اقول** صراح ارب بالکسر وسکون الراے وفتحہا اربہ ماربہ بضم الرا
وفتحہا حاجت وفی المثل ماربۃ لاحفاوۃ ارب بفتحتین حاجت مند شدن کذا
فی ص وق + مجمع ای حاجات + شاہد یہ ہی ابو قیس بن الاسلت **شعر** وقد
کان عندی الھموم معرس لم اقض منہا حاجتی ومآربی ؛ کاق والسرۃ
اور عرب مین ضرب المثل ہی ماربۃ لاحفاوۃ اور ظاہر ہی کہ مثل شعر سے بھی
زیادہ فصیح اور مستند اور مشہور ہوتی ہی **قولہ** ۸۸ ص ۱۴ یہ فقرہ کہف مین ہے
فہل نجعل لک خرجا لفظ خرجا بمعنی جعلا آیا ہی اور بعضے کہتے ہین کہ شاید
محمد نے خراجا تبلایا تھا پس یہ لفظ فصحا کی زبان نہین حمیری محاورہ ہی **اقول**
صراح خرج خراج بفتحتین باج وجعل بالضم مزد وبفتحہ بالکسر کذالک کذا
فی ص وق مجمع معناہ فہل نجعل لک بعضا من اموالنا علی ان تجعل
بیننا وبینہم سدا ای حاجزا والفرق بین الخرج والخراج ان الخراج
اسم لما یخرج من الارض والخرج اسم لما یخرج من المال وقیل الخراج الغلۃ
والخرج الاجرۃ وقیل الخراج ما یؤخذ عن الارض والخرج ما یؤخذ عن الرقاب
قالہ ابو عمرو وقیل الخراج ما یؤخذ فی کل سنۃ والخرج ما یؤخذ دفعۃ
عن ثعلب قطع نظر اس سے کہ کسی اہل لغت نے باوجود اس اختلاف وتحقیق کے
اس لفظ کو حمیری محاورہ نہین لکھا ہم فرضا تسلیم کرتے ہین کہ حمیر بجاے جعل کے
خرج بولتے ہین لیکن جعل مزد کو کہتے ہین جو کام کے عوض مین ایک دوسرے کو مقرر
کردیوے اور جو مال نقد کرنی کس کے حساب سے تحصیل کرکے بادشاہ لیوے

یا خود رعایا اپنی خوشی سے چندہ کر کے بادشاہ کو دیوے پس اگرچہ یہ مال کام کے عوض
اور اجرت ہو مگر بنظر آدابِ سلطانی اسکو مزد و اجرت نہین کہتے کیونکہ یہ لفظ حقیر
خلاف شان سلطنت ہے اور نیز رعایا بادشاہ سے وہی شرطین مقرر نہین کر سکتی
جو اہل معاملہ کے درمیان باہم ہوتی ہین تا کہ معنی جعل کے متحقق ہون اور غالبا
کسی ملک مین اسکو مزد و اور اجرت نہ کہتے ہون گے پس اگر یہ حمیری محاورہ ہوگا تو بھی
بجاے مزد کے بولا جاتا ہوگا نہ ایسے مقام ادب پر اور بادشاہ کے حضور مین پس قصۂ
ذو القرنین مین مزد و اجرت کہنا مناسب نہین اور یہی وجہ ہے کہ قرآن مین لفظ
جعل نہین فرمایا بلکہ وہ لفظ فرمایا ہے جس سے مالگذاری سمجھی جاوے نہ اجرت و مزد
یہ کمال بلاغت ہے اور بعض مفسرین نے جو اس لفظ کا ترجمہ جعل کیا ہے وہ مرادی
معنی ہین نہ لفظی ترجمہ اور اسی واسطے یہان شاہد کی ضرورت نہین **قولہ**
۵۵ فقرہ فرقان مین ہے اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا غرام بمعنی بلا آیا ہے اور
یہ فصاحت سے خارج حمیری زبان ہے **اقول** صراح غرام بالفتح بدی پیوستہ و
عذاب قولہ تعالی اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ای هلاکا و لزاما لهم مغرم بالحب
و بالدین بفتح الرای ای معذب ملزم کذا فی ص ق مجمع والغرام اشد العذاب و
هو اللازم و منه الغریم لملازمته و الحاحه و فلان مغرم بالنساء ای
ملازم لهن لا یصبر عنهن شاہد یہ ہے بشر بن ابی حازم شعر و یوم النسار
و یوم الجفار کان عذابا و کان غراما کما فی المجمع و الاتقان و الصحاح +
زهیر شعر و ان قام فیهم حامل قال قاعد رشدت فلا غرم
علیک و لا خذل ـ کما فی السیرۃ و العقد ابو قیس صرمہ بن انس شعر

وان ناب عن مفادح فاہفقوھم ۔ وما حملوکم فی الملمات فاحملوا ۔ کما
فی السیرۃ + نابغۃ **شعر** فدعیا عنک اذ شطت نواھا ۔ وبجت من
بعادک فی غرام ۔ کما فی العقد + بعد اسکے پھر کہتا ہون کہ اکثر مفسرین نے اسکا
ترجمہ لازم کیا ہی خود سیوطی نے بھی جلالین مین وہ ترجمہ نہین کیا جو اتقان مین
نقل کیا ہی اور بالفرض اگر کسی نے اسکا ترجمہ بلاء کیا تو کچھ قباحت نہین ۔
کیونکہ لغت مین اسکے معنی عذاب بھی ہین اور عذاب کو بلا بولتے ہین پادری صاحب
کو نزاع لفظیہ سے بجز عوام فریبی کے کیا حاصل ہی **قول** ۶۷ فقرہ نمل مین
ہی قیل لہا ادخلی الصرح لفظ صرح بمعنی محل یا گھر یہ محاورہ ہی دیہاتی زبان ۔ **اقول**
صراح صرح کوشک وبناے بلند صروح جمع کذا فی ص وق + مجمع والصرح القصر
وکل بناء مشرف ۔ اس لفظ کا شاہد سر دست دستیاب نہین ہوا اور نہ چندان
تلاش کی ضرورت ہی کیونکہ کسی اہل لغت نے اسکو دیہاتی یا حمیری نہین لکھا اور نہ
معترض نے کسی خاص قبیلہ کا لکھا ہی اور در اصل ان سب اعتراضون کے واسطے
ہمارے وہی جوابات کافی ہین جو پادری صاحب کی تنبیہ کے جواب مین
مذکور ہو چکے ہین اور اشعار جو ہم نے لکھے ہین وہ صرف مومنین کی تفریح
اطمینان کے واسطے ہین نہ پادری صاحب کے واسطے **قول** ۷۸ فقرہ لقمان
مین ہی ان انکر الاصوات لصوت الحمیر دیکھو محمد صاحب نے انکر الاصوات بمعنی
اقبح الاصوات بولا ہی یہ قریش کی زبان نہین حمیر کے جنگلی گنوارون کی بولی ہے
اقول صراح نکر بکسر الوسط ناشناسائی ضد معرفت منکر بفتح العین ناشناختہ
وکار زشت نکر بضمتین وسکون ۲ نشلہ وشگفت ونکر الامر بضم الثانی امی اشتد

بمناکرہ کارزارکردن کذا فی ص وق + مجمع ای اقبح الاصوات شاہد یہ ہے
خدیج بن العوجاء النصری فی غزوۃ حنین شعر ولما دنونا من حنین
ومائہ ٭ رآینا سوادا منکر اللون اخصفا ٭ - کما فی السیرۃ قولہ تعالیٰ سورہ
قرہ واقعہ میں ہی فَلَوْلَا اِنْ کُنْتُمْ غَیْرَ مَدِیْنِیْنَ لفظ مدینین بمعنی محاسبین
کبھی کوئی شریف اہل علم اور فصیح قریشی نہیں بولا حمیری زبان ہی اقول صراح
دَین وام دِین بالکسر کیش وعادت وکار وزرم شدن وگردن دادن و
رام گردانیدن وپاداش وپاداش دادن یقال کما تدین تدان کذا فی ص
وق + مجمع الدین ھو الجزاء ای غیر مجزیین وقیل غیر مملوکین وقیل غیر
مبعوثین یہ اعتراض بھی مثل اعتراضات سابقہ کے محض نزاع لفظی ہی اصل
ترجمہ اسکا بیان بقول مختار غیر مجزیین ہی اور چونکہ پاداش اعمال کی حساب
پر موقوف ہی لہذا اگر کسی مفسر نے اسکا ترجمہ غیر محاسبین کردیا تو کچھہ قابل اعتراض
نہیں دیکھو خود سیوطی صاحب اتقان نے بھی جلالین میں اسکا ترجمہ مجزیین لکھا
ہے شاہد یہ ہی فندہ ما فی الحماسی شعر فلما صرح الشر فامسی وھو
عریان ٭ ولم یبق سوی العدوان دناھم کما دانوا ٭ شاعر واعلم
بانک ما تدین تدان ٭ - کما فی الجمع قولہ تعالیٰ سورہ نقرہ الحاقہ میں ہے
فَاَخَذَھُمْ اَخْذَۃً رَّابِیَۃً لفظ رابیہ بمعنی شدیدہ قریش کبھی نہیں بولتے حمیر
بولتے ہیں اقول صراح ربا ربو فزونی وفزون شدن وبرآمدن بربلندی
وتا سر برافتادن رابیہ بلندی وبیشتر قولہ تعالیٰ فَاَخَذَھُمْ اَخْذَۃً رَّابِیَۃً
رابیۃ ای زائدۃ کذا فی ص وق + مجمع رابیہ ای زائدۃ فی الشدۃ

عن ابن عباس وقیل نامیة زائدة علی عذاب الامم وقیل عالیه مذکورة
خارجة عن العادة جواب یہ ہی کہ رابیہ کے معنی زائدہ ہین اور عذاب کی زیادتی
یہی شدت ہی اہل علم خصوصاً عربی دان کے نزدیک یہ نزاع لفظی معترض کی
جہالت کی دلیل ہی شاہد بمعنی زائد امیہ بن ابی الصلت شعر وقولا لہ
من ینبت الحب فی الثری ٭ فیصبح منه البقل یهتز رابیه ٭ کما فی
السیرة — مالك بن نویرہ شعر الم تر ان رابیة تلظی ٭ فتتقیا اذا ہی
وترهبان ٭ کما فی الشرح للحماسه قولہ ۱۰ فقرہ مزمل مین ہی فاخذناہ
اخذا وبیلا ٭ لفظ وبیلا بمعنی شدیدہ حمیری زبان ہی حجازی زبان نہین اقول
صراح وبل وبلہ گرانی وناگوارندگی وبال گران وناگوارشدن کذا فی ص وق
مجمع وکل وبیل ثقیل ومنه الوبل والوابل وهو المطر العظیم القطر ومنه
الوبال وهو ما یغلظ علی النفس والوبیل ایضا الغلیظ من العصا اس اعتراض
کا حال بھی مثل اعتراض سابق کے ہی کیا معنی کہ لفظ وبیل کے معنی ناگوار اور ثقیل غلیظ
ہین اور ہر ایک تکلیف اور دکھ اوسوقت ناگوار اور گران معلوم ہوتا ہی جبکہ
شدید ہو پس اگر کسی نے بنظر اختصار اسکا ترجمہ شدید لکھدیا تو یہ معنی اصلی
معنی سے جداگانہ نہین اور یہ لفظ ایسا نرم اور شیرین اور معتاد و کثیر الاستعمال
ہی کہ ہر ایک معنی مین مستعمل ہی شاہد یہ ہی شاعر شعر خزی الحیات وخزی
الممات ٭ کلا اراہ طعاما وبیلا ٭ کما فی الاتقان عن ابن عباس + نابغہ
شعر سقی الغیث قبرا بین بصری وجاسم ٭ بغیث من الوسمی قطر ووابل
کما فی العقد + شاہد بمعنی عصاے گران طرفہ شعر فمرت کہاة ذات خیف

[illegible]

جلالة ؛ عقیلة شیخ کالوبیل یلندد + کما فی المعلقة الثانیة پس قرآن
مین عذاب کیواسطے کیونکر ثقیل وغیر فصیح ہو گیا قولہ ۸۱ فقرہ قاف مین ہے
وَمَا أَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ لفظ جبار بمعنی مسلط قریش کا محاورہ نہین حمیری ہے
اقول صراح جبر شکستہ بستن ونیکو کردن حال کسی ۔ اجبار شکننده کامها وانکه
بکسند نخشتم + اور مسلط کے معنی ہین برگماشتہ شدہ بقہر وغلبہ پس یہ اعتراض بھی
محض نزاع لفظی ہی کیا معنی کہ حق تعالے اپنے حبیب صلعم کی تشفی اور تسلی کے واسطے
فرماتا ہی کہ ای رسول یہ کفار جو کچھہ تجھکو اذیت وتکلیف دیتے ہین اور ہدایت کے
جواب مین سخت وسست کہتے ہین اون سب باتون کو ہم جانتے ہین تو صرف
ہادی ہی نہ جبر کنندہ تا کہ زبردستی سے انکے دل کو پھیر دے مقلب القلوب
مین ہون تیرا کام اسی قدر ہی کہ تو اون لوگون کو جو عذاب الہی سے ڈرتے ہین
قرآن سنا دیا کر بہرحال یہان دونون لفظ کا ایک ہی حاصل ومآل ہی ایسے
اعتراضات غیر محمدی لوگون کے نزدیک بھی جو ترجمہ کی کیفیت سے واقف ہین
قابل التفات نہین ہو سکتے چہ جائے کہ محمدی لوگون کے نزدیک قولہ
۸۲ فقرہ سبا مین ہی وَأَسَلْنَا لَهُ عَيْنَ الْقِطْرِ یہ گنواری حمیر کی زبان ہی فصحاے
عرب لفظ قطر بمعنی نحاس یعنی تانبا کبھی نہین بولتے اقول صراح قطر بالکسر
کذا فی ص و ق + مجمع ای اذبنا له عین النحاس واظهرناها له اور اسیطرح دیگر
تفاسیر مین ہی شاہد یہ ہی شعر فالقی فی مراجل من حدید منه قدر القطر لیس
من البرام ۔ کما فی الاتقان عن ابن عباس قولہ ۸۳ صاد مین ہے وَالطَّيْرَ
مَحْشُورَةً لفظ محشورہ بمعنی مجموعہ محمد صاحب نے حمیر کے موافق حجاز کے برخلاف

بولا ہے **اقول** صراح حشر بر لطیف کہ بر تیز ہنند و بر انگیختن و گرد کردن و منہ
یوم الحشر یوم القیامۃ۔ کذا فی ص و ق + مجمع الحشر جمع الناس من
کل ناحیۃ و منہ الحاشر الذی یجمع الناس الی دیوان الجزاء + یہ وہ لفظ
ہی کہ صدہا دفعہ قریش نے آنحضرت صلعم سے سنا اور شب و روز حشر و نشر کے باب
مین اون کو پند و وعظ ہوا رسول مقبول صلعم اسکا اثبات فرماتے تھے اور کفار
اوسکا انکار کرتے تھے اس لفظ کو برخلاف حجاز کہنا ایسا ہی جیسا آفتاب کو سیاہ
کہنا اور اسی واسطے اسکی سند کی حاجت نہین **قولہ** ۸۴ فقرہ فتح مین ہے
وَالْهَدْيَ مَعْكُوفًا لفظ معکوفا بمعنی محبوسًا حمیری بولی ہی **اقول** صراح عکف
باز داشتن قولہ تعالی وَالْهَدْيَ مَعْكُوفًا ویقال ماعکفك عن هذا ای ما
منعك عکوف بر چیزے مقیم بودن و روے آوردن صلتہ بعلی و گرد چیزی
برگشتن و یقال عکفا الجوهر فی النظم کذا فی ص و ق + مجمع المعکوف
الممنوع من الذهاب فی جهة بالاقامة فی مکانه و منه الاعتکاف و هو
الاقامة فی المسجد للعبادة و عکفه علی هذا الامر یعکف عکوفا اذا اقام
علیه و فی سورة البقرة والعکوف والاعتکاف اصله یقال عکفت
بالمکان ای اقمت به ملازما له شاہد یہ ہی عنترہ شعر تجللنی اخ
اهوی العصی قبلی کانها صنو یعتاد معکوف ۔ کما فی العقد الثمین
المتنخل بن الحارث الیشکری الحماسی شعر یعکف مثل اساوۃ التنوم
لم تعکف بروضۃ علاوہ اسکے لفظ اعتکاف جو ایک قسم کی عبادت ہی کیا کچھ
مشہور لفظ ہی اسکا یہ نام ہونا دلیل اس امر کی ہی کہ یہ لفظ حجاز مین زمانہ جاہلیت

مین بھی نہایت مشہور و معروف تھا قولہ ۸۵ بقرہ بقرین ہی فَبَاءُو

بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰہِ لفظ باؤ کسی ملک کی بولی ہے شہر مکہ کا یہ محاورہ نہیں ہے غیر انوار

لفظ ہی جو ہم کی بولی ہی اقول صراح بوء مباءة جاے باش و تبوأت

منزلا ای نزلته و بوأت للرجل منزلا و بوأته ای هیأته و مکنت له

فیه استباءة جاے ساختن اباءة باز گردانیدن شتر بجوا گاه و ابأت علیه

ماله ای اروحت علیه اهله و غنمه و منه سمی النکاح باءة و باءة لان الرجل

یتبوأ من اهله ای یستمکن منها بواء برابر یقال دم فلان بواء بدم فلان

اذا کان کفوا له و اباءت القاتل بالقتیل اذا قتله به و باء بصاحبه اذا

قتل به و منه قولهم باءت عرار بکحل وهما بقرتان قتلت احدهما بالاخری

و قوله تعالی و بَاءُو بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰہِ ای رجعوا به ای صار علیهم و باء باثمه

و بحقه یبوء بوءً ای اقر و ذا یکون ابدا علیه لا له کذا فی ص و ق + مجمع

و بَاءُو بِغَضَبٍ ای انصرفوا و رجعوا متحملین غضب الله و قد وجب علیهم

مِّنَ اللّٰہِ الغضب و حل بهم منه السخط و لا یقال باء الا موصولا اما بخیر

او بشر و اکثر ما یستعمل فی الشر و یقال باء بذنبه یبوء به قال المبرد و اصله

المنزلة ای نزلوا منزلة غضب الله و روی ان رجلا جاء برجل الی رسول الله

فقال هذا قاتل اخی و هو بواء به ای مقتول به و منه قول لیلی الاخیلیة

و قال الزجاج اصل ذلک التسویة و قال قوم هو الاعتراف و معناه

انهم اعترفوا بما یوجب غضب الله و قال ابو عبیدة فباءو بالغضب

احتملوا و اقروا به و اصل البواء التقریر و الاستقرار   پادری صاحب

نے اس لفظ کے معنی سے کچھ تعرض نہین کیا صرف لفظ کو جرہم کا بتایا ہی اسواسطے
جواب اونکا صرف اشعار تھے مگر ہم اس لفظ کے معنی کا حال بھی لکھے دیتے ہین
تاکہ اونکو پھر دوبارہ اعتراض و سوال کی گنجائش نرہے کتب لغت مین اس لفظ
کے تین معنی ہین اوّلاً منزلت ثانیاً تسویہ ثالثاً اعتراف اور اس آیت مین
تینون معنی درست ہو سکتے ہین لہذا مفسرین اپنی اپنی راے کے موافق ترجمہ
کرتے ہین چنانچہ کوئی لکھتا ہی ای رجعوا بغضب اللہ کوئی لکھتا ہی ای رجعوا
وصاروا احقاء بغضبہ کوئی لکھتا ہی اعترفوا بما یوجب غضب اللہ کوئی
لکھتا ہی استوجب غضب اللہ مگر ان سب ترجمون کا مآل اور محصل ایک ہے
لہذا ہم اصل تینون معانی لغویہ کے شواہد لکھے دیتے ہین جس سے ظاہر ہوجاویگا
کہ یہ لفظ ہر ایک معنی مین کثیر الاستعمال ہی اور خاص جرہم کا نہین شاہد معنے
منزلت یعنی جاے باش زبیر بن عبد المطلب عم رسول اللہ صلعم شعر
فبوّانا المليك بذاك عزا ٭ وعند الله يلتمس الثواب ٭ - كما في السيرة +
عمرو بن معدیکرب شعر کم من اخ صالح ٭ بوأته بیدی لحدا ٭ - کما
فی الحماسہ + شاہد معنی مساوات - مفیس بن صبابة المکی شعر جللته
ضربة باءت لها وشل ٭ من ناقع الجوف یعلوه وینصرم ٭ فقلت
والموت تغشاه اسرته ٭ لا تأمنن بنی بکر اذا ظلموا ٭ - کما فی السیرة
لیلی الاخیلیه شعر فان تکن القتلی بواء فانکم ٭ فتی ما قتلتم آل
عوف بن عامر ٭ - کما فی المجمع والصحاح + اعشی شعر اصالحکم
حتی تبوءوا بمثلها ٭ کصرخة حبلی بشرتها قبیلها ٭ - کما فی السیرة

شعر فيقتل خيرا بامرئ لم يكن له ﴿ بواء ولكن لا تكايل بالدم ﴾ - كما في المجمع - اور شاہ بمعنی اعتراف لبید شعر انکرت باطلها وبؤت بحقها ﴿ عندي ولم يفخر علي كرامها ﴾ - كما في المعلقة والصحاح شعر ابي الوع بعثرتي وخطيئتي ربي وهل الا اليك المهرب ﴾ - كما في المجمع قوله ۱۲۶ فقرہ حج مین ہی لفي شقاق بعيد لفظ شقاق جسکے اصلی معنی جھگڑے کے ہین محمد صاحب نے اس آیت مین بمعنی گمراہی ابدا ہی اگرچہ متاخرین نے اسکے معنی بدلے پر ابن عباس کے سامنے کسی کا اعتبار نہین ضرور یہ جرہم کا وحشی لفظ ہی اقول صراح شقاق خلاف و دشمنا کی کردن کذا في ص وق + مجمع لفي شقاق بعيد اي في معاداة ومخالفة بعيدة عن الحق جواب یہ ہی کہ بجز ابو القاسم کے کسی مفسر عربی یا فارسی یا اردو نے بلکہ خود سیوطی نے بھی اس لفظ کا ترجمہ گمراہی نہین کیا اتقان کی عبارت پادری صاحب کی سمجھ مین نہین آئی کیونکہ جو روایت ابن عباس سے ہی وہ جویر نے صرف لفظ سطور کی نسبت لکھی ہی اور وہین تمام ہوگئی اور یہ لفظ ابو القاسم کے الفاظ مین سے ہی اور اوس نے اپنے معانی کی سند کسی سے بیان نہین کی - اور فرض کیا کہ کسی مفسر نے اسکا ترجمہ گمراہی کردیا تو کیا خلاف کیا خلاف اور عداوت امر حق یا خلاف خدا و رسول عین گمراہی ہی ایسے مغالطات اور نزاع لفظیہ عوام کے سامنے چل سکتے ہین اہل علم کے سامنے نہین چل سکتے قوله ۱۲۷ فقرہ نساء مین ہی ذلك ادنى ان لا تعولوا لفظ تعولوا بمعنی تميلوا یعنی جھکنا غیر مانوس بر خلاف فصاحت جرہم کی بولی ہی اقول سورۂ نساء مین یہ عبارت نہین ہی معلوم ہوتا ہی کہ لا تعولوا کی خرابی کی سبب ہے صراح عال الميزان فهو عائل اي مائل ومنه قوله تعالى ذلك ادنى ان لا تعولوا -

حاشیہ: ۹۷ جلالین لفي شقاق بعيد خلاف طويل ۔ عن الحق ۱۲ بیضاوی لفي شقاق بعيد عن الحق او الرسول ۱۲ مدارک وحسینی والمعالم بعید خلاف شقاق بعید عن الحق ۱۲ مز

قال مجاهد ان لا تميلوا لا تجوروا وعال في الحكم اي جار وعال وعالني الشيئ اي
غلبني وعال الامر اي اشتد عول ايضاً زيادت كردن وبرآوردن سهام فرائض
كذا في ص وق + مجمع وعال الرجل يعول عولا وعيالة اي مال وجار ومنه عول
الفرائض لان سهامها اذا زادت دخلها النقص شاہد ہی عبد الله بن الحارث
بن قيس المكي في ارض حبشہ شعر انا تبعنا رسول الله واطرحوا ٭ قول النبي وعالوا
في الموازين ٭ + حضرت ابو طالب شعر بميزان قسط لا يخس شعيرة ٭ له
شاهد من نفسه غير عائل ٭ - كما في السيرة + حطان بن المعلى الحماسي شعر
وعالني الدهر بوفر الغنى ٭ فليس لي مال سوى عرضي ٭ + قوله ۱۸ ۱۸ نفسه
اعراف ميں ہی كان لم يغنوا فيها لفظ يغنوا بمعنى تمتعوا بموجب تفسير جلالين كے
خلاف محاوره اور خارج از فصاحت بولا گيا ہی اقول صراح غنى غنيه بالفتح
بے نيازی وغنى بالمكان اقام به وغنى اي عاش كلها بالكسر غنار بالمد والفتح
فائده وسود غنار بالكسر والمد سرود مغنى بالفتح جاے باهل وباشندگان مغانى
جمع كذا في ص وق + مجمع غني بالمكان يغنى وغنيانا اقام كانه استغنى بذلك
المكان عن غيره والمغاني المنازل واصل الباب الغنى اي كانهم لم يقيموا بها
قط وقيل كان لم يعيشوا فيها مستغنين شاہد ہی نابغة شعر غنيت بذلك
اذ هم لك جيرة ٭ منها بعطف رسالة وتودد ٭ - كما في العقد + ابن ابي جهم بن
حذيفة المكي نے چاه زمزم كھودتے وقت كہا ہی شعر وقدما غنينا
قبل ذلك حقبة ٭ ولا نستقى الا بخم او الحفر ٭ - كما في السيرة + حاتم طائى
شعر غنينا زمانا بالتصعلك والغنى ٭ وكلا سقاناه بكاسيهما الدهر ٭ فما

نزادنا بغیا علی ذی قرابة   غنانا ولا ازری باحبابنا الفقر   کما فی الصحاح والشرح للحماسه بعد اسکے مین کہتا ہون کہ اگرچہ اسکا ترجمہ لم یمتعوا غلط نہین بطور حاصل مطلب کے ہی مگر کسی تفسیر مین نہین دیکھا گیا اکثرون نے لم یقیموا کا ترجمہ کیا ہے ؎ — اور جلالین پر جو اتہام کیا ہی سو معلوم نہین کہ وہ کون سی جلالین ہی اس جلالین[سلہ] متداولہ مین لم یقیموا ہی لم یمتعوا نہین ہی حق یہ ہے کہ قوت حافظہ کہانتک پادریصاحب کی رفاقت کرے قولہ ۸۹ فقرہ انفال مین ہی فشرد ہم من خلفہم[سلہ] لفظ شرد بمعنی نکّل یعنی سزا دے خلاف قریش کے جرم کے گنواری طور پر بولا گیا ہی اقول صراح شرود وشراد رمیدن ستور قافیة شرود ای سائرة فی البلاد تشرید راندن ومنه قوله تعالی فشرد بہم من خلفہم ای فرق و بدد جمعہم شرید بمعنی طرید کذا فی ص وق مجمع والتنزیل التفریق علی اضطراب ای فنکل بہم تنکیلا واثر فیہم تاثیرا یشرد بہم من بعدہم ویطردہم ویمنعہم من نقض العہد بان ینظروا فیہم فیعتبروا بہم الخ شاہد یہ ہی کعب بن مالک ایک قصیدہ مین کہتا ہے شعر فاتاک من حسکین فل الحشر کانہم ؎ والخیل تثفنہم نعام شرد ؎ ضرار بن الخطاب جنگ احد مین حضرت حمزہ کے باب مین کہتا ہے شعر حوار ناب وقد ولی صحابته ؎ کما تولی النعام الہارب الشرد ؎ کما فی السیرة ++ عبد مناف بن ربع الہذلی شعر حتی اذا اسلکوہم فی قتائدة ؎ شلا کما تطرد الجمالة الشردا ؎ کما فی الصحاح تشرید کے اصل معنی راندن ہین اور تنکیل کے اصل معنی عقوبت کردن ہین اور یہان چونکہ نقض عہد کے باعث کفار کو تشرید کا حکم فرمایا ہی اور یہ اونکی سزا مقرر ہوئی تھی

سلہ جلالین کے نسخہ یقیموا فیہا فی دیباچہ بیضاوی ... استوجبوا ...
سلہ ... الحشی ... آیت ... سے

اسواسطے بعض مفسرین نے بنظر اختصار حاصل مطلب بیان کر دیا ہی واضح رہے
کہ یہ لفظ بھی منجملہ اون الفاظ ثلاثہ کے ہی جنکو ابو بکر واسطی نے الفاظ غریبہ قریش
مین لکھا ہی اور معنی اسکے سمع بجم لکھے ہین یعنی منتشر کرا ونکو یا تشہیر کرا ونکو اور ابن
ابو القاسم نے اسکے معنی نکل لکھے ہین اور جرہم کا لفظ لکھا ہی یہ دونون عالم بادریہ
کے مستند ہین اور دونون کے ترجمون مین مختلف لفظ ہین پس اسی جگہ سے یاد رکھیا
سمجھ لین کہ مترجمون کے اختلاف عبارت پر نظر نکرنی چاہیے بلکہ اصل لغوی معنی
کو دیکھنا چاہیے کہ وہ کیا ہین اور درست ہوئے ہین یا نہین — اور اگر یادرکھیا
واسطی کے ترجمہ کا بھی شاہد طلب کرین تو وہ بھی موجود ہی **شعر** احلوف في
النواطر کل یوم مخافة ان تشرد بي حکیم + کما فی المجمع **قوله** ۹۰ فقرہ
ہود مین ہی اَرَاذِلُنَا بَادِیَ الرَّاْیِ لفظ اراذلنا بمعنی سفلتنا قریش کی زبان نہین
جرہم کی بولی ہے **اقول** صراح رذل ناکس و فرومایہ کذا فی ص وق + مجمع
الرذال الخسیس الحقیر من کل شيء والجمع ارذل ثم یجمع علی اراذل کفولہ
کلب واکلب واکالب ویجوز ان یکون جمع الارذل فیکون مثل اکابر
جمع الاکبر اس لفظ کے معنی بجز سفلہ اور کمینہ اور ناکس اور فرومایہ کے دوسرے
معنی نہین اسواسطے یہ کہنا کہ یہ لفظ اس معنی مین قریش کی زبان نہین محض غلط ہے
قوله ۹۱ فقرہ ہود مین ہی هٰذَا یَوْمٌ عَصِیْبٌ لفظ عصیب بمعنی شدید جرہم
کا وحشی لفظ ہی **اقول** صراح العصب پی اشتد معصوب سخت گوشت والیضاً
گرسنہ بلغت الہذیل و اعصوصب القوم ای اجتمعوا وصاروا عصائب و اعصوصب
الیوم ای اشتد ومنہ یوم عصیب وعصیصب ایضاً شدید کذا فی ص وق + مجمع

والعصيب الشديد في الشر خاصة واصله من الشد يقال عصبته اى
شددته وناقة عصوب ويوم عصيب وعصيصب كانه التف على الناس
بالشر او يكون التف شره بعضه ببعض شاهد بمعنى شديد شاعر شعر
فانك ان لا ترض بكر بن وائل ٭ يكن لك يوم بالعراق عصيب ٭ +
عدى بن زيد شعر وكنت لزاز خصمك لم اعرد ٭ وقد سلكوك في
يوم عصيب ٭ + راجز شعر يوم عصيب يعصب الابطال ٭ ٭
عصب القوى السلم الطوال ٭ - كما في المجمع + شاعر شعر هم ضربوا
قوانس خيل حجر ٭ بجنب الرده في يوم عصيب ٭ - كما في الاتقان عن
ابن عباس + کیا یہ شعراء غیر فصیح تھے قوله ۹۲ فقرہ بنی اسرائیل میں ہے
جِئْنَا بِكُمْ لَفِيفًا لفظ لفيفا بمعنى جميعا کبھی حجاز کا فصیح نہیں ہو لا جرہم کا
وحشی لفظ ہو اقول صراح لفف لف پیچیدن لفیف گروہ مردم پراگندہ از
ہر جاے قوله تعالى لَفِيفًا اى مجتمعين مختلطين طعام لفيف اذا كان مخلوطا
من جنسين فصاعدا ويقال كنا لفا اى مجتمعين كذا في ص و ق + مجمع
واللفيف مصدر قولك لففت الشيء اى جمعته يقال لففته لفا ولفيفا
ومن ذلك قولهم لففت الجيوش ضربت بعضها ببعض فاختلط الجميع
قال الزجاج اللفيف الجماعات من قبائل شتى معناه جئنا بكم من القبور
الى الموقف للحساب والجزاء مختلطين التف بعضكم ببعض لا يتعارفون
ولا ينحاز احد منكم الى قبيلته وقيل لفيفا اى جميعا اولكم وآخركم عن
ابن عباس ومجاهد ٭ شاہد یہ ہو ابو اسامہ من اهل بدر شعر و مقام

له واللفيف ما اجتمع من الناس من قبائل شتى يقال جاءوا بلفهم ولفيفهم وقوله تعالى لفيفا اى مجتمعين مختلطين وقولهم كنا لفا اى مجتمعين ١٢

لکم لا بن دھینی ؎ جان اللیل والانس اللفیف ؎ + ابو قیس بن الاسلت فی اصحاب الفیل **شعر** فارسل من فوقہم حاصبا ؎ یلفہم مثل لف القزم ؎ + ایضًا بعد جنگ خندق و اختلاف مردم **شعر** آہت الناس اشیاء المت ؎ یلف الصعب منہا بالذلول ؎ - کما فی السیرۃ + شاعر حماسی **شعر** ولرار مشرکبنی صریم ؎ نلفہم التہایم والنجود ؎ - شارح کہتا ہی تجمعہم الاغوار والانجاد **قولہا** ۹۳ فقرہ بنی اسرائیل مین ہی ملومًا محسورًا لفظ محسورا بمعنی منقطعا قریش کی زبان نہین گنواری زبان جرہم کی ہی منقطعا بولنا چاہیے **اقول** صراح حسر برہنہ کردن و ماندہ کردن حسور ماندہ شدن و فرو ماندن بینائی از دیدن دور محسور ماندہ و دریغ خوردہ محسور حسیر ایضا خیرہ و حشیم کذا فی ص و ق ۱۲ مجمع واصل الحسر الکشف من قولہم حسر عن ذراعہ یحسر حسرا اذا کشف والحسرۃ الغم لانحسارہا فات ودابۃ حسر اذا کلت لشدۃ السیر لانحسار ہونہا بالکلال والمحسور المنقطع بہ لذہاب ما فی یدہ وانحسارہ عنہ ویقال حسرت الرجل المسئلۃ اذا افنیت جمیع ما عندہ شاہد ہی ابو ذری الہذلی **شعر** ان الحسیر بہا داء یخامرہا ؎ فشطرہا نظر العینین محسور ؎ - کما فی المجمع والصحاح ــــ علاوہ اسکے اس لغت کے چند معانی ہین اور سب بیان چسپان اور درست ہین چنانچہ قتادہ نے اسکا ترجمہ نادما عاجزا کیا ہی اور جناب امام صادقؑ سے عریانًا منقول ہی اور جبائی سے دریغ خوردہ اور متحسر او مغموم منقول ہی پھر ایکہی ترجمہ پر اعتماد کرنا خلاف تحقیق بلکہ تعصب ہے **قولہا** ۹۴ فقرہ انبیا مین ہی من کل حدب ینسلون لفظ حدب بمعنی

ای البعض یعنی بعض جان ... ممن اللیل ... الخفیف ... [illegible]

ای بعض ... نصاب من الارض

جانب غلط اور برخلاف محاورہ قریش کے جرہم کا لفظ ہی **اقول** یہ لفظ حدب غلط
سے آیہ کریمہ اسطرح ہی وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَنْسِلُونَ صراح حدب بالتحریک زمین
بلند حداب بالکسر جمع ومنه قوله تعالى وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَنْسِلُونَ حدبہ بفتحتین کوز
پشت وحدب علیه وتحدب علیه ای تعطف علیه كذا فی ص وق + مجمع الحدب
الارتفاع من الارض بين الانخفاض والحدبة خروج الظهر ورجل احدب +
اس لفظ کے معنی جانب نہ کسی اہل لغت نے لکھے اور نہ کسی مفسر نے بلکہ خود سیوطی
نے اتقان میں بروایت صحیحہ ابن عباس سے اسکے معنی شرف یعنی بلندی لکھے
ہین نہ معلوم کہ ابو القاسم نے یہ معنی کہان سے لکھدیے ہین اگر خاص جرہم کا محاورہ
ہوتا تو بھی اہل لغت لکھتے کیونکہ وہ بھی عرب ہین مگر ظاہرا ایسا معلوم ہوتا ہے
کہ اس شخص نے بنظر تسہیل بطور حاصل مطلب یہ معنی لکھدیے ہین اور یہ لفظ
ایسا عذب اور شیرین ہی کہ ہر معنی مین مستعمل ہی آحدودب اور محدب بمعنی
کوزہ پشت فارسی کتابون مین بھی موجود ہے – اور شاہد بمعنی بلندی وارتفاع
یہ ہی ادهم بن ابی الزعراء الحماسی شعر واسدًا بغارة ذات حدب ❊
رجراجةٍ لم تاتِ صمّا بو تشب ❊ + حدب بمعنی عطوف نہیں شعرا
حدب علی المولی الضريك اذا ❊ نابت عليه نوائب الدهر ❊ - كما فی العقد
قوله صفحه ۹۵ فقرہ نورین ہی يَخْرُجُ مِنْ خِلَالِهِ لفظ خلال بمعنی سحاب محمد صاحب
نے غلط بولا ہی اگرچہ متاخرین نے معنی مین تحریف کی پر تحقیق کے سامنے نہین چلتی
اقول صراح خلل بفتحتین کشادگی ورخنہ خلال جمع وقد جمع بهما فی قوله تعالى فَتَرَى
الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلَالِهِ ومن خلاله وهی فرج فی السحاب كذا فی ص[1] وق + مجمع والخلال

[1] والخلل منفرج ما بين الشيئين ومن السحاب مخارج الماء وخلاله ايضا والخلل الفرجة بين الشيئين والجمع الخلال مثل جبل وجبال صحاح ۱۲

جمع الخلل وهو الفرجة ما بين الشيئين + اسی طرح جلالین و بیضاوی
وغیرہ مین ہی صفیہ جنگ بدر مین اپنے باپ مسافر پر روتی ہی **شعر**
الا يا من لعين للبكى دمعها قان كغرب دالج يسقى خلال الغيث الدان
وما ليث غريف ذو اظافير واسنان ابو شبلين وناب شديد البطش
غرتان حسان يوم فتح مكه **شعر** وكانت لا يزال بها انيس
خلال مروجها نعم وشاء - كما فى السيرة + اور تحریف کا جواب یہ ہی کہ
خلال کے معنی سحاب نہ کسی اہل لغت نے لکھے نہ کسی مفسر نے اور نہ کسی اہل علم
کے گوش زد ہوئے اور ابوالقاسم نے بطور حاصل مطلب کے لکھدیے ہین
کیونکہ جن خلل سحاب سے پانی برستا ہی وہ خلل بھی اوسی سحاب مین ہوتے ہین
بلکہ درحقیقت عین سحاب ہوتے ہین علاوہ اسکے پادری صاحب نے اسقدر
تو عقل کو کام فرما کر سوچا ہوتا کہ اگر خلال کے معنی سحاب ہون تو آیت کے
معنی مین بڑا خلل پڑجاوے گا دیکھو آیۂ کریمہ یہ ہی اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُزْجِىْ
سَحَابًا ثُمَّ يُؤَلِّفُ بَيْنَهٗ ثُمَّ يَجْعَلُهٗ رُكَامًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلَالِهٖ -
ظاہر ہی کہ بینہ اور یجعلہ اور خلالہ کی ضمیرین لفظ سحاب کی طرف راجع ہین پس
اگر خلال کے معنی بھی سحاب ہون تو معنی یہ ہون گے کہ دیکھیگا تو مینہ کو کہ
نکلتا ہی سحاب کے سحاب سے اور یہ محض مہمل ہی حق یہ ہی کہ ہرگاہ یہ معنی جوہری
صاحب صحاح اور فیروز آبادی صاحب قاموس بلکہ کل جامعین لغات اور کل
مفسرین کو معلوم نہوئے اور پادری صاحب نے تحقیق تازہ سے پیدا کیے
تو پھر ایسے محقق کے سامنے کسکی چل سکتی ہی ہرگز نہین چل سکتی بلکہ کسی اہل علم

اور اہل عقل کی نہین چل سکتی **قولہٗ** ۹۶ فقرہ نور مین ہی فتری الودق لفظ ودق
بمعنی مطر غلط بولا ہی قریش کی زبان نہین جرہمی بولی ہے **اقول** صراح ودق
باران وباریدن کذا فی ص وق + مجمع والودق المطر ودقت السماء تدق ودقا
اذا امطرت شاہد یہ ہی شاعر **شعر** فلا مزنۃ ودقت ودقہا ۞ ولا ارض ابقل ابقالہا
۞ کما فی المجمع والصحاح + امرء القیس **شعر** فادرکہن ثانیا من عنانہ
کغیث العشی الاقہب المتودق ۞ کما فی العقد + **قولہٗ** ۹۷ فقرہ شعراء
مین ہی لشرذمۃ قلیلون لفظ شرذمہ بمعنی عصابہ قریش کی زبان نہین گنواری
لفظ ہی **اقول** صراح شرذمہ گروہی از مردم وپارہ از ہر چیز ثوب شراذم قطع
پارہ پارہ کذا فی ص وق + مجمع والشرذمۃ العصبۃ الباقیۃ من عصب کثیرۃ
وشرذمۃ کل شیء بقیۃ القلیلۃ شاہد یہ ہی راجز **شعر** جاء الشتاء وقمیصی
اخلاق ۞ شراذم یضحک منہ التواق ۞ کما فی المجمع **قولہٗ** ۹۸ فقرہ شعراء
کے ۷ رکوع مین ہی بکل ریع آیۃ لفظ ریع بمعنی طریق قریشی زبان نہین جنگلی بولی
ہے **اقول** صراح ریع بالکسر زمین بلند ریاع جمع ومنہ قولہ تعالی اتبنون بکل ریع
آیۃ ورا ہ کذا فی ص وق + مجمع الریع الارتفاع من الارض وجمعہ اریاع
وریعۃ ومنہ الریع فی الطعام وہو الارتفاع بالزیادۃ والنماء وقال ابو عبیدۃ
الریع الطریق بین الجبلین فی الارتفاع وقیل ہو الفج الواسع جواب یہ ہی کہ یہان
اس لفظ کے دو معنی بیان ہوئے ہین اول مکان مرتفع یعنی ہر بلندی جس طرح
ابن عباس نے کہا ہی دوسرے طریق جسطرح کلبی اور ضحاک نے کہا ہی مگر معنی
اول کو اکثر مفسرون نے اختیار کیا ہی چنانچہ خود سیوطی صاحب اتقان نے بھی

معنی اول اختیار کیے ہین بہرکیف یہان دونون معنی درست ہین اور کسی معنی کی
نسبت اہل لغت نے عدم فصاحت ظاہر نہین کی بہرحال دونون معنی مین یہ لفظ مانوس الاستعمال
اور فصیح ہی شاہد بمعنی ارتفاع و بلندی و مکان بلند ذوالرمۃ شعر طراوۃ
الخوافي مشرف فوق ربعة ؛ ندى ليلة في ريشة يترقرق ؛ - کما فی الجمع
اور شاہد بمعنی طریق مسیب بن علس شعر ربح یلوح کانہا سحل ؛ شبه
الطریق شوب ابیض ؛ - کما فی الصحاح یہ شاعر جنگلی نہین تھے اگر جنگلی ہوتے تو
جوہری وغیرہ ان کے اشعار کو سند مین نہ لاتے **قولہ** ۹۹ فقرہ یٰسٓ مین
ہے الی ربہم ینسلون لفظ ینسلون بمعنی نکلجون اشرافون کی زبان نہین جنگلی
بولی ہے **اقول** صراح نسل فرزند و زادن و پر انداختن مرغ و افتادن آن و
ریختن پشم متعد لازم نسل بفتحتین شیرکہ از پستان بے دوشیدن بیرون آید
نسل نسلان جامہ از کتف افتادن و شتاب دویدن کما فی ص و ق + جمع
والنسول الخروج عن الملابس و نسل ريش الطائر اذا سقط وقيل النسول
الخروج باسراع مثل نسلان الذئب شاہد یہ ہی امرئ القیس شعر فان
تك قد ساءتك منى خليقة ؛ فسلي ثيابي عن ثيابك تنسل ؛ - کما فی المعلقۃ
والجمع + ایضا شعر تسلت عمايات الرجال عن الصبا ؛ وليس فوادى
عن هواها بمنسل ؛ - کما فی المعلقۃ + علاوہ اسکے طرفہ وغیرہ کے اشعار مین
یہ لفظ موجود ہی **قولہ** ۱۰۰ فقرہ صافات مین ہی شوبا من حمیم لفظ شوبا
بمعنی مزاجا خلطا اور برخلاف زبان قریش کے بولا گیا ہی **اقول** صراح شوب
آمیختن وفی المثل هو يشوب و يروب يضرب لمن يختلط فی القول والعمل

کذا فی ص و ق + مجمع والشوب خلط الشیئ بما لیس منه وھو شر منه اگرچہ بعد مثل کے شعر کی حاجت نہین کیونکہ مثل شعر سے بھی زیادہ مشہور و فصیح ہوتی ہے مگر شعر بھی لکھے دیتا ہون حسان ہذیل کی ہجو کرتا ہے **شعر** فلا واللہ لا تدری ہذیل ٭ اصاف ماء زمزم ام مشوب ٭ + شاعر **شعر** و اعلم بانك قد جعلت ولیجة ٭ ساقوا الیك الحتف غیر مشوب ٭ - کما فی السیرۃ + امیۃ بن ابی الصلت **شعر** تلك المکارم لا قعبان من لبن ٭ شیبا بماء فعادا بعد ابوالا ٭ - کما فی السیرۃ والمجمع **مصرعه** وماء قدور فی القصاع مشیب ٭ - کما فی الصحاح

قوله ۱۰۱ فقرہ ذاریات مین ہے وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْحُبُكِ لفظ حبك بمعنی طرائق خلاف محاورہ وحشی زبان ہے **اقول** صراح حبك حباك بالکسر حبیکه راہ در ریگ تودہ و شکن آب و موی کذا فی ص و ق + مجمع والحبك الطرائق التی تجری علی الشیئ کالطرائق التی تری فی السماء وفی الصافی من الماء اذا مرت علیه الریح وھو تکسر جاد فیه ویقال للشعر الجعد حبك والواحد حباك وحبیکة والحبك حسن اثر الصنعة فی الشیئ واستوائه یقال حبکه یحبکه شاعر زھیر **شعر** مکلل باصول النبت تنسجه ٭ ریح خریق لضاحی مائه حبك ٭ + ایضا **شعر** ھم یضربون حبیك البیض اذ لحقوا ٭ لا ینکصون اذا ما استلحموا وحموا ٭ + امری القیس **شعر** متکلة حمراء ذات اسرۃ ٭ لها حبك کانها من وصائل ٭ - کما فی العقد والمجمع چونکہ آسمان مین بھی اسی قسم کے طرائق معلوم ہوتے ہین اسواسطے انکو بھی حبك فرمایا ہے **قوله** ۱۰۲ فقرہ حدید مین ہے فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُوْرٍ لفظ سور بمعنی حائط غلط اور قریش کی زبان نہین

جرہم کا محاورہ ہی **اقول** صراح سور بالضم بارہ شہر اسوار سیران جمع کذا فی
صؔ وقؔ مجمع سور وھو حائط بین الجنۃ والنار عن قتادہ وقیل ھو
سور علی الحقیفۃ لہ باب شاہد کعب بن مالک یوم الطائف شعر وا ناقد
اتیناھم بزحف ٭ یحیط بسورحصنھم صفوفا ٭ - کما فی السیرۃ ——

علاوہ ازین یہ لفظ احادیث مین بھی موجود ہی اس سے ثابت ہی کہ یہ قریش کا روزمرہ
تھا اور آنحضرت صلعم کی اصلی زبان تھی **قولہ** ۱۰۳ فقرہ بقرمین ہی لَاشِیَۃَ
فِیْھَا لفظ شیۃ لاوضح قریش کی بولی نہین جرہم کا لغت وحشی ہی یا از دشنوۃ
کی بولی ہی **اقول** صراح وشی شیۃ بالکسر والتخفیف نشان ولون مخالف کل
اعضاے اسپ وجز آن والہاء عوض من الواو مثل عدۃ وقولہ تعالی لَاشِیَۃَ
فِیْھَا ای لیس فیھا لون یخالف سائر لونہا وشی شیتہ نگار کردن جامہ و
دروغ گفتن وآراستن سخن بدروغ کذا فی صؔ وقؔ + مجمع الشیۃ اللون
فی الشی یخالف عامۃ لونہ والوشی خلط اللون باللون ولاشیۃ فیہا
ای لاوضح فیہا یخالف لون جلدھا ویقال وشیت الثوب ومنہ قیل
لمن یسعی بالرجل الی السلطان واش لکذبہ علیہ عندہ وکذبہ بالاباطیل
ویقال منہ وشیت بہ وشایۃ قال کعب بن زھیر شعر تسعی الوشاۃ
بجنبیہا وقولھم ٭ انک یا ابن ابی سلمی لمقتول ٭ دیکھو کلام عرب کی توسع اور
اصل معنی اور محاورہ کے فرق کو کہ ابتدا مین لفظ کے اصل معنی صرف اسقدر تھے
کہ جو رنگ کل اعضا کے رنگ کے مخالف ومخلوط ہو اوسکو کہتے تھے اور پھر ہوتے
ہوتے چغل خور کو بھی کہنے لگے کیونکہ وہ بھی جھوٹ کو سچ مین خلط کرتا ہی اور بات کو

لہ السور حائط المدینۃ ویجمع اسوار کیران الصحاح کل لون یخالف معظم لون الفرس وغیرہ والہاء عوض من الواو وشیۃ لاشیۃ فیہا ای لیس فیہا لون یخالف سائر لونہا

آراستہ کرتا ہی اور رنگتا ہے ـ باوجود اس توسع کے پادریصاحب مترجمون
کے اختلاف الفاظ کے سبب قرآن پر نزاع لفظی کرتے ہین اور عوام کو بہکاتے ہین
کہ فلان مترجم نے یہ لفظ لکھا ہی اور فلان نے یہ لفظ حالانکہ مآل اور حاصل دونون
ترجمون کا ایک ہوتا ہی اور اگرچہ شاہد اسکا مجمع البیان کا شعر کافی ہی مگر مین
خاص ایسے اشعار لکھتا ہون جن مین وشی بمعنی لون ونگار کردن ہے امرء
القیس **شعر** ذعرت بہا سربا نقیا جلوده ۞ واکرعه وشی البرود
من الخال ۞ نابغہ **شعر** من وحش ایلۃ موشی اکارعه ۞ طاوی المصیر
کسیف الصیقل الفرد ۞ ـ کما فی العقد ـ مرحب بن شاس الخیبری فی غزوۃ
خیبر **شعر** انا اناس ولدتنا عبهرۃ ۞ لباسنا الوشی وریط حبرۃ ۞ ـ کما
فی التحفۃ ـ شاعر حماسی **شعر** علی نعانع سالت فی بلاعمہا کثیرۃ الوشی
فی لین وترقیق **قول** ۱۰۴ فقرہ ال عمران مین ہی والکاظمین الغیظ لفظ کاظمین
بمعنی مکروہین غلط اور بے محاورہ ہی قریش کی زبان نہین **اقول** صراح کظم خشم
فروخوردن رجل کظیم فروخورندہ غیظ مکظوم فروخوردہ وکظوم بالضم خاموش بودن
قوم کظم ای ساکتون کذا فی ص وق مجمع اصل الکظم شد راس القربۃ
عن ملئها تقول کظمت القربۃ اذا ملأتها ماء ثم شددت راسها وفلان
کظیم ومکظوم اذا کان ممتلئا حزنا وکذلک اذا کان ممتلئا غضبا
لم ینتقم وکظم البعیر اذا لم یجتر الکظامۃ وهی القناۃ التی تجری تحت
الارض سمیت بذلک لامتلائها تحت الارض ویقال اخذ بکظمه ای مجری
نفسه لانه موضع الامتلاء بالنفس ـ کتب لغت سے ظاہر ہی کہ کظم کی اصل

معنی کرب نہین ہین مگر ہان چونکہ انتقام لینے سے شفاے غیظ اور طبیعت کو
تسکین ہو جاتی ہے اور عدم انتقام سے طبیعت مین رنج و حزن بھرا رہتا ہی
اور اس سبب سے قلق اور کرب رہتا ہے لہذا اگر کسی مترجم نے اس لفظ مرکب
یعنی الکاظمین الغیظ کا ترجمہ مکروبین کر دیا تو جاے اعتراض نہین + ہزار دفعہ
کہدیا کہ مترجمون کے اختلاف لفظی پر نزاع لفظی کرنا محض عوام فریبی اور مغالطہ
ہے + شاہد یہ ہی ابن دمینۃ الحماسی شعر و انت التی احفظت قومی فکلہم
بعید الرضا دانی الصدود کظیم + شارح کہتا ہی ای ممتلی الجوف من الغضب
یقال کظم غیظہ اذا جرعہ ویقال للمحزون انہ لمکظوم وکظیم اور حضرت
عبد المطلب کا یہ قول مشہور ہی و لہ فخر یکظم علیہ ای لا یبدیہ و یظہرہ
وھو حسبہ کذا فی النہایۃ لابن اثیر۔ اور یہ لفظ ایسا شیرین ہی کہ فصحا
اسکو ہر ایک معنی مین بولتے تھے چنانچہ عجاج نے بمعنی ساکتون بولا ہی شعر
و رب اسراب حجیج کظم + عن اللغا و رفث التکلم - کما فی الصحاح
قولہ ۱۰۵ فقرہ حاقہ مین ہی الا من غسلین لفظ غسلین بمعنی الحار الذی
لا یتناھی حرہ غلط اور زبان قریش کے برخلاف ازدشنوہ کی زبان ہے
اقول صراح غسل بالکسر شستنی چون خطمی و گل و مانند آن و منہ غسلین
وھو ماء الغسل من لحوم اھل النار و دمائھم - صحاح مین ہے والغسل
بالکسر ما یغسل بہ الراس من خطمی و غیرہ قال الاخفش و منہ الغسلین
وھو ماء الغسل من لحوم اھل النار و دمائھم و زید فیہ الیاء والنون
قاموس مین ہی والغسلین بالکسر ما یغسل من الثوب و نحوہ کالغسالۃ

وما یسیل من جلود اهل النار و الشدید الحر و تسجر فی النار + مجمع
والغسلین الصدید الذی ینغسل بسیلانہ من ابدان اهل النار و
وزنہ فعلین من الغسل ہ ___ جلالین مین ہے من غسلین صدید اهل النار
او شجر فیها ـ بیضاوی مین غسالة اهل النار و صدیدهم فعلین من الغسل
___ نهایہ الغسلین هو ماء الغسل من لحوم اهل النار و صدیدهم
والیاء والنون زائدتان ـ جواب یہ ہی کہ یہ لفظ غسل سے مشتق ہی جو اہل حجاز
اور تمام فصحاے عرب کا محاورہ ہی اگر اسکا اشتقاق خلاف قیاس لغت عرب ہو
تو معترض اوسکو بیان کرے اور جو معنی کہ ابو القاسم نے لکھے ہین ظاہر اوہ معنی
باعتبار اصل باب کے مرادی ہین کیونکہ جو ریم و خون وغیرہ اہل جہنم کے بدن سے
جاری ہو گا وہ بھی نہایت گرم ہو گا اور اصل معنی لغوی کے مجازی ہونے مین
معترض کو بھی کلام نہو گا کیونکہ وہ نہایت مستعمل اور مشہور لفظ ہی مگر اوس شعر کو
جو ابن الاعرابی نے لفظ غسل کی سند مین پڑھا ہی لکھے دیتا ہون شعر فیا لیلہ
ان الغسل ما دمت ایما ہ علی حرام لا یمسنی الغسل ہ ای لا اجامع غیرها
فاحتاج الی الغسل طمعا فی تزویجها ___ کما فی الصحاح + بہرکیف اعتراض
واہیات ہی قولہا ۱۰۶ فقرہ مدثر مین ہی لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ ای حراقة للبشر
لفظ لواحہ بمعنی حراقہ قریش کی زبان نہین افسوس اتنے الفاظ خود اہل اسلام
کے علماے کبار کے اقرار سے غیر فصیح قرآن مین موجود ہین پھر بھی مسلمان لوگ قرآن کو فصیح
کہنے سے باز نہین آتے شاید پیار کے سبب فصیح کہتے ہون گے اقول صراح
تلویح سوختن آفتاب رنگ روی را و برنگ ادن جامہ را و گرم گردانیدن

باتش کذا فی ص وق + مجمع و التلویح تغییر اللون الی الاحمرار ولوحته الشمس تلویحا فهی لواحۃ علی المبالغۃ جو ترجمہ کہ پادریصاحب نے لکھا ہے وہ لفظی ترجمہ نہین ہی اور اسی باعث ہر ایک مفسر نے مختلف لفظون سے ترجمہ کیا ہے بلکہ حاصل مطلب ہے اور یہ لفظ ایسا فصیح اور عذب ہی کہ تمام فصحاء عرب اس لفظ کو اس معنی مین بولتے تھے پس بفرض محال اگر یہ قریش کا محاورہ نہو تو کچھ مضائقہ نہین کیونکہ فصاحت قریش کے بولنے پر منحصر نہین اور اگر ایسا ہوتا تو کتب فصاحت مین اسکا بیان ہوتا اور اہل لغت غیر قریش کے اشعار سے استشہاد نکرتے شاہد شعر ولکنہ قد لوحتہ مجاوع ٭ علی انہ ذو مرۃ صادق النہض کما فی الحماسہ شارح کہتا ہی لوحتہ ای غیرتہ + طرماح شعر عقاب عقبناۃ کان وظیفہا ٭ وخرطومہا الاعلی بنار ملوح ٭ - کما فی الصحاح اور بعد اسکے جو پادریصاحب نے افسوس کرکے ایک فقرہ لکھا ہی اوسکا اصل جواب پہلے شروع مین مذکور ہوچکا کہ یہ گمان فاسد اصحاب رسول اللہ صلعم کی نسبت کیونکر ہوسکتا ہے وہی تو پیشتر کافر تھے اور حالت کفر مین اونھون نے قرآن کو عجائب اور فصیح سمجھا اور مدتون تک حمیت جاہلیت اور حسد اور طمع اونکو قرآن کے پیار کرنے کی مانع رہی پادری صاحب کو یون لکھنا چاہیے تھا کہ قرآن ایسا فصیح ہی کہ جسکو لوگ باوجود عناد کے بھی فصیح بلکہ سحر کہتے تھے یہ مسئلہ تثلیث نہین کہ جسکے معتقد بغیر سمجھے ہوئے اوسکو جھوٹا پیار کرتے ہین **قولہ** ۱۰۷ فقرہ بقرہ مین ہی اُحِلَّ لَکُمْ لَیْلَۃَ الصِّیَامِ الرَّفَثُ لفظ رفث بمعنی جماع کوئی فصیح آدمی نہین بولتا منج کی گنواری زبان ہی **اقول** صراح رفث بفتحتین جماع وفحش

گفتن و سخن زنان در جماع کذا فی ص وق + مجمع الرفث الجماع ھنا بلا خلاف وقیل اصله القول الفاحش فکنی به عن الجماع قال الاخفش انما عدیه بالی فی الایة لانه بمعنی الافضاء۔ شاہد فصاحت لفظ عجاج شعر ورب اسراب حجیج کظم عن اللغا ورفث التکلم ۔ کما فی المجمع والصحاح جواب یہ ہے کہ یہاں رفث بمعنی جماع نہیں بلکہ موافق استعمال قریش کے بمعنی سخن زنان ہے۔ ہاں بطریق کنایہ مراد اوس سے جماع ہے۔ اور یہ لفظ نہایت شیرین ہے اگر یہاں کنایہ نہو اور بمعنی جماع فرمایا ہو تو بھی کچھ قباحت نہیں کیونکہ مذحج قبیلہ مالک وطی میں ہے اور خاص عرب العربا اور معتبر اللسان ہے اس قبیلہ میں بڑے بڑے نامی گرامی مثل حاتم وغیرہ کے گذرے ہیں **قولہ** ۱۰۸ فقرہ نسا میں ہے عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ مُّقِیْتًا لفظ مقیتا بمعنی مقتدرا غلط اور مذحج کا محاورہ ہے **اقول** صراح قوت قیاتۃ خورش دادن یقال قات اهله والاسم قوت بالضم وھو ما یقوم به بدن الانسان من الطعام واقات علیه ای اقتدر مقیت توانا بقوت دادن ومنه قوله تعالی عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ مُّقِیْتًا ونگاه دارنده وگواه کذا فی ص وق + مجمع والمقیت اصله من القوت فانه یقوته قوتا اذا اعطاه ما یمسك به رمقه والمقیت المقتدر لاقتداره علی ذلك واقات یقیت اقاتة۔ شاہد یہ ہے زبیر بن عبد المطلب عم رسول مقبول صلی الله علیه واله وسلم شعر وذی ضغن کففت النفس عنه ٭ وکنت علی مساءته مقیتا ٭۔ کما فی المجمع اس سے ظاہر ہے کہ یہ لفظ قریش میں مستعمل تھا گو بعد وسطی غریب ہو اور غریب ہونا مخل فصاحت نہیں بشرطیکہ فی نفسہ شیرین ہو یعنی تلفظ میں ثقیل نہو اور سماعت میں مکروہ نہو اور اس لفظ میں اس قسم کا کوئی عیب نہیں ۔

پس بادر صاحب اگر کتب موجودہ علم فصاحت کے موافق اعتراض کرنا چاہتے
ہین تو اس لفظ بلکہ کل لفظون کی غیر فصاحت کو کتب علم فصاحت سے ثابت کرین
ورنہ دماغ سوزی بیکار ہی **قولہٗ** ۱۰۹ فقرہ رعد مین ہے بِظَاهِرٍ مِّنَ الْقَوْلِ
ظاہر بمعنی کذب قریش کی زبان نہین غلط ہی مدنج کے گنوار بولتے ہین **اقول** یہ اعتراض
ایسا پوچ لچر ہی کہ جسکے دیکھنے سے نہایت ہنسی آتی ہی اور چونکہ بغیر لکھنے تمام آیت کے
ناظرین کو میرے دعوے کا لطف نہ اوٹھے گا لہذا پوری آیت کو لکھتا ہون اَفَمَنْ
هُوَ قَائِمٌ عَلَىٰ كُلِّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ وَجَعَلُوا لِلَّهِ شُرَكَاءَ قُلْ سَمُّوهُمْ أَمْ تُنَبِّئُونَهُ
بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي الْأَرْضِ أَمْ بِظَاهِرٍ مِّنَ الْقَوْلِ بَلْ زُيِّنَ لِلَّذِينَ كَفَرُوا مَكْرُهُمْ
وَصُدُّوا عَنِ السَّبِيلِ یہان لفظ ظاہر کے وہی معنی ہین جو لغت مین ہین لیکن
چونکہ قول ظاہری اور سرسری باتین بے اصل اور جھوٹی ہوا کرتی ہین اس سبب سے
اگر کسی مترجم نے اسکا ترجمہ جھوٹی باتین کر دیا تو کچھ بیجا نہین یہ مدنج کا پاکہین اور
کا محاورہ نہین کہلائے گا بلکہ یہ محاورہ ایسا شائع ہی کہ ہمارے ہندوستان مین بھی
جھوٹی اور بے اصل بات کرنے والے سے کہتے ہین کہ تمہاری یہ سب باتین ظاہری
ہین اصل کچھ اور ہی **قولہ** ۱۱۰ فقرہ کہف مین ہی ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيدِ لفظ
وصید بمعنی فناء الکہف غلط اور بے محاورہ ہی مدنج کی زبان ہی **اقول** صراح وصید
آستان اوصدت الباب واصدته اغلقته واوصد الباب مجهولاً فهو موصد
و وصیدہ حظیرہ از سنگ بہت ستور کذا فی صح وق + مجمع والوصید من اوصدت
الباب ای اغلقته وجمعه وصائد ویقال وصید واصید واوصدت
واصدت معناه بالوصد ای بفناء الکهف عن ابن عباس ومجاهد

وقتادة وقيل بالباب وقيل بباب الفجوة او فناء الفجوة لا بباب الكهف لان
الكفار خرجوا الى باب الكهف ثم انصرفوا وقيل الوصيد عتبة الدار —
پادری صاحب کہتے ہین کہ وصید کے معنی فناء الکہف ہین — ہم پوچھتے ہین کہ
خود لفظ فناء کے کیا معنی ہین — صحاح مین ہی الوصید الفناء صاحب صراح
نے بیان فناء کا ترجمہ آستان کیا ہی اور لفظ فناء کی ذیل مین لکھا ہے فناء
بالکسر المدگرد اگرد ومنہ فناء الدار — اور صاحب قاموس لکھتا ہے
وفناء الدار ککساء ما اتسع من امامها + بہرحال وصید کے معنی عتبۃ الدار
یعنی آستان ہین جسطرح عطا سے روایت ہے اور یہ آستانہ اوس فجوہ اور
فرجہ کا تھا جو اندر کہف کے غار در غار تھا کیونکہ حرف مِن جو تجزیہ اور تبعیض کے
واسطے بھی آتا ہے صاف ظاہر ہی کہ اوس غار مین اندر فرجات اور چھوٹے
چھوٹے غار اور بھی تھے اور اصحاب کہف ایسی جگہہ مین بیٹھے تھے کہ وہ مقام
اوس غار مین علیحدہ سا تھا اور بہ سبب تنگی غار اندرونی کے کتا دروازہ مین
بیٹھا ہوگا جسطرح کتون کی عادت ہوتی ہے کہ آدمیون سے کچھ علیحدہ بیٹھتا ہے
اور اگر غار کے اندر فرجات نہوتے تو یہ لوگ محفوظ نرہ سکتے کسواسطے کہ بعد
تجسس و تلاش ہوجانے کے ایک شخص نے اوس غار کو مویشی خانہ بنالیا تھا
— اور اگر وصید بمعنی ساحۃ الدار یعنی صحن ہو تو لفظ باسط کا صلہ
حرف با سے مناسب نہوتا بلکہ عبارت اسطرح ہوتی وکلبہم باسط
ذراعیہ فی الوصید — شاہد وصید بمعنی آستان و دروازہ یہ ہے
عبید بن وہب — شعر بارض فلاۃ لا یسد وصیدها علیّ ومعروفی

ن خلاءِ عفد

بها غیر منکر ٭ ۔ کما فی السیرۃ والعقد والمجمع شعر تحن الی اجبال
مکۃ ناقتی ٭ ومن دونها ابواب صنعاء موصدۃ ٭ ۔ کما فی الاتقان عن ابن عباس
شاعر ختعمی حماسی شعر من کل فیاض الیدین اذا غدت ٭ نکباء تلوی
بالکنیف الموصد ٭ ۔ شارح کہتا ہے الکنیف الحظیرۃ من الشجر والموصد
الذی جعل لہ اصاد اد احکاما لہ والاصاد عتبۃ الدار وقیل الوصید الفناء
ـــ اہل فہم اور سخن شناسون نے لفظ وصید کے لطف کو سمجھ لیا ہو گا کہ یہان
جو عتبہ نہ فرمایا اوسکی وجہ یہ ہی کہ عتبہ آبادی کے مکانات اور عمارات کی آستان
کو بولتے ہین اور جنگل کی جھونپڑیون کی ٹٹی کو یا غار کے فرضی اور قدرتی دروازہ کو
وصید ہی بولتے ہین نہ عتبہ ایسا لفظ بجز اہل زبان کے دوسرا نہین بول سکتا
گویا کہ غار کی اور مقام اصحاب کہف کی تصویر کھینچ دی ہی اور اسی کا نام بلاغت ہی
جو مقتضاے حال کے موافق ہو قولہ ۱۱۱ فقرہ کہف مین ہے اَوْ اَمْضِیَ حُقُبًا
لفظ حقبا بمعنی دہر قریش کی زبان نہین مذحج کی بولی ہے اقول صراح حقب
بالضم ہشتاد سال وقیل اکثر من ذلک حقبہ بالکسر سالہا حقب جمع حقب بضمتین
روزگار و منہ قولہ تعالی او امضی حقبا و قولہ لابثین فیہا احقابا کذا فی ص
ق + مجمع الحقب الدہر والزمان وجمعہ احقاب قال الزجاج الحقب
ثمانون سنۃ شاہد یہ ہی امرء القیس شعر فان تناء عنہا حقبۃ لاتلاقہا
فانک مما احدثت بالمجرب ٭ ۔ کما فی العقد ـــ عبد اللہ الزبعری جنگ
خندق مین کہتا ہے شعر حی الدیار محا معارفہ رسمہا ٭ طول البلی
وتراوح الاحقاب ٭ ۔ کما فی السیرۃ + مرۃ بن محکان التمیمی الحماسی

شعر ۔ وقلت لما غدوا اوصی قعید تنا ۞ غدّی بنیک فلن تلقهم حقبا ۞ + **قولہ** ۱۱۲ فقرہ نون مین ہے سَنَسِمُهٗ عَلَى الْخُرْطُوْمِ خرطوم ہاتھی کی سونڈ کو کہتے ہین آدمی کی ناک کو کوئی فصیح اور اشراف خرطوم نہین کہتا بلکہ انف بولتے ہین اس لیے یہ آیت فصیح نہین گندہ محاورہ منج کا ہے

اقول صراح خرطوم بالضم بینی وجمع خراطیم القوم مہتران قوم مخرنطم مرد متکبر خشم ناک ویقال لجشم بن الخزرج وعوف بن الخزرج خرطومان ۔ کذا فی ص وق + مجمع والخرطوم ما نتا من الانف وهو الذی یقع به الشم ومنه قیل خرطوم الفیل وخرطمه اذا قطع انفه + کتب لغت اور اشعار عرب سے یہ حصر ثابت نہین کہ سونڈ کو ہمیشہ خرطوم کہین انف نہ کہین اور نہ یہ تخصیص ثابت ہے کہ خرطوم بجز سونڈ کے کسی اور حیوان کی ناک کو نہ کہین بلکہ خود لغت سے ظاہر ہے کہ خرطوم آدمی کی ناک کو بھی بولتے ہین چنانچہ خراطیم القوم سرکشان وسرداران قوم کو کہتے ہین اور جشم اور عوف ان دو قبیلون کو خراطیم کہتے تھے اور وجہ اسکی یہ ہے کہ وے ناک کی طرح سب سے مقدم رہنا چاہتے تھے بلکہ وحوش وطیور کی ناک اور چونچ کو بھی خرطوم کہتے ہین ۔ ذوالرمہ ہرن کے بچہ کی تعریف کرتا ہے شعر کانہ بالضحی ترمی الصعید به ۞ دبابة فی عظام الراس خرطوم ۞ ۔ کما فی السیرة + امرئ القیس جانور کے حال مین کہتا ہے شعر کانها لقوة طلوب ۞ کان خرطومها منشال کما فی العقد + طرماح شعر عقاب عقبناة کان وظیفها ۞ وخرطومها الاعلی بنار ملوح ۞ ۔ کما فی الصحاح + ابو قیس الصیفی بن الاسلت جو کہ

شب و روز قریش مین رہتا تھا اصحاب فیل کی مذمت مین کہتا ہے شعر
حجا جنھم تحت افرابھم ؛ وفد سموا نفرا مخرطوم ؛ دیکھو سونڈ کو انف کہا ہے
خرطوم نہین کہا علاوہ ازین ہمنے فرض کیا کہ خرطوم محض سونڈ کو کہتے ہین لیس بنا بر اِس فرض کے ہم اسکو کنایہ کہتے ہین اور فائدہ اس کنایہ سے یہ ہے
کہ قریش کی تذلیل اور استہزا منظور ہے کیونکہ وہی بڑے سرکش اور متکبر
اور عزت طلب تھے اور اپنی ذلت کے سبب آنحضرت صلعم کی پیروی نکرتے تھے
پس اون فیل سیرتون اور خراطیم القوم کے واسطے جیسا کہ یہ لفظ موزون و برجستہ
تھا دوسرا لفظ ہرگز نہ تھا یہ کمال بلاغت ہے **قولہ** ۱۱۳ فقرہ نمل مین
شَجَرٌ فِيهِ تُسِيمُونَ لفظ تسیمون بمعنی ترعون غلط اور حجازی زبان نہین ؛
قول مصراع سوم چریدن سائم سائمہ نعت سوائم اسامہ بعلف بردن و
آوردن ستور را قولہ تعالی فِيهِ تُسِيمُونَ کذا فی ص و ق جمع تسیمون من
الاسامة يقال اسمن الابل اذا رعيتها واطلقتها فترعى متصرفة حيث
شاءت وسامت هي اذا رعت وهي نسوم وابل سائمة ويقال سمتها
اذا اقصرتها على مرعى بعينه وسمنها الخسف اذا ركتها على غير مرعى
ومنه قيل سيم فلان خسفا اذا ذل واهتضم شاہد یہ ہے اعشی شعر
ومثى القوم بالعماد الى الدرحاء ؛ اعيى المسيم اين المساق ؛
کما فی الاتقان + کمیت **شعر** اعيا كان مُسَبِّحًا فقد ناه . وفقد المسيم
هُلْكَ السَّوَامِ - کما فی المجمع والسیرة اور یا درہی صاحب سے سورہ کے
نام مین بھی غلطی ہوئی ہے یہ آیت سورہ نحل مین ہے **قولہ** ۱۱۴ فقرہ

قاف مین ہے فَهُمْ فِيٓ اَمْرٍ مَّرِيْجٍ لفظ مریج بمعنی منتشر بنی خشعم کا گنواری
لفظ ہی قریش کی زبان نہین **اقول** صراح مرج چراگاہ و بچرا گذاشتن ستور
را مرج بالتحریک جنبیدن خاتم در انگشت یقال مرج الخاتم ای قلق ق
مرج الدین والامر ای اختلط واضطرب و مرجت امانات الناس ای
فسدت ومنہ الهرج والمرج وهما الاضطراب امر مریج ای مختلط کذا
فی ص و ق + مجمع والمریج المختلط الملتبس واصله ارسال الشیٔ مع غیرہ
اس لفظ کے معنی منتشر نہین بلکہ مختلط ہین شاہد یہ ہے **شعر** فجالت
والتمست به حشاها ٭ فخر کانه غصن مریج ٭ ای قد التبس بکثرة
شعبه ـ کما فی المجمع والاتقان + ابو داؤد **شعر** مرج الدهر فاعدت
له ٭ مشرف الحارك محبوك الكتد ٭ كما في الصحاح + پادری صاحب نے
لفظ خشعم کو خشعم یعنی شین منقوطہ سے لکھا ہی یہ غلط ہے بلکہ بجاے شین ثاء
مثلثہ چاہیے اور یہ قبیلہ مدینہ کے قریب رہتا تھا حجازی تھا اور عرب العربا
اور معتبر اللسان تھا اگر یہ لفظ خاص اسی قبیلہ کا ہے تو بھی کچھ قادح فصاحت
نہین **قولہ** ۱۱۵ فقرہ سورہ تحریم مین ہے اِنْ تَتُوْبَآ اِلَى اللّٰهِ فَقَدْ
صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا محمد صاحب اپنی دونون عورتون یعنی حفصہ اور عائشہ سے
کہتے ہین یعنی اوسوقت کہ ماریہ قبطیہ سے محمد صاحب نے صحبت کی تھی اور
اوسکا جھگڑا گھر مین اوٹھا تھا اب یون کہتے ہین اگر تم دونون توبہ کرتی ہو
اللہ کی طرف اس فساد کے اوٹھانے سے تو تمھارے دل جھکے جاتے ہین پر
لفظ صغت بمعنی مالت غلط اور وحشی لفظ بنی خشعم کا ہی قریش کی زبان نہین +

اقول صغو بمعنے میل کردن یقال صغت النجوم اذا مالت للغروب وصغاہ معک ای میلہ الیک اصغاء گوش دادن یعنی کسی کی طرف اذا مال سمعہ وکج کردن خنور را بوقت ریختن یقال اصغت الاناء ای املتہ ویقال ہو مصغی اناءہ اذا نقص حقہ واصغت الناقۃ اذا امالت راسہا الی الرجل کذا فی ص وق + جمع قد صغت ای مالت و قیل معناہ ضاقت عن سبیل الاستقامۃ وعدلت عن الثواب الی ما یوجب الاثم + کتب لغت سے ظاہر ہی کہ صغو کے معنی بجز میل کرنے کے اور کچہہ نہین اور اصغاء کے معنی بھی گوش دادن یعنی اسواسطے ہین کہ آدمی دوسرے کی بات کی طرف کان کو میل دیتا ہے یعنی جھکاتا ہے اور چونکہ ظرف کے مائل یعنی کج ہوجانے سے اوسکے اندر کی چیز گرجاتی ہے اسواسطے مصغی اناءہ بمعنی صاحب نقصان عرب مین مثل کے طور پر بولاجاتا ہے - پس اگر معنی پر اعتراض ہے تو محض جہالت ہی کیا معنی کہ اس لفظ کے دوسرے معنی نہین اگر ممکن ہو تو پادریصاحب فرمادین کہ اہل حجاز اس لفظ کو فلان معنی مین بولتے تھے اور اگر لفظ پر اعتراض ہے کہ سوائے بنی خثعم کے باقی عرب اس لفظ کو نہین بولتے تو بھی غلط ہے کیونکہ لغت سے ظاہر ہی کہ مصغی اناءہ عرب مین مثل کی طرح بولاجاتا ہے اس سے زیادہ کثرت استعمال اور فصاحت کا ثبوت کیا ہوگا شاہد یہ ہے غسان بن وعلۃ الحماسی شعر فان ابن اخت القوم مصغی اناءہ اذا لم یزاحم خالہ باب جلد + شارح کہتا ہے وجعل اصغاء الاناء مثلا لنقصان الحق لان الاناء اذا اصغی ای امیل نقص ما فیہ

قوله ۱۱۶ معارج مین ہے اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا لفظ ہلوعا بمعنی
ضجور احجاز کے برخلاف بولا ہے **اقول** صراح ہلع خروشیدن ہلع ہلوع نعت
منه وفی الحدیث من شر ما اوتی العبد شح هالع وجبن خالع ای یجزع
فیه العبد ویحزن کذا فی ص وق + مجمع الهلوع الشدید الحرص والشدید
الجزع شاہد یہ ہے بشر بن ابی حازم **شعر** لا مانعا للیتیم نحلته ، ولا مکبا
بخلفه هلعا ، کما فی الاتقان عن ابن عباس **قوله** ۱۱۷ فقرہ کہف مین ہے
لَقَدْ قُلْنَا اِذًا شَطَطًا لفظ شططا بمعنی کذبا قریش کی زبان نہین خثعم کی بولی ہے
اقول صراح شطط بالتحریک از اندازہ گذشتن در ہر چیز و جور کردن متعدی
کذا فی ص وق + مجمع الشطط الخروج عن الحد بالغلو فیه واصله مجاوزة
الحد فی البعد وشطت الجاریة تشط شطاطا وشاطة اذا جاوزت
الحد فی الطول واشط فی السوم اذا جاوز القدر بالغلو فیه شطط کے معنی
کذب نہ کسی کتاب لغت مین اور نہ کسی تفسیر مین اگر کسی قبیلہ کا خاص محاورہ
ہوتا تو بھی اہل لغت لکھتے خود سیوطی ناقل قول ابو القاسم نے جلالین مین
یہ ترجمہ نہین کیا اور اگر ابو القاسم نے یہ ترجمہ کیا ہے تو بطور حاصل مطلب کے
لکھا ہوگا کیونکہ جو قول حق سے متجاوز ہو وہ بلاشک جھوٹ ہوگا شاہد یہ ہے
اعشی **شعر** لا ینتهون ولا ینهی ذوی شطط کالطعن یهلک فیه الزیت
والفتل - کما فی السیرة + نابغه **شعر** فدعها عنک اذ شطت نواها
ولجت من بعادک فی غرام ، کما فی العقد + اور یہ لفظ دو تین احادیث مین
بھی موجود ہے اس سے ظاہر ہے کہ یہ آنحضرت صلعم کے زمانہ کا محاورہ تھا

(حاشیہ) ۲۷ ع نعت ... ۲۸ شططا ... شططا ... فی شطط ... الجلالین

اور اصلی قریشی زبان **قولہٗ** ۱۱۰ فقرہ نساء مین ہے صَدُقَاتِهِنَّ نِحْلَةً
لفظ نحلہ بمعنی فریضہ قریشی زبان نہین خثعم کا لفظ ہے **اقول** صراح نحل عطیہ
دادن نحلہ کابین نون دادن بے عوضی و بے طلبی کذا فی ص وق + مجمع
والنحلة عطية تكون على غير جهة المثامنة يقال نحلت للرجل اذا وهبت
له نحلة ونحلا وسمى النحل نحلا لان الله نحل منها الناس العسل الذي
فی بطونها معناه واعطوا النساء مهورهن عطية من الله وذلك لان الله
تعالى جعل الاستمتاع مشتركا بين الزوجين ثم اوجب لها بازاء الاستمتاع
مهرا على زوجها فذلك عطية من الله للنساء وقيل اراد بنحلة فريضة
مسماة وقيل اراد بالنحلة الدين كما يقال ينتحل كذا اى يدين به ذكره
الزجاج وابن خالويه + بیضاوی مین ہے نحلة عطية يقال نحله كذا
نحلة ونحلا اذا اعطاه اياه عن طيب نفس بلا توقع عوض ومن فسرها
بالفريضة ونحوها نظر الى مفهوم الآية لا الى موضوع اللفظ جواب یہ ہے
کہ نحلہ کے معنی فریضہ کسی لغت مین نہین تاکہ شبہ ہو کہ بنی خثعم کا محاورہ ہوگا
یہان نحلہ کے معنی وہی معنی ہین جو فصحاے عرب مین مانوس الاستعمال اور
مشہور ہین اور جس مفسر نے اسکا ترجمہ فریضہ کیا ہے صرف مفہوم و مطلب آیت
سے غرض سمجھکر بنظر اختصار حاصل لکھدیا ہے چنانچہ بیضاوی نے اس امر کو ظاہر
بھی کر دیا ہے ـــــ اور اگر کوئی کہے کہ مہر عطیہ بلا عوض نہین ہوتا تاکہ
لغوی معنی درست ہون بلکہ اوسکا عوض عورت سے استمتاع ہے تو جواب
یہ ہے کہ جسطرح مرد کو عورت سے استمتاع ہے اوسی طرح عورت کو بھی مرد سے

استمتاع حاصل ہے بلکہ زیادہ پس مہر مرد سے عورت کو دلوانا محض حق تعالے
کا عورت پر تفضل ہے اور مرد کی جانب سے عطاے بلاعوض ہے لیکن یہ
اختیاری نہین رکھی بلکہ خدا تعالے نے اسکا دینا فرض کر دیا ہے اس واسطے
اگر کسی مفسر نے بنظر اختصار تسہیل فہم کے واسطے اسکا ترجمہ فریضہ کر دیا تو اس
سے کچھہ قباحت نہین اور نہ یہ معنی اصل معنی سے جدا گانہ ہو سکتے ہین اور چونکہ
یہ لفظ بیان اپنے معنی مشہور مین بولا گیا ہے اسواسطے کچھہ سند کی حاجت نہین
یہ اعتراض بھی محض نزاع لفظی ہے **قولہ** ۱۱۹ فقرہ مائدہ مین لِيَجْعَلَ
عَلَيْكُم مِّنْ حَرَجٍ لفظ حرج بمعنی ضیق کئی جگہہ محمد صاحب نے قریش کے برخلاف
قیس عیلان کے محاورہ پر بولا ہے **اقول** صرح حرج بفتح الراے وکسر ہاے
ضیق کثیر الشجر حرج بفتحتین تنگی و تنگ شدن کذا فی ص و ق و مجمع + شاہد
یہ ہی لبید **شعر** فعلوت مرتقبا علی ذی ہبوة ÷ حرج الی اعلامہن
قتامہا ÷ کما فی المعلقة اور یہ ایسا فصیح لفظ ہے کہ ہر ایک معنی مین فصحا نے
بولا ہے اس سے عذوبت لفظی بھی خوب ثابت ہی علقمہ **شعر** حرجا
اذا حاج السراب علی الصوی   واستن فی افق السماء الاغبر ـ کما
فی العقد اور بالفرض اگر یہ لفظ خاص قیس عیلان کا ہے تو کیا قباحت ہے
یہ قبیلہ مضر بن نزار کی اولاد مین ہے اور حجازی اور اوسکے تحت مین اور بھی
چھوٹے چھوٹے قبائل مثل عبس و سعد وغیرہ کے بہت ہین جنمین بڑے بڑے
نامی گرامی شاعر مثل عنترہ عبسی وغیرہ کے گذرے ہین ـ ایسے محقق سے
جو قرآن کی فصاحت پر اعتراض کرے سخت تعجب ہے کہ وہ انساب عرب

اور حالات قبائل سے بھی ناواقف ہو علاوہ اسکے تحقیق جدید یہ ہے
کہ لفظ عیلان جو عین مہملہ سے ہے اوسکو غین معجمہ سے سمجھے ہوئے ہین اور ہر جگہ
اسیطرح لکھا ہے کاتب کا قصور نہین معلوم ہوتا **قولہ** ۱۲۰ فقرہ بقرہ مین
ہے اولٰئک ھم الخاسرون لفظ خاسرون بمعنی مضیعون غلط اور حجازی زبان
کے برخلاف قیس غیلان کی زبان ہے **اقول** خسر خسران بالضم فیہما زیان کردن
وھو مثل فرق و فرقان وخسرت الشیئ و اخسرتہ نقصتہ تخسیر ہلاک کردن خسار
وخسارۃ بالفتح فیہما ہلاکی وگمراہی کذا فی ص و ق + مجمع والخسران النقصان و
الخسار الہلاک واصل الخسران ذہاب راس المال + ایسے اعتراضون سے
کبھی ہنسی آتی ہے اور کبھی غصہ پادری صاحب سے کوئی دریافت کرے کہ جو
شخص بوجہ گناہ اور معصیت الٰہی کے اپنے نعماے اُخروی کا نقصان کرے
تو وہ شخص نعمت ابدی اور اپنی عمر کا ضائع کنندہ ہے یا نہین خواہ ایسے شخص
کو زیانکار کہو خواہ مضیع یعنی ضائع کنندہ یا خاسر کہو سب کا حاصل اور مراد ایک ہے
پس خاص ایک ترجمہ پر اعتراض کرنا محض تعصب و نزاع لفظی ہے **قولہ**
۱۲۱ فقرہ یوسف مین ہے لولا ان تفندون لفظ تفندون بمعنی تستھزؤن
قریش کی زبان نہین قیس غیلان کا لغت ہے **اقول** صراح فند دروغ وسستی
راے از پیری افناد دروغ گفتن وخرف شدن وفاسد وخراب شدن و
تفنید نکوہیدن و بسستی راے نسبت کردن کذا فی ص و ق + مجمع والتفنید
تضعیف الراى وقیل ان اصلہ الفساد شاہد یہ ہے ابوسفیان بن الحارث
بن عبدالمطلب بعد فتح مکۃ فی مدح الرسول صلعم **شعر** اصد وانائ

جاهدا عن محمد ٭ وادعی وان لم انتسب من محمد ٭ هم ما هم من اهل بهواهم ٭ وان کان ذا رای یلم ویفند ٭ + کعب بن مالک فی قصیدته

شعر فدع التمادی فی الغوایة سادرا ٭ قد کنت فی طلب الغوایة تفند ٭ کما فی السیرة + امیة بن ابی الصلت **شعر** وسمیتنی باسم المفند رائه ٭ وفی رائک التفنید لو کنت تعقل ٭ + شاعر حماسی **شعر** یا صاحبی دعا لومی وتفنیدی ٭ فلیس ما فات من امر بمردود ٭ کما فی المجمع —

علاوہ ازین عقد ثمین مین نابغہ کے اشعار کو اور حماسہ مین قیس بن عاصم اور سعد بن ناشب اور ابو الاسود الدؤلی کے اشعار مین یہ لفظ فصیح موجود ہے کیا یہ سب شاعر قیسی تھے **قولہ** ۱۲۲ فقرہ اعراب مین ہے من صیاصیہم غلط ہے من حصونہم کہنا چاہیے تھا صیاصی بمعنی حصون قریش کے برخلاف قیس غیلان کا محاورہ ہے **اقول** صراح صیصیہ خرد اسمہ باغندہ صیاصی جمع صیصۃ الدیک شاخ کہ برپاے خروس باشد صیاصی شاخہاے گاو وحصارہا کذا فی ص ق + مجمع والصیاصی الحصون التی یمتنع بہا واحدتہا صیصۃ یقال جذ الله صیصۃ فلان ای حصنہ الذی یمتنع بہ وکل ما امتنع بہ فہو صیصۃ ومنہ یقال لقرون البقر والظباء صیاصی ویقال ایضاً لشوکۃ الدیک وشوکۃ الحائک صیصۃ ان کتب لغت اور استعمال عرب سے ظاہر ہے کہ یہ لفظ اکثر ایسی چیزون مین استعمال کیا جاتا ہے جس کے سبب حیوان محفوظ رہتا ہے خواہ خاردار ہو یا شاخ دار ہو جسطرح صاحب قاموس اور علامہ طبرسی نے فرمایا ہے وکل ما امتنع بہ فہو صیصۃ اور حصن اور

اور حصون خاص ایسے قلعہ کو کہتے ہین جسکی عمارت مستحکم اور بلند ہو اور آیت
مین یہود بنی قریظہ کے قلعون کا ذکر ہے اور ظاہر ہے کہ اون بیچارون کے
قلعہ کچی دیوارون کے چھوٹے چھوٹے ہون گے جسطرح ہمارے ہندوستان
مین بعض بعض گانون مین آسودہ زمیندار گڑھی بنا لیتے ہین اور اوسکی دیوار
پر اوپر نیچے جھاڑ رکھدیتے ہین یا تھوہڑ کے درخت لگا دیتے ہین ورنہ پختہ اور
مستحکم قلعہ تو اکثر سلطنت مین معدودہ چند ہوتے ہین خصوصًا حجاز مین تو
آج تک کوئی عمدہ اور بلند قلعہ نہین + اور اگرچہ باعتبار لغت و مفہوم کے ایسی
کچی گڑھی کو حصن کہہ سکتے ہین مگر اہل زبان کے نزدیک ہر ایک کے واسطے علیحدہ
لفظ ہوتے ہین چنانچہ ہمارے ہندوستان مین بھی کچے بڑے قلعہ کو گڈہ اور
چھوٹے کو گڑھی کہتے ہین اور پختہ اور بلند کو قلعہ بولتے ہین شاہد یہ ہے
سحیم عبد بنی الحسحاس شعر واصبحت الثیران صرعی واصبحت
نساء تمیم یبتدرن الصیاصیا - کما فی السیرۃ - پس اگر علیم مطلق بھی
مثل معترض کے زبان عرب سے ناواقف ہوتا تو وہ بھی بنی قریظہ کی کچی گڑھیون
کو حصون فرما دیتا ــــــ اور اگر بالفرض وہی پختہ قلعہ اور حصون ہون
تو ہم کہتے ہین کہ بنظر تذلیل و تحقیر کے اون کو صیاصی فرمایا ہے اور یہ کمال لطافت
و بلاغت ہے کیونکہ یہ لفظ اکثر حیوانات کے مامن اور جوارح مین مستعمل ہوتا ہے
ــــــ یہان تک خاص معنی کا جواب تھا اب مین کہتا ہون کہ یہ لفظ ایسا
شیرین اور فصیح ہے کہ فصحا نے ہر ایک معنی مین بولا ہے شاہد صیاصی بمعنی
قرون النابغۃ الجعدی شعر و سادۃ رھطی حتی بقیت فردا کصیصۃ

الاغضب ۔ کما فی السیرۃ شاہد بمعنی خردا شتہ دریدبن الصمۃ الجشمی

شعر فجئت الیہ والرماح تنوشہ ۔ کوقع الصیاصی فی النسیج الممدد ۔

کما فی المجمع والصحاح والحماسۃ **قولہ** ۱۲۳ فقرہ زخرف میں ہے اَنْتُمْ وَاَزْوَاجُکُمْ

تُحْبَرُوْنَ لفظ تحبرون بمعنی تنعمون قریشی زبان نہیں قیس عیلان کا گنواری

لفظ ہے **اقول** صراح حبر بالکسر اثر النعمۃ حبر بالفتح دانشمند قال صاحب الصحاح

ہو بالکسر افصح لانہ یجمع علی افعال دون فعول وآراستن سخن وجامہ حبرانہ

وسیاہی کردن در دوات وشاد کردن حبور حبرہ کذلک قولہ تعالی فَہُمْ

فِیْ رَوْضَۃٍ یُّحْبَرُوْنَ ای ینعمون ویکرمون ویسرون رجل یحبور مرد شادان

کذا فی ص وق + مجمع الحبور السرور الذی یظہر فی الوجہ اثرہ وحبرتہ

ای حسنتہ شاہدیہ ہی زہیر شعر فاصبح محبورا ینظر حولہ ۔ بغبطہ

لوان ذلک دائم ۔ کذا فی العقد + عجاج مصرعہ الحمد للہ الذی

اعطی الحبر ۔ کذا فی المجمع **قولہ** ۱۲۴ فقرہ آل عمران میں ہے مِنَ

الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ لفظ رجیم بمعنی ملعون کوئی مکہ مدینہ کا شریف نہیں بولتا

کیونکہ قیس عیلان کی زبان ہے **اقول** صراح رجم سنگسار کردن فہو رجیم

مرجوم ای مقتول رجم ایضا بگمان سخن گفتن کذا فی ص وق + مجمع رجیم فعیل

بمعنی مفعول وہو المرمی ای المطرود من السماء المرمی بالشہب الثاقب

قیل المرجوم باللعنۃ رجیم کے اصل معنی سنگ انداختن ہیں لیکن شی انداختہ

میں توسیع ہوگئی ہی پتھر پر منحصر نہیں کبھی سخن اور کبھی گمان کے ساتھ بھی رجم

کا استعمال کرتے ہیں اسیواسطے اہل لغت نے اسکے معنی میں بہت الفاظ مثل قتل

وقذف ولعن وشتم وسنگ کے لکھے ہیں بہرحال یہ لفظ نہایت فصیح و مانوس
الاستعمال ہے اور تمام عرب کے فصحا نے اپنی اپنی ضرورت کے مطابق بولا ہے
+ شاہد یہ ہے علقمۃ شعر بل کل قوم وان عزوا وان کثروا ؛ عریفھم
باثافی الشر مرجوم ؛ + ایضا شعر من ذکر سلمی وما ذکری الاوان لھا ؛
الا السفاہ وظن الغیب ترجیم ؛ - کما فی العقد + عبد اللہ بن قیس الرقیات
احد بنی عامر بن لوی بن غالب یذکر ابرھۃ شعر واستھلت علیھم
الطیر بالجندل حتی کانہ مرجوم ؛ - کما فی السیرۃ + یزید بن الحکم
الثقفی العباسی شعر ما بخل من ھو للمنون ؛ وریبھا غرض رجیم ؛
قولھا ۱۲۵ فقرہ حجرات میں ہے لا یلتکم اعمالکم لفظ یلتکم بمعنی ینقصکم
حجازی زبان نہیں عیلانی بولی ہے اقول صراح الت کم کردن حق کسی را
یقال التہ حقہ ای نقصہ و باز داشتن از انچہ زدی آوردہ باشد باز گردانیدن
شل لاتہ یقال التہ ولات یلتہ وھما لغتان حکاھما الیزیدی عن ابی عمرو
بن العلاء قولہ تعالی لا یلتکم من اعمالکم من اللیت ولا یالتکم من الالت
کذا فی ص و ق + مجمع قرء اھل البصرۃ لا یالتکم بالالف والباقون لا یلتکم
بغیر الالف قال ابو زید التہ حقہ یالتہ التا اذا نقصہ وقوم یقولون
لات یلیت لیتا ویقال الت الرجل الیتہ لیتا اذا عمیت علیہ الخبر فاخبرتہ
بغیر ما یسئلک عنہ وقوم یقولون لا تنی عن حقی ولا تنی عن حاجتی
ای صرفنی عنھا وحجۃ من قرء لا یلتکم قولہ تعالی وما التناھم ومن قرء
یلتکم جعلہ من لات یلیت شاہد یہ ہے شاعر شعر یاکلن ما اغنی الولی

فلم یلبث ولو کان بحافات النهاء المزاهر عاشر ۔ کما فی الصحاح انشدہ الفراء
اور یہ لفظ ایسا شیرین وفصیح ہی کہ ہر ایک معنی مین فصحا نے بولا ہے مراوبہ
شعر و لیلۃ ذات ندی سریت ولم یلتنی عن ھواھا لیت ۔ کما فی المجمع
قولہ ١٢٦ فقرہ شعراءین ہے عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ لفظ عشیرہ بمعنی حفدہ
غلط اور قریش کے برخلاف سعد کے قبیلہ کی بولی ہے **اقول** پادریصاحب کو علم
عربی مین یہ کمال ہے کہ اتقان کی عبارت کے معنی بھی درست سمجھہ مین نہین
آتے اور قرآن پر اعتراض کرتے ہین خدا کی قدرت ہی اتقان مین عشیرہ کے معنی
ہرگز حفدہ نہین بلکہ سعد العشیرۃ ایک قبیلہ یمنی کا نام ہے اور لفظ العشیرہ اس
قبیلہ کے نام کا جزو ہے نہ لفظ قرآنی دیکھو اتقان کی عبارت یہ ہے و بلغۃ
سعد العشیرۃ حفدۃ بلہ اختان کل عیال و بلغۃ قیس عیلان نحلۃ فریضۃ
حرج ضیق لخاسرون مضیعون الخ مطلب ابو القاسم کا یہ ہے کہ قرآن مین جو
لفظ حفدہ بمعنی اختان اور لفظ کل بمعنی عیال فرمایا ہے وہ قبیلہ سعد العشیرہ کے
محاورہ کے موافق ہے پادریصاحب نے یہ تو خیال کیا ہوتا کہ اگر عشیرہ کے
معنی حفدہ ہون تو چاہیے کہ اختان قرآن کا لفظ ہو حالانکہ قرآن
مین نہین اور چاہیے کہ اختان کے معنی کل ہون اور لفظ عیال
کے معنی کی پھر ضرورت ہو اس سے معلوم ہوا کہ اختان کے معنی کل
مع عیال سمجھے ہین اور لفظ کل کو بالضم بمعنی ہمہ سمجھے ہین سو یہ بھی غلط ہے
کیونکہ یہ لفظ بالفتح ہے اور سورہ نحل مین بمعنی بار یا بمعنی عیال موجود
ہے ـــــ بعد حصول جواب کے کہتا ہون کہ جو آیت پادری صاحب نے

ح / الحفدۃ الاعوان والخدم وقیل ولد الولد واحدہم حافد وزرع ل محفود ای مخدوم صحاح

لکھی ہے اوس مین بھی لفظ عشیرہ کے معنی حفدہ نہین ہوسکتے نہ از روے لغت
اور نہ از روے شان نزول آیت کیونکہ حفدہ کے معنی اعوان و یاران و
خدمتگاران و نیرگان ہین اور عشیرہ کے معنی قبیلہ و تبار ہین اور شان نزول
اسکی بموجب روایت متفق علیہ الفریقین یہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے دعوت
طعام کرکے کل بنی ہاشم کو کہ وہ چالیس آدمی تھے جمع کیا ابوطالب و حمزہ
و عباس و ابولہب و علی مرتضیٰ وغیرہم اور اونکو یہ معجزہ دکھایا کہ بکری
کی ایک ران گوشت اور ایک قعب دودھ مین سبکو سیر کردیا حالانکہ ہر ایک
آدمی اون مین سے ایک ایک بکری کا گوشت کھا جاتا تھا بعد کھانے کے
آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اے بنی عبد المطلب مین خدا کی جانب سے تم کو
عذاب آخرت سے ڈراتا ہون اور بہشت کی بشارت دیتا ہون قبول کرو اور
میری اطاعت کرو تاکہ تم ہدایت پاؤ اور تم مین سے ایسا کون شخص ہے کہ جو
ایمان لاوے مجھہ پر اور میری بیعت کرے اس شرط پر کہ وہ میرا بھائی بنے
اور میرا وزیر بنے اور بعد میرے میرا وصی ہو اور میرے اہل و عیال مین خلیفہ ہو
اور میرے قرض کو ادا کرے ۔ پس سب لوگ خاموش ہو رہے مگر علی ابن ابیطالب
نے عرض کیا کہ مین آپ پر ایمان لاتا ہون تا اینکہ اس تقریر کو تین مرتبہ فرمایا
اور بجز حضرت علی مرتضے کے کوئی جواب نہ دیتا تھا تیسری مرتبہ مین آنحضرت صلعم
نے علی مرتضے سے فرمایا کہ تو ہے بھائی اور وزیر اور وصی میرا سپر بنی ہاشم
ہنسے اور حضرت ابوطالب سے بطور مضحکہ کے کہا کہ آج سے اپنے بیٹے کی
اطاعت کرو تمھارا امیر ہوا اور ابولہب نے کہا کہ دیکھا محمد کا سحر کہ ذرا سے کھانے

مین سکو سیر کر دیا رواہ الثعلبی عن ابی رافع وغیرھم عن براء بن عازب
کما فی المجمع وغیرہ اور ظاہر ہے کہ یہ اشخاص نہ آنحضرت صلعم کے خدمتگار
تھے نہ یار نہ اولاد پھر یہ حفدہ کیونکر ہوئے اور لفظ عشیرہ بمعنی قبیلہ و تبار
اہل حجاز بلکہ کل عرب مین ایسا کثیر الاستعمال ہے کہ شاید اسکے برابر دوسرا
لفظ نہو اور کسی شاعر کا کلام اس لفظ سے خالی ہو + امرئ القیس
شعر فادبرن کالجزع المفصل بینہ ٭ بجید معم فی العشیرۃ مخول ٭
کما فی المعلقۃ الاولی + زھیر بن سلمی شعر سعی ساعیا غیظ بن مرۃ
بعدما ٭ تبزل ما بین العشیرۃ بالدم ٭ کما فی المعلقۃ الثالثۃ + لبید
بن ربیعہ شعر وھم العشیرۃ ان یبطئ حاسد ٭ او ان یلوم مع العدی
لیامھا ٭ کما فی المعلقۃ الرابعۃ + **قولہ** ۱۲۷ فقرہ نوح مین ہے
سُبُلاً فِجَاجًا لفظ فجاج بمعنی طرقا قریشی زبان نہین کندہ کی بولی ہے **اقول**
صراح فج راہ کشادہ میان دو کوہ فجاج جمع کذا فی ص و ق + مجمع الفجاج الطرق
المتسعۃ المتفرقۃ واحدھا فج وقیل الفج المسلک بین جبلین شاہد یہ ہے
ابو کبیر الھذلی شعر واذا رمیت بہ الفجاج رأیتہ ٭ یھوی مخارمھا
ھوی الاجدل ٭ کما فی الحماسہ + ابن السلیمانی الحماسی شعر لعمری
لقد کانت فجاج عریضۃ ٭ ولیل شخامی الجناحین ادھم ٭ اور اگر یہ
لفظ کندہ کا ہے تو بھی نہایت فصیح ہے کیونکہ یہ یمنی قبیلہ ہے اور یمن کا حال
اوپر مذکور ہو چکا خصوصًا یہ قبیلہ بڑا نامی گرامی تھا جسمین امرئ القیس بن
حجر الکندی سا شاعر تھا **قولہ** ۱۲۸ فقرہ واقعہ مین ہے وَبُسَّتِ

الجبال بسًّا لفظ بت بمعنی فتت وحشی غیر مانوس کندہ کی زبان ہے حجازی
لفظ نہین **اقول** صراح بس نرم راندن و پریشان رہا کردن ستور را و ریزہ
ریزہ کردن کذا فی ص و ق + مجمع البس الفت بالتاء کما یبس السویق
ای یلت والبسیس السویق او الدقیق یتخذ زادا شاہد یہ ہے راجز
شعر لا تخبزا خبزا و بسا بسا ٭ ولا تطیلا بمناخ حبسا ٭ اور دوسرے
معنی مین بھی راجز کہتا ہے **مصرعہ** وانبس حیات الکثیب الاھیل ٭ -
کما فی المجمع والصحاح بیان آیہ کریمہ مین بھی دونون معنی چسپان ہین اور دونون
فصیح اور مشہور ہین **قولہ** ۱۲۹ فقرہ ہود مین ہے فلا تبتئس بما کانوا
یفعلون لفظ تبتئس بمعنی تحزن خلط قریش کے برخلاف کندہ کی زبان ہے +
اقول پادری صاحب نے غلط لکھا ہے قرآن مین یہ لفظ تبتئس ہے اور مصدر
اسکا بؤس ہے صراح بؤس سختی و فی المثل عسی الغویر ابؤسا و یقال یوم
بؤس و یوم نعم بالاضافۃ روز سختی و راحت اباس بسختی رسیدن ابتئاس
اندوہگین شدن و کراہت داشتن قولہ تعالی ولا تبتئس بما کانوا یفعلون
ای لا تحزن ولا تشتک مبتئس اندوہگین باسا سختی کذا فی ص و ق + مجمع
الابتئاس حزن فی استکانۃ وھو افتعال من البوس شاہد یہ ہے حسان
بن ثابت **شعر** ما یقسم اللہ اقبل غیر مبتئس ٭ منہ واقعد کریما
ناعم البال ٭ کما فی الصحاح والمجمع انشدہ ابو عبیدۃ + ابو قیس **شعر**
ولہ الراھب الحبیس تراہ ٭ رہن بؤس و کان ناعم بال ٭ کما فی السیرۃ
قولہ ۱۳۰ فقرہ مومنون مین ہے اخسئوا فیہا ولا تکلمون لفظ اخسئوا

بمعنی اخزوا قریش کے برخلاف قبیلہ عذرہ کا محاورہ ہے اسلیے وحشی اور
غیر مانوس ہے **اقول** اسی لفظ پر نمبر بائیس ۲۲ مین بھی اعتراض کیا ہے چونکہ
وہان اسکا جواب ہو چکا ہے اسواسطے حاجت اعادہ نہین مگر وہان اسکو اسی
معنی مین کنانہ کا محاورہ لکھا ہے کیونکہ خزی اور صغر دونون کے معنی خواری
کے ہین مترجمین کے اختلاف لفظی سے معنی مین فرق سمجھنا محض جہالت ہے
عربی دان کے نزدیک کچھ فرق نہین **قولہ** ۱۳۱ فقرہ آل عمران مین ہے
مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ لفظ ربیون وحشی اور غیر مانوس جنگلی لفظ شہر حضرموت
کی بولی ہے **اقول** صراح ربی واحد ربیین وهو الوف من الناس قال
الله تعالى الخ كذا في ص و ق + مجمع انهم جموع كثيرة عن مجاهد وقتادة
او عشرة آلاف عن الزجاج وهو المروي عن ابي جعفر شاہد یہ ہے حسان
بن ثابت **شعر** واذا معشر تجافوا عن القصد ٭ املنا عليهم ربيا
كما في الاتقان + امیہ بن ابی الصلت **شعر** حول شياطينهم ابابيل
ربيون شدوا سنورا مدسورا ٭ كما في السيرة پادری صاحب
ابتدا مین کہہ آئے ہین کہ شہرون کی زبان افضل اور فصیح ہوتی ہے اور یہان
حضرموت کو بھی شہر کہا ہے پھر شہر کی زبان کو جنگلی اور وحشی کہنا وحشت سے
خالی نہین **قولہ** ۱۳۲ فقرہ بنی اسرائیل مین ہے فَدَمَّرْنَاهَا تَدْمِيْرًا
لفظ دمرنا بمعنی اہلکنا حضرموت کا لغت ہے قریش کی زبان نہین **اقول**
صراح دمار ہلاکی تدمیر ہلاک کردن و ہلاکی فگندن بر کسے کذا فی ص و ق
مجمع التدمير الاهلاك والدمار الهلاك شاہد یہ ہے ضرار بن الخطاب

یوم الخندق شعر فلولا الخندق کانوا لدیہ ؛ لدمرنا علیہم اجمعینا ؛
کما فی السیرۃ **قولہ** ۱۲۳ فقرہ قاف مین ہے وما مسّنا من لغوب
اور فاطر کے دوسرے رکوع مین بھی ہے یہ دونون محاورہ غیر فصیح حضر موت
کی لغت مین کیونکہ قریش کی زبان مین لغوب بمعنی تھکن نہین آیا **اقول**
صراح لغب لغوب ماندہ شدن رجل لغب بالتسکین ای ضعیف کذا فی ص و ق
مجمع واللغوب الاعیاء شاعر حماسی **شعر** کان لہا برجل القوم بوّا ؛
وما ان ظبیہا الا اللغوب ؛ قبیلہ بنی اسد کی ایک عورت کہتی ہے **شعر**
اذا انتضل القوم الاحادیث لم یکن ؛ عییًّا ولا لغبا علی من یقاعدہ
کما فی الحماسہ ۔ دیکھو کجا شہر حضر موت اور کجا سرزمین بنی اسد قبیلہ
قدیم الایام مین حجاز مین جانب اعلی کو مقام قو کے پاس رہتا تھا ۔ اور
پادری صاحب نے یہ تو کہا کہ قریش کی زبان مین لغوب بمعنی تھکن نہین
آیا لیکن یہ نہ بتایا کہ قریش کی زبان مین لغوب کے کیا معنی ہین **قولہ**
۱۲۴ فقرہ سبا مین ہے تأکل منسأتہ لفظ منسأۃ بمعنی عصا کس ملک کی
بولی ہے حجازی زبان تو نہین ہے **اقول** صراح نس راندن و بانگ زدن
شتر را منساۃ عصا یہمز ولا یہمز کذا فی ص و ق ۔ مجمع والمنساۃ
العصا الکبیرۃ التی یسوق بہا الراعی غنمہ مفعلۃ من نسأت الناقۃ
والبعیر اذا زجرتہ شاہد یہ ہے شاعر **شعر** اذا دببت علی المنساۃ
من ہرم ؛ فقد تباعد عنک اللہو والغزل ؛ کما فی المجمع والصحاح ۔
ابو القاسم نے تو اس لفظ کو بھی حضر موتی لکھا ہے مگر پادری صاحب کو

اس تجاہل اور ابو القاسم کے نام ترک کرنے سے شاید اپنی تحقیق کا اظہار منظور ہے سو اس تجاہل سے برعکس جہالت ظاہر ہوئی کہ عبارت اتقان کی سمجھ مین نہین آئی + **قولہا** ۱۲۵ اعراف مین ہے وَطَفِقَا یَخْصِفَانِ لفظ طفقا بمعنی عمدا قریشی زبان نہین غسان کی بولی ہے **اقول** صراح طفق یفعل کذا طفقاً ای جعل یفعل کذا فی ص و ق + مجمع وطفق یفعل کذا بمعنی جعل یفعل ومثلہ ظل یفعل وابتداء یفعل واخذ یفعل ۱۲ یہ وہ لفظ مشہور ہے جسکو نحوی ہدایۃ النحو اور کافیہ تک مین بھی لکھدیتے ہین اور شرحون کے اختلاف لفظیہ پر اعتراض کرنا تعصب یا جہالت ہے **قولہا** ۱۲۶ اتقرہ عنکبوت مین ہے سِیْءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ لفظ سیئ بہم بمعنی کرہہم غسانی لغت قریش کے برخلاف ہے **اقول** صراح سوء مسارۃ اندوہگین کردن سیئۃ بدی اسارت بدی کردن کذا فی ص و ق + مجمع اصل سیئ بہم سوی بہم من السوء فاسکنت الواو ونقلت کسرتہا الی السین والسوء ما یظہر مکروہہ لصاحبہ اس لفظ کے جو معنی لغت مین ہین وہی قرآن مین ہین اور وہی سب مفسرون نے بلکہ خود سیوطی نے بھی لکھے ہین اگرچہ ہر ایک کے طرز بیان مین اختلاف ہوا اور ابو القاسم والاثر جمہ بھی لغوی معنی سے جداگانہ نہین چنانچہ بنظر بصیرت دیکھہ لو کہ یہان سیئ بہم اور کرہہم کا مآل اور حاصل مطلب ایک ہے کیونکہ خواہ یون کہو کہ حضرت لوط اندوہگین ہوگئے اون فرشتہاے عذاب کے سبب خواہ یون کہو کہ حضرت لوط نے اون فرشتون کے آنے کو مکروہ سمجھا دونون کا ایک مطلب ہے ایسی

نزاع لفظی سے غیر عربی دان لوگ فریب کھا سکتے ہین اہل علم اون کو واہیات اور تعصب سمجھتے ہین ـــــ حسان بن ثابت یوم بدر شعر غاث بنو اسد وآب عزیھم ٭ یوم القلیب بسوءة وفضوح ٭ + سوید بن الصامت شعر الا رب من تدعو صدیقا ولو تری ٭ مقالته بالغیب ساءک ما یفری ٭ +حسان فی بنی قریظة شعر لقد لقیت قریظة ما ساءھا ٭ وما وجدت لذل من نصیر ٭ -کما فی السیرة- حارث بن حلزہ شعر واتانا من الحوادث والانباء ٭ خطب نعنی به ونساء ٭ - کما فی المحلقة السابعة + +النابغة الجعدی الحماسی شعر فتی کان فیه ما یسر صدیقه ٭ علی ان فیه ما یسوء الاعادیا ٭ ھند بنت عتبه ام معاویہ فی مرثیة عتبة شعر یریب علینا دھرنا فیسوءنا ٭ ویابی فما یاتی بشیء نغالبه ٭ کما فی السیرة معلوم نہین کہ مادر صاحب ہند مادر معاویہ کی زبان کو بھی قریشی کہین گے یا نہین

قولہ ۱۲۷ فقرہ نساء مین ہے لَا تَغْلُوا فِيْ دِيْنِكُمْ لآتنالوا یعنی زیادتی غلط محاورہ غسانی ہے اقول صراح غلا غلی غلیان جوشیدن دیگ- غلو از حد در گذشتن در ہر چیز یقال منه غلی فی الامر ای جاوز فیه الحد- کما فی صح ق + مجمع اصل الغلو مجاوزة الحد یقال فی الدین یغلو اغلوا وغلی بالجاریة لحمھا وعظمھا اذا اسرعت الشباب لذاتھا تغلو غلوا وغلی بسھمه غلوا اذا رمی به اقصے الغایة شاہد ہے حارث بن حلزہ شعر ان اخواننا الاراقم یغلون ٭ علینا فی قیلھم

لان مزید ... بیرون نیم ... الاقل ... ملدہ ... سبا ۱۲۷ ... ہیں

احفاء - کما فی المعلقۃ **قولہ** ۱۳۸ فقرہ بنی اسرائیل مین ہے خشیۃ
اِملاقٍ لفظ املاق بمعنی جوع بنی لخم کی زبان قریش کے برخلاف وحشی لفظ
ہے **اقول** صراح املاق درویش شدن و درویشی کذا فی ص و ق + مجمع اِملاق
ای خوف فقر و عجز عن النفقۃ علیھن املاق کے معنی جوع نہ کسی لغت مین اور نہ
تفسیر مین پھر ہم اسکو کسی قبیلہ عرب کا محاورہ کیونکر سمجھین بہرحال یہ بھی نزاع
لفظی ہے کہ مترجم نے بنظر اتحاد مآل بجاے فقر کے جوع لکھدیا ہے اور قرآن مین
وہی معنی ہین جو کتب لغت مین لکھے ہین اور یہ لفظ نہایت فصیح اور مانوس الاستعمال
ہے شاہد یہ ہے شاعر **شعر** وانی علی الاملاق یا قوم ماجد اعد لاضیافی
الشواء المصھبا - کما فی الاتقان عن ابن عباس **قولہ** ۱۳۹ اسی مین ہے
وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِيرًا لفظ تعلن بمعنی تقھرن بنی لخم کا لغت ہے **اقول** صراح
علو بلندی و بلند شدن جاے و بر بلندی بر آمدن و علوت الرجل ای غلبتہ
و علوتہ بالسیف ضربتہ و علی فی الارض ای تکبر کذا فی ص و ق + مجمع
العلو الارتفاع و علی فلان الشیئ اذا اطاقہ و یقال علی فی المکارم یعلی علاء
فھو علی و علی فی المکان یعلو علوا فھو عال معناہ ای لتستکبرن و
لتظلمن الناس ظلما عظیما و العلو نظیر العتو ھنا و ھو الجرأۃ علی اللہ
و التعرض لسخطہ اگر خاص اتقان والے ترجمہ پر اعتراض ہے تو یہ نزاع لفظی
ہے کیونکہ یہ ایسا لفظ ہے کہ حروف صلہ کے باعث جسکا ترجمہ مختلف ہوجاتا ہے
ورنہ اصل لغت کے معنی وہی ایک ہین یعنی بلند شدن اور ارتفاع و غلبہ و
ضرب و تکبر جو صاحب صراح نے لکھے ہین یہ ایسے مفاہیم ہین کہ اگر کوئی بجاے غلبہ کے

ظلم و قہر و بغی و قتل وغیرہ حسب موقع لکہدے تو چنداں مستبعد نہین خود صاحب
قاموس نے غلبہ کا ترجمہ قہر کیا ہے اور بیان جو یہ لفظ فرمایا ہے اسکا یہی سبب ہے
کہ یہ سب معانی بنی اسرائیل مین موجود تھے گویا یہ ایک ایسا لفظ فرمایا ہے کہ
اون کے سب عیوب کو حاوی ہے ـــ اور اگر اصل لفظ پر اعتراض ہے تو سنو
اسکے یہ ہین شاہد بمعنی قہر و غلبہ عبد اللہ بن قیس بن عدی جبکہ ملک حبش مین
مسلمان ہوا قریش کی شکایت مین کہتا ہے **شعر** فاجعل عذابك بالقوم
الذین بغوا ٭ وعائذا بك ان یعلوا فیطغون ٭ شاہد بمعنی ضرب و قہر و غلبہ
عبد اللہ الزبعری جنگ احد مین حسان کو جواب دیتا ہے **شعر** لا الوم
النفس الا اننا ٭ لو کرهنا لفعلنا المفتعل ٭ بسیف الہند نعلو اهامهم
علا لا نعلوهم بعد نهل ٭ + کعب بن مالك یوم الخندق **شعر** و کان لنا
النبی وزیر صدق ٭ به نعلو البریة اجمعینا ٭ + حسان عبد اللہ بن
زبعری کے جواب مین جنگ احد مین کہتا ہے **شعر** و علونا یوم بدر بالتقی
٭ طاعة اللہ و تصدیق الرسل ٭ قولہ ۱۴۰ فقرہ اسی مین ہے فَجَاسُوا
خِلَالَ الدِّيَارِ یہ محاورہ بھی قریش کا نہین ہے بنی جذام کی بولی ہے **اقول**
صراح جوس درمیان سرا و جائے گشتن و پرسیدن از انچہ در وست
قولہ تعالی فَجَاسُوا خِلَالَ الدِّيَارِ ای تخللوها وطلبوا ما فیها ـ کذا
فی ص و ق + مجمع والجوس التخلل فی الدیار یقال ترکت فلانا یجوس
بنی فلان و یجو سهم ید و سهم ای یطأهم قال ابو عبید کل موضع خالطته
و وطئته فقد جسته و قیل الجوس طلب الشیٔ باستقصاء شاہد

یہ ہے حسان شعر و منا الذی لاقی بسیف محمد ⊙ فجاس بہ الاعداء
عرض العشائر ای وطأ وداس — کما فی المجمع قولہ ۱۸۴ فقرہ قصص
مین ہے جناحک من الرھب لفظ جناح بمعنی ید قریش کی بولی نہین ہے —
بنی حنیفہ کی زبان ہے برخلاف محاورۂ شرفا ہے اور اسی مین لفظ رہب بمعنی
فزع غلط ہے قریشی زبان نہین اقول صراح جناح بالفتح بال اجنحہ جمع —
کذا فی ص + قاموس مین ہے والجناح الید والعضد والابط والجانب ونفس
الشیء + مجمع ای ضم یدک الی صدرک قال ابو عبیدۃ جناحا الرجل یداہ
وقال غیرہ الجناح ھنا العضد + اگرچہ ظاہرا باعتبار اصل وضع اس لفظ
کے معنی بال ہون مگر بطور توسع کے ہر ایک حیوان اور انسان کے دست و بازو
کو بھی کہتے ہین چنانچہ اسی وجہ سے صاحب قاموس نے یہ سب معانی
لکھے ہین شاہد یہ ہے حسان آنحضرت صلعم کے مرثیہ مین کہتا ہے شعر
عطوف علیھم لا یثنی جناحہ ⊙ الی کنف یحنو علیھم ویمھد ⊙ شاہد بمعنی نفس الشی
عباس بن مرداس یوم حنین شعر و غداۃ نحن مع النبی جناحہ ⊙ ببطاح مکۃ والقنا
یتھزع — کما فی السیرۃ + بہرحال فصاحت لفظی ان اشعار سے ظاہر ہے —
اور رہب کے معنی ہین ترسیدن کذا فی ص و ق + مجمع من الرھب ای من
الخوف شاہد یہ ہے نابغۃ شعر ونحن نرجی الخلد ان فاز قدحنا ⊙
ونرھب قدح الموت اذ جاء قاھرا ⊙ — کما فی العقد + حسیل بن سجیح
الضبی الحماسی شعر وارھبت اولی القوم حتی تنھنھوا ⊙ کما ذدت یوم
الورد ھیما خوامسا ⊙ + لبید یبکی اخاہ اربد[ف] شعر اخشی علی اربد

ف اربد لبید کا اخیافی بھائی تھا یہ شخص آنحضرت صلعم کے قتل کی فکر سے … وفد … آیا تھا … اسپر بجلی گری … ۱۲

الحتوف ولا ارهب نوء السماك ولا الاسد ؛ + مكرز بن حفص يوم
بدر وقتله عامرا شعر لما رایت انه هو عامر ؛ تذكرت اشلاء
الحبيب الملحب ؛ وقلت لنفسی انه هو عامر ؛ فلا ترهبيه وانظری
ای مرکب ؛ + ابو احمد بن جحش وهو يذكر هجرة بنی اسد بن خزيمة
من قومه الى المدينة وكان هاجر الى المدينة وكانت عنده الفرعة
بنت ابی سفيان وامه اميمة بنت عبد المطلب **شعر** لما رأتنی ام احمد
غاديا ؛ بذمة من اخشى بغيب وارهب ؛ الخ - كما فی السيرة **قوله** ۱۴۲
فقرہ نساء میں ہے حَصِرَتْ صُدُوْرُهُمْ لفظ حصرت بمعنی ضاقت قریشی بولی
نہیں شہر تہامہ کا اجنبی وحشی غیر فصیح لفظ ہے **اقول** صراح حصر تنگ
گرفتن برکسی یقال حصره ای ضیق علیه و باز داشت کردن کسی را حصر بفتحتین بستہ شدن
سخن و تنگ دل شدن حصیر تنگ دل و بخیل و بوریا و پہلو و پادشاه لانہ محجوب
- كذا فی ص و ق + مجمع الحصر الضيق وكل من ضاقت نفسه عن شیء من فعل
وكلام فقد حصر ومنه الحصر فی القرأة + شاہد ہے لبيد **شعر** اسهلت
وانتصبت كجذع منيفة ؛ جرداء يحصر دونها جرامها ؛ - كما فی المعلقة
الرابعة **شعر** لعمرك ما سعد بخلة آثم ؛ ولا نأنأ يوم الحفاظ
ولا حصر ؛ - كما فی العقد ؛ شاہد بمعنی بادشاه لبيد **شعر**
وقماقم غلب الرقاب كانهم ؛ جن لدى باب الحصير قيام ؛ - كما فی الصحاح
قوله ۱۴۳ فقره نساء کے ہم ارکوع میں ہے أَنْ تَمِيْلُوْا مَيْلًا عَظِيْمًا ای
تخطئوا اخطاء بينا شہر سبا کی بولی ہے جو فصاحت سے خارج ہے **اقول**

صراح میں خمیدن وازراہ چمیدن صلہ بعن وجور کردن صلہ بعلی ۔کذا فی
ص وق + مجمع ای تعدلوا عن الاستقامۃ عدولا بینا بالاستکبار
من المعصیۃ وذلک ان الاستقامۃ ھی المودیۃ الی الثواب والمیل عنہا
یؤدی الی الہلاک + یہ اعتراض بھی نزاع لفظی ہے پادریصاحب نے اپنی لیاقت
علمی ظاہر کی ہے کیونکہ خمیدگی اور لغزش مفہوم عام ہے ہر ایک جگہہ اپنے اپنے
طرز کی ہوتی ہے ہدایت آلہی سے اور سنت وطریقہ انبیا علیہم السلام سے ہٹنا
اور لغزش کرنا جسطرح اس آیت مین مذکور ہے بلاشک عین خطا ہے پس معلوم
ہوا کہ ابو القاسم نے مطلب ومحصل بیان کر دیا ہے نہ ترجمہ لفظی اور شاہد یہ ہے
عبد اللہ الزبعری جب مسلمان ہوا تب آنحضرت صلعم سے معذرت کرتا ہے
شعر اذ اباری الشیطان فی سنن الغی ٭ ومن مال میلہ مثبور ٭ آیۂ
کریمہ مین میل کے وہی معنی ہین جو اس شعر مین ہین نابغہ **شعر** لانک
موضع القسطاس منہا ٭ فتمنع جانبیہا ان تمیلا ٭ ۔کما فی العقد ++
امرئ القیس ع تقول وقد مال الغبیط بنا معا ۔کما فی المعلقۃ ۔
علقمہ بن عبدۃ **شعر** تسقی مذانب قد مالت عصیفتہا حدورہا
من اتی الماء مطعوم ۔کما فی السیرۃ **قولہ** ۱۴۴ فقرہ فرقان پارۂ ۱۹
وَكُلًّا تَبَّرْنَا تَتْبِيرًا لفظ تبرنا بمعنی اہلکنا شہر سبا کی بولی ہے قریش کی زبان
نہین **اقول** صراح تبار بالفتح ہلاکی تبرہ ای کسرہ واہلکہ ۔کذا فی ص ق
ق + مجمع التتبیر الاہلاک والاسم منہ التبار ومنہ قیل لفتات الذہب
۔پادریصاحب شروع کتاب مین کہہ چکے ہین کہ سب سے عمدہ اور افضل زبان اور

شہر کی ہوتی ہے جہان شریف اور اہل علم زیادہ ہون اون سے زیادہ بھی افضل وہان کی جہان سے وہ زبان نکلی ہے مثلاً اردو زبان کہ دہلی کی ہے لیکن ـــ مین کہتا ہون کہ شہر سبا عرب کے بڑے قدیمی شہرون مین تھا چنانچہ نمبر ۱ مین اسکا بیان ہوچکا ہے اور وہان بڑے بڑے ذی ثروت شریف اور اہل علم وہنر رہتے تھے اس سبب سے ہم کہتے ہین کہ پادری صاحب کے قول کے موافق چاہیے کہ شہر سبا کی زبان سب سے افضل اور عمدہ ہو کیونکہ اکثر عرب العربا اور اہل حجاز کی قدیمی زبان وہی ہے ــــــــــــ علاوہ اسکے کسی اہل لغت نے اس لفظ کو شہر سبا کا محاورہ نہین لکھا اسواسطے یہ اعتراض بھی محض واہیات ہے **قولہ** ۱۴۵ انفال مین ہے وَنَكَصَ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ لفظ نکص بمعنی رجع محمد صاحب نے قریش کے برخلاف بنی سلیم کی وحشی زبان بولی ہے **اقول** صراح نکص نکوص سپا سگی رفتن کذا فی ص وق مجمع ای رجع القہقری منہزما شاہد یہ ہے زہیر **شعر** ہم یضربون حبیک البیض اذ لحقوا ۞ لا ینکصون اذا ما استلحموا وحموا ۞ ـ کما فی العقد اوس بن حجر احد بنی اسید بن عمرو بن تمیم **شعر** نکصتم علی اعقابکم ثم جئتم ۞ ترجون انفال الخمیس العرمرم ۞ ـ کما فی السیرة **قولہ** ۱۴۶ نمبر ۱ فقرہ حٰم السجدہ مین ہے صَاعِقَةُ الْعَذَابِ الْهُونِ ذاریات مین ہے فَأَخَذَتْهُمُ الصَّاعِقَةُ پس لفظ صاعقہ بمعنی موت غلط اور قریش کے برخلاف قبیلہ عمارہ کی زبان بولی ہے **اقول** صراح صعق صاعقہ آتش کہ از آسمان افتد در رعد شدید یقال صعقتہم الصاعقة وصعقتہم السماء ای القت

علیہم الصاعقۃ و بانگ عذاب صعقۃ تصعاق بیہوش شدن۔
وقولہ تعالی فَصَعِقَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ ای مات حمار
صعق الصوت سخت آواز کذا فی ص قاموس میں ہے الصاعقۃ الموت
وکل عذاب مھلک وصیحۃ العذاب والمخراق الذی بید الملک
سائق السحاب او نار تسقط من السماء وکسمع غشی علیہ والصعق محرکۃ
شدۃ الصوت + نہایہ ابن اثیر میں ہے الصعق ان یغشی علی الانسان من
صوت شدید یسمعہ وربما مات منہ ثم استعمل فی الموت کثیرا والصاعقۃ
النار التی یرسلھا اللہ مع الرعد الشدید مجمع قال ابو علی قال ابو زید الصاعقۃ
التی تقع من السماء والصاقعۃ التی تصفع الروس قال الاصمعی الصاعقۃ
والصاقعۃ سواء وانشد شعر الخ واما الصعقۃ فقیل انہا مثل الزجرۃ ھو
الصوت الذی یکون عن الصاعقۃ قال بعض الرجاز شعر لاح سحاب فرأینا
برقہ ثم تدانی فسمعنا صعقہ وقیل کل عذاب صاعقۃ لان کل من یسمعہا
یصعق لہا وقیل ھی الوقع الشدید من السحاب تسقط معہ نار تحرق وصیحۃ
العذاب اوالحذر یہاں صاعقہ کے معنی موت مقطوع ومخصوص نہیں اور
بالفرض اگر ایسا ہو تو کچھ قباحت بھی نہیں کیونکہ کتب لغات سے بخوبی ثابت
ہے کہ اہل عرب اس لفظ کو موت کے معنی میں بھی استعمال کرتے تھے بلکہ ہر ایک
امر مہیب اور بیہوش کنندہ اور مہلک کے واسطے بولتے تھے لیکن باوجود اس اختلاف
معانی کے کسی عالم لغوی نے اس لفظ کو خاص کسی قبیلہ کا محاورہ نہیں لکھا اور
اگر کسی قبیلہ کا ہو تو کیا قباحت ہے کیونکہ فصاحت قریش پر منحصر نہیں +

قولہ ۱۴۷ فقرہ بقرہ میں ہے کَمَثَلِ الَّذِیْ یَنْعِقُ بِمَا لَا یَسْمَعُ ینعق بمعنی
یصیح حجازی زبان نہیں قبیلہ طی کا اجنبی محاورہ ہے **اقول** صراح نعق بانگ
کردن شبان گوسفندان راکذا فی ص و ق + مجمع ونعق الراعی بالغنم ینعق
نعیقا اذا صاح بہا زجرا ونعق الغراب نعقا اذا صوت من غیر ان یمد عنقہ
ویحرکہا ونغق بالغین بمعناہ فاذا مد عنقہ وحرکہا ثم صاح قیل نعب شاہد
یہ ہے اخطل **شعر** فانعق بضانک یا جریر فانما ٭ منتک نفسک فی الخلاء
ضلالا ٭ کما فی المجمع والصحاح + حریث بن عناب النبہانی الحماسی
شعر کانکم معزی قواصع جرۃ ٭ من العی او طیر تخفاف بنعق ٭ یہ دونوں
شاعر قبیلہ طی کے نہیں تھے اور نہ قبیلہ طی غیر فصیح بلکہ یہ قبیلہ بڑا نامی اور معدن
شرفا و امراء و شعراء تھا **قولہ** ۱۴۸ فقرہ بقرہ کے ۳ رکوع میں ہے وَکُلَا
مِنْهَا رَغَدًا لفظ رغد بمعنی خصیب کبھی فصحاء قریش نہیں بولتے بنی طی کی
زبان ہے **اقول** صراح عیشۃ رغد بالتحریک ای واسعۃ طیبہ و
رغد عیشہم بضم الغین والکسر ای طاب واتسع وارغد القوم اخصبوا
کذا فی ص و ق + مجمع والرغد النفع الواسع الکثیر الذی لیس فیہ عناء
قال ابن درید الرغد السعۃ فی العیش شاہد یہ ہے امرئ القیس **شعر**
بینما المرء تراہ ناعما ٭ یا من الاحداث فی عیش رغد ٭ کما فی السجع +
شاعر حماسی قبیلہ بنی حارث کا کہتا ہے **شعر** منی ان تکن حقا تکن احسن المنی ٭
والا فقد عشنا بہا زمنا رغدا **قولہ** ۱۴۹ فقرہ بقرہ کے ۱۵ رکوع میں ہے
اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ لفظ سفہ بمعنی خسر غلط قریشی زبان نہیں طی کا محاورہ ہے

اقول یہ لفظ مکرر لکھا ہے اسواسطے تحقیق لغت کی حاجت نہین مجمع البیان مین ہے ای لا یترک دین ابراهیم و شریعة الا من اهلك نفسه واوبقها وقیل اضل نفسه عن الحسن وقیل جهل قدره لان من جهل خالقه فهو جاهل بنفسه وقیل جهل نفسه بما فیها من الآیات الدالة علی ان لها صانعا لیس کمثله شیٔ عن ابی مسلم بہرحال یہ قریش کی زبان ہے اور اوسی معنی مین وارد ہے جس معنی مین قریش بولتے تھے چنانچہ شواہد اور اشعار اسکے نمبر ۲۱ مین مذکور ہو چکے ہین پادریصاحب نے ناحق دوبارہ تکلیف دی ہے ++

قولہ ۱۵۰ فقرہ یٰسٓ مین ہے یٰسٓ وَالْقُرْاٰنِ الْحَکِیْمِ لفظ یٰس بمعنی ای انسان غلط بولا ہے قریش یہ نہین بولتے طی کی زبان ہے یہ ایسی بات ہے جیسے کوئی دہلی کے فصحا کے درمیان کھڑا ہو کر بدعوی فصاحت کسی آدمی کو پکارے کہ او مانس سنیو میری بات یہ تمام محاورے جنکا ذکر اوپر آیا قریش کے سامنے ایسے ہی تھے **اقول** یہ اعتراض بھی نہایت ہیچ و پوچ ہے اور جواب اسکا بہت صاف اور سہل بلکہ کئی جواب ہین اولاً یہ کہ حروف مقطعات قرآنی کی تفسیر و تاویل کی نسبت مفسرین مین بڑا اختلاف ہے یہان تک کہ اس باب مین دس بارہ قول ہین اور جناب امیر المومنین علی ابن ابی طالب اور جناب امام جعفر صادق علیہم السلام سے یہ روایت ہے کہ یہ حروف متشابہات اور حق تعالی کے اسرار ہین کوئی انکے معانی نہین جانتا اور یہ بھی روایت ہے کہ آنحضرت صلعم کا اسم ہے پس اگر معترض باعتبار روایات کے اعتراض کرتا ہے تو اوس کا یہ جواب ہے کہ اہلبیت علیہم السلام سے زیادہ کسی کی روایت معتمد علیہ نہین

ہو سکتی کیونکہ اہل البیت ابصر بما فی البیت ثانیاً اگر یہ لفظ قبیلہ طی
کا ہوتا تو صحابہ کرام اور تابعین عظام وغیرہم مفسرین عرب سب ایک معنی
لکھتے اور یہ اختلاف اوسی زمانہ مین طے ہو جاتا ثالثاً یہ کہ ہم دعوی کرتے ہین
کہ یہ لفظ قریشی ہے کیونکہ آنحضرت صلعم کی زبان پر جاری ہوا اور معترض کو بھی
آنحضرت صلعم کے قریشی ہونے مین کلام نہین ہمارے دعوی کی سند قرآن مجید
موجود ہے پس اگر معترض یا اور کوئی خلاف اصالت اس امر کا مدعی ہو کہ یہ
محاورہ قبیلہ طی کا ہے تو اوسکو لازم ہے کہ مثل دلیل اصالت کے قطعی دلیل سے
اس خصوصیت کو ثابت کرے اور قبیلہ طی کے اشعار سے استشہاد کرے ورنہ دعوی
بلا دلیل قابل سماعت نہین رابعاً روایات سے قطع نظر کرکے بقاعدہ نحو
کہتے ہین کہ ممکن ہے کہ یہ لفظ مخفف یا انسان کا ہو کما قال ابن جنی یا مخفف
یا سید کا ہو فا اور عین کلمہ کو حذف کرکے صرف سین کو باقی رکھا ہو اور
تخفیف کرنا فصحاے عرب مین شائع ہے شاہد اسکا یہ ہے **شعر** قلنا
لها قفی قولنا قالت قاف ای وقفت + اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے
کیف کفی بالسیف شا ای شاهدا + کما فی المجمع اور م الله مخفف ہے
ایمن الله کا بہرحال اعتراض اور تخصیص بے دلیل ہے **قولہ** اذا افضی نسا
مین ہے وَقَدْ اَفْضٰی بَعْضُکُمْ اِلٰی بَعْضٍ لفظ افضی بمعنی جماع کبھی قریش نے نہین
بولا یہ قبیلہ خزاعہ کی زبان ہے **اقول** صراح فضو فضاء بالفتح والمد کشادگی
و فراخی زمین وجاے فراخ وکشادہ شدن وافضیت ای خرجت الی الفضا
وافضیت الیہ فلان بسری وافضی الی امرأتہ ای باشرها وجامعها

وافضاها ای جعلها مفضاة وهی التی جعلت مسلکاها واحدة کذا فی
ص وق مجمع والافضاء الی الشئ وهو الوصول الیه بالملامسة واصله
من الفضاء وهو السعة وهو کنایة عن الجماع وسمی الخلوة الافضاء
لوصولهما بها الی مکان الوطی جواب یہ ہے کہ اس لفظ کے اصل معنی یہان
جماع نہین بلکہ کنایہ ہے جماع سے اور ایسے کنایات زبان عرب کی نظم و
نثر مین ہزارہا ہین کیونکہ یہ بلاغت ہے اور اسی واسطے استہزاء کی ضرورت
نہین اور اگر کنایہ پر کوئی اعتراض ہو تو پادری صاحب بیان کرین —
قولہ ۱۵۲ فقرہ آل عمران مین ہے لایالونکم خبالا پھر توبہ کے
۶ رکوع مین ہے ما زادوکم الا خبالا پس لفظ خبالا بمعنی خیبا گنوارہی
اور قریش کے برخلاف قبیلہ عمان کا لغت ہے **اقول** صراح خبل بالسکون
تباہی خبل بفتحتین دیوانگی وقد خبله واختبله اذا افسد عقله او عضوه
کذا فی ص وق مجمع والخبال الشر والفساد ومنه الخبل بفتح الباء وسکونها
للجنون لانه فساد العقل ورجل خبل الرای ای فاسد الرای **شاہد** یہ ہے حارث
بن ہشام بن مغیرہ اہل اسلام کے اشعار کے جواب مین ایک قصیدہ مین کہتا ہے
شعر فلا تفرحوا ان تقتلوهم فقتلهم ٭ لکم کائن خبل مقیما علی خبل ٭ علی
ابن ابی طالب یا اور کوئی مسلمان جنگ بدر مین **شعر** وانکرا قوام فراغت
قلوبهم ٭ فزادهم ذو العرش خبلا علی خبل ٭ — کما فی السیرة بعد اسکے
پادری صاحب سے کوئی دریافت کرے کہ قبیلہ عمان کون اور کہان ہے البتہ
عمان بالضم مخففا یمن مین ایک شہر ہے اور عمان بالفتح ملک شام مین ایک شہر ہے

مگر قبیلہ کا نام آج تک نہین سنا شاید یہ تحقیق تازہ ہوئی ہوگی **قولہ**
۱۵۳ فقرہ انعام مین ہے نفقًا فی الارض لفظ نفقا بمعنی سرنگ قریشی
زبان نہین عمان کی بولی ہے **اقول** صراح نفاق بالکسر فعل منافق یعنی
دوروئی کردن منافق لغت منہ نفق نفقہ ہزینہ بالتحریک سپری شدن
یقال نفق الزاد وراہ باریک وفی المثل ضل دریص نفقہ ای جحرۃ
نافقا یکے از سوراخہاے نہانی کلاکموش یقال فیہ اذا اتی من قبل القاصعا
ضرب النافقاء براسہ فانتفق ای خرج نوافق جمع ویقال نفق الیربوع
ونافق ای اخذ فی نافقائہ ومنہ اشتقاق المنافق فی الدین کذا فی
ص وق + مجمع النفق سرب فی الارض لہ مخلص الی مکان اخر واصلہ
الخروج ومنہ المنافق لخروجہ من الایمان الی الکفر ومنہ النفقۃ
لخروجہا من الید یہ لفظ نہایت فصیح اور تمام عرب مین مانوس الاستعمال
ہے اور اکثر مشتقات اسکے مستعمل اور مشہور ہین چنانچہ عرب مین مثل مشہور ہے
ضل دریص نفقہ اور چونکہ مثل ہر ایک زبان مین نہایت فصیح اور شعر سے
بھی زیادہ مستند اور مشہور ہوتی ہے اسواسطے یہان شعر سے استشہاد کی
ضرورت نہین ہے **قولہ** ۱۵۴ فقرہ ص مین ہے رخاءً حیث اصاب
پس یہ قریش کی زبان نہین عمان کے لوگ اسطرح بولا کرتے ہین **اقول**
صراح صواب راست نقیض خطا واصاب ای وجدہ واصابتہ مصیبۃ
فہو مصاب واصاب فی قولہ واصاب القرطاس اصابۃ ومصابا ویقال
فی عقلہ صابۃ ای طرف من الجنون کذا فی ص وق + مجمع اصاب ای حیث

ارادسلیمان من النواحی عن اکثرالمفسرین وحقیقتہ حیث قصد + بلعاء بن قیس الکنانی الحماسی شعر غشیتہ وھو فی جاواء باسلة٭ عضبا اصاب سواء الراس فانفلقا٭ + شارح کہتا ہے اصاب بمعنی طلب وبمعنی نال یقال اصبت فاخطأتہ زھیر فی مدح نعمان بن وائل شعر اصاب بنی غیظ فاضحوا عبادہ٭ وجللہا نعمی علی غیر واحد٭ کما فی العقد قولہ

۱۵۵ فقرہ بقرینہ ہے بَغْیًا اَنْ یُّنَزِّلَ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ پھر کہا بَغْیًا بَیْنَہُمْ یہ لفظ بغیا بمعنی حسد اقریش کی بولی نہیں عمان کا محاورہ ہے اقول صراح بغی ستم وفزونی کردن بغیۃ بالضم والکسر حاجت قال الاصمعی البغیۃ بالکسر الحال التی تبغیہا وبالضم الحاجۃ نفسہا وبغی ضالتہ ای طلب بغاء بالضم والمد یقال بغیت المال من مبغاتہ وبغیتک الشیء طلبتہ لک وینبغی لک ان تفعل کذا من افعال المطاوعۃ یقال بغیتہ فانبغی کما تقول کسرتہ فانکسر ابغاء بر طلب وشتن ویاری دادن در طلب و بغیتہ الشیء وابتغیتہ وتبغیتہ ای طلبتہ کذا فی ص و ق + مجمع والبغی اصلہ الفساد ماخوذ من قولھم بغی الجرح اذا فسد وقیل اصلہ الطلب لان الباغی یطلب التطاول الذی لیس لہ ذلک وسمیت الزانیۃ بغیا لانہا تطلب معناہ بغیا ای حسد المحمد صلعم اذا کان من ولد اسمعیل وکانت الرسل من قبل بنی اسرائیل وقیل طلبا لشیء لیس لھم ثم فسر ذلک بقولہ ان ینزل اللہ من فضلہ علی من یشاء من عبادہ الخ اگر اتقان کے ترجمہ پر اعتراض ہے تو یہ محض نزاع لفظی ہے کیونکہ یہ ترجمہ اسکا بعینہ لفظی نہیں بلکہ حاصل مطلب ہے کسواسطے کہ مضمون

آیت کا یہ ہے کہ یہود چاہتی ہین کہ بدستور سابق نبوت خاندان اسرائیل مین رہے
خاندان اسمعیل مین نرہے اور ظاہر ہے کہ اس قسم کی خواہش اور طلب بعینہ حسد ہے
کیونکہ حسد کے معنی بھی بدخواستن ہین پس ہر ایک مفسر نے اپنی اپنی عقل کے موافق
اس مطلب کو بیان کیا ہے سب کی عبارت یکسان کیونکر ہو سکتی ہے دیکھو
بیضاوی نے یہ ترجمہ کیا ہے بغیا ای طلبا لما لیس لھم وحسدا مدارک
مین ہے بغیا مفعول لہ ای حسدا وطلبا لما لیس لھم وھو علۃ اشتروا
پادری صاحب ترجمون کے اختلاف الفاظ کو نہ دیکھین اصل معنی لغوی کو سوچین
اگر لغوی معنی چسپان نہون تو قرآن پر اعتراض کرین پس اگر معنی لغوی
یعنی فساد یا طلب محض یا طلب فزونی پر اعتراض ہو اور اس معنی کو عمان کا
محاورہ سمجھا ہو تو اسکا شاہد یہ ہے شاہد بمعنی فساد بطور حسد عباس
بن مرداس جنگ بدر مین جبکہ کافر تھا کہتا ہے شعر قضی یوم بدر ان نلاقی
معشرا ٭ بغوا وسبیل البغی بالناس جائر ٭ کنانۃ بن عبد کعب بن مالک
کے جواب مین جنگ حنین مین شعر من کان یبغینا یرید قتالنا ٭ فانا
بدار معلم لا نریمہا ٭ کذا فی السیرۃ + اور شاہد بمعنی طلب فزونی یہ ہے
کعب بن مالک عباس بن مرداس کے جواب مین جنگ بدر کے وقت شعر
فطاح سلاموا بن سعیۃ عنوۃ ٭ وقید ذلیلا للمنایا ابن اخطبا ٭ واجلب
یبغی العز والذل یبتغی ٭ خلاف یدیہ ما جنی حین اجلبا ٭ عباس بن مرداس
خوات بن الجبیر کے جواب مین شعر سراع الی العلیا کرام لدی الوغا ٭ یقال
لباغی الخیر اہلا ومرحبا ٭ کما فی السیرۃ + دیکھو یہ سب شاعر عمان کے تھے کہ

مجازی کے **قولہ** ۱۵۶ فقرہ بنی اسرائیل مین ہے طائرہ فی عنقہ لفظ طائر
بمعنی عمل ہرگز قریش کی بولی نہین عمان کی بولی وحشی ہے **اقول** صراح
طیر طائر پرندہ وکردار طیر جمع وایضا فال ومنہ قول العرب لا طیر الا طیر
اللہ تطیر فال گرفتن یقال تطیر منہ وبہ طیرۃ بالکسر وفتح ۲ فال بد
کذا فی ص وق مجمع والطائر ھنا عمل الانسان شبہ بالطائر الذی یسنح
ویتبرک بہ والطائر الذی یبرح فیتشاءم بہ والسانح الذی یجعل میامنہ
الی میاسرک والبارح الذی یجعل میاسرہ الی میامنک والاصل فی ھذا
انہ اذا کان سانحا امکن الرای واذا کان بارحا لم یمکنہ قال ابو زید
کل ما یجری من طائر او ظبی او غیرہ فھو عندھم طائر وانشد لکثیر **شعر**
فلست بناسیھا الخ وانشد لزھیر **شعر** فلما ان تفرق الخ قال وقولھم
سئلت الطیر وقلت للطیر انما ھو زجرتھا من خیر او شر ویقوی ما ذکرہ
قول الکمیت **شعر** ولا انا الخ وانشد لحسان **شعر** ذرینی وعلمی بالامور
وسیرتی ٭ فما طائری فیھا علیک باخیلا ٭ ای لیس رائی بمشئوم
وانشد لکثیر **شعر** اذا ما یطیر الخ معناہ والزمنا کل انسان عملہ من
خیر او شر فی عنقہ وانما قیل للعمل طائر علی عادۃ العرب فی قولھم جری
طائرہ بکذا ومثلہ قولہ تعالی قالوا طائرکم معکم وقولہ انما طائرھم
عند اللہ وقیل طائرہ یمنہ وشومہ وھو ما یتطیر منہ وقیل طائر حظہ
من الخیر والشر وقیل طائرہ کتابہ وقیل معناہ جعلنا لکل انسان دلیلا
من نفسہ لان الطائر عندھم یستدل بہ علی الامور الکائنۃ فیکون

معناہ کل انسان دلیل نفسہ وشاہد علیہا ان کان محسنا فطائرہ
میمون وان کان اساء فطائرہ مشئوم۔ حق یہ ہے کہ یا دریعیاخب نے
ابھی تک کوئی تفسیر مبسوط نہین دیکھی جسمین ہر ایک لفظ کی تحقیق وتنقیح ہو اگر
دیکھتے تو سمجھ لیتے کہ چونکہ عرب کے نزدیک طائر باعث سعادت ونحوست
اعمال وافعال کا ہوتا تھا اور بجاے مشیت وتقدیر الہی کے مقرر تھا اسواسطے
عرب کے محاورہ اور عادت کے موافق مجازاً طائر بمعنی عمل فرمایا ہے اس مین عقل
اور قیاس کو کیا دخل ہے چنانچہ حسان کے شعر کو دیکھو کہ طائر کو بجاے رائے
اور عمل کے بولا ہے　　　　علاوہ اسکے طائر سے حظ اور
بہرہ خیر اور شر عمل کا بھی مراد ہو سکتا ہے یعنی آدمی برا اور بھلا جیسا کام کرتا ہے
اوسکا بہرہ اور نتیجہ یعنی سعادت وشومی جو اوسکو اوس عمل سے حاصل ہوگی
اوسکی گردن مین لازم کردی جاتی ہے اور اس تفسیر مین چندان مجاز بھی نہین
کما قال ابو عبیدہ والمبرد **قولہ** ۱۵۷ فقرہ نازعات مین ہے واغطش
لیلہا لفظ اغطش بمعنی اظلم قریش کی بولی نہین یہ بولی اشعر کی ہے جو فصاحت
سے خارج ہے **اقول** صراح غطش اغطاش تاریک کردن شب را وتاریک
شدن متعدی لازم غطش بالتحریک ضعیفی بصر فلاۃ غطشی بیابان بے رہ ورو ی
کذا فی ص وق مجمع والغطش الظلمۃ واغطشہ اللہ اظلمہ والاغطش الذی
فی عینہ شبہ العمش وفلاۃ غطشاء لا یہتدی فیہا شاہد ہے اعشی
شعر ویہماء باللیل غطشی الفلاۃ یؤنسنی صوت فیادہا۔ کما فی العیون
والتشریح للحماسہ اور بالفرض اگر یہ محاورہ اشعر کا ہے تو بھی کسی طرح غیر فصیح

نہین ہوسکتا کیونکہ یہ یمنی قبیلہ ہے اور یمن کا حال چند جگہہ بیان ہوچکا ہے
کہ وہ جمع امراو شرفا و شعرا تھا **قولہٗ** ۱۵۸ فقرہ بنی اسرائیل کے ۹ رکوع مین
ہے لَاَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهٗ لفظ احتنکن محمد صاحب نے بمعنی استاصلن قریش کے
برخلاف اشعر کی بولی جو وحشی ہے بولی ہے **اقول** صراح حنک لبیشہ کردن
ستور را احتناک کذلک وایضا خوردن ملخ گیاہ زمین را قولہٗ تعالےٰ لَاَحْتَنِكَنَّ
ذُرِّيَّتَهٗ قال الفراء لاستولین علیہم و استوار شدن و آزمودہ شدن کذا
فی ص وق + مجمع الاحتناک الاقتطاع من الاصل یقال احتنک فلان
ما عند فلان من مال او علم اذا استقصاہ فاخذہ کلہ واحتنک الجراد
الزرع اذا اکلہ کلہ شاہد یہ ہے شاعر **شعر** اشکو الیک سنۃ قد اجحفت
٭ جہدا الی جہدنا واضعفت ٭ واحتنکت اموالنا وجلفت ٭ — کما
فی المجمع **قولہٗ** ۱۵۹ فقرہ اسی مین ہے فِيْهِ تَارَةً اُخْرٰى پھر طہ کے ۲
رکوع مین ہے يُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى یہ دونون آیتین فصاحت سے خالی
ہین لفظ تارۃ اشعری زبان ہے محمد صاحب کو مَرَّةً بولنا چاہیے تھا جو شرفاء
قریش بولتے ہین **اقول** صراح تارہ یکبار تارات تیر جمع کذا فی ص وق و
مجمع شاہد یہ ہے طرفۃ بن العبد البکری **شعر** فطورا بہ خلف الزمیل
وتارۃ ٭ علی حشف کالشن ذاو مجدد ٭ — کما فی المعلقۃ الثانیۃ + +
عنترۃ العبسی **شعر** طورا یجرد للطعان وتارۃ ٭ یاوی الی حصد القسی
عرمرم ٭ — کما فی المعلقۃ السادسۃ عباس بن مرداس جنگ حنین مین
شعر طورا یعانق بالیدین وتارۃ ٭ یفری الجماجم صارما بتاکا ٭ —

بمعانی السیرة **قوله** ١٦٠ فقرہ زمر کے ۴ رکوع مین ہے اشمأزت
قلوب الذین لا یؤمنون لفظ اشمأزت بمعنی مالت و نفرت فصحا کے
برخلاف شعر کے طور پر بولا ہے **اقول** صراح اشمئزاز منقبض و گرفتہ شدن
کذا فی ص و ق + مجمع و الاشمئزاز الانقباض والنفور عن الشئ شاہد
یہ ہے عمرو بن کلثوم شعر اذا عض الثقاف بها اشمأزت ❊ وولته
عشوزنة زبونا ❊ کما فی المعلقة الخامسة والمجمع **قوله** ١٦١ فقرہ
حشر کے پہلے رکوع مین ہے ما قطعتم من لینة لفظ لینة بمعنی نخل قریش
کی زبان نہین قبیلۂ اوس کی لغت ہے **اقول** صراح لون گونہ چون زردی
و سرخی و نوعی از خرما واحد تہا لینة و منه قوله تعالی الخ و تمرها یسمی العجوة
والجمع لین و جمع اللین لیان کذا فی ص و ق + مجمع واللینة النخلة
شاہد یہ ہے امرء القیس شعر و سالفة کسحوق اللیان ❊ اضرم فیها
الغوي السعر ❊ کما فی المجمع والصحاح والعقد + ذو الرمة **شعر**
طراق الخوافی واقع فوق لینة ❊ ندی لیلة فی ریشة یترقرق ❊ کما
فی المجمع + یہ دونون شاعر قبیلۂ اوس کے نہین اور بالفرض یہ لفظ اوس کا
ہے تو کیا قباحت ہے اوس عین حجازی قبیلہ ہے یثرب مین رہتا تھا
مگر پادری صاحب کو کیا معلوم اون کو اعتراض کر دینا خواہ درست ہو
یا نہو **قوله** ١٦٢ فقرہ منافقون مین ہے حتی ینفضوا ینفضوا
بمعنی تذہبوا غلط محاورہ قبیلۂ خزرج کی زبان ہے قریش کا محاورہ نہین
اقول صراح فض فض شکستن چیزی چنانکہ ازہم جدا شود و شکستن مہر نامہ

فضض بفتحتین شکستہ و ریزہ انفضاض شکستہ شدن فضیض آب خوش و روان تفضیض پراگندہ شدن کذا فی ص و ق مجمع الانفضاض التفرق و فض الکتاب اذا فرقہ ونشرہ وسمیت الفضۃ فضۃ لتفرقہا فی اثمان الاشیاء المشتراۃ + بعدہ اسکے دو جواب ہین **اولا** یہ لفظ ایسا مشہور اور مانوس ہے کہ لفظ فضہ اسی سے مشتق ہو کر تمام عرب مین متداول ہوا اور آب روان کو اسی واسطے کہتے ہین کہ وہ بھی اپنے منبع سے نکلکر متفرق ہوتا ہے چنانچہ اسی معنی مین امرء القیس کہتا ہے **شعر** میث دماث فی ریاض انیقۃ ؎ تحیل سواقیہا بماء فضیض ؎ - کما فی الحقد اور اسی قصیدہ مین جس مین یہ شعر ہے دو مرتبہ اس لفظ کو لکھا ہے اور اگر کوئی اس معنی کو آیت کے معنی سے جدا گانہ کہے تو بھی فصاحت لفظی بہرحال ثابت ہے **ثانیا** اگر یہ لفظ قبیلہ خزرج کا ہے تو عین حجازی ہے اور عرب العربا کا مانوس الاستعمال ہے کیونکہ اوپر مذکور ہو چکا ہے کہ اوس اور خزرج یثرب یعنی مدینہ مین رہتے تھے اور فصاحت شہر مکہ مین ہی منحصر نہ تھی مدینہ کے باشندے بھی فصیح تھے اور مکہ اور مدینہ کی زبان مین چندان فرق نہ تھا بلکہ معترض کے قاعدہ کے موافق مدینہ کی زبان عمدہ ہونی چاہیے کیونکہ وہان بہت اہل علم اور پڑھے لکھے یہود تھے اہل مکہ بھی علمی بات اونھین سے دریافت کرتے تھے + **قولہ** اب کہان تک بندہ راقم ان غیر فصیح جنگلی گنواری وحشی غیر مانوس لفظون کو لکھے تمام قرآن مین قریب نصف کے ایسے خراب محاورہ بھرے ہوئے ہین پر خیر ہم اس فصل کو مختصر فہرست پہ ختم کرتے ہین **اقول** پادری صاحب نے جسقدر الفاظ لکھے

اونکا جواب تو ایسا دندان شکن ہو چکا یقین ہے کہ اب اونکا توحش رفع
ہو جاویگا لیکن یہ فقرہ عاجزانہ اور متحسرانہ جو لکھا ہے کہ اب کہان تک بندہ
راقم لکھے   اس فقرہ سے بڑا تعجب ہوتا ہے کیونکہ جسقدر الفاظ اتقان
مین لکھے تھے وہ سب لکھدیے اور جو درمیان مین سہواً نظر سے رہگئے تھے اونکو
بھی مابعد مین علیحدہ لکھدیا ہے پھر کہان سے لکھتے جو قریب نصف قرآن کے
ہوتے اس کذب صریح اور دروغ بیفروغ سے کیا فائدہ ہوا + + + +
کمال حیف ہے کہ جو شخص روز قیامت اور جزا و سزاے آخرت کا قائل ہو وہ ایسا
جھوٹ بولے اگر کوئی زندیق منکر وجود واجب الوجود ایسا کلمہ کہے تو تعجب
نہین   ہان اس حیرت کو اسطرح رفع کیا جاوے تو ممکن ہے کہ فرقہ عیسائیہ
کے نزدیک جزا اور سزا اعمال پر موقوف نہین صرف حضرت عیسیٰ پہ اعتقاد
لانا کافی ہے اعمال بیکار ہین پس جھوٹ اور سچ برابر ہے اور انسان مختار ہے
جو چاہے کرتا پھرے   بہرحال جب تک کہ پادری صاحب بموجب اپنے
دعوی کے نصف قرآن کے الفاظ یا ہزار دو ہزار الفاظ نہ لکھدین تب تک
دروغگوئی کا داغ اونسے رفع نہوگا بلکہ یہ کذب تمام فرقہ کو بدنام کریگا اور
غیرون کو دین عیسوی سے نفرت پیدا کردیگا اور ایسے ہی مقام پر کہا گیا ہے

شعر ترا اژدہا گر بود یار غار + ازان بہ کہ جاہل بود غمگسار **قولہ**

۱۶۳ لفظ رمد بمعنی نسیان بنی تمیم کی بولی ہے **اقول** رمد قرآن مین کہین نہین
اگر معترض کی نظر مین ہو تو نشان بتائے بظاہر یہ لفظ امد معلوم ہوتا ہے
صراح امد غایت کالمدی و خشم کذا فی ص ق + مجمع الامد الوقت الممتد

وهو والمدۃ واحد + امد کے معنی نسیان نہ کسی کتاب لغت مین اور نہ کسی تفسیر مین اگر قبیلہ تمیم کا محاورہ ہوتا تو اس معنی کو اہل لغت بھی لکھتے کیونکہ اونکے دیگر محاورات منفردہ اہل لغت نے لکھے ہین اور کیونکر نہ لکھین کہ وہ بھی عرب العربا تھے معلوم ہوا کہ قائل کو اس مقام مین نسیان ہوا ہے مین کہتا ہون کہ قطع نظر کسی کے قول کے خود عربی دان شخص قرآن کو دیکھے کہ یہ معنی وہان درست بھی ہوتے ہین یا نہین اور اگرچہ پادریصاحب نے اسکا نشان نہین بیان کیا مگر مین لکھتا ہون کہ یہ لفظ قرآن مین چار جگہہ یعنی سورۂ آل عمران اور کہف اور حدید اور جن مین وارد ہے ہر ایک آیت کو نکال کر دیکھنا چاہیے اور پادریصاحب کو داد دینی چاہیے **قولہ** ۱۶۴ لفظ افضوا بمعنی انفروا خزاعہ کی زبان ہے **اقول** یہ لفظ قرآن مین بعینہ کہین نہین اور طریقہ ابو القاسم کا یہ ہے کہ بعینہ قرآن کا لفظ لکھتا ہے مادہ نہین لکھتا معترض کو لازم ہے کہ اوس سورہ اور آیت کا نشان بتائے جہان یہ لفظ ہوگا لبا یہ لفظ اِنفَضُّوا ہے جو سورۂ جمعہ مین ہے پس اگر یہی ہے تو اسکا جواب نمبر ۱۶۲ مین ابھی مذکور ہو چکا ہے حاجت اعادہ نہین اور بفرض محال اگر یہ خزاعہ کا لفظ ہو تو بھی کچھہ قباحت نہین یہ قبیلہ قدیمی یمنی ہے کہ بعد خرابی شہر سبا کے بطن مر مین رہتا تھا اور عرب العربا اور نامی گرامی تھا اور اس مین بڑے بڑے شعرا ہوئے ہین **قولہ** ۱۶۵ لفظ عقود بمعنی عہود بنی حنیفہ کی بولی ہے **اقول** صراح عقد بستن یقال عقدت البیع والعہد والنکاح والحبل فانعقد اور عہد کے معنی ہین زنہار و سوگند و پیمان کذا فی ص قاموس مین ہے عقد الحبل والبیع والعہد یعقدہ شدہ والعقد

الضان والجد + مجمع والعقود جمع عقد بمعنی معقود کتب لغت سے ظاہر ہے
کہ عقد کے معنی عہد بھی ہین لیکن یہ کسی اہل لغت نے تصریح نہین کی کہ یہ بنی حنیفہ
کا محاورہ ہے اور در اصل ایسا نہین بلاشک یہ تمام عرب کا محاورہ معلوم ہوتا ہے
شاہد یہ ہے الحطیئۃ مصرعہ قوم اذا عقدوا عقدوا الجارھم - کما
فی البیضاوی **قولہ** ۱۲۶ لفظ ختان بمعنی عیال بنی سعد کی بولی ہے -
اقول قرآن شریف مین نہ کہین لفظ ختان آیا ہے نہ اختان یہ وہی غلطی ہے جو نمبر
۱۲۶ مین لفظ عشیرہ کی ذیل مین مذکور ہو چکی ہے پادری صاحب سے اتقان
کی عبارت پڑھی نہین گئی اور تحریف کی ایسی مزاولت ہو گئی ہے کہ جب عبارت
سمجھہ مین نہین آئی تو اختان اور عیال کے درمیان سے لفظ کل کو اوڑا دیا
لاحول ولا قوۃ الا باللہ **قولہ** ۱۲۷ اعضل بمعنی حبس **اقول** بظاہر
لفظ عضل بعینہ قرآن مین کہین نہین اور ابو القاسم کا دستور یہ ہے کہ بعینہ لفظ
قرآنی لکھتا ہے مادہ و مشتقات نہین لکھتا پادری صاحب پہلے اسکا اثبات کرین
تب ہم جواب دین البتہ اسکے مشتقات قرآن مین ہین **قولہ** ۱۲۸ لفظ
امۃ بمعنی تین **اقول** صراح امۃ گروہ ہر جنس از حیوان وراہ و دین یقال لا امۃ
لہ و ہنگام قولہ تعالی وَادَّکَرَ بَعْدَ اُمَّۃٍ وقولہ تعالی وَلَئِنْ اَخَّرْنَا عَنْھُمُ
الْعَذَابَ اِلٰی اُمَّۃٍ - کذا فی ص وق + اور تفاسیر مین اسکے ترجمہ مین یہ الفاظ
ہین جماعۃ من الزمان وجماعۃ من اوقات او مدۃ طویلۃ بہرحال
اس لفظ کے معنی مدت اور وقت لغت مین موجود ہین اور اہل لغت نے کسی
قبیلہ کی تخصیص نہین کی پھر اسکو ازد شنوءۃ کا لفظ کیونکر سمجھا جاوے اور اگر

وہین کا محاورہ ہے تو کیا قادح فصاحت ہے وہ بھی شریف اور عرب العربا اور
معتبر اللسان تھے اور یہ محض غلط اور خلاف جمہور بلکہ پادریصاحب کا مصنوعی
قاعدہ ہے کہ فصاحت قریش مین منحصر تھی یا یہ کہ اونکی برابر کوئی فصیح نہین
قولہ ۱۶۹ لفظ رس بمعنی بیر از دشنوۃ کی زبان ہے **اقول** صراح رس
ایضا چاہ بسنگ برآوردہ و نام چاہ بقیہ ثمود و نام وادی و نام آبی و چاہ کندن
و در گور افگندن کذا فی ص + اور مجمع البیان وغیرہ تفاسیر سے ظاہر ہے کہ رس
ایک خاص کنوے کا نام اور علم تھا اور یہ بھی تیقن نہین بعض نے ملک مین پایا مہ کے
کسی گانونکا نام لکھا ہے   بہرحال یہان رس سے مطلق کنوان مراد نہین
تاکہ از دشنوۃ کا محاورہ متصور ہو بلکہ علم ہے خواہ کنوان ہو یا قریہ ہو اور
علم کا ترجمہ نہین ہوتا بعینہ بولا جاتا ہے اور بالفرض اگر بنا بر محاورہ از دشنوۃ
کے مطلق کنوان مراد ہو تو فصاحت مین اس سے کیا قدح لازم آتی ہے کیونکہ
اوس قبیلہ کے لوگ بھی مستند اللسان تھے **قولہ** ۱۷۰ لفظ مرض بمعنی زنا
حمیر کی بولی ہے **اقول** یہ لفظ قرآن مین تیرہ چودہ جگہہ وارد ہے نہین معلوم
کہ پادریصاحب نے کس آیت پر اعتراض کیا ہے   البتہ لفظ مرض نفاق
اور شک یا گناہ کے واسطے بھی قرآن مین آیا ہے سو یہ کنایہ ہے نہ معنی حقیقی
کیونکہ حقیقت و ماہیت مرض کی یہ ہے کہ مزاج بدنی یا عضوی حد اعتدال سے
خارج ہو جاوے اور ظاہر ہے کہ نفاق و شک در دین یا عام گناہ کی حالت مین
قلب حد اعتدال سے خارج ہو جاتا ہے اور اسی واسطے حکما گناہ اور رذیلتون
کو امراض نفسانیہ بولتے ہین اور اگر اس سے بھی اطمینان نہو تو خاص مرض

بمعنی نفاق کا شاہد ملاحظہ کر لیجئے شعر اجامل افواماجیاء وقد ابرحت صدور ھو تغلی علی مراضھا اُز۔ کما فی الاتقان عن ابن عباس **قولہ**

۱۷ لفظ یترکم بمعنی ینقصکم حمیری زبان ہے **اقول** صراح وتر بالکسر بسا وطاق وتر بالفتح کینہ واین لغت اہل عالیہ است وبالکسر لاہل الحجاز فی الثانی وبالفتح فی الاول ولبنی تمیم بالکسر فیھما وتر بفتحتین زہ کمان وتر بالسکون کینہ ناستدن وکم کردن از حق کسی یقال وترحقہ ای نقصہ موتور آنکہ کینہ کشتہ خویش درنیابد کذا فی ص وق جمع یقال وترہ یترہ وترا اذا نقصہ ومنہ الحدیث فکانما وتر اھلہ ومالہ واصلہ القطع ومنہ الترۃ القطع بالقتل یہ لفظ ہرگز خاص حمیری نہین بلکہ تمام عرب مین مستعمل اور مشہور ہے اور جسقدر فرق تھا صاحب صحاح نے بیان کر دیا کہ اس لفظ کو اہل عالیہ بولتے ہین اور اسطرح اہل حجاز اور اسطرح بنی تمیم باوجود اس تصریح کے ہم ایک ابوالقاسم کے قول کا کیونکر یقین کرین جس بنیاد پر کہ پادریصاحب نے یہ سب اعتراضات لکھے ہین **قولہ** ۱۷۲ لفظ حسبانا بمعنی بردا من الکم حمیری زبان ہے **اقول** پادریصاحب جسطرح تعصب مین کامل ہین اسی طرح علم وفہم مین بھی کامل ہین اتقان مین اسکا ترجمہ صرف بردا لکھا ہے اور بعد اسکے من الکبر عتیا لکھا ہے کیونکہ یہ عبارت سورہ مریم مین اسطرح ہے وَقَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْكِبَرِ عِتِيًّا اس سے پادریصاحب یہ سمجھے کہ جار مجرور بردا سے متعلق ہے۔ مین کہتا ہون کہ اگر اتقان کی عبارت سمجھ مین نہین آئی تھی تو سورہ کہف کو دیکھ لینا چاہیے تھا کہ آیہ وَيُرْسِلَ عَلَيْهَا حُسْبَانًا مِّنَ السَّمَاءِ مین ایک باغ پر

عذاب نازل ہونے کا ذکر ہے پادری صاحب وہان ضرور سمجھ لیتے کہ باغ
اور زراعت کو بوڑھاپے کی سردی سے کیا نسبت   اور یہ معنی کسی خاص
قبیلہ کا محاورہ نہین ورنہ اہل لغت ضرور اسکی تصریح کرتے دیکھو صراح وغیرہ
کتب لغت مین ہے حسب حسبان بالضم والکسر حسباۃ شمردن و اندازہ و بزرگی
مرد از روے نسب حسبان بالضم عذاب و ملخ و تیرہاے ناوک حسبانۃ یکے ۔
اور علامہ طبرسی علیہ الرحمہ فرماتے ہین کہ حسبان دراصل مرمی کو یعنی ہر ایک
شی انداختہ شدہ کو کہتے ہین کیونکہ مثل حساب کے اوس مین بھی کثرت ہوتی
ہے بہرکیف یہان حسبان کے معنی انداختہ آسمانی ہین لیکن یہ معنی ایک مفہوم
عام ہے جسکے مصداق بہت ہوسکتے ہین پس اوسکی تشخیص مین اختلاف ہے
ابن عباس اور قتادہ سے روایت ہے کہ وہ آتش آسمانی مثل صاعقہ کے ہے
چنانچہ مصنف اتقان نے جلالین مین اور بیضاوی وغیرہ مفسرین نے یہی
لکھا ہے   اور بعضون نے اپنی راے سے برد یعنی برف یا ژالہ یا پتھر
بھی لکھدیے ہین اس سے یہ لازم نہین آتا کہ ژالہ و برد اوسکا لفظی ترجمہ
ہے اور چونکہ یہ لفظ اپنے معنی مشہورہ مین بولا گیا ہے اسواسطے سند کی حاجت
نہین **قولہ** امام ۱۷۳ لفظ امام بمعنی کتاب حمیری محاورہ ہے **اقول**
صراح امام بالکسر پیش رو و کتاب قولہ تعالی وَكُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ فِي
إِمَامٍ مُبِينٍ ای فی کتاب عن الحسن و سطر چوب و کرانہ زمین و کرانہ راہ
قولہ تعالی وَإِنَّهُمَا لَبِإِمَامٍ مُبِينٍ ای طریق جواب اسکا بہت سہل ہے
کہ امام پیش رو کو کہتے ہین اور یہ ایک مفہوم عام ہے جسمین یہ وصف پایا جاوے

اوسی کو امام کہہ سکتے ہین یہان مراد امام سے لوح محفوظ ہے اور
ظاہر ہے کہ بوجہ تقدم آفرینش کے یا بوجہ اسکے کہ جملہ احوال ممکنات پیشتر
اوس مین مکتوب ہو چکے ہین اوس مین یہ وصف امامت یعنی تقدم پایا
جاتا ہے پس اس اعتبار سے اگر کسی نے اوسکو امام کہدیا تو یہ خلاف قاعدہ
عرب نہین تاکہ غیر فصیح ہو اور اگر یہ لفظ حمیری ہوتا تو اہل لغت بھی اسکی
تصریح کردیتے بہرحال مطابق قواعد کتب فصاحت متداولہ کے جنکے موافق
پادریصاحب نے اپنی دانست مین اعتراض کیا ہے غیر فصیح نہین اور اگر کتب
فصاحت کے خلاف اعتراض ہے تو وہ لائق التفات اور قابل جواب نہین ہے

قولہ ۱۷۴ لفظ حرض بمعنی حصن ہذیلی زبان ہے **اقول** حراض تحریض
برآغالانیدن وگرم کردن کسی را بر چیزے کذا فی ص وق + اسکے سوائے
اور بھی دو ایک معنی ہین مگر حصن نہین اگر ہذیل کا محاورہ ہوتا تو اہل لغت
یہہ معنی بھی لکھتے علاوہ اسکے لامذہب آدمی بھی اگر اس آیت
کو دیکھے تو پادریصاحب کی عقل پر آفرین کرے اور کہدے کہ حرض کے معنی یہان
کسیطرح حصن نہین ہوسکتے کیونکہ آیہ کریمہ سورہ نساء مین اسطرح ہے۔
فَقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا تُكَلَّفُ إِلَّا نَفْسَكَ وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِينَ عَسَى اللَّهُ
أَنْ يَكُفَّ بَأْسَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَاللَّهُ أَشَدُّ بَأْسًا وَأَشَدُّ تَنْكِيلًا ۝ یہ آیت
جہاد کی ترغیب مین وارد ہے اور مطلب اوسکا یہ ہے کہ برانگیختہ کر اور تاکید کر
اے محمد مسلمانون کو قتل وجنگ پر اور ہر ایک مفسر نے اسکا ترجمہ عربی مین
تحریض کیا ہے اگر اسکے معنی حصن یعنی بند اور محفوظ رکھہ مسلمانون کو تو مطلب

برعکس ہوجاویگا خدا جانے اتقان مین کاتب نے کیا نسخ ومسخ کردیا ہے
پادریصاحب کو مناسب تھا کہ ہرایک لفظ کو قرآن وتفسیر سے بھی مقابلہ
کرلیتے کیونکہ اونکا قول ہے کہ جب تفسیرون سے اطمینان نہین ہوتا تب ہم
اعتراض کرتے ہین پس بجز اتقان کے کسی اور تفسیر کو تو دیکھا ہوتا تاکہ راستبازی
ظاہر ہوتی **قولہٗ** ۱۷۵ نور ہم بمعنی وجہہم ہذیلی لغت ہے **اقول** نور کے
معنی وجہ کسی کتاب لغت مین نہین خدا جانے اتقان مین کیا لفظ لکھا ہے اور
کاتبون نے کیا کردیا ہے یہ لفظ قرآن مین ۴۰ جگہہ وارد ہے معترض کو لازم
ہے کہ اس آیت کا پتا اور نشان بتائے بعدہ جواب طلب کرے لیکن ہم
پادریصاحب پر احسان کرکے کہتے ہین کہ غالبا یہ لفظ تَنُوْرُہُمْ ہے جو سورۂ
مریم کے آخر مین ہے مگر چونکہ ہمکو یقین نہین کہ پادری صاحب کی یہی مراد
ہو اسواسطے ہمکو اسکے استشہاد سے چندان بحث نہین **قولہٗ** ۱۷۶
لفظ صلدا بمعنی نقیا ہذیلی زبان ہے **اقول** صراح صلد رست تابان حجر
صلد وارض صلد وجبین صلد ای صلب املس کذا فی ص وق مجمع
والصلد الحجر الاملس شاہد یہ ہے حضرت ابو طالب **شعر** وانی لقرم
وابن قرم لہاشم ٭ لاباء صدق مجدہم معقل صلد ٭ کما فی الاتقان
شاعر حماسی **شعر** ہوی عن صخرۃ صلد ٭ ففرشت تحتہا کبد ٭
علاوہ اسکے یہ لفظ روبہ وغیرہ دیگر شاعرون کے اشعار مین بھی موجود ہے
صحاح اور مجمع البیان اور حماسہ مین دیکھہ لینا چاہیے مگر بعد حضرت
ابوطالب کے شعر کے کسی کے شعر کی ضرورت نہین رہی

اور بلاغت اس کلام مین یہ ہے کہ صلۂ بخیل کو بھی کہتے ہین اور یہ آیۂ کریمہ
جس مین یہ لفظ ہے اون اشخاص کے حال مین ہے جو دنیا کی نیکنامی یا
دیگر اغراض ریائی کے واسطے خرچ کرتے ہین اور پھر لینے والے پر اوسکا
اور منت رکھتے ہین پس نکتہ یہ ہے کہ ایسا شخص درحقیقت بخیل ہے خدا جانے
عرب نے جب یہ آیت سنی ہوگی تو اونکو کیسا کچھ وجد ہوا ہوگا **قولہ**
لفظ یعذب بمعنی یعیب بنی کنانہ کی بولی ہے **اقول** لفظ یعذب بالذال المعجمہ
قرآن مین ۲۶ جگہ وارد ہے اور غالبا یہ معنی کہین مراد نہین کیونکہ کتب لغت
مین یہ معنی نہین البتہ یہ لفظ یعزب بالزاء المعجمہ بمعنی یغیب بالغین المعجمہ معلوم
ہوتا ہے کیونکہ عزب کے معنی دور ہونے اور غائب ہونے کے ہین عزب
عنی فلان ای بعد وغاب اور سورۂ یونس مین یہ لفظ ایسے ہی مقام پر
جسکے یہ معنی ہوسکتے ہین ہے اور وہ آیت یہ ہے وَمَا يَعْزُبُ عَنْ رَبِّكَ مِنْ
مِثْقَالِ ذَرَّةٍ الخ مگر چونکہ ہم یقین نہین کرسکتے کہ معترض کے نزدیک بھی
یہی لفظ ہے اسواسطے بالفعل استشہاد نکیا گیا یا درپے صاحب پہلے آیت و
مقام کا پتا بتائین تب جواب طلب کرین **قولہ** ۱۷۸ لفظ علینا بمعنی
بضینا ہمدان کی بولی ہے **اقول** یہ لفظ قرآن مجید مین ۸۷ جگہ وارد
کوئی کہان تک تلاش کرے خصوصا جبکہ کتب لغت مین بھی یہ معنی نہون اگر
اگر کتب لغت مین اس لفظ کے یہ معنی ہوتے تو قرآن مین بھی ہر جگہہ کرد
لیکن درصورتیکہ لغت مین نہین تو ہم کو اسقدر فرصت نہین کہ اپنے وقت
لغو کاموں مین صرف کیا کرین علاوہ اسکے یہ قبیلہ یمنی ہے اس

محاورہ غیر فصیح بھی نہیں **قولہ** ۱۷۹ لفظ عبقری بمعنی طنافس ہمدان کی زبان ہے
اقول صراح عبقر زمین پریان وعرب ہر چیزے از مردم وستور وجامہ وفرش
وجزآن راکہ در غایت قوت وحسن ولطافت باشد بوے نسبت کنند یقال ثوب
عبقری وھو واحد وجمع والانثی عبقریۃ ویقال ثیاب عبقریۃ ۔ کذا
فی ص وق ومجمع یہ لفظ رفرف یعنی فروش جنت کی مدح مین فرمایا گیا ہے اور
غرض اس سے غایت درجہ کی مدح منظور ہے اور یہ نہایت مشہور اور مستعمل اور فصیح
ہے زہیر **شعر** بخیل علیھا جنۃ عبقریۃ ٭ جدیرون یوما ان ینالوا
فیستعلوا ۔ کما فی العقد والمجمع بعد اسکے مین کہتا ہون کہ ہرگاہ رفرف سے
مراد فروش ہین اور طنافس کے معنی بھی بار چہاے گستردنی ہین تو اسصورت
مین لفظ عبقری بیکار رہوتا ہے اسواسطے لفظ عبقری کے معنی طنافس کہنا
مناسب نہین ٭ **قولہ** ۱۸۰ لفظ اظہار بمعنی الغدار نصر بن معاویہ
کی زبان ہے **اقول** یہ لفظ اظہار نہین بلکہ اتقان کے دیکھنے سے معلوم ہوا
کہ الختار ہے اور ختر کے معنی لغت مین غدر وفریب ہین **شاہد** یہ ہے عمرو بن
معدی کرب **شعر** فانک لو رأیت ابا عمیر ٭ ملأت یدیک من غدر وختر
۔ کما فی المجمع + امرئ القیس **شعر** الم یخبرک ان الدھر غول ٭ ختور العھد
یلتھم الرجالا ۔ کما فی العقد **قولہ** ۱۸۱ لفظ حفدہ بمعنی خدم عامر
بن صعصعہ کی زبان ہے **اقول** صراح حفدہ اعوان ویاران وخدمتگاران
وبیرگان کذا فی ص وق + مجمع الحفدۃ جمع حافد واصل الحفد الاسراع
فی العمل ومنہ ما جاء فی الدعاء الیک نسعی ونحفد ومن البعیر یحفد

حفدا اذا اسرع فی سیرہ قال الراعی شعر کلفت مجهولها نوقا یمانیة ٭ اذا الحداة علی اکسائها حفدوا ٭ + ومنه قیل للاعوان حفدة لاسراعهم فی الطاعة قال جمیل شعر حفد الولائد حولهن واستسلمت ٭ باکفهن ازمة الاجمال ٭ بعد ان شواہد کے مین کہتا ہون کہ یہان حفدہ کے معنی خدم متعین نہین بعض مفسرین نے اسکے معنی خدم واعوان لکھے ہین بعضون نے داماد لکھے ہین بعضون نے پوتے لکھے ہین بعضون نے ربیبہ لکھے ہین خود ابو القاسم نے جس کے قول کے موافق پادری صاحب نے یہ سب اعتراضات لکھے ہین اونہین نے اسی کے معنی اختان یعنی داماد لکھے ہین بہرحال اصل لغت کا شاہد موجود ہے اور یہ لفظ نہایت فصیح اور مشہور اور داخل الاستعمال ہے **قولہ** ۱۸۲ لفظ عول بمعنی میل بنی ثقیف کی زبان ہے **اقول** یہ اعتراض نمبر ۷۰ مین مذکور ہو چکا ہے بدحافظگی کے سبب دوبارہ لکھا ہے اور وہان اسکا جواب مع شواہد ہو چکا ہے اسواسطے حاجت اعادہ نہین تعجب یہ ہے کہ وہان بنابر روایت ابو القاسم کے اس لفظ کو جرہم کا لکھا ہے اور یہان باتباع ابن الجوزی بنی ثقیف کا لکھا ہے پس دونون روایتون مین سے ایک کو ترجیح دینا مناسب تھا ورنہ دونون ساقط کرنی چاہیے تھین اور بالفرض یہ لفظ ثقیف کا ہے تو فصاحت مین کیا قدح ہے کیونکہ وہ قبیلہ حجازی ہے اور ہوازن کے تحت مین داخل ہے **قولہ** ۱۸۳ لفظ صور بمعنی قرن بنی عک کی زبان ہے **اقول** صور کے معنی لغت مین قرن یعنی سینگ بھی ہین اور احادیث حالات قیامت مین یہ لفظ آنحضرت صلعم نے اکثر فرمایا ہے بلکہ یہ سب الفاظ مذکورہ سابقہ احادیث مین موجود ہین چنانچہ

نہایہ ابن اثیر اور مجمع البحار گجراتی کو دیکھ لینا چاہیے اس سے ظاہر ہے کہ اکثر
ان معانی و الفاظ مین آنحضرت صلعم کی پیدایشی زبان ہے اگر یہ لفظ حجازی محاورات
نہوتے تو کیا ضرورت تھی کہ شب و روز کی گفتگو مین بھی اجنبی اور غیر مانوس
الفاظ بولتے خصوصًا اہل حجاز سے   بہر حال یہ لفظ صور اور یہ
معنی حجازی محاورہ ہے اور عرب اسکو دو طرح سے بولتے ہین نفخ الصور
و نفخ فی الصور شاہد یہ ہے **شعر** لولا ابن جعدة لم یفتح قهندزکم ٭ و لا
خراسان حتی ینفخ الصور ٭ - کما فی المجمع + راجز **شعر** نطحنا هم غداة
الجمعین ٭ نطحا شدیدا لا کنطح الصورین ٭ - کما فی الصحاح **قولہ** ما
۴۸ لفظ وراء بمعنی پوتا ہذیلی زبان محمد صاحب نے بولی ہے **اقول** یہ لفظ قرآن
مجید اور فرقان حمید مین ۲۳ یا ۲۴ جگہہ آیا ہے اگر معترض کسی آیت کا نشان
بتائے تو جواب دیا جاوے   اور اگر یہ ہذیل کا محاورہ بھی ہو
تو کیا قباحت ہے ہذیل قریش کے ہموطن اور ہم جد مضر کے اولاد مین ہین ـــ
علاوہ اسکے وراء کے معنی پس بھی ہین یعنی عقب و خلف اور یہ ایک مفہوم کلی ہے
جس مین یہ وصف پایا جاوے اوسی کو وراء اور عقب اور خلف کہہ سکتے ہین
چنانچہ اولاد اور اولاد اولاد کو عقب اعقاب و خلف و اخلاف کہتے ہین ـــ
اور اگر وراء بمعنی پس پر اعتراض ہو تو یہ لفظ کثیر الاستعمال ہے حاجت استشہاد
نہین مگر پھر بھی ہم ایک شاہد خوشنودی مومنین کے واسطے لکھے دیتے ہین
زہیر **شعر** الی حفرة اهدی الیها مقیمة ٭ یحث علیها سابق من
ورائیا ٭ - کما فی العقد

تنبیہ

اگر پادری صاحب یا اور کوئی متعصب آدمی ہمارے اون جوابات کو جو قبل شواہد اشعار مذکور ہو چکے ہین دیکھکر اور بعدہ شواہد اشعار کی شہادت سے متحیر ہو کر کہنے لگے کہ اگرچہ یہ شعر استمند اور موثق ہین اور بموجب قواعد کتب موجودہ و مروجہ علم فصاحت کے انکی شہادت بھی قابل تسلیم ہے مگر چونکہ یہ تینون دیوان یعنی عقد ثمین اور سبعہ معلقہ اور حماسہ اہل اسلام کے جمع کیے ہوئے ہین اور نیز کتاب صحاح اللغات جوہری اور سیرت ابن ہشام اور تفسیر مجمع البیان اور اتقان مین بھی اہل اسلام کے جمع کیے ہوئے اشعار ہین لہذا ان لوگون کی روایت معتبر نہین اور یہ اشعار قابل استشہاد نہین تو یہ محض سفسطہ اور وسوسہ ہے اور اس سفسطہ کے بہت جواب ہین **اوّلا** یہ کہ اگرچہ یہ جامعین اشعار اور مصنفین تواریخ ولغات مسلمان تھے مگر یہ لوگ اس معاملہ قرآن مین ایسے راوی اور شاہد ہین جنکو شہادت دینا منظور نہین اور بجز اتقان و مجمع کے انکی تالیف وتصنیف قرآن سے کسیطرح متعلق نہین یہ تالیف اون کی قرآن سے ایسی بے غرض ہے جسطرح اونکی تالیف و ترجمہ علوم یونانیہ مثل ریاضی و فلسفہ وطب وغیرہ اگر یہ تالیفات اہل عرب کی غیر مستند و غیر معتبر ہون تو وے اشعار ولغات و صرف و نحو و فصاحت و تاریخ بھی اون کی غیر معتبر ہو ہرگز کسی عاقل کو گمان نہین ہو سکتا کہ

پہلی اور دوسری صدی ہجری کے علما اور فصحا شائقین اشعار نے دیوان
عقد ثمین و سبعۂ معلقہ و حماسہ و اغانی وغیرہ کو اسواسطے تالیف کیا کہ تیرھوین
صدی مین پادری عماد الدین قرآن کے الفاظ پر اعتراض کرینگے اوسوقت
یہ دیوان ہمارے کام آوین گے کیونکہ یہ بات کہ قرآن مین الفاظ غیر فصیح
ہین آج تک کسی مسلمان کے گوش زد بھی نہین ہوئی اور اگر کسی نے کہا ہو
تو پادری صاحب اوسکا نام بتائین پھر مسلمان ایک معدوم شی نادیدہ و
ناشنیدہ مجہول مطلق کا ارادہ کسطرح کرتے اور کیون کرتے ۔ **ثانیاً**
یہ اشعار جو ان دواوین و کتب مین جمع کیے گئے ہین ہمیشہ سے تا زمانہ تالیف
مشہور اور معروف اور منقول چلے آئے ہین اور اکثر فصحا کو زبانی یاد تھے ۔
کیونکہ پہلے اکثر زبانی یاد پر مدار تھا اور کتابت کا رواج کم تھا اگر یہ مولفین
شاعر کے نام مین یا اشعار مین غلطی کرتے تو اوس زمانہ کے علما شور مچاتے
اور ان کتب کی تغلیط و تکذیب کر دیتے اور غیر معتمد ٹھہرا دیتے پھر کوئی ان سے
استناد و استشہاد نکرتا اور کوئی درس و تدریس مین جاری نرکھتا حالانکہ جب سے
یہ جمع ہوئے ہین تمام عربی عبارتون مین انھین سے حوالے دیے جاتے ہین ۔
چنانچہ مستر ایلوارڈ پروفیسر یونیورسٹی گریفس والڈ نے جو دیوان عقد ثمین
مطبوعہ لندن پر شروع مین ایک عبارت مثل تقریظ کے لکھی ہے اوس سے ان
اشعار عقد ثمین و سبعۂ معلقہ کی صحت اور شہرت اور ان شعرا کی فصاحت و
وثاقت خوب ظاہر ہے ـــــ اور علی ہذا القیاس دیوان حماسہ کے اشعار
کی بھی صحت و فصاحت نہایت مستند و مشتہر ہے مولف اسکا ابو تمام حبیب بن

اوس الطائی جو تقریباً ۱۹۰ھ ہجری مین پیدا ہوا تھا فن شاعری مین وحید العصر اور فرید الدہر تھا ابن خلکان لکھتا ہے کہ ابو تمام لطافت لفظا ور بضاعت شعر اور حسن اسلوب نظم مین واحد عصر اور امام فن تھا اور کتاب حماسہ جو اوس نے اشعار عرب سے منتخب کر کے جمع کی ہے اوسکی دقت فہم اور اتقان معرفت پر دلیل ہے اور حسن اختیار شعر کا نمونہ ہے یہ شخص امامیہ مذہب تھا اور اوس نے اہل بیت علیہم السلام کی مدح مین بہت قصائد لکھے ہین اسکے قصائد مین امام محمد تقی الجواد تک کا حال پایا جاتا ہے اسکے ہمعصرون مین اسکے برابر کسی کو اشعار عرب یاد نہین تھے علاوہ قصاید و قطعات عرب کے چودہ ہزار اشعار عرب متفرقہ اوسکو یاد تھے اور خود اوسکے اشعار ان سے زائد ہین علما کہتے ہین کہ قبیلہ طی مین تین شخص پیدا ہوئے ہین کہ ہر ایک اپنے وصف مین منفرد و بینظیر تھا حاتم طائی سخاوت وجود مین اور داؤد طائی زہد و ورع مین اور ابو تمام طائی شعر و سخن مین ۲۳۱ھ ہجری مین شہر موصل مین اس نے وفات کی ہے اور ابو نہشل بن حمید طوسی نے بنظر عزت و قدردانی اسکی قبر پر ایک بہت بڑا گنبد بنا دیا ہے فقط کذا فی المجالس الغرض یہ دیوان حماسہ جسکو ایسے نامی گرامی شاعر سخن فہم نے منتخب کر کے جمع کیا ہے ہمیشہ علما و ادبا کی درس و تدریس مین رہا ہے اور مطارح الاذکیا اور معرکۃ الارا خیال کیا گیا چنانچہ اسی سبب سے علما و ادبا نے اسکی چند شروح لکھی ہین اور حل معانی اور اشعار مین بہت کچھ تحقیق و تدقیق کی ہے منجملہ اونکے ابو زکریا یحیی بن علی کی شرح بہت عمدہ اور مبسوط ہے اور بوجہ خوبی کے اہل جرمن نے اوسکو چھاپا

دیا ہے اور چھاپنے والون نے بھی کہ جو غالباً عیسائی ہین بہت کچھ اس دیوان کی مدح لکھی ہے چنانچہ بوجہ اختصار اوس عبارت کے جا بجا سے چند فقرات لکھتا ہون قال غیورغ ولیلھم فریتغ العبد الصغیر الشیخ المعلم الحقیر فی المدرسة الکلیة الملکیة بمدینة بن المحمودة اعلم ایھا اللبیب الاکرم ان الشعر ما غبر من الزمان وفی کل بلد ومکان کان عند العرب مشھورا ولا لاحد منھم منکورا وھو محبب للخاص والعام مرغوب فیه فی کل یوم وعام مالت الیه الطباع واصغت الیه السماع ملوکھم وعظمائھم شعراء وشعرائھم خلفاء الخ وعلی قول منھم فتح باب الشعر بملك من کندة بامرئ القیس الدھاس وغلق بملك من بنی ھمدان بابی فراس وما بمعجب ان دواوینھم اکثر من ان تعدوا شعارھم اوفر من ان نخط وان کان ما نظم من الاشعار کثیرا فما وجدنا لکتاب الحماسة نظیرا وانه لاکرم واعظم کتب شانا واقدمھا دھرا وزمانا وھو ابھی من القمرین وارفع قدرا من البحرین النقط درر قوافیه و الاشعار من القبائل والامم فی بحار رجل ھو کالشمس بین العلماء کالفریدة فی سلك الشعراء والحکماء اسمه حبیب وکنیته ابو تمام وھو کاسمه حبیب وتمام الخ اور صحاح کی صحت وشہرت ووثاقت و رشاقت اظھر من الشمس ہے بیان کی حاجت نہین ہے عامہ عرب کے لغات صحاح معلوم ہونے کے واسطے تصنیف کی گئی ہے نہ خاص قرآن وحدیث کے واسطے اکثر کتب لغات متداولہ سے مقدم ہے کیونکہ جوہری کی وفات سنہ ۳۹۲

مین مستحکم ہے یہ کتاب قدیم الایام سے علما و فضلا کی معتمد علیہا اور ہر ایک کتاب
لغات سے زیادہ مستند ہے اور اس مین جو ہر ایک لفظ کی سند مین اشعار
لکھے ہین اکثر انھین تینون دیوانون مذکورہ بالا سے لکھے ہین اور بعض اشعار
دیگر شعرا کے دیوانون سے بھی لکھے ہین مگر وے دیوان اس دیار ہند مین
دستیاب نہین ہوتے اور یہان دستیاب نہونے سے یہ نہین لازم آتا کہ بجز
دواوین ثلاثہ مذکورہ کے اور کوئی دیوان عرب مین نہو دیکھو اعشی کا دیوان کہ
جو نہایت مشہور ہے اور امدی نے جسکی شرح بھی لکھی ہے ہندوستان مین میسر
نہین لیکن جوہری وغیرہ کے پاس ضرور ہونگے اور اون نے یہ سب اشعار
بڑی صحت و سند سے لکھے ہین اور اسی باعث ہم نے بعض شعرا کے مسکن و قبیلہ
بلکہ نام سے بھی تعرض نہین کیا کیونکہ جن اشعار کو جوہری وغیرہ نے لکھا ہے
وہ بلاشک قابل استناد ہین گو اون کے شاعرون کا نام معلوم نہو سیرۃ
ابن ہشام یہ کتاب آنحضرت صلعم کی سیرت مین پرانی اور متقدم ہے مگر سب
حالات مختصر اور مجمل ہین اور ایک لطف اسمین یہ ہے کہ غزوات مین جو اشعار
و قصائد طرفین سے ہوئے ہین وہ کچھ مفصل ہین مصنف اسکا اواخر صدی
سوم اور اوائل چہارم مین تھا اسکے اشعار پر بھی دروغ و افترا کا احتمال
نہین ہو سکتا کیونکہ اسکو قرآن سے کچھ علاقہ نہین ہے تفسیر مجمع البیان
علامہ ابو علی طبرسی کی تصنیف ہے اور ۵۳۶ھ ہجری مین اسکی تصنیف ختم
ہو چکی ہے کتاب جامع فنون و ضروریات تفسیر یہ ہے اور نہایت معتبر و مستند
و عمدہ ہے اس مین جو اشعار ہین وے غالباً ان دواوین ثلاثہ اور صحاح جوہری

وغیرہ مین موجود ہین جسکو شک ہو مقابلہ کر لے اسواسطے اس مفسر پر یہ اتہام نہین ہو سکتا کہ قرآن کی صحت کے واسطے غیر مستند یا خود تصنیف کیے اشعار لکہدیے ہون ——— اتقان سیوطی بھی عمدہ کتاب ہے معترض بھی اوس سے خوب واقف ہے ——— ناظرین انصاف کرین غور کرین کہ بعد اس وثاقت ومتانت وشہرت کتب مذکورہ کی مجال نہین کہ کوئی متعصب بھی ان کتب کو مطلقاً غیر معتبر کہدے اور ان اشعار مین جو کتب مذکورہ سے نقل کیے ہین جرح وقدح کرے ——— بہر حال یہ ۱۸۴ الفاظ جنکو عماد الدین نے سوء فہم یا تعصب سے غیر فصیح لکھا ہے نہایت فصیح ہین اور شعراے جاہلیت کے اشعار مین موجود ہین اور معترض کا دعوے بے اصل اور بے دلیل ہے ایک لفظ بھی کلام الہی

مین غیر فصیح نہین ہے ط

دوسری فصل فصاحت آیات کے اثبات مین

قولہ تتمہ فصل اول باب ہشتم ——— اب ہم اس تتمہ مین یہ بات دکھلاتے ہین کہ قرآن کے بعضے فقرے فصاحت بلاغت لفظی ومعنوی کے بعض عمدہ رعایات سے خالی ہین پہلا فقرہ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ یہ پہلی آیت قرآن کی غلط اور فصاحت سے خارج عام لوگون کی سی گفتگو ہے کیونکہ لفظ رحیم بہ نسبت رحمن کے عام ہے اور رحیم ادنی ہے اور رحمن اعلی ہے فصحاے عرب کی عادت ہے کہ صفات مین ادنی سے اعلی کی طرف ترقی کیا کرتے ہین محمد صاحب نے

اعلےٰ سے ادنے کی طرف اولٹی ترقی کی ہی اون کو یون کہنا چاہیے تھا
بسم اللہ الرحیم الرحمن + اقول فصل گذشتہ مین پادریصاحب کی معارت
علم ادب اور واقفیت زبان عرب کا حال ناظرین پر خوب کھل گیا ہوگا اور
ہمصفمون نے حق و باطل مین امتیاز کرلیا ہوگا اب اوس سے بھی طرفہ ناجرا
یہ ہے کہ آیات کی فصاحت و بلاغت پر منہ کھولا ہے اور اپنی لیاقت علمی و مزاق
سخن فہمی کو بہت کچھہ کام فرمایا ہے اور منشا اسکا یہ معلوم ہوا کہ چونکہ عبارت قرآنیہ
سہل و ممتنع ہے اور علما نے عبائر دقیقہ و مشکلہ کی حل تراکیب و معانی مین بسط
دیا ہے اور بوجہ متانت اور عمدگی عبارت کے ایک ایک آیت کی چند طرح سے
ترکیبین بیان کی ہین اور صنائع اور بدائع اور لطائف و نکات کہ جو اسباب اعجاز
ہین ظاہر کیئے ہین خصوصًا زمخشری نے ہر ایک سہل بات کو یہان تک کہ مسائل
صرف و نحو کو بھی تفسیر کشاف مین بطور سوال و جواب کے اِن قُلتَ قُلتُ
کرکے لکھا ہے پس بعض جگہہ تو ایسا ہوا ہے کہ قلت استعداد کے سبب و در علم صرف
و نحو و فصاحت مین مہارت نہونے کے باعث تراکیب و معانی ذہن مین نہین
آئے اور اوس بسط و تدقیق سے مجملًا اسقدر سمجھہ لیے ہین کہ یہ مقام مشکل اور
قابل اعتراض ہے اور بعض جگہہ اگر کچھہ سمجھہ مین آگیا ہے تو اپنے مطلب کی بات
لکھہ لی ہے اور جواب کو چھوڑ دیا ہے تا کہ عوام ان اعتراضون کو اون کے نتائج
افکار سے سمجھکر مدح اور تعریف کرین اور سردست مغالطہ مین پڑجا دین ــــ
پادریصاحب کہتے ہین کہ پہلا فقرہ بسم اللہ الرحمن الرحیم یہ پہلی آیت قرآن کی
غلطا اور فصاحت سے خارج عام لوگون کی سی گفتگو ہے فقط ــــــــــ

سب اہل علم جانتے ہین کہ ہر زبان مین غلط اوسی عبارت کو کہتے ہین جو اوس زبان کی صرف ونحو اور لغات کے خلاف ہو اور بلاغت کی رعایات سے خالی ہونے کے باعث کسی زبان مین عبارت غلط نہین کہی جاتی اور اول سے آخر فصل تک اسیطرح ہر سوال مین لفظ غلط معترض کے مُنہ سے صادر ہوتا گیا ہے کہین اس غلطی پر تنبہ نہین ہوئے ـــــ دیکھو بعض اشعار امرئی القیس اور فرزدق ومتنبی وغیرہ کے مسائل علم ومعانی مین ایسے لکھے ہین کہ جو قواعد مندرجہ کتب مدونہ کے خلاف ہین تاہم علماے اسلام نے اپنی تہذیب کے سبب اون کو غلط نہین کہا اور حق یہ ہے کہ اہل زبان کے کلام کو کیونکر کوئی بیگانہ غلط کہہ سکتا ہے ـــــ اور یہ آیہ بسملہ جوام الکتاب فصاحت کا عنوان اور دریاے بلاغت کا ایک گوہر غلطان ہے اور معترض نے بھی کوئی عیب وسقم ازروے صرف ونحو ولغت کے بیان نہین کیا اور پھر بے محابا اوسکو غلط کہدیا ہے اسے سواے تعصب کے اور کیا کہا جاوے اور پھر اسپر بھی صبر نہین کیا بلکہ بعد لفظ غلط کے غیر فصیح اور عام لوگون کی سی گفتگو کو اور زیادہ بڑھا دیا ہے پس ہم کہتے ہین کہ اکثر عبارتین فصیح نہین ہوتی ہین مگر قواعد صرف ونحو کے مطابق صحیح ہوتی ہین اسلیے غلط کو غیر فصیح کہنا دراصل اپنے دعوے کو ضعیف کردینا ہے بلکہ من وجہ اوس عبارت کی صحت کا اقرار ہے اور علی ہذا القیاس عام لوگون کی گفتگو کہنا یہ غیر فصیح سے بھی زیادہ تر ضعف غلطی پر دلالت کرتا ہے کیونکہ عوام کی گفتگو ہمیشہ غیر فصیح نہین ہوتی بلکہ زبان کے باب مین اکثر عوام کے محاورہ سے سند لی جاتی ہے ـــــ پس کسی عبارت کی مذمت اور اہانت مین

بعد غلط کہنے کے غیر فصیح اور عام لوگون کی سی گفتگو کہنا اعلی سے ادنی کیطرف
اولٹی ترقی ہے معترض کو یون کہنا چاہیے تھا کہ یہ پہلی آیت قرآن کی عام
لوگون کی سی گفتگو اور غیر فصیح بلکہ غلط ہے اعاذنا اللہ من ذلک مگر قرآن
سے مخالفت کرنے کی سزا ہے کہ منکر جس امر پر اعتراض کر رہا ہے اور اوسی کے
لکھنے مین مصروف ہے سطر دو سطر کا بھی فاصلہ نہین اوسی غلطی مین وہ خود
مبتلا ہے حالانکہ قرآن اوس قباحت سے پاک ہے کما سیاتی اور اسی طرح پہلے
دونون فقرے بھی قابل مضحکہ ہین کیونکہ لفظ بات کے واسطے سناتے ہین یا ظاہر
کرتے ہین یا کہتے ہین بولتے ہین مگر بات کو دکھانا کبھی فصحاے ہند نہین بولتے
اور علی ہذا القیاس فصاحت بلاغت لفظی و معنوی بھی عجب ترکیب کا فقرہ ہے
غالباً انگریزی قاعدہ پر ہوا در تبدیل لب و لہجہ ہند کا اہل انگلستان سے
مشابہت حاصل کرنے کے واسطے کیا ہو مجھکو یہ مقصود نہین کہ پادری صاحب
کی عبارت پر حرف گیری کرون کیونکہ اس سے کتاب مین طول ہوتا ہے مگر
یہ ذرا سی تنبیہ اسواسطے ہے کہ جسطرح ناظرین کو فصل گذشتہ مین اونکی استعداد
علم ادب اور واقفیت زبان عرب کا حال معلوم ہوا اسی طرح اس فصاحت
و بلاغت کی فصل مین بھی اونکی فصاحت و بلاغت کا نمونہ اور طبیعت کا
مذاق ناظرین پر ظاہر ہو جاوے اور سمجھ لین کہ قرآن کی فصاحت و بلاغت
پر اعتراض کرنے والا خود مسائل فصاحت و بلاغت پر کیسا حاوی ہے
اور اوسکو اس فن مین کسقدر مزاولت ہے **شعر** تو بر اوج فلک چہ دانی
چیست ٭ چون ندانی کہ در سراے کیست ٭ پادری صاحب کہتے ہین کہ لفظ

رحیم بہ نسبت رحمن کے عام ہے اور رحیم ادنے ہے اور رحمن اعلی ہے فصحاے
عرب کی عادت ہے کہ صفات مین ادنے سے اعلی کیطرف ترقی کیا کرتے
ہین محمد صاحب نے اعلی سے ادنی کیطرف اولٹی ترقی کی پس اونکو یون
کہنا چاہیے تھا بسم اللہ الرحیم الرحمن. فقط چونکہ یہ عربی زبان کی بحث
ہے اور اوسکے قواعد صرفی و نحوی اور مسائل فصاحت و بلاغت اور محاورات
اور خصوصیات سے اکثر عوام بیان کے ناواقف ہین لہذا قبل اصل جواب کے
تین امور بطور مقدمہ کے لکھنے مقدم ہین تاکہ اونسے لفظ رحمن کی حقیقت
معلوم ہو جاوے اور اس سبب سے جواب کے سمجھنے مین سہولت اور
حق و باطل مین تمیز کے واسطے بصیرت آجاوے اور نیز مؤمنین کو دقائق
و حکم قرآن مجید کا نمونہ معلوم ہو جاوے **امر اول** یہ ہے کہ رحمان فعلان
کے وزن پر ہے اور رحیم فعیل کے وزن پر ہے اور علم نحو مین یہ دونون صیغہ
مبالغہ کے ہین مگر اکثر نحاۃ کی راے یہ ہے کہ فعلان مین بہ نسبت فعیل کے
زیادہ مبالغہ ہے اور سہیلی نے دلیل اسپر یہ بیان کی ہے کہ فعلان صیغہ
تثنیہ کی صورت پر ہے اور بہ نسبت واحد کے اسمین دو حرف زائد ہین پس
لفظی زیادتی اس امر کی مقتضی ہے کہ معنی مین بھی زیادتی ہو اور اسی
زیادتی کی وجہ سے یہ علماء رحمان کو ابلغ کہتے ہین اور اسی بنا پر رحمن
و رحیم مین عموم و خصوص مطلق ہے پس رحیم عام ہوگا اور رحمن خاص
اور ابن الانباری جسکے علم و کمال کی معترض بہت مدح کرتا ہے
کہتا ہے کہ فعیل مین زیادہ مبالغہ ہے اور یہی ابلغ ہے اور ابن عساکر نے ابن

یہ دلیل بیان کی ہے کہ فعیل جمع کا بھی وزن ہے مثل عبید کے اور جمع کا مرتبہ بعد تثنیہ کے ہے اور یہ بھی اس مین معنی کی زیادتی ہوتی ہے پس جو لفظ اس وزن پر ہو وہ بھی ابلغ ہوگا اور قطرب کی رائے یہ ہے کہ ان دونون وزنون مین برابر مبالغہ ہے کوئی ابلغ نہین کما فی الاتقان فی ذکر المبالغۃ اور اسیطرح ابن عباس سے منقول ہے قال ھما اسمان رقیقان احدھما ارق من الاخر یعنی دونون اسم رقیق ہین اور ہر ایک دوسرے سے زیادہ رقیق ہے اور بعد اس اختلاف کے یہ دوسرا اختلاف ہے کہ خدا کی صفات مین مبالغہ نہین ہوسکتا کیونکہ صفات الٰہی قدیم سے اکمل ہین قابل کمی و زیادتی کے نہین ہین اور بعضون نے لکھا ہے کہ اگرچہ باعتبار نفس صفت کے مبالغہ نہین ہوسکتا مگر باعتبار تعدد مفعولات و موارد رحمت کے یعنی مرحومین کی کثرت کی وجہ سے مبالغہ ہوسکتا ہے کما فی الاتقان فی ذکر المبالغۃ فقط یہان ناظرین کو یاد رہے کہ جنکے نزدیک رحمان ابلغ نہین ہے اونکے نزدیک رحیم عام بھی نہین **امر دوم** یہ ہے کہ لفظ رحمان اگرچہ صفت کا صیغہ ہے مگر ہمیشہ سے ذات باری کے واسطے مخصوص اور مثل علم کے ہے گویا رحمن اللہ کا نام ہے پس کسی مخلوق کو رحمان نہین کہتے جسطرح لفظ خالق اور صمد اور جانے کہ یہ جملہ اسمار اگرچہ صفات ہین مگر مثل لفظ اللہ کے ذات باری کے واسطے مخصوص اور کالاعلام ہین اور یہ علمیت باعتبار وصفیت خاصۃ مثل القاب و خطابات کے ہے لہذا یہ علمیت منافی وصفیت بھی نہین اور اسی وجہ سے یہ اسمار صفات کبھی اپنے مصادر و افعال کی طرح مثل صفات مشبہہ

کے عمل کرتے ہین اور کبھی بغیر موصوف کے بھی بولے جاتے ہین اور مخصوصیت اور علمیت رحمان کی خود کلام الہی اور اقوال اہل زبان سے ثابت ہے قال اللہ تعالی قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ اَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى اور پھر فرمایا وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اسْجُدُوْا لِلرَّحْمٰنِ اور پھر فرمایا اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ دیکھو خود جناب الہی فرماتا ہے کہ رحمان میرے نامون مین سے ہی اور ابن مالک نحوی کہتا ہے کہ ان آیات مین اور اکثر جگہہ لفظ رحمن کے بغیر موصوف واقع ہونے سے ظاہر ہے کہ یہ لفظ علم ہے۔ شنفری شاعر زمانہ جاہلیت کا جسکے اشعار حماسہ مین موجود ہین کہتا ہے **شعر** الا ضربت تلك الفتاة هجينها ٭ الا قضب الرحمن ربي يمينها ٭ اور سلامہ بن جندل جسکے اشعار اشعار حماسہ کی سند مین شارح نے لکھے ہین کہتا ہے **مصرعہ** وما يشاء الرحمن يعقد ويطلق ٭ اعشی **مصرعہ** بوّاء الرحمن بيتك منزلا ٭ کما فی المجمع زید بن عمرو بن نفیل شاعر جاہلی اپنے قصیدہ مین کہتا ہے **شعر** ولكن اعبد الرحمن ربي ٭ ليغفر ذنبي الرب الغفور ٭ کما فی السیرۃ ٭ ان اشعار سے ثابت ہے کہ عرب رحمن کو مثل اللہ کے ذات باری تعالی کے واسطے مخصوص اور مثل علم کے سمجھتے تھے **امر سوم** یہ ہی کہ لفظ رحمان مین دنیاوی رحمتین مراد لی گئی ہین اور رحیم مین رحمتہا اخروی پس رحمان کے معنی رحمت کنندہ در دنیا اور رحیم کے معنی رحمت کنندہ در آخرت ہین۔ تفسیر مجمع البیان مین ابو سعید خدری سے منقول ہے کہ جناب سید المرسلین وخاتم النبیین صلعم نے فرمایا ہے کہ الرحمن رحمن الدنیا

والرحیم رحیم الاخرۃ اور اسی تفسیر مین دوسری حدیث یہ ہے کہ
آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ خداوند عالم تمام خلق پر رحمن ہے اسواسطے
کہ دنیا مین اوسکی رحمتین اور شفقتین ہر مسلم و کافر اور متقی و فاجر پر برابر
ہین کسی کی تخصیص نہین - اور رحیم ہے خاصکر مؤمنین پر اور اس حدیث
کا مآل بھی یہی ہے کہ رحیم باعتبار رحمت آخرت کے ہے کیونکہ دار دنیا مین
کافر بھی رحمت مین شریک ہین اور آخرت مین خاص مؤمنین پر ہی رحمت
ہوگی کافر وہان کی رحمت سے محروم ہین اور یہ تخصیص قواعد نحوی سے
بھی خلاف نہین کیونکہ صفات مشبہہ کے متعلقات اکثر محذوف ہوتے ہین
اور وہ متکلم کے بیان سے یا قرینہ سے معلوم ہوتے ہین جسطرح عرب کے
سلاطین سے عرب کہتے تھے ایہا الامیر یعنی ای امیر المومنین و ایہا الخلیفہ
یعنی ای خلیفۃ الرسول ایہا الملک یعنی ایہا الملک فی العرب اور یہان آیۂ
بسملہ مین متکلم کی رای اور قرینہ سب موجود ہے غرض اس مقدمہ سے یہ
تین امر بخوبی ثابت ہوگئے **اولاً** یہ کہ لفظ رحمن کی ابلغیت از روی قواعد
نحو کے لفظاً اور از روے اقوال علما کے معنیً متنازع فیہ ہے **ثانیاً** یہ کہ
رحمن ذات باری تعالے کے واسطے مخصوص اور علم اور نام سے مشابہ ہے
ثالثاً یہ کہ ذات باری تعالی کو رحمن باعتبار مراحم دنیوی کے کہتے ہین
اور رحیم باعتبار مراحم عقبی کے ـــــ + اس مقدمہ کے بعد ناظرین
اس ایک اعتراض کے جوابات کو ملاحظہ کرین **جواب اول** یہ ہے
ہر گاہ کہ لفظ رحیم کا مصداق ذات باری تعالی ہو یعنی اللہ کو رحیم کہین

تب رحیم مین بھی اوسی قدر رحمت مراد ہو گی جسقدر رحمن مین مراد ہے
تو دونون رحمتین مختلف ہون کیونکہ حق تعالی کی کسی صفت مین کمی نہین
اوسکی جملہ صفات ازل سے اکمل ہین پس لفظ رحمن باعتبار مصداق
کے یہان رحیم سے ابلغ نہین اور اعتراض واہیات ہے —— اور اگر
بغیر لحاظ مصداق کے صرف باعتبار وزن و مفہوم لفظ کے رحمن مین ابلغیت
فرض کی جاوے تو اس سے آیۂ بسملہ مین کچھ اعتراض لازم نہین آتا ——
لیکن ہم اسکا بھی جواب دیتے ہین کہ رحمن کی مفہومی ابلغیت مین بھی
اختلاف ہی ابن عباس جو نحاۃ اور مفسرین دونون فریق کے معتمد علیہ
ہین اونکے نزدیک اور بھی بعض نحویون کے نزدیک اوسکی ابلغیت ثابت
نہین معترض کو لازم ہے کہ اولا اس ابلغیت پر اہل زبان کا اجماع ثابت
کرے تب جواب کا طالب ہو اور اگر باعتبار موارد اور مواقع رحمت
کے ابلغیت کو ثابت کرے تو باوجودیکہ یہ مسئلہ بھی متنازعہ فیہا ہے مگر تاہم
یہ جواب ہی کہ باعتبار موارد کے ابلغیت کا ثابت کرنا محض عقلی بات ہی اور
ویسے ہی ابلغیت کی علت و وجہ رحیم مین بھی نکل سکتی ہے اور وہ یہ ہے کہ
ما بہ الرحمۃ یعنی نعماے اخروی چونکہ باقی اور افضل اور نفیس اور اعلی ہین
لہذا اس اعتبار سے لفظ رحیم ابلغ ہے خصوصاً مؤمنین قائلین بسملہ کے
نزدیک کہ وہ اکثر نعماے دنیوی سے محروم رہتے ہین اور نعماے اخروی کے
موعود ہین پس اونکو رحیم بہ نسبت رحمن کے ابلغ ہوگا **جواب دوم**
بفرض ابلغیت رحمن کے جسطرح کہ ہو یہ جواب ہے کہ تاخیر ابلغ و اعلی کی

صفات مین ہوتی ہے یا یہ کہ ایک مبتدا کی چند خبرون مین چنانچہ خود معترض
نے بھی لکھا ہے کہ صفات مین اعلی سے ادنی کی طرف ترقی کیا کرتے ہین
اور یہان آیہ بسملہ مین رحمن ورحیم لفظ اللہ کی صفت نہین ہین تاکہ ترقی
کی حاجت ہو اور نہ اللہ موصوف ہے کیونکہ بنا بر تحقیق وتدقیق کے جو ترکیب
کہ ابن ہشام صاحب کتاب مغنی اور ابن مالک وغیرہما اعاظم نحاۃ نے لکھی
ہے وہ یہ ہے کہ لفظ اللہ مبدل منہ ہے اور رحمن بدل اور مقصود بالنسبۃ
اور رحیم صفت ہے رحمن کی نہ اللہ کی کیونکہ اگر اللہ کی صفت ہو تو اوسکی
بدل اوسکی صفت پر مقدم ہو جائیگی اور بدل صفت پر مقدم نہین ہوتی
بلکہ ایسے مقام پر صفت مقدم ہوتی ہے ـــــ ناظرین غور فرماوین کہ یہان
تعدد صفات کہان ہے جو تقدیم ابلغیت کا سقم بھی پیدا ہو **جواب سوم**
بعد فرض ابلغیت رحمن اور ترکیب توصیفی کے یہ ہی کہ لفظ رحمن مین مثل
اللہ کے مخصوصیت اور علمیت ہے کہ بجز ذات باری تعالی کے دوسرے کو
رحمن نہین کہتے بخلاف لفظ رحیم کے کہ سواے اللہ کے اورون کو بھی رحیم
کہتے ہین پس مثل لفظ اللہ کے بنظر قصد بالذات وتبرک وتعظیم رحمن کی
تقدیم بھی لازم تھی **جواب چہارم** جناب الہی کا کلام شعرا کا سا نہین
جنکی تمام ہمت اسی مین مصروف رہتی ہے کہ شعر مین ایسے صنائع وبدائع
بھرنا چاہیے کہ ممدوح اور سامعین خوش ہون اور یہ کلام سب کے کلام پر
فائق رہے اونکے مضامین اکثر الفاظ کے تابع رہتے ہین کہ جہان کہین
برجستہ لفظ نکلا تو مضمون کو ہی بدل دیا ۔ یہ کلام جناب مستجمع کمالات

مستغنی عن الصفات قادر مطلق حکیم برحق کا ہے کہ حسب تقتضای حال
اور مطابق ضرورت کے ہر لفظ کو اپنے محل و موقع پر رکھا ہے اور مقدمہ
مین یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ رحمان مین رحمانیت دنیا مراد ہے اور رحیم
مین رحیمیت عقبا اور مرتبہ ضروریات دنیا کا وجودا عقبی پر مقدم ہے
لہذا رحمن رحیم پر مقدم ہونا چاہیے **جواب پنجم** بنا بر فرض مذکورہ بالا
کے تاخیر رحیم کی یہ وجہ ہے کہ چونکہ رحیم مین رحیمیت عقبی مراد ہے اور مؤثرات
اور نتائج عقبی ہمیشہ باقی اور ابدی اور دنیا کی فانی اور آنی ہین وہی اعلی
یہ ادنی وہی خطیر یہ حقیر وہی نفیس یہان کے خسیس وہی افضل یہ ارذل اور
ظاہر ہی کہ عمدہ اور نفیس شئی کا معطی حقیر اشیار کی معطی سے بہتر اور اعلی
ہوتا ہے پس باعتبار ما بہ الرحمۃ یعنی نتائج رحیمیت کے رحیم مین ترقی ہے
خصوصًا مؤمنین قائلین لسجانہ کو کہ یہان کے نعمائے فانیہ چندان انکو مرغوب
و مطلوب بھی نہین اور اکثر باوجود طلب کے منتفع اور متمتع بھی نہین ہوتے
کیونکہ حدیث شریف مین وارد ہے الدنیا سجن المؤمنین وجنۃ الکافرین
پس مؤمنین کو لفظ رحیم مین ترقی ہے اور علم بلاغت مین ایسے ہی نکات اور
لطائف عقلیہ ہوا کرتے ہین **جواب ششم** یہ ہی کہ علاوہ اسباب ووجوہ
مذکورہ کے تاخیر رحیم مین رعایت فاصلہ کے بھی ہے فصحائے عرب بلکہ ہر زبان
کے فصحا کا دستور ہے کہ سجع اور قافیہ اور فاصلہ کے رعایت کیواسطے مؤخر
کو مقدم اور مقدم کو مؤخر کر دیتے ہین **جواب ہفتم** زبور کے باب ۸۶ آیت
۱۵ مین ہے ایل رحوم وحنون ۔ اور پھر باب ۱۰۳ آیت ۸ مین ہے رحوم

وحنون بهواه ۔ اس عبارت کا ترجمہ ولیم کلن قسیس اکسی و معلم علم الٰہی نے اصل زبان عبرانی سے فارسی مین کیا ہے کہ خدا وند رحمن ورحیم است ۔ نسخہ مطبوعہ لندن ۱۸۵۶ء معلوم ہوا کہ اس ترتیب مین کتب سماویہ کی بھی مطابقت ہے اور مترجم کی جلالت قدر اور مہارت زبان عبرانی و فارسی اوس نسخہ سے ظاہر ہے پس اگر بسم اللہ غلط ہوگی تو زبور بہلے غلط ہوگی ۔ اسواسطے پادریصاحب کو لفظ غلط کہنا مناسب نہ تھا ۔ ناظرین کو ان آٹھہ سات جوابون سے روشن ہوگیا ہوگا کہ قرآن مجید مین جہان جو لفظ ہے وہی اوسکی جگہہ ہے اگر ہی ترتیب موجودہ کے خلاف ہوتا جسطرح معترض نے لکھا ہے تو سفہا اور حمقا کا سا کلام ہوجاتا حکیمانہ کلام نرہتا کیونکہ اسوقت مثل رحمٰن کے عقلی ابلغیت رحیم مین بھی موجود ہے اور دیگر لطائف وحِکَم و مصالح بھی پیدا ہین اور فاصلہ کی بھی رعایت ہے اور اوس ترتیب مین یہ امور ہرگز نہین تھے پس جس ترتیب مین کہ وجوہ بلاغت زیادہ ہون وہی ترتیب عمدہ ہے نہ وہ کہ جس مین ایک ہی وجہ ہو اور اوسکے بھی مقدمات و اسباب مین اختلاف ہو کما مرّ

قولہ دوسرا فقرہ سورۂ فاتحہ مین ہے اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ یہ بھی غلط اور عام لوگون کی سی گفتگو ہے کیونکہ پہلے خدا سے مدد مانگنی چاہئے ترتیب کے برخلاف ایسے مدعی فصاحت کو بولنا نچاہیئے تھا **اقول** ایسے محقق نے جس کے نزدیک صرف خلاف ترتیب ہونے سے عبارت غلط ہوجاتی ہے یہ کچھہ بیان نکیا کہ عبادت اور استعانت مین کس قسم

ترتیب ہے اور استعانت کو عبادت پر تقدمات خمسہ مین سے کس طرح کا
تقدم ہے اگر استعانت کو عبادت کا مقدمہ اور سبب تام خیال کرکے متقدم
بالطبع سمجھے ہین تو محض غلطی ہے کیونکہ وجود عبادت کا ہماری استعانت پر
موقوف نہین بلکہ خدا کی اعانت وامداد پر موقوف ہے اور عبادت کو لائق
اعانت ضروری بدون استعانت کے خدا نے عطا کر رکھی ہے یعنی اعضا اور
حواس اور اسباب معاش اور طاقت عبادت کرنے کی بغیر طلب کے پیشتر سے عطا
فرمادی ہے اگر کام کی قدرت پہلے سے عطا نہوتی اور انسان مجبور رہوتا تو عبادت
کا حکم اوسکے واسطے عبث ہوتا + اور بدیہی امر ہے کہ بعض عبادات یا بعض
وقت بدون استعانت کے ہم عبادت کر لیتے ہین اور اگر پادری صاحب کا
یہ مطلب ہے کہ پہلے استعانت کرنے سے شاید حق تعالی صعوبت اور مشقت
عبادت کو ہم پر سہل کر دے اور اوسکی اعانت سے بخوبی انجام ہوجاوے
اسواسطے اولے ہی کہ بندہ پہلے استعانت کر لیوے تو اس اولویت کو ہم بھی
تسلیم کرتے ہین اور ایسا ہی سب مسلمان کرتے ہین کہ ہر عبادت کے شروع
مین بلکہ ہر کام کے شروع مین بسم اللہ کہہ لیتے ہین جو خاص استعانت ہے —
مگر چونکہ یہ اولویت نفس استعانت مین نہین اور نہ تقدمات خمسہ مین کسی قسم کا تقدم
لہذا اس امر کی مقتضی نہین کہ عبادت اور استعانت کے نام لینے اور ذکر کرنے مین
بھی استعانت کو مقدم کیا جاوے جسطرح یہان سورہ حمد مین عرض حال ہے +
یہان تک اعتراض کا جواب تھا اب تقدیم عبادت کے اسباب بیان کرتا ہون
جس سے کلام الہی کی بلاغت ظاہر ہوا **اولاً** بطور عقل ونقل عبادت استعانت

سے اشرف و افضل ہے اسواسطے کہ عبادت مقصود بالذات ہے اور استعانت
مقصود و ملحوظ بالعرض ہے کیا معنی کہ عبادت وغیرہ دیگر مہمات ہی کے واسطے
استعانت کی حاجت ہوتی ہے اور ظاہر ہی کہ مقصود بالذات اشرف و افضل ہے
بہ نسبت مقصود بالعرض کے + علاوہ اسکے استعانت سوال ہے اور عبادت خدمت
ہے اور عموماً سوال باعث ذلت ہے اور خدمت باعث عظمت چنانچہ جناب
باری تعالی مین بندہ کا قرب اور ترقی مدارج عقبا عبادت کی حیثیت پر موقوف
ہی نہ سوال کی حیثیت پر جسقدر جسکی عبادت ویسا ہی اوسکا مرتبہ + علاوہ
اسکے خدمت عموماً سوال کے قبول ہونے کا عمدہ ذریعہ ہے اور بدون ذریعہ
کے سائل اکثر محروم رہتا ہے + علاوہ اسکے حدیث مین وارد ہے کہ اگر بندہ حمد
و تسبیح الٰہی مین مشغول رہے تو بغیر طلب اوسکی حاجت روا ہوتی ہے ثانیاً
فن بلاغت مین اہتمام باعث تقدیم ہے اور یہان بھی ذکر عبادت کا اہتمام
منظور ہے اور عبادت کا ہی بیان اصل مقصود ہے استعانت کا ذکر محض
واسطے رفع تکبر و غرور کے بطور تعلیم فرمایا ہے تا کہ بندہ کو اپنی عبادت کے بعد
یہ خیال نہ آجاوے کہ مین نے بالاستقلال عبادت پوری کر لی بلکہ یہ خیال
کرے کہ مین ایسا عاجز ہون کہ بدون اعانت خدا کے عبادت بھی نہین کر سکتا
یہ بھی اوسی کی امداد سے تمام ہوئی ہے + بنابر اس معنی و احتمال کے یہ استعانت
عبادت ماضیہ کا عرض حال اور آیندہ کے واسطے طلب اعانت ہے اور فقرہ
مابعد یعنی اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ کے واسطے عجب لطافت سے تمہید اور
توطیہ اور مناسبت ہے کیونکہ اس فقرہ سے سوال شروع ہوتا ہے اور سورۂ حمد

سیاق اس احتمال کا مؤید ہے کیونکہ نصف سورہ حمد اوصاف الٰہی و اظہار عبودیت مین ہے اور نصف آخر سوال ہے - اور ہم نے فرض کیا کہ استعانت کو بھی عبادت پر کسی قسم کا تقدم ہو مگر جب دو چیزین مختلف اسباب سے باہم مقدم بھی ہوون اور متاخر بھی تو متکلم کو جسکی تقدیم منظور ہوتی ہے اوسی کو مقدم کر دیتا ہے چنانچہ قرآن مین ایک جناب خاتم المرسلین صلعم کو حضرت نوح سے بھی مقدم بیان کیا ہے وجہ اسکی یہ ہے کہ وہان آنحضرت صلعم کی شرافت و فضیلت کا اظہار مقصود ہے **ثالثاً** لفظ نستعین کی تاخیر سے فاصلہ بھی حاصل ہو گیا اور فصحا فاصلہ اور قافیہ کی رعایت کے واسطے مقدم کو مؤخر کر دیتے ہین —
پس مدعی فصاحت نے بس پر پادری صاحب نے بڑے غیظ و غضب سے اعتراض کیا ہے ان وجوہ بلاغت کے سبب عبادت کو مقدم کیا ہے **قولہ** ۱۳ فقرہ سورہ بقرہ مین ہے یُخَادِعُونَ اللّٰہَ وَالَّذِینَ اٰمَنُوا منافق لوگ خدا کو اور مسلمانو کو فریب دیتے ہین یہ محض غلط ہے کیونکہ خدا عالم الغیب ہے اوسکو کوئی فریب نہین دے سکتا ہان مسلمان فریب مین آسکتے ہین سوا وسنے مسلمانون کو جدا بیان کیا ہے پس یہ کلام بلیغ نہین **اقول** یہ ایسی فصیح و بلیغ عبارت ہے کہ کئی طرح سے جسکے معنی اور ترکیب اور جواب ہو سکتے ہین اور ایسی ہی وجوہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ خالق کا کلام ہے کیونکہ مخلوق کے کلام مین دو تین معنی و ترکیب پیدا کرنے مین بھی اشکال و تکلف ہوتا ہے اوّلاً صراح خدع فتح یفتح خدیعۃ مکر و فریب مجمع اصل الخدع الاخفاء والابہام بخلاف الحق فی اللّٰہ وبین الخ مطلب یہ ہے کہ منافق لوگ جو کہتے ہین کہ ہم خدا اور رسول

پر ایمان لائے ہین تو وہ فریب کرتے ہین اور اصل بات کو پوشیدہ کرتے ہین +
پادریصاحب نے اس سے یہ کیونکر سمجھ لیا کہ اونکا فریب خدا پر چل گیا
اور واقع ہوگیا اور خدا فریب کہا گیا جو وہ لکھتے ہین کہ اوسکو کوئی فریب
نہین دے سکتا + ہم بھی کہتے ہین اور سب مفسرون نے اس شبہ کو رفع
کر دیا ہے کہ بے شک کوئی خدا کو فریب نہین دے سکتا مگر یہ ممانعت کہان
سے ثابت ہوئی کہ ایسے امر کا کوئی ارادہ بھی نہین کر سکتا ارادہ فعل اور چیز ہے
اور وقوع فعل اور چیز ہے بہت سہل اور صاف ہے اور ہمارے روزمرہ
مین داخل ہے کہ جو شخص اپنے مخالف سے فریب کرنا چاہتا ہے پس اگر وہ
فریب مخالف پر فوراً ظاہر ہو جاتا ہے اور نہین چلتا تو بھی اسطرح کہا جاتا
ہے کہ فلان شخص نے یہ فریب کیا سو اوسکا یہ مطلب نہین ہوتا کہ اوسکا فریب
چل گیا بلکہ اوسکے ارادہ اور فعل کا اظہار مقصود ہوتا ہے اور یہ مطلب ہوتا ہے
کہ اوس شخص نے فریب کرنا چاہا اور کیا مگر چلا نہین اور اسی سبب سے مفسرین
نے یُخَادِعُونَ کا یہ ترجمہ کیا ہے کہ منافق لوگ اللہ اور مومنین سے فریب کا
معاملہ کرتے ہین یا فریب کرنا چاہتے ہین + اور اگر ہماری بیان اور روزمرہ
کا اعتبار نہو تو خاص زمانہ جاہلیت کے محاورہ کو دیکھ لو نہیں شعر فلا
تکتمن اللہ ما فی نفوسکم لیخفی ومہما یکتم اللہ یعلم کما فی المعلقۃ
دیکھو اس شاعر سے کسی عرب نے یہ نہ کہا کہ اللہ سے کون چھپا سکتا ہے جو
تو منع کرتا ہے اور جسطرح اس شاعر نے مصرعہ دوم مین ظاہر کر دیا ہے
کہ کوئی چیز خدا سے چھپ نہین سکتی اسیطرح اس آیت مین بھی خدع کی نفی

کردی ہی اور صاف فرمادیا وَمَا یَخْدَعُونَ اِلَّآ اَنْفُسَھُمْ معلوم نہین کہ پادریصاحب
اس عبارت کو کیون چھوڑ گئے حق یہ ہے کہ تیرہ سو برس کے واقعہ اور مضمون
کی تصدیق آج بھی مؤمنین کو کرادی کہ نصف آیت کو اخفا کر کے کس خدع سے
اعتراض بنایا ہے **ثانیاً** یُخَادِعُونَ اللّٰہَ مین لفظ اللہ سے مجازاً رسول اللہ صلعم
مراد ہین یعنی منافق لوگ رسول اللہ اور مؤمنین کے ساتھہ فریب کرتے ہین
اور یہ مجاز بھی نہایت مشہور اور رائج ہے سلاطین کا دستور ہے کہ اونکے سفیر
اور وکیل کے ساتھہ دوسرا بادشاہ جو معاملہ کرتا ہے اوس معاملہ کو بعینہ اپنے
ساتھہ سمجھتے ہین اور سفیر کی اہانت کو اپنی اہانت اور اوسکی تعظیم کو اپنی
تعظیم اور اسیطرح عدالت مین جاکر وکیل موکل کی گفتگو سن لو اور اس مجاز پر
دو قرینہ ہین **اولاً** استحالہ عقل کہ خدا کسی کے فریب مین نہین آسکتا **ثانیاً**
یہ کہ اللہ اور مؤمنین کا تو ذکر ہو اور رسول کا ذکر نہو اسکے کیا معنی اور بلاغت
اور نکتہ اسمین اظہار قربت رسول ہے اور یہ قربت رسول صلعم کی شرافت اور
فضیلت کا باعث ہی **ثالثاً** قبل لفظ اللہ کے لفظ رسول مضاف محذوف
ہے اور حذف مضاف زبان عرب مین کثیر الاستعمال ہے حاجت مثال نہین
مگر احتیاطاً دو تین شعر لکھتا ہون زہیر **شعر** امن ام اوفی دمنة لم تکلم
بحومانة الدراج فالمتثلم ٭ ای من منازل ام اوفی — کما فی المعلقة (بالثاء) ٭٭٭
اور اسی قصیدہ مین ہے **شعر** سعی ساعیا غیظ بن مرة بعد ما ٭ تبزل
ما بین العشیرة بالدم ٭ ای بسفك الدم حارث بن حلزة **شعر** زعموا
ان کل من ضرب العیر ٭ اصحاب لولاء وانا الولاء ٭ ای انا اصحاب الولاء

کانی المعلقة + را بعًا ۔ زبور مین حضرت داؤد بنی اسرائیل کی
شکایت مین فرماتے ہین دبرگشتہ مثل پدران خیانت ورزیدند یعنی از خدا
وشل کمان فریب دہ منحرف شدند وا ورا یعنی خدا را غضبناک کردند ؛
اور اسیطرح ہوشیع پیغمبر اپنی کتاب کے باب ہفتم مین کہتے ہین پادریصاحب
فرمادین کہ خدا سے کون خیانت کرسکتا ہے اور کون اوسے فریب دے سکتا ہے
جو بنی اسرائیل نے خدا کے ساتھ کیا اور اردو ترجمون مین جو اس اعتراض
کو سوچکر استادون نے بجاے خیانت کے لفظ سرکشی بنادیا ہے یہ دوسری
خیانت اور تحریف ہے اور جو اعتراض پادریصاحب نے کیا ہی وہ درحقیقت
اسی آیہ زبور مین ہے کیونکہ اس سے خدا کو فریب دینا اور اس امر محال
کا وقوع ظاہر ہوتا ہے نہ آیہ قرآنیہ سے پادریصاحب ابتداے کتاب
مین لکھتے ہین کہ جب ہم کو تفسیرون سے تسلی نہین ملتی تب ہم اعتراض
کرتے ہین اور ایک جگہہ اپنی دیانت کا بھی دعوی کیا ہے اس لیے مین
کہتا ہون کہ یہ تینون جواب مذکورہ اور اسیطرح قول اول و دوم کے
جواب تفاسیر مین موجود ہین ان سے کیون نہین تسلی ملی ہان اسقدر فرق
ہے کہ مین نے ہر ایک جواب کو تفصیل سے لکھا ہے اور مفسرون نے بہت
مختصر لکھا ہے اگر وہ اسقدر تفصیل کرین تو تمام عمر مین تفسیر تمام ہو اور نہ
چندان فائدہ بھی ہو کہ تفسیر صاحب استعداد کے واسطے لکھی جاتی ہین اور
بالفرض اگر اونہین تسلی نہ ملی تو لازم تھا کہ مفسرون کے جواب کو نقل کرکے اوسکا
رد کرتے تو ہم بھی سمجھتے کہ فلان بات قابل تسلی نہین تھا لیکن تفسیرون کے

مختصر میں عربی عبارت ہونے کے سبب تسلی نہیں ہوئی سو یہ مفسرون کا قصور
نہیں دیکھنے والے کو لازم ہے کہ اونکے مطالعہ کے لائق استعداد بہم پہنچاوے
یا کسی سے پڑھے ورنہ مبتدی کو کوئی کہان تک سمجھائے **قولہ** ۸۲
سورہ بقرہ مین ہے اِنَّ مِنَ الْحِجَارَۃِ لَمَا یَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْاَنْهَارُ وَاِنَّ مِنْهَا
لَمَا یَشَّقَّقُ فَیَخْرُجُ مِنْهُ الْمَاءُ پتھرون مین بعض پتھر ہین جنسے پانی کی نہرین
نکلتی ہین اور بعض وہ پتھر ہین کہ اون مین سے پانی نکلتا ہے واہ سبحان اللہ کیا
عمدہ قرآن کی فصاحت و بلاغت ہی اور کیا کلام مدلل اور قادر ہے یہ تو
نادانون کی سی بات ہی کیونکہ دونون شقون کا ایک ہی مطلب ہے پھر دوسری
شق لانے سے کیا فائدہ **اقول** جل جلالہ آج تک قرآن کے مقابلہ اور
توہین مین مخالفون کی زبان مین لحن اور عبارت مین خبط ہو جاتا ہے
جہان معترض نے اس کتاب مین کوئی کلمہ بڑہکر کہا ہے وہان سر کے بل
گرا ہے جواب سے پہلے یہ پوچھتا ہون کہ لفظ قادر جو لفظ مدلل پر عطف ہے
یہ ترکیب مین لفظ کلام سے کیا نسبت رکھتا ہے اگر کہو کہ کلام کی صفت ہے
تو محض غلط کیونکہ قادر متکلم کی صفت ہوتی ہے نہ کلام اور اگر کہو کہ مضاف الیہ
ہے تو پھر معطوف علیہ کسی کی صفت اور معطوف کسی کا مضاف ہوگا اور
اسوقت معطوف و معطوف علیہ کا یکسان حال نہوگا حالانکہ دونون کا ایک سا
حال ہونا ضرور ہے اور اصل اعتراض کا جواب یہ ہے کہ ہرگز دونون
شقون کا ایک مطلب نہین کیونکہ یہان پانی نکلنے کا بیان کرنا مقصود نہین
پتھرون کی تفصیل و تفریق اور تفاوت باہمی کا بیان مقصود ہی اور اس

تفصیل ہے پتھرون کی تفصیل مطلوب ہی مطلب یہ ہی کہ یہود کے قلوب پتھر سے بھی
سخت تر ہین اور پتھرون کو اون سے فضیلت حاصل ہے کیونکہ پتھرون مین
تو بعض پتھر سے نہرین نکلتی ہین جس سے زراعت و نباتات پیدا ہوتی ہے
اور اوس سے حیوان و انسان منتفع ہوتے ہین اور بعض پتھر سے اگر نہرین
جاری نہین ہوتین تو تھوڑا سا ہی پانی نکلتا ہے کہ اوس سے بھی آدمی
منتفع ہوتے ہین مگر ای یہود تمہارے دل کسی طرح نہین پسیجتے اور نہ اون سے
کچھہ نفع نہین نہ تمکو نہ غیر کو + اور دوسری شق مین لفظ الماء
سے تھوڑا پانی اسواسطے مراد ہے کہ انہار کے مقابلہ مین واقع ہوا ہے
اور دستور ہے کہ جب تک پانی تھوڑا سا رہتا ہے تب تک اوسے پانی
بولتے ہین اور جب کثرت سے نکل کر دریا اور نہر کی حد کو پہونچ جاتا ہے
تب اوسکو عرف مین پانی نہین بولتے دریا نہر چشمہ وغیرہ کے لفظ سے
بولتے ہین بہر حال اہل مذاق خوب جانتے ہین کہ ایسے مقام تمثیل و تفصیل
مین تفصیل سے ہی بلاغت و لطافت ہوتی ہے تاکہ ایک چیز کی فضیلت دوسری
چیز پر خوب ثابت ہو جاوے اور دشمن اپنی تفضیح اور اہانت کو دیر تک
سنا کرے اور خوب شرمندہ اور متاثر اور منفعل ہووے بلاغت
یہی ہے کہ کلام مقتضاے حال کے مطابق ہو اجمال کی جگہہ اجمال تفصیل کی
تفصیل ذہین آدمی سے کسی طرز سے بات چیت کی جاتی ہے غبی سے
کسی طرز پر + دشمن سے کبھی بوجہ نفرت کے مختصر کلام کیا جاتا ہے کبھی
بنظر تذلیل و تفضیح یا بامید تاثیر طوالت کے ساتھہ کلام کیا جاتا ہے

اور اسی طرح دوست سے کبھی بوجہ لذت تخاطب کے دیر تک بات
کرنے کو دل چاہتا ہے اور کبھی بوجہ مصلحت یا علم سابق کے اشارہ ہی
کر دیا جاتا ہے غرض یہ ہے کہ ہر چیز کا محل اور موقع ہوتا ہے اور اون
محل کو صاحب مذاق اور طبیعت دار آدمی ہی خوب جانتا ہے ایسا ہی
مذاق لعل خوبان را چہ دانی + تو شور این نمکدان را چہ دانی + تو
در آئینہ محوی چون سکندر + مذاق آب حیوان را چہ دانی + اصل
جواب سے فارغ ہو کر کہتا ہون کہ اگر پادریصاحب کو اس آیت کی بلاغت
و لطائف معلوم نہوئی تو خیر یہ قلبی اور وجدانی امر ہے اور مہارت زبان
عرب پر موقوف ہے مگر اونکو نادانون کی سی بات کہنا مناسب نتھا
کیونکہ اسیطرح کی عبارت زبور مین بھی موجود ہے حضرت داود فرماتے
ہین در بیابان صخرہ را چاک نمودہ ایشان را گویا از لجہ عظیم نوشانید از
صخرہ سیلہا روان کردہ انہار را مثل نہر جاری ساخت اینک صخرہ را زد
کہ آبہا جاری شدند و جویہا لبریز شدند دیکھو زبور مین دونون شقون
کا ایک ہی مطلب ہے قرآن مین دوسری شق پر نادانی کا اعتراض ہے
اعاذنا اللہ من ہذہ الہفوات السخیفۃ معلوم نہین کہ پادریصاحب نے دین
عیسوی کو بھی بصدق دل قبول کیا ہے یا نہین قولہ ۵ فقرہ سورہ بقر مین
ہے وَیَکْتُبُوْنَ الْکِتٰبَ بِاَیْدِیْہِمْ لکھتے ہین کتاب کو اپنے ہاتھون سے بھلا
صاحب کوئی پیرون سے بھی لکھتا ہے سب ہاتھون سے لکھا کرتے ہین تو
اقول پادریصاحب کی لیاقت کو بار بار کہان تک ظاہر کرون کتاب

مین طوالت ہوتی ہے مختصر یہ ہی کہ محض تعصب سے یہ اعتراض کیا ہے
ورنہ اسقدر جاہل نہین جو ایسے کلام کثیر الوقوع کو نہ سمجھین کیونکہ یہ اعتراض
اوسوقت درست ہوتا جبکہ لفظ ایدی ضمیر کیطرف مضاف نہوتا اور
عبارت یون ہوتی ویکتبون الکتاب بالایدی یعنی کتابون کو ہاتھون
سے لکھتے ہین مگر قرآن مین تو یون ہے کہ لکھتے ہین کتابون کو اپنے ہاتھون
سے ایدی مضاف ہے ضمیر کیطرف اور فائدہ اس اضافت سے یہ ہے کہ
مجاز کا احتمال مرتفع ہوجاوے تاکہ کسی کو یہ شک نہو کہ اپنے شاگردون
اور توابعین سے لکھوا لیتے ہونگے اور خود نہ لکھتے ہون + اور اس احتمال
کے رفع کرنے سے یہ نتیجہ تہا کہ علماے یہود کتب سماوی مین تحریف کرتے
تہے اور پہر انکار کردیتے تہے کہ ہم تحریف نہین کرتے پس اسمین یہ احتمال تہا
کہ شاید اگر وہ خود نہ لکھتے ہون اور شاگردون سے لکھوا دیتے ہون تو
انکار اونکا جہوٹ اور غلط نہو اسواسطے خداوند عالم نے اونکی تکذیب اور
تفضیح و تذلیل کے واسطے اپنے رسول مقبول صلعم کو اونکے سرائر سے مطلع
کیا کہ اپنے ہاتھون سے لکھتے ہین اور پہر انکار کرتے ہین جسمین تاویل کی بہی
گنجائش نہین + اسکی مثال ایسی ہے جسطرح کوئی معزز رئیس کسی دستاویز
مین جعل کرے اور جعل حاکم پر کہل جاوے اور حاکم کسی وکیل وغیرہ سے براہ
تعجب کہے کہ آیا یہ جعل اوس رئیس نے اپنی ہی ہاتہہ سے بنایا ہے تو اوس
وقت وکیل حاکم کو یہ جواب نہین دے سکتا کہ بہلا حضور کوئی پیروں سے
بہی بناتا ہے بلکہ وکیل یہ سمجہیگا کہ حاکم اس امر کو دریافت کرتا ہے کہ ایسے

فعل قبیح کو خود بذاتہ اس لعین نے کیا ہے یا اپنے ملازمین سے بنوا دیا ہے
لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم **قولہ ۲** فقرہ اسی مین ہے
فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا اگر وے لوگ ایمان لائے اوسکے
مثل پہ جسپر تم ایمان لائے ہو تو انھون نے ہدایت پائی واہ صاحب واہ فصیح بلیغ
لوگ ایسی مہمل عبارت بولا کرتے ہین تم ہی تبلاؤ کہ جسپر مسلمان ایمان لائے
اوسکا مثل کیا ہے اگر خدا پر ایمان لائے ہین تو اوسکا کوئی مثل نہین جس پر ہم
ایمان لاوین اور اگر اسلام سے مراد ہے تو بقول شما اوسکا مثل کوئی مذہب
نہین ہے پس محمد صاحب نے لفظ مثل قرآن مین بیجا بولا ہے اور اپنی عبارت
کو خراب کر ڈالا **اقول** شان نزول اور معنی اس آیہ کریمہ کے یہ ہین کہ جب
آیہ کریمہ قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا الخ جو آیہ مبحوث عنہا سے
سابق ہے نازل ہوئی اور آنحضرت صلعم نے یہود و نصاری کے سامنے
پڑھی تب یہود نے حضرت عیسیٰؑ کا نام سنکر ایمان لانے سے اعراض کیا
اور کہا کہ ہم اسطرح ایمان نہ لائین گے جسمین عیسی بھی شامل ہو اور نصاری
نے کہا کہ عیسی پر مثل سائر انبیا کے ایمان لانا کافی نہین تا وقتیکہ اوسکو ابن اللہ
نہ سمجھو اوسوقت انکے جواب مین یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی ہے یہ ایسی فصیح
و بلیغ عبارت ہے جسکے معنی و ترکیب چار پانچ طرح سے ہوتے ہین مگر عوام
کے سمجھانے کے واسطے اردو کے محاورہ کے موافق دو ترجمہ کیے جاتے ہین اور
انھین کے ضمن مین سب معانی بیان کیے جاتے ہین پہلا ترجمہ کا اختیار
ابوالبقاء العکبری اگر ایمان لاوین یہ یہود و نصاری مثل تمھارے ایمان لانے

سے کے تو البتہ وے ضرور ہدایت پا وین گے اسوقت باے موحدہ زائدتا کید کے واسطے ہے اور لفظ ما مصدریہ ہے یہ وہی محاورہ ہے جسطرح ہمارے اردو مین کہتے ہین تم زید کی طرح نماز پڑھو تم عمرو کی طرح قرآن پڑھا کرو اور تم ہماری طرح ایمان لاؤ + عیسائی بازارون مین کولی چارون تیلی تنبولیون سے کہا کرتے ہین تم ہمارے مانند دین قبول کرو معترض صاحب بیان کرین کہ یہان مثل کون ہے اور مثل لہ کون ظاہر ہی کہ وہی ایک نماز ہے اور وہی ایک قرآن ہے جسکو دونون پڑھتے ہین اور وہی ایک ایمان ہے اور وہی ایک دین عیسائی ہی مگر صرف اضافت اور نسبت اور تشخصات کا فرق ہے کہ یہ زید کی نماز وہ عمرو کی نماز اور وہ تلاوت قرآن زید کی اور وہ عمرو کی امرءالقیس عقد ثمین مین کہتا ہے شعر و اخر قولی مثل ما قلت اولا لمن طلل بین الجدیة والجبل یعنی مصرعۂ ثانیہ مطلع کا دوسرا مصرعہ ہے کچھ فرق نہین یہ بات تو نہایت صاف اور سہل تھی مگر نہ معلوم کہ معترض صاحب نے اسکو کیون مشکل سمجھا ہے یا سمجھ بوجھکر قصداً مغالطہ دیا ہے دوسرا ترجمہ یہ ہے کہ اگر ایمان لائین یہود و نصاری تمھارے سے دین اور کتاب پر تو ضرور ہدایت پاوین گے ؛ اس ترجمہ کے موافق تین معنی ہوتے ہین اوّلاً کما اختارہ البیضاوی کہ یہ بطور تبکیت یعنی محض سرزنش اور عاجز کرنے کے فرمایا ہے اور چونکہ اس دین اور کتاب کے سوائے کوئی اور دین حق نہین اسواسطے بجز اس دین کے کسی اور سے ہدایت نہین پا سکتے جسطرح دوسری جگہ قرآن مین فرمایا ہے قُلْ اِنْ کَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ فَاَنَا اَوَّلُ الْعَابِدِیْنَ

اور قرآن کے باب مین فرمایا ہے فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهِ اور ظاہر ہے کہ خدا
کا بیٹا کون ہے اور کہان جو آنحضرت صلعم اوسکی عبادت کرتے اور قرآن کا
مثل کہان ہے جو کوئی لاتا پس اس آیہ مبحوث عنہا مین بھی اسیطرح فرمایا ہے
ثانیا کما اختارہ ابن ھشام فی المغنی کہ مراد حرف ما موصولہ سے قرآن ہے اور
یہی مثل ہے اور ممثل لہ توریت و انجیل ہے مطلب یہ ہے کہ اگر ایمان لائین یہ یہود
و نصاری قرآن پر جسطرح تم توریت و انجیل پر ایمان لائے ہو کہ یہ سماوی
کتابین ہین تو وے ضرور ہدایت یاب ہونگے اور ظاہر ہے کہ قرآن منزل من اللہ
ہونے مین توریت و انجیل کا مثل ہے گو دیگر امور مین مثل نہین اور یہ ضرور
نہین کہ مشبہ اور مشبہ بہ جملہ امور مین مشابہ ہون اور اگر ایسا ہو تو پھر
دونون ایک ہو جائینگے یا در صاحب فرماوین کہ دونون معنی مذکورہ مین کیا
خلل اور سقم ہے اور جس مثل کی اونکو تلاش تھی وہ بھی مل گیا اگر کچھ خلل ہو
تو بیان کرین **ثالثا** یہ کہ لفظ مثل گو ترجمہ مین داخل ہے لیکن مطلب مین
زائد ہے خلاصہ مطلب یہ ہے کہ اگر ایمان لائین یہ لوگ اوس دین یا اوس
کتاب پر جسپر تم مؤمنین ایمان لائے ہو تو وے ضرور ہدایت پائینگے
اور اگرچہ لفظ مثل اصل مطلب مین زائد ہے اور اس قول کو مفسرین نے
ضعیف طور پر لکھا ہے مگر مین کہتا ہون کہ بقاعدہ علم معانی و بیان اس کے
سبب کمال بلاغت ہو گئی ہے اور ضمنا مذہب اسلام یا قرآن کی مدح و تحسین
بھی کر دی گئی ہے — توضیح اسکی یہ ہے کہ ابن ہشام اور سیوطی اور سید
مرتضی علم الہدی و غیرہم نحاۃ نے اور کتب فصاحت مین تقدیم مسند الیہ کی

بحث مین لکھا ہے کہ کبھی لفظ مثل بولا جاتا ہے اور مراد اوس سے بالکل
ممثل لہ ہوتا ہے کیونکہ اسوقت ثبوت اور نفی حکم کی ممثل لہ کے واسطے
بالاولویت ہوجاتی ہے مثلاً کہا جاتا ہے مثلك يدرس و مثلك لا يبخل یعنی
تجھ سا آدمی پڑھاتا ہے اور تجھ سا آدمی بخل نہین کرتا تو اسکا مطلب یہ ہوتا ہے
کہ جو شخص تیرے مثل ہے وہ درس دیتا ہے تو بالاولے درس دیگا + اور جو تیرے
مثل ہے وہ بخل نہین کرتا تو بالاولے بخل نکریگا + اور وجہ اولویت کی یہ ہے
کہ مشبہ مشبہ بہ سے کمتر ہوا کرتا ہے اور اسی وجہ سے اگر حکم وصف عمدہ ہو
تو صاحب وصف کی ضمناً مدح ہوجاتی ہے اور اگر ذم ہو تو مذمت ہوجاتی ہے
اور اس صورت مین مثل کا مصداق اور وجود لازم نہین بلکہ اوسکا ارادہ اور
تصور بھی لازم نہین کما صرح بہ اهل البلاغة اور عرب کے ایک شاعر نے اس
مضمون کو شعر مین بھی باندھا ہے شعر و لم اقل مثلك اعنی به سواك
يا فردا بلا مشبه ؛ پادری صاحب یہ نہ خیال کرین کہ یہ قاعدہ اہل اسلام نے
بنایا ہوا ہے اسکے شواہد و نظائر بہت موجود ہین امرء القیس اپنی محبوبہ کی
مدح مین کہتا ہے کما فی المعلقة شعر الی مثلها یرنو الحلیم صبابة
اذا ما اسبکرت بین درع و مجول ؛ دیکھو یہان مثل سے مراد خود محبوبہ ہے
چنانچہ مصرعہ دوم سے ظاہر ہے طرفہ اپنے شتر مادہ کی مدح مین کہتا ہے کما
فی المعلقة شعر علی مثلها امضی اذا قال صاحبی ؛ الا لیتنی افدیک
منها و افتدی ؛ یہان مثل سے مراد خود عین ممثل لہ یعنی ناقہ طرفہ ہے کہ
وہ اوپر سے اپنی ہی اونٹنی کی مدح کرتا آتا ہے اور اوسی پہ سوار ہوتا تھا

پھر امرئ القیس الکندی عقد ثمین مین اپنے قتل کے باب مین بطور غزل
کے کہتا ہے شعر فان تقتلوا مثلی فقد قتل الهوی ٭ بشیرا جمیلا وابن
عجلان قد قتل ٭ دیکھو یہ شاعر اپنے تئین بشیر وجمیل اور ابن عجلان کہتا ہے نہ
اپنے مثل کو اور اس سے پہلے کہتا ہے شعر قتلت الفتی
الکندی والشاعر الذی ٭ تدانت له الاشعار طرا فیا لعل ٭ الا یا اهل
کندة اقتلوا بابن عمکم ٭ والا فما انتم قبیل ولا خول ٭ پس اس آیۂ کریمہ
مین بھی مثل سے مراد یہی دین اسلام ہے یا قرآن نہ اسکا مثل اور اس طرز کے بیان
سے اور لفظ مثل زائد لانے سے دین اسلام و قرآن کی مدح وتحسین بھی
مقصود ہے چونکہ ہر ایک یہود ونصاری اپنے اپنے دین کی مدح کرتے تھے
لہذا اونکے جواب مین اس مختصر عبارت مین مطلب بھی ادا کر دیا اور اوسکی مدح
بھی کر دی کہ ہدایت پانا اسی دین مین منحصر ہے حق یہ ہے کہ پادری صاحب
بھی تعصب مین بے مثل ہین کیونکہ اول تو اسقدر معانی مین سے ایک معنی
بے دلیل متحتم ومقرر کر لیے اور پھر اوس لفظ پر اعتراض کیا جسکے سبب
اس آیت مین کمال بلاغت ہو گئی ہے بلکہ اس آیت کی جان ہے سچ کہا ہے
ع ہنر بچشم عداوت بزرگ تر عیب است ٭ قولہ ۸۲ ۔ فقرہ اسی مین ہے
ومن لم یطعمه ای الماء غلط بولا ہے یون بولنا چاہیے تھا ومن لم یشربه
کیونکہ پانی کو کھانا نہین بولتے پیا بولا کرتے ہین محمد صاحب نے پانی کھایا بولا ہے
جیسے ہمارے ملک کے بنگالی حقہ کو کھایا بولا کرتے ہین اونکو کہنا چاہیے
حقہ پیو اقول آیۂ کریمہ اسطرح ہے فلما فصل طالوت بالجنود قال

اِنَّ اللّٰهَ مُبْتَلِيْكُمْ بِنَهَرٍ فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ فَلَيْسَ مِنِّيْ وَمَنْ لَّمْ يَطْعَمْهُ فَاِنَّهٗ مِنِّيْٓ
اِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ غُرْفَةً بِيَدِهٖ فَشَرِبُوْا مِنْهُ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ الخ یہ اعتراض
محض تعصب اور تکلیف دہی ہے ورنہ پادری صاحب خوب جانتے ہین کہ یہان
سب مفسرون نے لم یطعم کے معنی لم یذق لکھے ہین یعنی نہ چکھے اور ظاہر ہے
کہ طعم یعنی مزہ کھانے پینے دونون مین موجود ہی اسواسطے چکھنے سے کھانا یا
پینا مراد لینا درست ہے بلکہ مستعمل ہے اور جسطرح کتب لغت اور اشعار عرب مین
طعم کے معنی خوردن ہین اوسی طرح چشیدن بھی ہین صراح مین ہے طعم
بالفتح مزہ واشتہاے طعام طعم بالضم چشیدن وقوله تعالی ومن لم یطعمه
ای لم یذقه شاہد یہ ہے شعر وان شئت حرمت النساء سواکم
وان شئت لم اطعم نقاخا ولا بردا ۔ ای لم اذق نقاخا یعنی نہ چکھون
مین آب خوش خنک کو اور نہ خواب کو کما فی الصحاح والمجمع + دیکھو اس شاعر
نے بھی پانی کے واسطے لم اطعم بولا ہے حالانکہ مراد اوسکی عدم شرب ہے کیونکہ
اوسکو تحمل مشقت کا اظہار مقصود ہے اور نہ چکھنا چندان مشقت نہین نہ پینا
مشقت ہے مگر ازراہ مبالغہ چکھنے کی نفی کی ہے تاکہ پینے کی نفی بالاولی ہوجاے
اسی طرح یہان آیہ کریمہ کے سیاق سے بھی عدم شرب مین کمال تاکید اور
مبالغہ ظاہر ہوتا ہے اور اسی سبب جملہ اولی یعنی فمن شرب منه کے مفہوم
مخالف کو جملہ ثانیہ یعنی ومن لم یطعمه مین پھر صراحۃً اور نصًا بیان فرمایا
اور یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اگرچہ حق تعالے نے بنظر مصلحت ایک چلو پانی کی
اجازت دیدی تھی اور بنا بر مشہور کے تین سو تیرہ آدمیون نے ایک ایک

چلو ہی پانی پیا مگر بطور استثنا کے اجازت فرمانے سے مترشح ہے کہ حق تعالی کی کمال خوشنودی اور امتحان کی عمدگی یہ تھی کہ اوس نہر کا پانی ذرا بھی کوئی نہ پیئے بلکہ زبان کو بھی تر نکرے پس یہ امر اور یہ منشا لم یشرب کہنے سے ظاہر نہوتا چنانچہ امام صادق ع کی روایت سے ظاہر ہے کہ تین سو تیرہ آدمیون نے ایک چلو پانی بھی نہ پیا اور آخر آیت کے استثنا سے بھی طائفہ قلیل کا عدم شرب ظاہر ہے اور پادری صاحب نے جو پانی کھانے کے محاورہ مین صرف بنگالیون پر اکتفا کی معلوم ہوا کہ آپ اور زبانون سے واقفیت نہین رکھتے بلکہ بوستان بھی بھول گیے سعدی کہتا ہے ع ابی حکم شرع آب خوردن خطاست ؛ اور آبخورا اور آبخور گھاٹ کو کہتے ہین اور آبخورہ تمام ہندوستان مین شائع اور مستعمل ہی **قولہ** ۸ فقرہ اسی مین ہے لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّن رُّسُلِهِ لفظ بین عرب کے محاورہ مین دو یا زیادہ کے ساتھہ آیا کرتا ہے پس محمد صاحب نے احد کے ساتھہ غلط بولا ہے **اقول** غلط کہنے کا وہی جواب ہے جو اوپر مذکور ہوا کہ بغیر واقفیت کسی کلام مقدس کو غلط کہدینا قائل کی خود غلطی پر دال ہے اور واقفیت اور استعداد کا یہ حال ہے کہ نہ لفظ بین کا استعمال معلوم اور نہ لفظ احد کا استعمال معلوم اور با اینہمہ قرآن پر اعتراض مفسرون پہ الزام دعوی یہ ہے کہ جب تفاسیر سے اطمینان نہین ہوتا تب ہم اعتراض کرتے ہین خیر ہم سمجھاتے ہین بلکہ پڑھاتے ہین کہ لفظ بین کو یہ لازم نہین کہ ہمیشہ دو یا زیادہ کے ساتھہ آوے بلکہ اسکا قاعدہ یہ ہے کہ بین ایسے اسم کی طرف مضاف ہوتا ہے کہ وہ جمع ہو مثلا

بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْأَنْبِيَاءِ یا اوس مین معنی جمعیت کے ہون جسطرح بین قوم
و بین ھطا یا قابل توسط و ظرفیت کے ہو جسطرح بین المدینة و بین
حنین و بین الدہر و بین الجزع یا اسم واحد معطوف علیہ ہو جسطرح بین زید
وعمرو بعد اس بیان کے اس آیہ کے دو جواب ہین اولاً یہان لفظ احد نکرہ
ہے اور سیاق اور تحت نفی مین داخل ہے اسواسطے عام ہے اور واحد اور
کثیر اسمین برابر ہین کا حققہ المفسرون یہان مفسرون نے اس اعتراض اور
شبہ کو خوب دفع کر دیا ہے مگر حق یہ ہے کہ پادریصاحب کا اطمینان کیونکر ہو
اگر عربی ادب مین پوری استعداد رکھتے تو سمجھہ لیتے کہ یہ وہ قاعدہ اور بیان
ہے جو ہمنے فلان کتاب مین دیکھا تھا خیر ہم اسکی بھی تفصیل کرتے ہین کہ لفظ
احد اور واحد مین فرق ہے اور احد مین ایسی خصوصیات ہین جو واحد مین
نہین منجملہ اون کے یہ ہی کہ لفظ احد بہ نسبت واحد کے اکمل ہے مثلاً جب کوئی
کہے فلان لا یقوم لہ واحد تو جائز ہے کہ دو یا زیادہ کھڑے ہون لیکن اگر
یون کہے کہ لا یقوم لہ احد تو بالاستغراق سب کی نفی ہوگی اور منجملہ اون کے
ایک یہ ہے کہ لفظ احد بمعنی اول اور بمعنی واحد آتا ہے اور ان دونون معنی
کے برخلاف مین بھی آتا ہے پہلی صورت مین نفی اور اثبات دونون مین مستعمل
ہوتا ہے اور دوسری صورت مین صرف نفی مین ہی مستعمل ہوتا ہے اور مخصوص
انسان کے واسطے ہوتا ہے اور لفظ واحد مطلقاً نفی و اثبات دونون مین
مستعمل ہوتا ہے اور نیز احد مین تذکیر و تانیث کا فرق نہین مرد اور عورت
دونون کے واسطے احد بولا جاویگا بخلاف واحد کے کہ عورت کیواسطے واحد

بولا جاویگا اور نیز احد افراد وجمع دونوں کی صلاحیت رکھتا ہے اور اسیواسطے احد کی صفت جمع سے کردی جاتی ہے چنانچہ سورۂ حاقہ مین ہے فَمَا مِنْكُمْ مِنْ اَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِيْنَ عمرو بن کلثوم معلقہ خامسہ مین کہتا ہے شعر الا لا یجہلن احد علینا ٭ فنجہل فوق جہل الجاہلین ٭ یہان لفظ احد سے قبیلہ کے آدمی مراد ہین اور اگر ایک شخص مراد ہوتا تو مصرعۂ دوم مین جاہلین جمع نہوتا اور نیز احد کی جمع لفظی آتی ہے مثل احدون اور احاد بخلاف واحد کے کہ واحدون نہین آتا بلکہ اثنان و ثلاثہ وغیرہ آتا ہی اور نیز اعمال حسابیہ مین مثل جمع وضرب وقسمت کی احد نہین مستعمل ہوتا واحد مستعمل ہوتا ہی اور اسیطرح راغب نے مفردات قرآن مین لکھا ہی کہ لفظ احد دو طرح سے مستعمل ہوتا ہی ایک نفی مین دوسرا اثبات مین پس نفی مین جنس ناطقین یعنی انسان کے استغراق کیواسطے آتا ہی اور قلیل وکثیر سب کو متناول اور شامل ہوتا ہی کما فی الاتقان اور اگر اسقدر تفصیل وتفسیر سے بھی احد کی جمعیت معنوی کسی کی سمجھ مین نہ آوے تو وہ کتب نحو مین دیکھ لیوے کہ یہ لفظ مستثنیٰ منہ واقع ہوتا ہے مثلاً ما رایت احدا الا زیدا وما جاءنی احد الا زید اور ظاہر ہی کہ اگر مستثنیٰ منہ مین مجموعیت نہو تو اوس سے بعض افراد کا استثنا اور اخراج کیونکر جائز ہو پس آیۂ کریمہ مین بین احد بوجہ عموم کے بمنزلہ بین نبی ونبی یا بمنزلہ بین الانبیاء کے ہی اور یہ محاورہ ایسا معقول ہے کہ ہر ایک زبان مین شائع ہے ہندی مین بولتے ہین ہم کسی آدمی مین فرق نہین کرتے ہم کسی مین یہ برائی نہین دیکھتے فارسی مین کہتے ہین میان کسی تمیز نمی کنم معلوم نہین کہ پادری صاحب نے کیا سمجھ کر اعتراض کیا ہے ثانیا

یہ ہے کہ بعد احد کے دوسرا لفظ احد معطوف محذوف ہے اور اصل عبارت یون ہے
لا نفرق بین احد واحد من رسله - کما فی الجمع اور اسیطرح معطوف کا
محذوف کرنا بھی کلام عرب مین کثیر الوجود ہے چنانچہ امرء القیس معلقۂ اولی
مین کہتا ہے شعر فظل طهاة اللحم من بین منضج ٭ صفیف شواء او قدیر
معجل ٭ بیان بنا بر ایک روایت کے لفظ منضج دوم معطوف محذوف ہے گویا
اصل عبارت یون ہے من بین منضج صفیف شواء و منضج قدیر معجل ٭
قوله ۹ فقرہ آل عمران مین ہے کنتم خیر امة تھے تم اچھی امت غلط
ہے انتم خیر امة کہنا چاہیے تھا یعنی ہو تم اچھی امت **اقول** پہلا ترجمہ
جو پادریصاحب نے گڑھا ہے فی الواقع بقول خود غلط ہے کسی مترجم
و مفسر نے نہین لکھا کیونکہ اس سے یہ مطلب تبادر ہوتا ہے کہ یہ امت زمانہ
گذشتہ مین بہتر تھی اور زمانۂ حال و مستقبل کا حال مجہول ہے معلوم نہین
اور بعد اسکے جو اصلاح کی ہے کہ انتم خیر امة کہنا چاہیے تھا یعنی ہو
تم اچھی امت اس سے ظاہر ہے کہ پادریصاحب کے نزدیک قرآن کی عبارت
کا یہ ترجمہ نہین ہو سکتا جو اونھون نے بعد اصلاح کے لکھا ہے حیف ہے اس
بے استعدادی پر کہ کافیہ بھی یاد نہین دیکھو کان اور اوسکے مشتقات
چند طرح پر مستعمل ہوتے ہین اولاً ناقصہ ہوتا ہے ثانیاً تامہ ثالثاً
بمعنی صار رابعاً زائدہ اور پھر ناقصہ بھی دو طرح کا ہوتا ہے ایک دائمہ
جسمین ثبوت خبر کا مبتدا کے واسطے دائمی ہو یعنی عدم سابق اور انقطاع لاحق
معلوم نہو نہ یہ کہ ہمیشہ ازل سے ابد تک ثبوت ہو دوسرے منقطعہ ہوتا ہے

یعنی ثبوت خبر کا صرف زمانہ گذشتہ مین ہوا ور حال مین منقطع ہو جاوے
اور اس مین دوسرا جملہ جس سے انقطاع ظاہر ہو جاوے بیان کر دیا جاتا
ہے مثلاً کان زید غنیا فافتقر اور اگر یہ جملہ نہو تو کان دائمہ سمجھا
جاویگا بعد ازین اس آیت کے ایک معنی کیا ہم تین طرح سے معنی و ترکیب
کرتے ہین اولًا یہان کان دائمہ ہے اور اوسکا ترجمہ اردو مین اوسطرح
ہوتا ہے جسطرح پادریصاحب چاہتے ہین کہ ہو تم اچھی امت یعنی پیشتر سے اچھی
علم الٰہی مین اور فی الحال بھی اچھے ہو اگر کان دائمہ کا یہ ترجمہ اردو مین غلط
ہو تو پادریصاحب وسپر دلیل بیان کرین یا کسی عربی دان معتمد سے دریافت
کر لین اور دلیل کے نہونے ہی کے سبب صرف لفظ غلط کہکر چپ ہو رہے ہین غلطی
کا کچھ ثبوت بیان نکیا۔ باقی رہی وہ تحقیق جو اہل تفاسیر نے لکھی ہے اور
پادریصاحب نے کچھ سمجھی ہے اور کچھ نہین سمجھی یعنی یہ امت زمانہ گذشتہ
مین قبل اپنے وجود کے کیونکر اور سب سے بہتر تھی جو یہان صیغہ ماضی فرمایا ہے
اسکا جواب سہل ہے کہ معلم حقیقی عز اسمہ نے اسکی وجہ اپنے رسول مقبول صلعم
کو تعلیم فرمادی ہے اور اونھون نے ہمکو کہ یہ امت علم الٰہی مین اور کتب سماویہ
سابقہ مین ہمیشہ سے بہتر ہے کیونکہ اون مین آنحضرت صلعم کی بشارات موجود
ہین چنانچہ حدیث شریف ہے انتم توفون سبعین امة انتم خیرها واکرمها
علی اللہ اور جب متکلم نے اپنا مطلب ظاہر کر دیا تب عبارت پر کچھ اعتراض نہین
اور شاید پادریصاحب کو اسی فضیلت پر حسد ہوا ہے۔ شاہد کان دائمہ
نابغہ شعر وان یقدر علی ابو قیس ۞ تجد فی عندہ حسن المکان ۞

تجدنی کنت خیر امناث غیبا ٭ وامضی باللسان و بالسنان ٭
دیکھو اس شاعر کا بھی یہی مطلب ہے کہ مین تجھسے بہتر ہون یعنی پہلے بھی
تھا اور آج بھی ہون" اور یہ ترجمہ اس باعث سے نہین کہ کنت سیاق
جزا مین واقع ہے بلکہ شاعر در اصل زمانہ حال کا حال اور اپنی کیفیت موجود
ظاہر کرتا ہے اوس نے اپنے سے انقطاع خیر کا نہین کیا ثانیاً کنتم بمعنی
صرتم ہے اور کان بمعنی صار بھی کافیہ تک مین موجود ہے حاجت استشہاد
نہین اور فائدہ اس لفظ کے لانے سے یہ ہے کہ بنا بر اس معنی کے اوصاف مابعد
یعنی تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ اور وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ امت کی بہتری
کے واسطے شرط ہون گے یعنی بہترین امت وہ لوگ ہونگے جو امر بالمعروف
اور نہی عن المنکر کرین اور اللہ پر ایمان کامل لائین کما فی الجمع **قولہ** ۱۸۱
فقرہ اسی مین ہے هُمْ دَرَجَاتٌ عِنْدَ اللهِ یہ محض غلط ہے یون کہنا چاہیے
تھا هم ذو درجات عند الله **اقول** حق یہ ہے کہ ایسا ہی عربی دان
قرآن کو غلط کہہ سکتا ہے جسکو ذُو اور ذَوُو مین تمیز نہو یہان ذَوُو
دَرَجَاتٍ کہنا چاہیے اور یہی لفظ محذوف ہے اور ترکیب مین مضاف ہے
اور حذف مضاف کی مثالین پہلے بہت مذکور ہو چکی ہین اسواسطے چند
مصرعون پر اکتفا کرتے ہین ابن هرمة - کما فی الجمع ع رجائی
ام هم درج السیول ٭ ای هم ذوو درج السیول + لبید - کما فی
المعلقة ع وهم العشیرة ان یبطئ حاسد ٭ او ان یلوم مع العد
لئامها ٭ - ای هم مصلحو العشیرة مخافة ان یبطئ حاسد

امرئ القیس کما فی المعلقۃ ع اذا ما اسبکرت بین درع ومجول ۔ ای بین لابسۃ درع وبین لابسۃ مجول ۔ دونون مصرعون مین دو دو جگہہ مضاف محذوف ہے **قولہ** ۱۱ فقرہ اسی مین ہے سَمِعنَا مُنَادِیًا ہمنے سنا آواز کرنے والے کو غلط ہے یون کہنا چاہیے سمعنا نداء ہمنے سنا آواز کو **اقول** اس بوچ اعتراض کا جواب دینے مین بھی شرم آتی ہے مگر کیا کیا جائے کہ جواب نہ دینا بھی مصلحت نہین منادی یہان رسول اللہ صلعم ہین اور سنا فعل مین جو جانب مفعول ہے مجاز ہے یعنی سنا ہمنے منادی کی آواز کو اسطرحکا مجاز کتب عربیہ مین ہزارہا جگہہ موجود ہے چنانچہ بولتے ہین کہ سمعت فلانا یقول کذا سنا ہمنے فلان شخص کو کہ یون کہتا تھا اردو مین کہتے ہین کہ ہمنے فلان شاعر کو سنا فلان مرثیہ خوان کو سنا فلان قاری کو سنا کیا خوب پڑھتا تھا فارسی مین کہتے ہین پادشاہی اشنیدم کہ بکشتن اسیری اشارت کرد ملکزادہ را شنیدم کہ کوتاہ بود وحقیر ناظرین انصاف فرمائین کہ کیا یہ سب فصحا وعلما غلطی پر ہین اور قرینہ اس مجاز پر عربی زبان مین یہ ہے کہ جب سمعت کے بعد لفظ صوت یا ندا نہین ہوتا تو بعد مفعول کے اوسکا مضارع کہنا ضرور ہے تاکہ یہ فعل اوسکے مصدر پر دلالت کرے چنانچہ اس آیہ کریمہ مین بھی موجود ہے سَمِعنَا مُنَادِیًا یُّنَادِیْ لِلْاِیْمَان پادریصاحب نے اس جملہ کو تو دیکھا ہوتا اور یہان ممکن تھا کہ سَمِعنَا نِدَاءَ الْمُنَادِیْ ارشاد ہوتا مگر اس طرز کے بیان مین لطف اور نکتہ یہ ہے کہ حذف مصدر نے مبالغہ کا فائدہ دیا یعنی خوب سنا منادی کی آواز کو

اور منادی کی صفت سے یہ فائدہ ہے کہ اوس سے منادی کی عظمت اور جلالت
ظاہر فرمائی ہے کیونکہ علم بلاغت کا قاعدہ ہے کہ لفظ نکرہ کہنا اور بعد اوسکی
توصیف و تقیید کرنا اظہار عظمت کا فائدہ دیتا ہے **قولہ** ۱۲ فقرہ سورۂ
نساء میں ہے اِنَّمَا التَّوبَۃُ عَلَی اللّٰہِ یعنی توبہ واجب ہے خدا پر یہ محض غلط ہے
خدا پر توبہ فرض نہیں یون بولنا چاہیے تھا اِنَّمَا التَّوبَۃُ عَلَی العَبدِ توبہ
واجب ہے بندہ پر **اقول** صراح مین ہے توبہ بازگشتن از گناہ بقال
تاب الی اللہ و تاب اللہ علیہ ای وفقہ لہا قاموس مین ہے تاب الی اللہ
تعالی رجع عن المعصیۃ وتاب اللہ علیہ وفقہ للتوبۃ او رجع بہ من التشدید
الی التخفیف او رجع علیہ بفضلہ کتب لغت سے ظاہر ہے کہ توبہ کے معنی ہیں
گناہ سے پھرنا اور باز رہنا لیکن جب یہ لفظ جناب الٰہی کی طرف منسوب ہو
توچونکہ خدا گناہ نہیں کرتا اسواسطے یہ معنی سمجھے جاتے ہین کہ خدا اپنے قہر
اور ناخوشی سے پھرا اور باز رہا اور توبہ کی توفیق دی اسوقت معنی مین
کسی قدر مجاز ہوگا اور اصل معنی حقیقی سے اسقدر فرق اور مجاز کلام
عرب مین شائع ہے شاید کوئی لغت اس سے خالی ہو اور لفظ اس معنی
مجازی کی یہ شناخت ہے کہ اوسکا صلہ حرف علی سے لاتے ہین چنانچہ کہتے ہین
تاب اللہ علیہ یعنی رجوع کی اللہ نے اوس پر اپنی فضل ورحمت سے
ساتھ اور گنہگار کے ساتھ فضل ورحمت یہی ہے کہ اوسکو توبہ کی توفیق دے
اور اوسکی توبہ کو قبول فرماوے اور ہم کو یہان مجاز کہنے کی بھی حاجت نہین
دوسری ترکیب یہ ہے کہ لفظ التوبہ سے قبل لفظ قبول مضاف محذوف ہے

یعنی انما قبول التوبۃ علی اللہ اور حذف مضاف کلام عرب مین شائع ہے اسکی مثالین پہلے بہت مذکور ہو چکی ہین بلکہ حذف اس کثرت سے ہے کہ الحذف شیاعۃ العرب جو ہر ذاتی ہو گیا ہے یہان تک معنی توبہ کی تحقیق تھی اب فرض ہونے کے معنی بیان کرتا ہون جس پر پادریصاحب کا اعتراض ہے کہ یہان وہ فرض اصطلاحی نہین جسطرح بندہ پر خدا کی طرف سے کوئی امر فرض ہوتا ہے یا بندہ کا بندہ پر ہوتا ہے اور نہ یہان اس آیت مین خاص لفظ فرض ہے تاکہ کوئی اوسپر اعتراض کرے اور ہم اوسکے معنی بیان کرین یہان حرف علی ہے اور یہ لزوم کے معنی دیتا ہے مترجم کو اختیار ہے کہ اس لزوم کو خواہ فرض کہے یا واجب یا لازم۔ بہر حال مطلب یہ ہے کہ قبول توبہ یا توفیق توبہ اللہ پر لازم ہے۔ یہ بات قابل اعتراض نہین قبول توبہ لاریب خدا پر لازم ہے کیونکہ قبول عذر اور عفو اور تصفح اخلاق فاضلہ اور صفات حمیدہ سے ہے اور اخلاق فاضلہ اوسکی ذات مقدس سے منفک اور جدا نہین ہو سکتے ہمیشہ اوسکی ذات کے لازم ہین بلکہ عین ذات ہین + علاوہ اوسکے خود فرمایا ہے کَتَبَ عَلٰی نَفْسِہِ الرَّحْمَۃَ یعنی اوس نے اپنی ذات پر رحمت کو لازم و واجب کر لیا ہے پس بطور عقل و نقل قبول توبہ خدا پر لازم ہے مین کہتا ہون کہ ایسے عامیانہ اعتراضون سے بجز تفضیح کے پادریصاحب کو کیا حاصل ہے اگر عالمانہ اعتراض ہوتے تو طالبعلمانہ ہی ہوتے تاکہ اونکے جواب مین مجیب اور ناظر کو علمی لطف و ٹھٹا دیکھو اعتراض اسکو کہتے ہین جس سے سچ مچ خدا کا برے کام سے توبہ کرنا اور پچتانا ظاہر ہے باب ششم آیت

کتاب پیدائش مین خدا فرماتا ہے مین ہی اونکے بنانے سے پچھتایا ہون ۔
پادریصاحب نے جواب دیا ہے کہ یہ لفظ اپنے معنی حقیقی مین نہین ہے بلکہ
مراد اس سے خفگی وغیرہ اور کچھ ہوا کرتی ہے چنانچہ یہان مراد یہ ہیکہ مین
اونسے خوش نہین ہون   باب بست وشم آیت ۱۳ کتاب یرمیاہ مین
ہے ۔ مین اوس بدی سے پچھتاؤن جو مین اونکی برائی کے لیے منصوبا باندھتا
ہون = پادریصاحب نے جواب دیا کہ پچھتاؤن بمعنی باز آؤن ہے ۔
اور نیز باب چہل و دوم آیت ۱۰ مین ہے اگر تم اس سرزمین مین
ٹھہرے رہوگے تو مین تمکو بناؤنگا کیونکہ مین اوس بدی سے پچھتاتا ہون
جو تم سے کی ہے = اسکا یہ جواب دیا ہے کہ پچھتاؤن کے معنی ہین رجعت
رجوع کرتا ہون   اہل انصاف غور کرین کہ ان آیات سے صاف
ظاہر ہے کہ خدا نے خود برا کام کیا اور پھر پچھتایا اگر برا کام نہوتا تو کیون
پچھتاتا پس پادریصاحب پچھتانے کے معنی خواہ خفگی کہین خواہ مہربانی خواہ باز آنا
بہرحال یہ خفگی اور مہربانی اپنی ہی کامون سے ہوگی نہ بندہ کے کام سے
اور یہ وہ توبہ ہے جو خدا پر جائز نہین اور نہایت قبیح ہے ہان اگر ا
آیات مین اسی قدر ہوتا کہ خدا پہلے کام سے باز آیا تاہم قباحت نہین کہ
وہان تو صاف صاف کہہ رہا ہے کہ پہلا کام برا تھا اور پچھتایا اسکی کوئی کیونکر
تاویل کریگا اور ان معانی متضادہ اور مجازات متخالفہ کو کس قرینہ سے کوئی سمجھ
لا یصلح العطار ما افسد الدہر   آیہ کریمہ قرآنی مین کچھ اعتراض
یا اختلاف نتھا مگر اصل یہ ہے کہ اعجاز عیسوی کے اعتراضات کے مقابلہ کو قران پر

اعتراضات پیدا کرنے منظور رہین تا کہ اون کے عیسائی بھائی بازارون مین
مسلمانون سے مقابلہ کیا کرین چنانچہ اس کتاب کے صفحہ ۳۷۰ مین اس
غرض کو صاف ظاہر کر دیا ہے لیکن ناظرین سمجھ لین کہ پادری صاحب نے
اعجاز عیسوی کے اعتراضون کا اکثر ایسا ہی جواب دیا ہے اور اسیطرح
رد کیا ہے یہ مقام ایک نمونہ ہی اور آئندہ بھی حسب موقع اس رد کا حال
ظاہر ہو جاویگا اسی سبب بندہ نے اوس باب کا جواب لکھنا ضروری
نہین سمجھا **قولہ** ۱۳ فقرہ اسی مین ہے اِلّا ما قد سلف وَلا تنکحوا
یہ عبارت قرآن مین بالکل غلط ہے کیونکہ فعل ماضی کی استثنا فعل مستقبل سے
ہرگز صحیح نہین ہوتی اور نہ آج تک کوئی اہل زبان فصیح بولا ہے **اقول**
قرآن تو غلطی اور تحریف سے مبرّا اور منزّہ ہی مگر معترض کی ہی عبارت کوزہ
و منقولہ غلط اور محرف ہے کیونکہ یہ عبارت قرآن مین اسطرح سے ہے
وَلَا تَنکِحُوا مَا نَکَحَ اٰبَاۗؤُکُمْ مِّنَ النِّسَاۗءِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ اگر بوجہ مشقت کے
اپنی تحریر کا قرآن سے مقابلہ نکیا تو خیر اس سے صرف تن آسانی ثابت
ہوتی ہے مگر یہ تو ایسی ظاہر ظہور غلطی ہے کہ کافیہ خوان طالب علم بھی بغیر
مقابلہ کے فوراً پہچان سکتا ہے کہ اس مہمل عبارت کے نہ کچھہ معنی ہو سکتے
ہین اور نہ کچھہ ترکیب مگر خیر ہمکو اس سے کیا بحث ہے اس بات پر پادری صاحبون
کو لحاظ کرنا چاہیے جنکا کاغذ اور روپیہ خراب ہوتا ہے اور ایک شخص کے
سبب سب فرقہ پر داغ لگتا ہے ہم اصل سخن کا جواب دیتے ہین کہ حقیقت
مین فعل ماضی کو فعل مستقبل سے استثنا کرنا جائز نہین مگر معترض نے

ازراہ دیانت مفسرین کے اس جواب کو ترک کر دیا ہے کہ یہ ممانعت استثنای متصل مین ہے نہ منقطع مین اور یہان بھی استثنا ے منقطع ہے نہ متصل اسواسطے کہ نکاح مستقبل ممنوع ہے اور نکاح ماضی مغفور رہا ہے پس دوسرا نکاح پہلے نکاح کی جنس سے نہین ہے کما صرح بہ ابو البقاء العکبری والعلامۃ الطبرسی والبیضاوی وغیرھم اور اگر ایسے استثنا مین بھی ممانعت ہو تو معترض اوسکی سند مین کسی نحوی کے قول کو پیش کرے دیکھو عرب کا محاورہ ہے لا تبع الا ما بعت ولا تأکل الا ما اکلت یعنی اب فروخت مگر جو کچھ فروخت کر دیا اوسکا ہرج نہین اور اب مت کھا مگر جو کچھ کہ کھا لیا سو خیر اسی طرح اس آیت کے معنی ہین کہ مت نکاح کرو اون عورات سے جن سے تمھارے باپون نے نکاح کیا ہو لیکن جو جاہلیت مین گذرا اوس سے مواخذہ نہوگا ہمارے اردو کے محاورہ مین بھی اس ترکیب کو بولتے ہین مثلاً اب اس کام کو نکرنا مگر جو کیا سو کیا **قولہ** ۱۴ فقرہ اسی مین ہے وَرَبَآئِبُكُمُ اللَّاتِي فِي حُجُورِكُم تمھاری ربیبہ حرام ہین جو تمھارے گھرون مین ہون محمد صاحب کی یہ مراد ہے کہ کوئی مسلمان کسی عورت کو جورو بناوے اور اوس سے صحبت بھی کر چکے تو اب اوس عورت کی وہ بیٹیان جو وہ پہلے خصم سے ساتھ لائی ہے جنکو ربیبہ کہتے ہین اس مسلمان پر جو اب خصم بنا ہے وہ حرام ہوگئی مگر محمد نے اللاتي في حجورکم ایسی واہیات عبارت بولی ہے کہ اونکا مطلب فوت ہوگیا اسکے یہ معنی ہوسے کہ اگر وہی لڑکیان تمھارے گھرون مین ہون تو حرام ہین اور جو باہر ہون تو حرام نہین اب ہم مولوی صاحبون سے پوچھتے ہین

کہ واہ صاحب یہی فصاحت ہی کہ صحیح کلام بولنے پر بھی قادر نہین ہین پھر کہتے ہو کہ قادر مطلق کا کلام ہے **اقول** حجور حجرہ کی جمع نہین تا کہ اسکا ترجمہ گھرون) کیا جاوے جسطرح معترض نے بے استعدادی کے سبب لکھا ہے بلکہ حجور حجر کی جمع ہے جسکے معنی کنار ہین اور محاورہ عرب مین مراد حجر سے اکثر تربیت و پرورش ہوتی ہے مطلب یہ ہی کہ حرام ہین تمپر ربیبہ لڑکیان جو کہ تمھاری تربیت اور پرورش مین ہین یہان گھر اور باہر سے کچھ بحث نہین پرورش اور تربیت مین ہونا چاہیے حقیقۃً یا حکماً یہ عبارت بیکار اور واہیات نہین بلکہ صفت کاشفہ ہے اور فائدہ اور نکتہ اسکے فرمانے مین یہ ہے کہ حرمت ربائب کی علت اور وجہ اس سے ظاہر ہوجاتی ہے کیونکہ عورت کا شوہر جدید ربائب کو اکثر مثل اپنی اولاد کے پرورش کرتا ہے اس سبب سے ربائب اولاد سے مشابہ ہوجاتی ہین لہذا وہی اس شوہر پر حرام ہوجاتی ہین اور یہ وجہ حرمت کی اور مشابہت ہر حال مین ربائب کے ساتھہ باقی رہتی ہے خواہ وہی اس شوہر کے گھر مین ہون یا گھر سے باہر چلی جائین اب باقی رہی ربائب کی وہ فرد شاذو نادر جو والدہ کے نکاح کے وقت جوان ہون اور اس شوہر جدید کے گھر مین نہ آوین اونکی حرمت اس صفت اللاتی فی حجورکم کے منافی نہین کیونکہ یہ صفت ربائب کی اغلب افراد اور اکثر حالات و عادات کے موافق فرمادی ہے اور مراد اس سے کل ربائب ہین اور اکثرون کے حال پر قیاس کرکے یا اشرف و اغلب افراد کے سبب کل پر حکم جاری کر دینا عرب کے محاورات مین شایع ہے بلکہ صنعت

اسی کا نام صنعت تغلیب ہے یہ عبارت قابل اعتراض نہین کیونکہ محاورۂ زبان
کا عین فصاحت ہی خواہ کیسا ہی ہو چنانچہ والدین والد کا تثنیہ ہے یعنی
اسکے اصلی معنی دو باپ ہین مگر مراد اس سے مان باپ ہوتے ہین وجہ اس کی
یہی ہے کہ فرد غالب اور اشرف کا تثنیہ کہدینا کافی ہے یہ جواب ہر مفسر نے
لکھدیا ہے مگر معلوم نہین کہ پادریصاحب کو اس سے کیون نہین اطمینان ہو
اونکو لازم تھا کہ وجہ بے اطمینانی بیان کرتے اور مفسرون کے جواب
اور محاورہ عرب کو رد کرتے تا کہ اونکا اعتراض قابل التفات ہوتا۔
اور ہم پادریصاحب کے دل کی بات کا کیا جواب دین ہان ہم اعتقاد
اور کہتے ہین کہ اگرچہ کوئی ربیبہ شوہر مادر کے گھر پرورش نپائے مگر تاہم
اوسکو والدہ کے سبب شوہر مادر سے کسی قدر تعلق رہتا ہے بلکہ اسطرح تعلق
رہتا ہے جسطرح جوان اولاد صلبی کو اپنے باپ سے ـــ پس باعتبار
عقل و عرف کے یہ بھی حرام ہوئی گو گھر سے باہر ہو اور ہم نے بسبب
طوالت کے معترض کی عبارت کے عیوب و سقم کا بیان کرنا ترک کر دیا
ہے لیکن چونکہ یہان اونھون نے کلام مقدس کی نسبت پھر ایک لفظ
واہیات بولا ہے اسواسطے دل قبول نہین کرتا کہ اونکی واہیات کو بیان
نکرین اول تو اہل علم و فہم و استعداد اس فقرہ کو ملاحظہ کرین ـــ
تو اب اوس عورت کی وہ بیٹیان جو وہ پہلے خصم سے ساتھ لائی ہے
اس فقرہ مین وہ بیٹیان بلفظ جمع مبتدا ہے اور وہ حرام ہوئی بلفظ
واحد خبر ہے اور خیر اسکو اگر مثل اناجیل کے سہو کاتب فرض کر دین

اس سے بھی عجیب تر یہ ہی کہ پادریصاحب نے یہ اعتراض کیا کہ اللاتی فی حجورکم
کی صفت سے وہ ربائب جو گھر سے باہر ہون خارج ہو گئین چاہیے کہ وہی حرام
ہون اور لہذا اسلئے بجاے عبارت قرآن کے بہت سوچکر اور سمجھ کے یہ
عبارت لکھی ہے تو اب اوس عورت کی وہ بیٹیان جو وہ پہلے خصم سے
ساتھہ لائی ہے جنکو ربیبہ کہتے ہین اس مسلمان پر جواب خصم بنا ہے وہ حرام
ہوئی اب ہم کہتے ہین کہ پادریصاحب نے ساتھہ لائی ہی ایسی واہیات
عبارت بولی ہے کہ جس سے اونکی مراد ظاہر نہوئی اور مطلب فوت ہوگیا
کیونکہ ساتھہ لانے کی قید سے یہ ثابت ہوا کہ جنکو ساتھہ نلاوے وہ حرام
نہون حالانکہ کو بیان کرنا اس بات کا منظور ہے کہ خواہ ساتھہ لاوے
یا نہ لاوے بہرحال وہ حرام ہین کیونکہ آیت کا یہی مطلب ہی پس معترض کو یون
کہنا لازم تھا کہ اوس عورت کی وہ بیٹیان جو پہلے خصم سے ہین اس مسلمان پر
جواب خصم بنا ہے حرام ہوئین + سچ ہی کہ آسمان کا تھوکا منہ کو آتا ہی
اب ہم پادریصاحبون سے پوچھتے ہین جسطرح اونھون نے مولویصاحبون سے
پوچھا ہے کہ وہ صاحب قرآن پر اعتراض کرنے والا ایسا ہی ذہی استعداد
اور لائق ہوتا ہے جسکو اتنا ہوش و حافظہ نہین کہ جس امر پر اعتراض کرتا
ہے اوس اعتراض سے اپنی عبارت کو محفوظ رکھے **قولہ** ۱۵ فقرہ سی
ہین سے مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ یہ عبارت بھی
فصحاے عرب کے برخلاف ہی کیونکہ اعلی سے ادنی کیطرف نزول ہے اور
چاہیے صعود اسلیے فصاحت کی عمدہ رعایت سے خالی عبارت ہی انتہی

اقول علمائے معانی و بیان نے خصوصا سیبویہ نے اپنی کتاب مین کہا ذکرہ السیوطی فی الاتقان لکہا ہے کہ جس چیز کا ذکر کرنا اہم اور اصل مقصد ہوتا ہے اوسکو مقدم کر دیتے ہین اور تقدیم کی دس بارہ سبب ہین چنانچہ کبھی بوجہ تعظیم کے ایک چیز کو دوسری پر مقدم کرتے ہین جسطرح شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ ہے کہ یہان اللہ کو بسبب تعظیم کے ملائکہ اور الوالعلم سے مقدم کیا ہے + کبھی شرافت کے سبب مقدم کرتے ہین مثل اسکے کہ مذکر کو مونث پر مقدم کیا جاتا ہے مثل اَلْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَیُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَیُخْرِجُ الْمَیِّتَ مِنَ الْحَیِّ وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ الغرض منجملہ ان اسباب تقدیم کے ایک یہ بھی ہے کہ کبھی ترقی کے واسطے اہم ادنی یا غیر ابلغ کو مقدم کر دیتے ہین لیکن تاخیر ابلغ اور اعلی کی وہان ہوتی ہے جہان ایک ہی شخص یا ایک ہی چیز کی متعدد صفات و حالات مذکور ہون اور دونون لفظ ایک ہی شی سے متعلق ہون اور یہان متعدد اشخاص کا بیان اور شمار ہے ایک شخص کا نہین پس یہان ترقی سے کیا نسبت یہ مقام اظہار شرافت ہے یہان تعظیم اور شرافت و مدارج کا لحاظ مناسب ہے اسواسطے ہر ایک لفظ کو حسب رتبہ شرافت ترتیب وار ارشاد کیا ہے تاکہ ہر ایک کی شرافت و فضیلت ظاہر ہو جاوے معلوم ہوتا ہے کہ پادریصاحب نے علم معانی و بیان مین ایک یہی صنعت ترقی خوب سمجھی ہے کہ ہر جگہہ موقع اور بےموقع اسیکو نکال لاتے ہین یہ ایسی مثل ہے جسطرح ایک جاہل نے انشاء اللہ کہنا سیکھہ لیا تھا

ایک روز وہ بازار سے آتا تھا کسی نے پوچھا کہ کہاں سے آتے ہو جواب دیا
کہ بازار سے انشاء اللہ پھر اوس سے پوچھا کہ کیا خرید کیا جواب دیا کہ عسل
انشاء اللہ پوچھنے والا بھی ظریف تھا اوسنے کہا کہ آپ تشریف لیجا سیئے
انشاء اللہ **قولہ** ۱۶۰ فقرہ اسی مین ہے لَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ
لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطَانَ اِلَّا قَلِيْلًا یہ عبارت قرآن مین محمد صاحب نے بالکل غلط
بولی ہے کیونکہ استثنا باطل ہے معنی یہ ہوئے اگر خدا کی رحمت اور فضل نہوتا
تو تم شیطان کے تابع ہو جاتے مگر تھوڑے لوگ یعنی تھوڑے لوگ بدون
فضل و رحمت کے شیطان کے تابع نہوتے محض غلط ہے اگر خدا کا فضل نہوتا تو
سب شیطان کے تابع ہو جاتے یہ استثنا بے سمجھے محمد صاحب نے بولی اور مفسرین
نے جھوٹی تاویلین کر کے کچھہ کچھہ معنی بنائے مگر صحیح معنی ہرگز نہین ہو سکے
اسی برتے پر فصاحت بلاغت کا ایسا سخت دعوی ہے **اقول** معترض
صاحب نے اعتراض تو کیا مگر تمام آیت کو نہ لکھا تا کہ اون کا مغالطہ فورًا
کھل جاتا آیۂ کریمہ اسطرح ہے وَاِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ
اَذَاعُوْا بِهٖ وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓى اُولِى الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ
يَسْتَنْبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطَانَ
اِلَّا قَلِيْلًا معترض نے یہان دو امر مین دھوکا کھایا ہے اور نہایت سہل بات
کو مشکل ظاہر کیا ہے مختصر جواب یہ ہے کہ مراد فضل و رحمت سے یہان خود آنحضرت
اور وحی الہی ہے یا فتوحات اہل اسلام ہین نہ مفہوم عام غیر معین فضل کا اور
مورد بھی آیت کا خاص ہے پس ان دونون خاص امرون کو عام طور پر کر دیا ہے

یہی منشاے غلطی اور مقام نزاع ہے تفصیل اسکی یہ ہے کہ جب آنحضرت صلعم جہاد
کے واسطے مدینہ سے باہر تشریف لیجاتے تھے تو منافقین جھوٹی جھوٹی خبرین بنا کر
اوڑایا کرتے تھے اور شہر کے مسلمانون کو متوحش کر دیتے تھے اور بعض مسلمان
بغیر اسکے کہ آنحضرت کے نائب سے جا کر دریافت کرین یقین کر لیتے تھے اور یہ امر
موجب مفسدہ ہوتا تھا چنانچہ ابن عباس اور ضحاک اور سدی اور ائمہ اہلبیت
کی روایات سے یہ بات خوب ظاہر ہے بنا علیہ اتباع شیطان سے خاص اسی
امر کی وجہ سے تابع ہونا مقصود ہے اور یہی معنی ہین مورد کے خاص ہونیکے
پس مطلب آیہ کا یہ ہی کہ یہ لوگ جسوقت کسی خبر کو سنتے ہین بغیر اسکے کہ رسول
مقبول صلعم یا اون کے نائب سے اوسسے دریافت کرلین افشا کرنے لگتے ہین
حالانکہ وہ اخبار ایسے فتنہ انگیز ہوتے ہین کہ اگر فضل و رحمت خدا یعنی وجود باجود
محمد مصطفے صلعم کا یا اونکے قائم مقام کا مدینہ مین نہوتا یا اہل اسلام کو فتوحات
حاصل نہوتین تو تم یعنی اکثر شیطان کے تابع ہو جاتے مگر تھوڑے جو عاقل
و فہمیدہ و تجربہ کار کامل الایمان ہین وہ تابع نہوتے یہان خطاب بعض اشخاص
امت سے ہی اور آنحضرت صلعم کے نائب سے حال دریافت نکرنے کے باعث
اون پر عتاب فرمایا ہے اور اس بات مین کچھ شک نہین کہ بعض بعض مسلمان
ایسے بھی کامل الایمان تھے کہ اگر اونپر یہ فضل نہوتا یعنی آنحضرت صلعم اونکے
سر پر نہوتے یا جہاد مین فتح حاصل نہوتی تو بھی اونکے ایمان مین ضعف نہ آتا
بدون اس فضل کے بھی وہ شیطان کے تابع نہوتے دیکھو قیس بن ساعدہ اور
زید بن عمرو بن نفیل اور ورقہ بن نوفل اور برا شنی اور ابی ذر غفاری اور

سلمان فارسی بدون اس فضل کے یعنی قبل زمانۂ بعثت کے مؤمن تھے اور
شیطان کے تابع نتھے اور بت پرستی کو اپنی عقل سے بُرا جانتے تھے اور آنحضرت
کے ظہور موفور السرور کے مشتاق و منتظر تھے معلوم نہین کہ معترض نے فضل و
رحمت سے کیا مراد لی ہے اور کس چیز کو اسکا مصداق مقرر کیا ہے اگر محض
معنی لغوی یعنی زیادتی و مہربانی مراد ہے تو ایسا فضل و رحمت خدا کا ہر مسلم
وکافر پر ہے خدا سب کی ہدایت چاہتا ہے کوئی اس فضل سے محروم نہین اگر
یہی فضل کافی ہو تو چاہیے کہ کوئی شخص شیطان کا تابع نہو حالانکہ دنیا مین اکثر
شیطان کے تابع ہین اور اگر صرف قلوب جانب خیر بجبر و اکراہ مراد ہو تو ایسا فضل
و رحمت بعض پر یعنی مؤمنین مخاطبین پر ہونا اور بعض پر یعنی کفار پر نہونا ترجیح بلا مرجح
اور خلاف عدالت اور ظلم ہے چاہیے کہ کفار معذب نہون کیونکہ اس بنا پر وہی بےقصور
ہین خلاصہ یہ ہی کہ مقام ہدایت اور اتباع شیطان کے ذکر مین عقلاً اور نقلاً
ارسال انبیا اور وحی الٰہی سے بہتر کوئی چیز فضل و رحمت کا مصداق[۱] نہین
ہو سکتا اب ناظرین انصاف کرین کہ فضل و رحمت سے یہ معانی مذکورہ مراد
لینا مفسرون کی تاویلین ہین یا نصوص قرآنی اور احادیث اور دلیل عقل
اسکو کہہ رہی ہے اظہر من الشمس بات کو یون کہدینا کہ مفسرون نے بہت تاویلین
کین مگر بن نہ سکین کمال ہٹ دھرمی ہے + اور معترض کو نادم کرنے کے
واسطے مین نے بھی اس آیت کے وہی معنی اختیار کیے ہین جو اوس کے نزدیک
قابل اعتراض تھے ورنہ اس آیت کے معانی و ترکیب بہت ہین چنانچہ ابن عباس
سے منقول ہی کہ آیت مین تقدیم و تاخیر ہے اور استثنا ضمیر فعل اذاعوا سے ہے

اور اسیج کو مبرد اور کسائی اور فرا اور بلخی اور طبری نے اختیار کیا ہی
تقدیم و تاخیر اشعار عرب مین موجود ہی اور اکثر اہل لغت نے لکھا ہے کہ
یستنبطون سے استثنا ہے کما فی المجمع ان معانی مین اس وسوسہ
کی بھی گنجائش نہین اگرچہ کوئی باتباع شیطان وسوسہ پیدا کرکے
کرنا چاہے جسطرح منافقین عہد نبوت مین چاہتے تھے **قوله** انہ
اسی مین ہے لَا خَيْرَ فِي كَثِيرٍ مِّن نَّجْوَاهُمْ إِلَّا مَنْ أَمَرَ بِصَدَقَةٍ الخ یہ
عبارت بھی قرآن مین غلط ہے کیونکہ نجوی فعل ہے اور من اسم ہے پس اسم
کی استثنا عربی گریمر کے موافق فعل سے جائز نہین **اقول** معترض کی اس
مہمل عبارت کا کچھ مطلب معلوم نہین ہوتا کیونکہ نجوی یا مصدر ہے یا بروزن
سکری جمع ہے بمعنی متناجیین بہرحال اسم ہے فعل نہین اور پادری صاحب
کہتے ہین کہ فعل ہے اور اسیطرح من اسم موصول ہے اور فعل ماضی امر اسکا
صلہ ہے اور صلہ سے ملکر مبتدا ہے خبر محذوف کی اور وہ خبر محذوف یہ ہے
لَكِن نَّجْوَاهُمْ خَيْرٌ اور مبتدا اور خبر ملکر جملہ اسمیہ ہے یا یہ کہ لفظ نجوی مضاف
محذوف ہی اور لفظ من موصولہ اوسکا مضاف الیہ ہے پس یہ اسم مفرد ہے
بہرحال یہان فعل سے استثنا نہین بلکہ اسم سے ہی یا استثنا منقطع ہے
معلوم نہین کہ پادری صاحب نے یہ اعتراض کس حالت مین لکھا ہی مناسب
کہ اجتماع حواس اور صحت عقل کے وقت اس اعتراض کو درست کرکے پھر لکھیں
قوله ۸ بقرہ سورہ مائدہ مین ہے اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ
عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا جب محمد صاحب صلعم نے

آخری حج کیا اور مرنے کے دن قریب آئے اوسوقت یہ آیت نازل ہوئی
یعنی آج کے دن مینے تمہارا دین کامل کردیا اور پوری نعمت دی اور
آجکے دن تمہاری مسلمانی سے مین راضی ہوا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اب
خدا محمد سے راضی ہوا پہلے راضی تھا پس ہزارہا اہل اسلام جو جہاد و دین مین
آج کے دن سے پہلے قتل ہو چکے یا خود مرگئے اونسے خدا راضی تھا وہ سب
کافر گیے پس الیوم کے پیچے رضیت کو ڈالنا سادہ لوحی کے سوا اور کیا
خیال جاوے **اقول** معانی مین تحریف کرکے اعتراض لکھنا محض سیہ کاری
ہے اس آیت کا مطلب اردو محاورہ کے مطابق یہ ہے کہ آج مین تمہارا دین
کامل کرچکا اور آج مین اپنی نعمت تمھین پوری دے چکا اور پسند کیا تمہارے
واسطے اسلام کو دین — نہ معلوم کہ پادریصاحب نے لفظ اسلام کو کس
قاعدہ سے ضمیر مخاطب کیطرف مضاف کیا ہے جو لکھا ہے کہ تمہاری مسلمانی
سے خوش ہوا تاکہ لازم آئے کہ اب تک خدا اونکی مسلمانون سے راضی نہ تھا
یہان کسی کی مسلمانی سے یا کسی مسلمان سے خوش ہونے کا ذکر نہین بلکہ
یہ بات ہی کہ چونکہ روز نزول آیت مذکورہ تک احکام مین تغییر و تبدیل و نسخ
ہوجاتا تھا اور کفار کا زور بھی خوب نہ گھٹا تھا اور آیندہ کے واسطے ہدایت
و ارشاد جاری رہنے کا کچھ استحکام نہوا تھا اور ان امور سے اسلام مین
ضعف سا تھا جسطرح حق تعرچاہتا تھا اوسطرح اسلام کو استحکام
و اشتہار حاصل نہوا تھا او رحجۃ الوداع کے بعد یہ سب اسباب ضعف
زائل ہوگئے اکثر قبائل عرب خود حاضر ہوکر مسلمان ہوگیے مشرک کعبہ مین

جانے سے بند ہو گئے علی بن ابی طالب بمقام غدیر پر آیندہ کے واسطے وصی
اور امام امت مقرر ہو گئے تب یہ آیت نازل ہوئی اور حق تعالی نے اپنی
خوشنودی ظاہر فرمائی کہ آج ہم نے اسلام کو پسند کیا اور اوس سے رضامند
ہوئے اوس روز جو حق تعالے نے اسلام کے قوی اور کامل ہوجانے
پر خوشی اور رضامندی ظاہر فرمائی تو اس سے خدا کو مرے ہوئے مسلمانون سے
عدم رضامندی کیونکر لازم ہو گئی کیا یہ ممکن نہین کہ خدا اسلام سے بعد رفع
اسباب ضعف کے رضامند ہوا اور اس سے پہلے مرے ہوئے مسلمانون سے
بھی رضامند رہا ہو بلکہ باوجود اطاعت کے اونسے رضامند نہونا خلاف
عقل و عدل ہے کیونکہ اونکی زندگی تک جسقدر احکام نازل ہوئے تھے
وہی اونکے واسطے پورا اسلام تھا اور جب اونھون نے اپنے عہد کے احکام
کو بدل وجان قبول کیا اور بخوبی اون پر عمل کیا تب اونکا کیا قصور رہا
جو خدا اونسے ناخوش ہو اسکی ایسی مثال ہے کہ کوئی بادشاہ اپنے ملک
نو مفتوح مین انتظام کرنے کے واسطے کسی سردار کو بھیجے اور اپنے قوانین اور
احکام جاری کرنا چاہے مگر بنظر مصلحت ایک دفعہ کل قوانین کو جاری نکرے
رفتہ رفتہ چند سال مین کرے اور جب رعایا کل قوانین کی متحمل ہوجاوے اور
دشمنون کے ضعیف ہوجانے سے انتظام مکمل ہوجاوے تب بادشاہ اپنے
قوانین اور تکمیل انتظام پر خوشی ظاہر کرے اور رعایا سے کہے کہ اب ہم نے ترمیم
و تجدید قوانین ختم کردی اور جسقدر قوانین جاری کرنے منظور تھے سب ہوگئے
آج ہم اس انتظام اور قوانین سے خوش ہوئے تو اس تقریر سے کوئی یہ خیال

نہین کرسکتا کہ رعایا مین سے جو لوگ درمیان مین مرگیے اور اونھون نے اپنے عہد کے قوانین کی تعمیل کر کے نائب بادشاہ کی بدل وجان اطاعت کی اونسے بادشاہ ناخوش رہا دور نہ جاؤ انگریزون سے پوچھہ لو کہ ابتداے عملداری سرکار مین جن لوگون نے اوسوقت کے قوانین کی تعمیل کی اور بدل وجان گورنرون کی اطاعت کی مگر قوانین مروجہ حال کی تعمیل سے معذور رہے تو سرکار اون سے خوش ہے یا ناخوش بلکہ اون سے زیادہ خوش ہے کیونکہ وہ لوگ مثل معین ومددگار کے تھے بہرحال مجاہدین اسلام بلکہ عموماً اصحاب رسول جنھون نے اپنی سعی سے اسلام کو اس درجہ پہ پہنچا دیا کہ خدا نے اوسکو پسند کر لیا تب اونسے ناراض ہونے کی کیا وجہ اور اس آیت سے ناراضی کیونکر نکلی ہان اگر رضیت بکم یا عنکم ہوتا تو اس وسوسہ کو کچھہ گنجائش بھی تھی مگر اب کسیطرح نہین اونسے خدای تعالیٰ اوسیوقت راضی ہو گیا جسوقت اسلام قبول کیا اور اوامر ونواہی خدا پر عمل کیا اگر زندہ رہتے تو کل احکام جدیدہ کی بھی تعمیل کرتے اور زندہ رہنا اونکے اختیار مین نہ تھا پادریصاحب نے شاید اس آیت کو اوس انجیلی قول کے مقابلہ مین نکالنا چاہا ہے جو کہ حضرت مسیح علیہ السلام سے آیتکا باب پنجم انجیل متی مین نقل کیا ہے کہ مین توریت کے پورا کرنے کو آیا ہون اور حضرت داؤد زبور نوزدہم آیت ۱۹ مین پہلے فرما چکے ہین کہ خداوند کی توریت کامل ہے اور بقول عیسائیان جو توریت حضرت داؤد کے وقت مین تھی وہی جناب مسیح کے وقت مین مروج تھی پس کمال

افسوس ہے کہ محرفان انجیل توریت وزبور بھی نہ پڑھے تھے بالکل سادہ لوح
تھے اور ان اوستادون نے جو ان قول انجیلی کے معنی بنائے ہین وہ ایسے
رکیک ہین کہ قابل ذکر بھی نہین **قولہ** ۱۹ فقرہ اسی مین ہے یَسْئَلُونَكَ
مَاذَآ اُحِلَّ لَهُمْ قُلْ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبَاتُ لوگون نے محمد صاحب سے سوال کیا
کہ کونسی چیز کھانا ہمکو حلال ہے اوسکا جواب یہ ہوا کہ طیبات یعنی اچھی چیزین ہمکو
کھانا حلال ہین یہ جواب غلط ہے سوال کے موافق نہین کیونکہ ہر ملک کے
طیبات جدے جدے ہوتے ہین کسی ملک مین کتا اچھی چیز ہے کسی ملک مین
سور اچھی بڑی عمدہ چیز ہے کسی ملک مین اونٹ بس یہ جواب اوسکے شرع کے
کے برخلاف ہے اونکو چاہیے تھا کہ حلال چیزون کے نام تبلاتے بس یہی بلا
ہے سبحان اللہ **اقول** معترض نے دھوکا دینے کے واسطے پوری آیت
کو بیان نہین کیا جس سے ناظرین کو فورا اسکے کلام کا حال کھل جاتا پوری
آیت اسطرح ہے یَسْئَلُونَكَ مَاذَآ اُحِلَّ لَهُمْ قُلْ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبَاتُ
وَمَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِيْنَ تُعَلِّمُوْنَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللّٰهُ فَكُلُوْا مِمَّآ
اَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ الخ ترجمہ اسکا یہ ہے کہ پوچھتے
ہین تجھسے اے محمد کہ اونکو کیا حلال ہے کہہ تو حلال ہین تمکو پاک چیزین اور
شکار اوس کتے شکاری کے جسے تم نے شکار کرنا تعلیم کیا ہو پس کھاؤ تم
اوس شکار کو کہ جسکو کتا پکڑ کر دبا رکھے تمہارے واسطے اور اللہ کا نام
لو اوسپر یعنی ان شرائط سے کتے کا شکار مارا ہوا کھاؤ ورنہ اوسے بھی
کھاؤ اور ڈرو اللہ سے اللہ جلد حساب لینے والا ہے مین یقین کرتا ہون

کہ اس کتاب کے لکھنے مین اکثر اوقات معترض کو حالت ثالثہ بین النوم والیقظہ
رہتی تھی تفاسیر مین شان نزول آیت کو نہ دیکھا کہ مدینہ مین کتون کے قتل کا
ایک بڑا معرکہ ہوا تھا اور لوگون نے کتے کے مارے ہوئے شکار کا سوال
کیا تھا اسواسطے سوال کے مطابق آیت نازل ہوئی ہے اور طیبات
کے جدا جدا نام نہ لینے پر جو اعتراض ہے سو پادریصاحب نے تین سطر
قبل اس آیہ کے دیکھا ہوتا کہ اوس دوسری آیت مین سور وغیرہ دیگر محرمات
وذبائح کا بیان ہوچکا ہے چنانچہ شروع سورہ مین فرما دیا ہے اُحِلَّتْ لَكُمْ
بَهِيمَةُ الْأَنْعَامِ إِلَّا مَا يُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ الخ اور پھر فرمایا ہے حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ
الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنزِيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوذَةُ
وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيحَةُ وَمَا أَكَلَ السَّبُعُ إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ
وَأَن تَسْتَقْسِمُوا بِالْأَزْلَامِ ذَٰلِكُمْ فِسْقٌ الخ اور اواخر سورہ انعام مین جو سورہ
مائدہ سے بہت پیشتر مکہ مین نازل ہوئی تھی حیوانات طیبہ ماکولہ عادیہ کا بیان
ہوچکا ہے اور پھر آنحضرت صلعم نے اکثر حیوانات کو نام بنام فرما دیا ہے اور
حلت وحرمت کا قاعدہ مقرر کردیا پس کلام خدا اور کلام رسول سے سب
مسلمان سمجھ چکے تھے کہ فلان فلان حیوان حرام ہین اور فلان فلان طیب
ہین حقیقت مین ہر ملک کے طیبات جدا جدا ہوتے ہین قرآن مین کہانتک
اونکا نام لیا جاتا یہ طول خلاف فصاحت تھا اور یہی عقلا کا قاعدہ ہے
کہ مستثنیات کو بیان کردیتے ہین باقی کے واسطے ایک قاعدہ کلیہ
لکھدیتے ہین جسطرح توریت مین ہے دیکھو قوانین انگریزی مین جرائم کا ذکر

ہے افعال مباح اور مجاز کا ذکر نہین اصحاب رسول عربی اور بلید طبع جو سمجھتے
جو طیبات کو نہ سمجھتے وہ الطیبات کے الف لام تعریف سے ہی سمجھ لیتے
کہ طیبات پہلے مذکور ہو چکے اور پادری صاحب جو کہتے ہین کہ یہ اوس کی
شرع کے برخلاف ہی یہ تخصیص بھی بیجا ہے سوٗر اور کتے کا کھانا حضرت موسیٰ
و عیسیٰ بلکہ سائر انبیا علیہم السلام کی شرع کے برخلاف ہی کتے کا حال تو ظاہر
ہے کہ کسی ملک کے طیبات مین نہین ہے کوئی نہین کھاتا اور سوٗر کے باب
مین باب یازدہم آیت ۷ و ۸ توریت مین لکھا ہے کہ سوٗر تمھارے واسطے
ناپاک ہے تم اوسکا گوشت نہ کھائیو اور نہ اوس کی لاش کو ہاتھ لگائیو فقط
پس سوٗر اور کتے کا کھانا خاص منکرین توریت و قرآن کا حصہ ہے **قولہ**
۲۰ فقرہ انفال مین ہے کَمَآ اَخۡرَجَكَ رَبُّكَ مِنۡۢ بَيۡتِكَ بِالۡحَـقِّ یہ ضعیف
تالیف ہے مشبہ اور مشبہ بہ کا پتہ نہین مجذوبانہ بولی ہے پس فصاحت
سے خالی ہے کوئی مولوی صاحب اسکی ترکیب بیان کرین **اقول** یہ آیت
قرآن مین اسطرح ہے اُولٰٓئِكَ هُمُ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ حَقًّا ‌ؕ لَهُمۡ دَرَجٰتٌ عِنۡدَ
رَبِّهِمۡ وَمَغۡفِرَةٌ وَّرِزۡقٌ كَرِيۡمٌ‌ۚ كَمَاۤ اَخۡرَجَكَ رَبُّكَ مِنۡۢ بَيۡتِكَ
بِالۡحَـقِّ وَاِنَّ فَرِيۡقًا مِّنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ لَكٰرِهُوۡنَ یہ آیت جنگ بدر کی غنیمت
کے باب مین نازل ہوئی ہے قصہ مختصر اسکا یہ ہے کہ خلیفہ اول و دوم نے
بنا بر مصلحت وقت کے عرض کیا تھا کہ یا رسول اللہ ہم صرف تین سو
پانچ یا تیرہ مسلمان ہین اور ستر اونٹ اور دو گھوڑے اور ہم مین چھہ زرہ
اور آٹھہ تلوارین ہین اور اہل مکہ اشجع اور دلاور ہین مناسب ہے کہ پہلا

قافلہ قلیل الجماعت کو جو ابوسفیان کے ہمراہ شام سے مال لیکر آیا ہی لوٹ
لینا چاہیے تاکہ اس مال و متاع سے سامان جنگ کا مہیا ہوجاوے اور
مسلمانون کو قوت ہوجاوے اور یہ پہلی لڑائی ہے ساز و سامان سے
لڑنا چاہیے اس کلام کو سنکر آنحضرت صلعم بہت ناخوش ہوئے اور رنگ
چہرۂ مبارک کا متغیر ہوگیا اور فرمایا کہ بیٹھ جاؤ اور وجہ ناخوشی کی ظاہر تھی کہ
ذات بابرکات آنحضرت صلعم کی طمع و حرص دنیا سے پاک تھی افلاس و ثروت
یکسان تھا صرف اشاعت دین خدا مدنظر تھی اور اعانت خدا الیقین تھی وہان
ہر بات وحی سے تھی جب یہ حال اصحاب کبار نے دیکھا تو علی ابن ابی طالب
اور مقداد اسود اور سلمان فارسی اور ابوذر غفاری وغیرہ نے عرض
کی کہ یا رسول اللہ ہمارا حال بنی اسرائیل کا سا نہین ہے جنھون نے
حضرت موسیٰ سے کہا تھا کہ تو اور تیرا پروردگار جاؤ اور لڑو اور ہم
یہان بیٹھے ہین آپ اہل مکہ کے مقابلہ کو چلیے ہم آپ کے ساتھ ہین آنحضرت
صلعم نے فرمایا کہ جزاکم اللہ اور پھر بعد اور قیل و قال کے فرمایا کہ
بسم اللہ چلو خدا کی برکت کے ساتھ اور بشارت ہو تمکو کہ خدا تعالی نے
وعدہ فرمایا ہے کہ ایک جماعت کا مال و اسباب تمھارا ہے پس سب اصحاب
طوعاً و کرہاً جنگ کو آمادہ ہوکر روانہ ہوئے اور بمقام چاہ بدر پر مقابلہ
ہوا حق تعالی نے مسلمانون کو فتحیاب کیا اور بہت مال اور اسباب انکے
ہاتھ لگا لیکن تقسیم غنیمت مین باہم کچھ گفتگو ہونے لگی اصحاب مجتمع ہوکر
آنحضرت صلعم کے پاس آئے اور سوال کیا کہ یہ غنیمت کسکا حصہ ہے حضرت نے

تامل کیا تب یہ آیات نازل ہوئین یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْاَنْفَالِ قُلِ الْاَنْفَالُ
لِلّٰہِ وَالرَّسُوْلِ فَاتَّقُوا اللّٰہَ وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَیْنِکُمْ وَاَطِیْعُوا اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ
اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ الخ جب غازیون نے یہ حکم سنا کہ لوٹ خدا اور رسول کا
مال ہے تب بعض اصحاب کو یہ حکم ناگوار خاطر ہوا مگر بوجہ اسکے کہ حضرت صلعم کے
حالات وعادات کو سب جانتے تھے اور خوکردہ اخلاق محمدی تھے کچھہ منہ پر
نہ لائے اور منتظر رہے کہ دیکھیے کیا ہوتا ہے آخر الامر آنحضرت صلعم نے وہ اسباب
اپنی راے کے موافق سبکو بحصہ مساوی تقسیم کردیا الغرض اس جنگ بدر مین
دو وقت آنحضرت صلعم کا ارشاد اور حکم خدا مسلمانون کو ناگوار خاطر ہوا تھا
ایک غارتِ قافلہ کی ممانعت اور جنگ اختیار کرنا دوسرے مال غنیمت کا خدا
اور رسول کی ملک ہونا پس دونون وقت کی کراہت کو ان آیات مین
ظاہر کیا ہے بعد اس قصہ کے ناظرین کو معلوم ہو کہ معترض کے نزدیک اس
آیت کی ایک ترکیب بھی بامحاورہ نہین ہوسکتی مگر یہ وہ کلام متین وبلیغ ہی
کہ چار پانچ طرحسے اسکے معانی وترکیبین ہوسکتی ہین مگر بوجہ اختصار کے
تین مذکور ہوتی ہین اولا آیۂ سابقہ جو آیۂ مذکورہ سے پہلے متصل ہے یعنی
لَهُمْ دَرَجَاتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ کَرِیْمٌ مشبہ ہے اور کَمَا اَخْرَجَکَ
الخ مشبہ بہ ہی اور لفظ ما مصدریہ ہے تقدیر عبارت اسطرح ہی اُولٰٓئِکَ هُمُ
الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا لَهُمْ دَرَجَاتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ کَرِیْمٌ مُحَقَّقَةٌ
کَاِخْرَاجِکَ رَبُّکَ مِنْ بَیْتِکَ بِالْحَقِّ یعنی واسطے مؤمنین کے درجات عالیہ انکے
نزدیک پروردگار کے اور مغفرت ہی اور عمدہ رزق ہے سچ اور محقق جسطرح

تیرا گھر سے نکالنا اور وعدۂ غنیمت سچ اور محقق تھا اور یہ وعدہ قرآن مین
موجود ہی چنانچہ فرمایا ہی وَاِذْ یَعِدُکُمُ اللّٰہُ اِحْدَی الطَّآئِفَتَیْنِ اَنَّھَا لَکُمْ الخ
چونکہ حکم غنیمت بعض اصحاب کو مکروہ معلوم ہوا اور یہ پہلی جنگ ور غنیمت تھی
لہذا خداوند حکیم نے اولاً اطاعت خدا و رسول کی تاکید فرمائی بعدہ بطور ترغیب
وتحریص کے فرمایا کہ اس اطاعت کے عوض آخرت مین اونکے واسطے درجات
عالیہ اور گناہون کی مغفرت اور نعماے جنت ہین لیکن چونکہ یہ اشیا بالفعل
مرئی اور مشاہد نہین تھے بلکہ نسیہ تھے اور غنیمت نقد تھی اسلیے اس کلام کی
تصدیق و توثیق کے واسطے اوس معاملہ کی تشبیہ دی جسکو وہ اوس وقت
دیکھ چکے تھے کہ سب کی رامی غارت قافلہ پر متفق تھی اور جنگ خلاف عقل معلوم ہوتی
تھی اور پیشین گوئی اور بشارت آنحضرت صلعم کی کہ ایک جماعت کا مال
تمکو ضرور ملے گا کسی کی سمجھ مین نہ آئی تھی پس درباب غنیمت وانفال خدا
ورسول کے اطاعت کرو اور کچھ پس وپیش نکرو دیکھو کہ کلام لاحق و
سابق کو کیسا کچھ اتصال ہے اور مشبّہ اور مشبّہ بہ دونون پاس موجود ہین
ثانیًا یہ کہ لفظ کما سے پہلے اَخْرَجَہٗ محذوف ہی تقدیر عبارت کی یہ ہے
لَھُمْ دَرَجَاتٌ عِنْدَ رَبِّھِمْ وَمَغْفِرَۃٌ وَّرِزْقٌ کَرِیْمٌ اَخْرَجَہٗ رَبُّھُمْ مِنْ خَزَائِنِ
رَحْمَتِہٖ مِنَ الْغَنِیْمَۃِ وَغَیْرِھَا کَمَا اَخْرَجَکَ رَبُّکَ مِنْ بَیْتِکَ بِالْحَقِّ کما
فی التبیان فعل اخرج مذکور اس محذوف پر دلالت کرتا ہے شاہد یہ ہے
حارث بن الحارث معلقہ سابعہ مین کہتا ہے شعر کتکالیف قومنا
اذ غزی المنذر ؏ ھل نحن لابن ھند رعاء ؟ یہان مشبّہ محذوف ہے

اور شراح نے لفظ تکالیف کے قرینہ سے بل کلفتم تکلیفا مقدر فرض کیا ہے اور تقدیر عبارت یون ہے ہل کلفتم تکلیفا کتکالیف قومنا اذ غزی الملك المنذر اور اس شعر مین یہ تکلف اور زیادہ ہے کہ جو قوم وقبیلہ کہ کلفتم کا مخاطب ہے اوسکا ذکر ترک کرکے بادشاہ کی مدح کرنی شروع کردی ہے اور بعد مدح کے پھر اوسی قوم وقبیلہ کے حال مین یہ شعر لکھا ہے ایضا شعر فردد ناهم یطعن کما یخرج من خربة المزاد الماء یہان بھی مشبہ مذکور نہین شراح نے اسی عبارت سے یخرج الدم منہ عبارت مقدر اور محذوف فرض کرکے مشبہ نکالا ہے تقدیر عبارت کی یون ہے فرددنا هذا القوم یطعن یخرج الدم منه خروجا کخروج الماء من افواه الزق عمرو بن کلثوم التغلبی معلقہ خامسہ مین کہتا ہے شعر اذا ما رحن یمشین الهوینا کما اضطربت متون الشاربینا یہان بھی مشبہ محذوف ہے اور شراح نے اسی عبارت سے پیدا کرکے لکھا ہے کہ اصل ترکیب یون ہے اذا مشین یمشین المشی الهوین اللین فیضطربن فی مشیهن اضطرابا مثل اضطراب متون الشاربین پس اسقدر عبارت محذوف ہے فیضطربن فی مشیهن اضطرابا مثل الخ اور اس شعر مین معترض کے اضطراب کے واسطے اور ایک بات زیادہ یہ ہے کہ هوین صفت تو مذکور ہے مگر موصوف محذوف ہی یہ کلام اون کے نزدیک شاید زیادہ مجذوبانہ ہوگا بالثانی کما خبر ہے مبتدائے محذوف کی اور یہی مبتدا مشبہ ہے اور تقدیر عبارت کی

اسطرح ہے ھذا الحال کما فی الانفال مع کراھیتھم کحال اخراجك ایاك من بیتك وھم کارھون اسصورت مین صرف مشبہ جو مبتدا بھی ہے محذوف ہے اور وہ سیاق عبارت اور آیات سابقہ کے مضمون سے مفہوم ہوجاتا ہے کما نقلہ السیوطی وغیرہ نہ معلوم کہ پادریصاحب اشعار عرب کے محذوفات اور ترکیبون کو دیکھینگے تو اوسکو کیسا کلام کہین گے دیکھو طرفہ کے اشعار کو معلقہ ثانیہ مین شعر وارع نباض احذ ململم کمرداة صخر فی صفیح مصمد تو یہان مبتدا جو مشبہ ہے اور خبر بھی دونون مقدر و محذوف ہین اور صرف مبتدا کی صفت مذکور ہے تقدیر عبارت کی اسطرح ہے لہا قلب اروع نباض واحذ ململم + کمرداة صخر الخ اگر ممکن ہو تو کوئی مشبہ کو بتائے کہ کہان مذکور ہے صرف صفت کے ذکر سے مفہوم ہوجاتا ہے کہ یہان کوئی موصوف محذوف ہے اور پھر یہی شاعر کہتا ہے شعر واتلع نهاض اذا صعدت بہ + کسکان بوصی بدجلة مصعد تو اس شعر کا حال بھی شعر سابق کا سا ہے کیونکہ اسمین عنق مبتدا موصوف اور مشبہہ محذوف ہے اور خبر لہا بھی محذوف ہے اگرچہ یہ دونون شعر اس ترکیب ثالثہ کے بعینہ شاہد نہین مگر ان شعرون سے عوام لوگ سمجھ لین گے کہ کلام عرب مین اس قسم کے محذوفات شائع ہین ناظرین غور کرین کہ پادریصاحب کے نزدیک اس آیت کی ایک طرح سے بھی ترکیب محال تھی جسپر ایسا سخت لفظ مجازاً بانہ کہا ہے اور اتنا بڑا دعوے کیا کہ کوئی مولوی صاحب اسکی ترکیب کرین

مگر یہان عنایت الٰہی سے تین طرح سے تراکیب ومعانی مع شواہد و
نظائر مذکور ہوئے اگر اونکے مزاج مین کچھہ انصاف ہوگا تو اقرار
کرین گے کہ یہ اعتراض خود مجذوبانہ تھا تہذیب قرآن کی عبارت
سہل وممتنع ہے کہین سہل اور کہین دقیق ومتین اور سبب اسکا یہ معلوم
ہوتا ہے کہ قرآن سے جسطرح عرب کے واسطے ہدایت اور ارشاد مقصود
تھی اسیطرح فصاحت مین بھی اونکی تجہیل وتبکیت مقصود تھی لہذا ضرور
ہوا کہ اونکی ہر قسم کی عبارت کے مقابلہ مین قرآن مین بھی عبارت ہو
تاکہ وہ یہ نکہین کہ قرآن کی عبارت امی یعنی ناخواندہ شخص کی ہر ہماری
سی متین عبارت نہین ہے **قولہ** ۱۸ ۲۱ فقرہ اسی مین ہے یَآاَیُّہَا
الَّذِیْنَ اٰمَنُوْآ اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَلَاتَوَلَّوْا عَنْہُ ای مسلمانو اللہ
اور محمد کی تابعداری کرو اور اللہ سے نہ پھرو لیکن محمد سے پھرنا جائز ہوا
اسلیے یون بولنا چاہیے تھا لا تولوا عنہما | **اقول** اگر پادریصاحب
نحو کو بھول گیے ہین تو خیر ہم ہی اونکو کافیہ پڑھاتے ہین المضمر ما وضع
لمتکلم او مخاطب او غائب تقدم ذکرہ لفظا او معنی او حکما شارح
رضی تقدم معنوی کی شرح کرتے ہین وقسم ایضا المتقدم المعنوی
قسمین احدہما ان یکون قبل الضمیر لفظ متضمن للمفسر بان یکون
المفسر جزء مدلول ذلک اللفظ کقولہ تعالی اعدلوا ہو اقرب
للتقوی ای العدل اقرب لان الفعل یدل علی المصدر والزمان
والثانی ان یدل سیاق الکلام علی المفسر التزاما لا تضمنا کقولہ

تعالیٰ وَلِاَبَوَیْهِ لِکُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ لانہ لمّا ساق الکلام قبل
فی ذکر المیراث لزم من ذلك السیاق ان یکون ثم موروث الخ بعد
اسکے ناظرین ملاحظہ کرین کہ یہ وہ کلام متین ہے کہ جسکے چند طرح سے معانی
و ترکیب ہوسکتے ہین اولاً مرجع ضمیر عنہ کا لفظ رسول ہے جو لفظاً متقدم
موجود ہے یعنی ای ایہا ندا ردا طاعت کرو اللہ اور رسول کی اور رسول اللہ سے
نہ پھرو اور قاعدہ ہی کہ قریب مرجع کے ہوتے ہوئے بعید کی طرف حتی المقدور
ضمیر کو نہین پھیرتے اور در اصل یہان اطاعت رسول کی ہی تاکید ہی کیونکہ
جہاد کا ذکر ہے لفظ اللہ محض تمہید و تاکید کے واسطے ہے اور نیز بموجب
آیات عدیدہ کے اطاعت رسول عین اطاعت خدا ہی کما قال اللہ تعالےٰ
وَمَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ اور ہر گاہ ضمیر واحد درست ہو جاوے تو
ضمیر تثنیہ لانا کیا ضرور ہے کیونکہ واحد مین ایجاز و اختصار ہے نہین معلوم
کہ پادری صاحب نے اسمین کیا سقم سمجھا ہی جو ضمیر کو رسول اللہ صلعم کی طرف
نہین پھیرا ثانیاً مرجع ضمیر کا جہاد ہے اور وہ بالمعنی متقدم ہے اور سیاق
کلام سے مفہوم ہوتا ہے کیونکہ یہ آیات تاکید جہاد مین وارد ہین چنانچہ اوس
سے پہلے قریب فرمایا ہے یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِذَا لَقِیْتُمُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا
زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَ الخ پادری صاحب نے ذرا پہلی آیت کو بھی
تو دیکھا ہوتا ثالثاً مرجع ضمیر کا طوع ہے یا حکم ہے جو فعل اطیعوا سے مفہوم
ہوتا ہے یعنی لا تولوا عن امرھما یعنی نہ پھرو حکم خدا اور رسول سے) مین کہتا
ہون کہ اس آیت مین تو ضمیر واحد کے درست ہونے کے واسطے بہت وجوہ

موجود ہین مگر پادریصاحب اگر اشعار عرب کو دیکھین تو حیران ہوجاوین مشکل تو یہی ہے کہ کچھ نہین دیکھا ذوالرمہ کہتا ہے شعر و مینۃ احسن الثقلین خدا و سالفۃ واحسنہ قذالا ۔ ای واحسن الثقلین قذالا ۔ کما فی شرح الحماسۃ دیکھو ثقلین تثنیہ ہے اور ضمیر احسنہ مین واحد ہے کیا کلام متین اور بلیغ ہے کہ ایک ذراسی عبارت کے کسقدر معانی و تراکیب ہوسکتے ہین اوراسی واسطے جناب امیر المومنین نے ابن عباس سے فرمایا ہے ان القران ذو وجوہ ۔ اگرچہ پادریصاحب نے قرآن پراعتراضات کر کے اپنی تفضیح کی مگر ہم اون کے شکرگذار ہوتے ہین کہ اونکے باعث قرآن کی فصاحت و بلاغت کا نمونہ کچھ عوام کو بھی معلوم ہوجاویگا **قولہ** ۲۲ بقرہ توبہ مین ہے فَلَا تَظْلِمُوا فِيهِنَّ اَنْفُسَكُمْ قرآن مین غلط بولا گیا ہے کیونکہ لفظ شہر مذکر ہے اوس کے لیے ضمیر مونث کی بولنا جائز نہین اور تخصیص ظلم کی اون مہینون مین غلط ہے بلکہ ہر حال مین ظلم نکرنا چاہیے **اقول** اعتراض کیا ہے کشت زعفران ہے کہ جسنے دیکھکر بے اختیار ہنسی آتی ہے ۔ دراصل یہان دو اعتراض کیے ہین ایک ضمیر فیہن کی نسبت اور دوسرا تخصیص ظلم کی نسبت پس ہر ایک اعتراض کا جواب علیحدہ علیحدہ مذکور ہوتا ہے **جواب اعتراض اول** دیکھو آیہ کریمہ یہ ہے اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِنْهَآ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ فَلَا تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ الخ بنا بر روایت اور موافق سیاق عبارت کے ضمیر مونث جو فیہن مین ہے اربعۃ حرم کیطرف

راجع ہے اور یہی پادریصاحب نے بھی سمجھا ہے کیونکہ اونھون نے ان مہینون کی تخصیص فیظلم ہی بھی اعتراض کیا ہے اور تخصیص بدون اسکے ہو نہین سکتی کہ بارہ مہینے مین سے چار جدا کیے جاوین اور لفظ حرم جمع مذکر لایعقل غیر سالم ہے اور اسی سبب لفظ اربعۃ آیا ہے ایسی جمع کے واسطے ضمیر مؤنث ہی آتی ہے چنانچہ کافیہ مین ہے وضمیر النساء والایام فعلت وفعلن یعنی ضمیر عورتون کی اور جمع مکسر مذکر غیر عاقل کی جسطرح لفظ ایام ہے فعلت اور فعلن آتی ہے لبید شعر دمن تجرم بعد عہدہا نیسہا ٭ حجج خلون حلالہا وحرامہا ٭ کما فی المعلقۃ پس اعتراض محض جہالت ہی اور اگر پادریصاحب ضمیر کو لفظ شہر کی طرف راجع کرتے ہین تو باوجودیکہ یہ اونکی پچھلی عبارت کا خلاف ہوگا مگر خیر اسکا یہ جواب ہی کہ شہر بالمعنی جمع ہی کیونکہ تعداد مین بارہ مہینہ ہین چنانچہ اِثْنَا عَشَرَ شَہْرًا فرمایا ہے اور نیز پیشتر اونکو شہور فرمایا ہے اور انکے واسطے منہا مین ضمیر مؤنث مذکور ہو چکی ہے یہان بوجہ رعایت قاعدہ نحو کے شہر فرمایا گیا ہے کیونکہ عربی مین بعد دس کے گو تمیز جمع ہو مگر واحد بولی جاتی ہے مجکو حیرت ہی کہ پادریصاحب نے ہندوستان سے قواعد عربی کو بالکل مفقود سمجھ لیا ہے یا یہ کتاب حالت نشہ مین لکھی ہے اور اگر تعصب زیادہ تھا تو قرآن پر کیون عنایت فرمائی صرف ونحو کی کتابون پر اعتراض کرنا چاہیے تھا

جواب اعتراض دوم یہ ہے کہ ہرگاہ پادریصاحب نے ضمیر فیہن کو اِثْنَا عَشَرَ شَہْرًا کی طرف راجع کیا ہے تو پھر عام مہینے کون سے ہون گے اور کتنے جن مین سے بارہ کی تخصیص کی ہے کیا پادری صاحب کے نزدیک سال مین

بارہ مہینے سے زیادہ ہوتے ہین لیکن اونکی عقل و تعصب سے بعید نہین کہ قرآن کی مخالفت و عداوت سے سال مین بارہ مہینے سے زیادہ کے اثبات کی فکر مین ہون بہرحال اعتراض اول ضمیر مؤنث کا اعتراض دوم تخصیص ظلم کے ساتھ جمع نہین ہوسکتا یہ وہی مثل ہے کہ یک بام و دو ہوا اور بغیر اجتماع کے تنہا بھی محض تعصب ہے بلکہ اظہار جہالت اونکو مناسب تھا کہ اس کتاب کے چھپوانے مین عجلت نکرتے اور دوبارہ غور سے دیکھتے گو ترقی مین دیر ہوتی لیکن ہم اسی جواب پر اکتفا نہین کرتے بلکہ اصل وجہ تخصیص ظلم کی اور مطلب آیت کا بھی بیان کرتے ہین اور وہ یہ ہے کہ مراد ظلم سے ہر گناہ نہین صرف جنگ و جدال مراد ہے اور چار مہینے یعنے رجب ذیقعدہ ذی الحجہ محرم حق تعالی نے اسواسطے متبرک اور معظم مقرر کیے ہین کہ مسلمان ان مہینون مین حج اور عمرہ مین مشغول رہین اور دور دور سے حج کو آئین اور جائین اگر ان مہینون مین بھی اجازت جنگ ہوتی تو اکثر آدمی خصوصًا عرب کے لوگ اپنے دشمنون کے خوف کی سبب حج سے محروم رہتے اور ہر سال مکہ مین بہت کشت و خون ہوا کرتا کیونکہ وہان متخاصم مجتمع ہوجاتے ہین اور عرب کی عادت تھی کہ بغیر عوض لیے اپنے مقتول کے باز نہ آتے تھے اور سالہا سال تک اکثر قبائل مین عداوت اور لڑائی رہتی تھی اور اسی مصلحت سے غالبًا مکہ معظمہ مین بھی جنگ و جدال کو اور حج مین سخت بات کہنے کو بھی منع فرمایا ہے لَا جِدَالَ وَلَا فُسُوقَ فِي الْحَجِّ پس بنظر ایسے مصالح کے حکیم مطلق نے چند مہینون مین بتقدیم جنگ و جدال کو بتاکید منع فرمایا ہی اور قطع نظر اس وجہ کے ہم کہتے ہین کہ ہر گاہ حق تعالی نے ان چار مہینون کو معظم اور

محترم مقرر کیا اور ان مین عبادت کرنے کا اجر و ثواب بھی زیادہ کیا تو گناہ کا
عذاب بھی سخت ہونا چاہیے تھا اور یہ بات غالبا ہر ایک مذہب مین ہو کہ
اوقات متبرکہ اور مقامات مقدسہ مین گناہ اور جرم کرنے سے جرم مین سنگینی ہو
جاتی ہے اور امید عفو کم ہوتی ہے مثلاً اگر کوئی عیسائی یکشنبہ کو یا گرجا مین
کسی آدمی کو قتل کرے تو غالبا یہ قتل پادریون کو بہ نسبت عام قتل کے زیادہ
مکروہ و ناگوار ہوگا پس ایسی وجوہ سے ان ایام متبرکہ مین جنگ و جدال کو نہایت
تاکید سے منع فرمایا ہے اور اگر پادریصاحب ان مہینون کے متبرک
کرنے کی وجہ دریافت کرین تو علاوہ اوس وجہ کے جو پہلے مذکور ہوئی ہم الزاما
کہین گے کہ روز یکشنبہ کے متبرک ہونے اور تعطیل کی کیا وجہ ہی اگر معاذ اللہ
بقول شما خدا نے اوس روز تعطیل کی تھی تو لازم ہے کہ تم بھی اوس روز خدا کی
پیروی کرو اور عبادت نکرو کیونکہ عبادت مین بھی روحانی تکلیف بہت ہوتی
ہے اور اصطباغ یعنی ہولی واٹر اور عشاء ربانی یعنی حضرت مسیح کا خون
وگوشت کھانے کی کیا وجہ ہی اور جملہ احکام توریت و انجیل کی کیا علت ہے
فما ھو جوابکم فھو جوابنا **قولہ** ۲۳ فقرہ یونس مین ہے بِفَضْلِ اللّٰہِ
وَبِرَحْمَتِہٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوا یہ عبارت بھی غلط ہے کیونکہ مشار الیہ فضل اور
رحمت دو چیزین ہین پس لفظ ذلک بولنا نہ چاہیے تھا بلکہ ذینک کہنا واجب تھا
اقول آیہ کریمہ اسطرح ہے یٰۤاَیُّھَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ
رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ قُلْ بِفَضْلِ
اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِہٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ۝ ترکیب یہ ہے

کہ حرف باے جارہ متعلق ہے فعل محذوف جاء تکم سے اور اس محذوف
پر فعل قد جاء تکم مذکورہ بالا دلالت کرتا ہے اور مراد فضل و رحمت سے قرآن
ہے اور وہ ایک چیز ہے نہ دو چیزین اور اوسی کیواسطے موعظۃ اور شفا اور
ہدایت اور رحمت چار لفظ لکھے ہین پس اعتراض واہیات ہے اور اگر بنا بر
قول دوم کے مراد فضل سے رسول اللہ صلعم یا اسلام اور رحمت سے قرآن
ہو تو اوسوقت عبارت کی ایک یا دو طرح سے ترکیب ہو سکتی ہے **اوّلاً**
یہ کہ مشار الیہ فعل محذوف کا مصدر یعنی مجیئت ہو اور تقدیر عبارت یہ ہے قُل
جائتکم فضل اللہ و رحمتہ و بمجیئتھما فلیفرحوا اور مصدر یا مضمون
جملہ کو مشار الیہ یا مرجع ضمیر کا کرنا زبان عرب مین بہت شائع ہے کافیہ خوان
تک بھی واقف ہین فرزدق شاعر حماسی جناب امام ہمام سید الساجدین
زین العابدین علی بن الحسین کی مدح مین کہتا ہے کما فی الحماسہ **شعر** اللہ
شرفہ قدما و فضلہ ؎ جری بذلک فی لوحۃ القلم ؎ اس شعر مین
باوجودیکہ دونون فعلون کے مصدر مشار الیہ ہین پھر بھی اسم اشارہ
واحد ہے اور مشار الیہ تثنیہ اور آیہ کریمہ مین صرف مصدر واحد نکلتا ہے بلکہ
عرب مین ایسی صورتون مین کہ جہان اسم اشارہ یا ضمیر واحد ہو اور مشار الیہ
یا مرجع تثنیہ ہو یہ قاعدہ مقرر ہے کہ اوس تثنیہ کو مشار الیہ اور مرجع نہین کہتے
بلکہ مرجع اوسکا ایک عبارت محذوف یعنی المذکور فیما قبل کو مقدر کر لیتے
ہین چنانچہ ذوالرمۃ کے شعر مذکورہ ع و سالفۃ واحسنہ قذالا میں بھی
یہ تاویل ہو سکتی ہے و عجع ابن ہلال شاعر حماسی کہتا ہے **شعر**

مضت مائة من مولدی فنضو تھا ۴؎ وخمس تباع بعد ذالك واربع
ؔ بیان چونکہ لفظ ذاک مذکر ہے اور مشار الیہ اسکا لفظ مائة مؤنث ہے
اسلیے نحاة نے عبارت المذکورہ فیما قبل کو مقدر کرکے مشار الیہ مقدر فرض
کر لیا ہے ثانیًا یہ ہو کہ بِفَضْلِ اللہِ وَبِرَحْمَتِہٖ مبدل منہ ہے اور بذالك
بدل ہے چنانچہ زجاج نے اسی ترکیب کو اختیار کیا ہے **قولہ** ۲۴
فقرہ ہود مین ہے فَأْتُوا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِہٖ مُفْتَرَیَاتٍ پس لاؤ تم دس
سورتین قرآن کے مانند جھوٹی بنی ہوئی اس عبارت کے کیا معنی ہین یہی
فصاحت و بلاغت ہے کہ اپنا مطلب بھی سیدھا ادا کرنے کی طاقت نہین
ایسی واہیات عبارت بولتے ہین جس سے اپنا ہی گھر برباد ہوتا ہی یہ کلام
قادر کے معنی ہین + **اقول** نہایت تعجب ہی کہ معترض اس عبارت کے معنی
نہین جانتے ہم سے پوچھتے ہین یہ وہی صدائے شرک ربا ہے جو ہزارہا شعرائے
مشاہیر کی مجلسون مین کیجاتی تھی اور سب منفعل ہوکر سر جھکا لیتے تھے اور
یہ وہی ندائے کفر زدا ہے جو فصحا و بلغا کے شہرون مین دیجاتی تھی اور
سب عاجز ہوکر چپ ہو جاتے تھے یہ وہی آواز ہے جو مشرکون پر تلوار سے
زیادہ کام کرتی تھی اور نشتر کی طرح دلون مین پار ہوتی تھی یہ وہی کلام
ہے جسکا معارضہ اور مقابلہ کسی سے نکیا گیا اور ناچار ہوکر تلوار سے لڑنا
اختیار کیا اور لڑ بھڑ کر اپنا گھر برباد کیا مگر فصحائے عرب معترض صاحب کے
برابر فہم و ذہن نرکھتے تھے کہ اس عبارت کو بے معنی کہکر اپنا پیچھا چھوڑا لیتے
اور غلط کہکر اپنی ندامت رفع کر لیتے اونکا حال تو یہ تھا کہ اس عبارت کو

چھپ چھپ کر سنتے تھے اور نماز کے وقت خانۂ کعبہ کے عقب مین جا کھڑے
ہوتے تھے اور جب فصاحت و بلاغت کے لطف سے بیتاب ہو جاتے تھے
اور معارضہ اور مقابلہ سے ناچار تو اس عبارت کو سحر کہتے تھے اور بعض
تعصب و نفسانیت کے سبب افترا کرتے تھے کہ خدا کا کلام نہین ہے تمھارا
کلام ہے مگر لفظ غلط کبھی کسی کے منہ سے نہ نکلتا تھا جسطرح تیرہ سو برس
بعد مخاطب کے منہ سے نکلا ہے اور نہ کسی عبارت کا اولٹا مطلب بتاتے تھے
اور کیونکر بتاتے آخر جوہر سخن سنجی اور لیاقت سخن شناسی رکھتے تھے مطلق بے دماغ
نتھے سچ پوچھو تو اون ہی کو لطف اوٹھتا تھا وہی اسکے قدردان تھے اور
وہی اسکے حق شناس تھے چنانچہ لبید بن ربیعہ سا شاعر مصنف معلقہ رابعہ
اور نابغہ جعدی اور حسان سا شاعر اور بہت شعرا محض فصاحت کے سبب ایمان
لے آئے اب تو کسی کو اسکے صاف صاف معنی سمجھنے کی بھی لیاقت نہین ہے
جو کوئی عماد الدین صاحب کی کتاب کو دیکھتا ہے ہنس پڑتا ہے اور جو کوئی
سنتا ہے اوسکو واہیات کہتا ہے حق تو یہ کہ ایک لبید بن ربیعہ اور نابغہ جعدی
اور کعب بن زہیر اور حسان بن ثابت کا ایمان لانا فصاحت اور بلاغت کی تصدیق
کے واسطے کافی ہے جب ایسی عبارت بھی کسی کی سمجھ مین نہ آئے تو عبارت کا
کیا قصور ہے اور کسی کے سمجھانے سے کیا سمجھ مین آئے گا بقول سعدی
شعر گر نہ بیند بروز شپرہ چشم ؎ چشمۂ آفتاب راچہ گناہ ؎ مگر اہل عقل بنظر
انصاف آیت کو دیکھین اور پادری صاحب کی فہم کی داد دین آیۂ کریمہ
تحدی کے واسطے نازل ہوئی ہے اور یہ اسطرح ہے اَمْ یَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ

قُلْ فَأْتُوا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهِ مُفْتَرَيَاتٍ وَادْعُوا مَنِ اسْتَطَعْتُم مِّن دُونِ
اللّٰهِ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ع خلاصہ مطلب یہ ہی کہ مین مثل تمہارے ایک آدمی
ہون اور تم مین پیدا ہوا ہون اور تمہارے ساتھہ نشو و نما پایا ہے اور تمہارے
ہی سامنے بچہ سے جوان ہوا اور تم سے ہی کلام کرنا سیکھا جو تمہاری زبان ہے
وہی میری ہے مین کہین پردیس سے جاکر نہین سیکھہ آیا اگر تم اسکو خدا کا کلام
نہین جانتے اور میرا افترا سمجھتے ہو تو مثل اسکے فصیح و بلیغ اور اسی نظم و اسلوب
کی کچھہ عبارت افترا کرکے لاؤ جسطرح تم مجھکو کہتے ہو حقیقت مین وہی معنی سیدہے
ہین جسنے معترض صاحب اولٹے کہتے ہین لیکن فہم کی کجی ہے کیونکہ کفار کے قول
کو تسلیم کرکے بر سبیل فرض اونکے ہی قول سے اونکو الزاما جواب دیا ہے
کہ اگر تم اس کلام کو میرا کہتے ہو اور خدا کی طرف نسبت کرنے کو افترا جانتے
ہو تو خیر یون ہی سہی تم بھی ایسا مصنوعی کلام کہہ لاؤ کسیطرح تو مقابلہ مین
آؤ اور معقول ہو ناظرین غور فرماوین کہ دشمن کی بات کو تسلیم کرکے اوسی
کی بات سے الزام دینا کیسا اعلی درجہ کا جواب ہوتا ہے اور کیا عمدہ طریقہ
مناظرہ کا ہے معترض صاحب نے بھی اگرچہ اس آیت مین جوش و خروش کرکے
بہت کچھہ خاک اوڑائی ہے اور دل کا غبار نکالا ہے مگر کیا فائدہ ہوا اونہین
کی اولٹی لیاقت ظاہر ہوئی اور اپنے ہی گھر کو برباد کیا عقل اسیکو کہتے ہین
اور دانش اسیکا نام ہے کہ سیدھی بات کو اولٹا سمجھے **قولہ** ۲۰۵ فقرہ نحل
مین ہی وَيَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَهُمْ رِزْقًا مِّنَ السَّمَاوَاتِ
وَالْأَرْضِ شَيْئًا وَلَا يَسْتَطِيعُونَ اس قرآن کی آیت مین تین عیب ہین جو فصاحت

بلاغت کے برخلاف ہے اول آنکہ لفظ مَا مفرد ہے دوسرے یہ کہ یملک
صیغہ واحد کا ہے اور اونکے لیے لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ جمع کا صیغہ بولا گیا ہے
جو بالکل غلط ہے تیسرے یہ کہ غیر ذوی العقول کے جمع واو نون سے بولنا
جہالت ہے اسلیے یہ آیت فصیح نہین ہے **اقول** تینون اعتراض بے اصل
اور جہالت کی دلیل ہین اور ترجمہ آیت کا یہ ہے کہ پوجتے ہین مشرک لوگ
ایسون کو جو مختار نہین ہین روزی دینے پر اونکو آسمانون سے اور نہ زمین
سے اور نہ کسی چیز پر قدرت اور طاقت رکھتے ہین لفظ مَا سے کل معبودان
باطلہ اور آ‌ل مشرکین مراد ہین اور ہر ایک قسم کے مشرک سے خطاب ہے چنانچہ
عنوان آیت سے ظاہر ہے وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ الخ **اعتراض**
اول کا جواب یہ ہے کہ لفظ مَا اگرچہ لفظاً مفرد و واحد ہے مگر معنی کبھی جمع بھی آتا
ہے چنانچہ یہان بالمعنی جمع ہے اور جمعیت کی اس مین ممانعت نہین دیکھو جامی
نے لفظ ما اور من کی شرح مین لکھا ہے ویستوی فیهما المفرد والمثنے
والمجموع والمذکر والمؤنث اور برابر ہے ان دونون لفظون مین واحد و
تثنیہ اور جمع اور تذکیر اور تانیث اور اگر جامی کا اعتبار نہو تو شواہد یہ ہین
نابغہ **شعر** مهلا فداء لك الاقوام كلهم ۞ وما اثمر من مال ومن ولد ۞
ایضاً **شعر** فحلفت یا زرع ابن عمرو اننی ۞ مما یشق علی العدو ضرارها ۞
کما فی العقد دیکھو یہان لفظ مَا مین کس قدر جمعیت ہے کہ مال اسباب وغیرہ آدمی
تک جو ذوی العقول ہین شامل ہین طرفہ **شعر** فان مت فانعینی بما انا
اهله ۞ وشقی علی الجیب یا بنة معبد ۞ کما فی المعلقة الثانیة مراد شاعر

کی لفظ ما سے اوس کے مفاخر اور مناقب اور کمالات ہین اعتراض دوم
کا جواب یہ ہے کہ ایسے لفظ ما کے واسطے اختیار ہے کہ خواہ باعتبار لفظ کے
صیغہ واحد لایا جاوے خواہ برعایت معنی کے صیغہ جمع لایا جاوے چنانچہ
شعر طرفہ مذکورۂ بالا اس قاعدہ کا بھی شاہد ہے کہ ضمیر واحد غائب جو اھلہ
مین ہے لفظ ما کی طرف راجع ہے جو بالمعنی جمع ہے اور شعر دوم نابغہ مین بھی
بعوض ضمیر جمع غائب کے ضمیر متکلم واحد پر اکتفا کی ہے یعنی ضاری کہا ہے نہ ضارہم
اعتراض سوم کے تین جواب ہین اولا معبودان باطلہ کو بطور تہکم واستہزا
کے ذوی العقول فرمایا ہے اور یہ طریقہ عرب مین شائع ہے چنانچہ علم بدیع مین
یہ ایک صنعت مقرر کی گئی ہے شاہد ابونواس شعر اذا ما تمیمی اتاک
مفاخرا فقل عد عن ذا کیف اکلک للضب — کما فی المطول والمختصر
اور یہ طریقہ کچھ اہل اسلام کا موضوع نہین بلکہ غالبا ہر زبان مین ہوگا دیکھو
ہمارے ہندوستان مین آرام طلب کاہل خدمتگار سے آقا لوگ خفا ہو کر بطور
طعن کے کہا کرتے ہین کیون سرکار یہ کام کیون نہین کیا اور اسیطرح جب کوئی
عیاش فضول خرچ یا تعلی باز آدمی بوجہ اسراف کے تہیدست اور مفلس
پریشان ہوجاتا ہے تو لوگ طعن سے اوسکو کہنے لگتے ہین کہ اب تو نواب صاحب
کے پانون مین جوتہ بھی ثابت نہین قرآن مجید مین بھی اسطرح چند جگہہ
فرمایا ہے سورۂ والصّٰفّٰت مین حضرت ابراہیم کا مقولہ ارشاد ہوا ہے
فَرَاغَ اِلٰٓی اٰلِهَتِهِمْ فَقَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ مَا لَكُمْ لَا تَنْطِقُوْنَ مطلب ان
دو تین لفظون کا اردو محاورہ مین اسطرح ادا ہوتا ہے پس ابراہیم نے

بتخانہ مین گھسکر بتون سے کہا کہ تم کھاتے کیون نہین تم بولتے کیون نہین
حالانکہ بقول کفار تم معبود اور رزاق مطلق ہو بہرحال اپنے موقع پر اسطرح
گفتگو کرنا عین بلاغت ہے کہ تھوڑے لفظون مین بہت سا مطلب ادا ہوجاتا
اور اس معنی پر پہلی عبارت قرینہ موجود ہے کہ اولا معبودان باطلہ کو غیر ذوی العقول
کی طرح ارشاد کر دیا ہے تاکہ کسی کم استعداد کو شک نہو جاوے ثانیا پہلے
مذکور ہو چکا کہ آیت مین جمیع اصناف مشرکین سے خطاب ہے چہ بعض فرق یہود
مدعیان الوہیت عزیر چہ بعض فرق عیسائیہ مدعیان الوہیت مسیح چہ معتقدین
حلول مثل براہمہ کے چہ معتقدین نور و ظلمت چہ آتش پرست و چہ اصنام پرست
اور چونکہ ان معبودان باطلہ مین بعض ذوی العقول یعنی انسان بھی ہین
مثل حضرت عزیر اور حضرت مسیح علیہم السلام وغیرہ کے لہذا یہ جمع باعتبار شرف
افراد کے اور تغلیبا ارشاد فرمائی ہے اور صنعت تغلیب کا بیان پہلے مذکور ہو
چکا ہے کہ یہ امر عرب کی زبان مین شائع ہے ثالثا لَا يَسْتَطِيعُونَ يَعْبُدُونَ
پر عطف ہے نہ لَا يَمْلِكُ پر كَمَا فِي بیضاوی یعنی عبادت کرتے ہین یہ مشرکین
ہیچ در ہیچ چیزون کی اور ہرگاہ خود باوجود حیات اور لیاقت حرکات کے
کچھ قدرت نہین رکھتے تو پھر ان جمادات یعنی اصنام و بتون مین کیا قدرت
ہوسکتی ہے اور قدرت بھی نہین رکھتے اور باوجود اس عدم قدرت اور مجبوری
کے پھر نعمت خدا کا انکار کرتے ہین اور اوس سے مخالفت کرتے ہین چنانچہ
بعدہ فرمایا ہے أَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُونَ وَبِنِعْمَتِ اللَّهِ هُمْ يَكْفُرُونَ وَيَعْبُدُونَ
مِن دُونِ اللَّهِ الخ پادری صاحب تعصب کو دور کرکے کہین کہ یہ آیت غلط ہے

یا صحیح ہمکو معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت میں چونکہ مشرکین پر احتجاج اور طعن و ملامت ہے اسواسطے غصہ کے سبب پادریصاحب کو صحت و غلطی میں تمیز نہیں رہی **قولہ** ۲۶ فقرہ اسی میں ہے اِلّا کَلَمۡحِ الۡبَصَرِ اَوۡ هُوَ اَقۡرَبُ یعنی ایک پل یا اوس سے بھی قریب دیکھو پوری مدت نہیں تبلا سکتا اگر یہ خدا کا کلام ہوتا تو وہ شک کیون کرتا دوسری آیت قَابَ قَوۡسَيۡنِ اَوۡ اَدۡنٰی دو کمانون کی دوری یا اوس سے بھی کم تیسری آیت مین ہے اِلٰی مِائَةِ اَلۡفٍ اَوۡ يَزِيۡدُوۡنَ ایک ہزار یا اوس سے زیادہ چوتھی آیت فَهِيَ كَالۡحِجَارَةِ اَوۡ اَشَدُّ قَسۡوَةً پتھر کے مانند یا اوس سے بھی زیادہ سخت یہ چارون فقرہ ضرور ہے کہ خدا کے منہ کے نہون کیونکہ خدا قادر مطلق ہے اپنا دلی مطلب بیان کرنے پر قادر ہے آدمیون کی طرح عاجز اور شک کرنے والا نہین ہے کیونکہ شک بے علمی کی حالت مین ہوتا ہے پس محمد صاحب نے لفظ اَوۡ جو واسطے شک کے ہے کیون بولا اگر کہو کہ اَوۡ شک کے واسطے نہین ہے بلکہ بمعنی بل ہے تو بل اضراب کے لیے ہوتا ہے اور اضراب خبر سابقہ رجوع کرنے کو بولتے ہین پس یہ بھی خدا ہی تعالی پر محال ہے اس لیے تمام عالمون نے لاچار ہو کر مان لیا ہے کہ اَوۡ ضرور شک کے لیے بولا گیا ہے پس محمد صاحب کا یہ کہنا کہ قرآن کی عبارت اور مضمون دونون خدا کی طرف سے اور اوسکے منہ کے ہین اونکے حق مین نہایت نقصان کرتا ہے کسی نبی نے یہ نہین کہا بلکہ کلام مقدس کے جتنے مضمون ہین وہ سب خدا کی طرف سے ہین عبارت رسولون کے منہ کی ہے پس اس قسم کے اعتراض

ہمین ضرور نہین کرتے کیونکہ رسولون کے صحیفے ہین پر محمد صاحب دعوی کرتے ہین کہ مین خدا کے منہ کا لفظ لایا ہون مسلمانون کو لازم ہے کہ اسطرح کے اعتراض ہماری کتاب پر ہرگز نکرین **اقول** پادریصاحب نے اس قول مین تین اعتراض کیے ہین اولا انحصار معنی او کا شک اور ضراب مین ثانیا شک و اضطراب کا خدا پر محال ہونا ثالثا یہ کہ سب علما نے بیان اوکو شک کے واسطے مان لیا ہے پس یہ تینون اعتراض کم استعدادی کے سبب ہوئے ہین کیونکہ پادریصاحب نے مقدمات تفاسیر یعنی قواعد زبان عرب خوب نہین دیکھے وہ شرح ملا کو نحو کی بڑی کتاب سمجھے ہوئے ہین اسواسطے یہان ہمکو حرف او کا بیان کچھہ زیادہ کرنا مناسب ہے گو طول ہوتا ہے رضی شارح کافیہ لکھتے ہین اعلم ان الاحرف الثلاثة لاحد الامرین او والاموی واو واما العاطفة فی المعنی سواء الا فی شیئ واحد وھو ان او یجیئ بمعنی الی او الا و یجیئ او ایضا للاضراب بمعنی بل الخ اور پھر لکھتے ہین وقالوا ان لاو اذا کان فی الخبر ثلثة معان الشک والابھام والتفصیل واذا کان فی الامر فله معنیان التخییر والاباحة فالشک اذا اخبرت عن احد الشیئین لا یعرفه بعینه والابھام اذا عرفته بعینه وتقصد ان یبھم الامر علی المخاطب فاذا قلت جاء نی زید او عمرو ولم تعرف الجائی منھما فاو للشک فاذا عرفت وقصدت الابھام علی السامع کقول لبید وھل انا الا من ربیعة او مضر فالظاھر انه کان یعرف انه من ایھما قال تعالی

أَتَاهَا أَمْرُنَا لَيْلًا أَوْ نَهَارًا الخ اور ابن ہشام نے مغنی مین او کے واسطے
بارہ معنی لکھے ہین اور سیوطی نے بھی بہت معانی لکھے ہین حاصل مطلب ابن
ہشام کا یہ ہے کہ حرف او باعتبار اصل وضع کے احد الامرین کے واسطے
موضوع ہے مثل جاءنی زید او عمرو آیا میرے پاس زید یا عمرو یعنی دونو
مین ایک نہ دونون اور اسی کو عربی مین تردید کہتے ہین یعنی پھیرنا مگر کم استعداد
آدمی کو ایسا ہی گمان ہوتا ہی کہ تردید صرف شک کی حالت مین ہوتی ہے اور
کسی سبب سے نہین ہوسکتی لیکن بقول اکابر نحاۃ ظاہر ہوتا ہے کہ اسکے
بہت وجوہ و اسباب ہین منجملہ اونکے ایک شک کے باعث تردید کیجاتی ہے
دوم بنظر تخییر بھی تردید کیجاتی ہے اور تخییر یہ ہے کہ متکلم سامع کو دو یا چند
چیزون مین سے ایک چیز کے اختیار کرنے کی اجازت دیتا ہے نہ دونون
کی اجازت مثلاً انکح هندا او اختها یعنی ہند سے یا اوسکی بہن سے اور یہ
تخییر اکثر نحاۃ کی رائے مین بعد امر کے ہوتی ہے سوم بنظر اباحت تردید
کی جاتی ہے یعنی متکلم سامع کو دو چیزون مین ہر واحد کے واسطے اور بھی
دونون کے واسطے اجازت دیتا ہے مثلاً تعلم الفقه او النحو اور
ابن مالک کہتا ہے کہ ایسا او تشبیہ اور تمثیل مین اکثر آتا ہے شاہد یہ ہے
قطری بن الفجاءة الحماسی شعر حتی خضبت بما تحدر من دمی
اکناف سرجی او عنان لجامی شارح علی بن زکریا شرح مطبوعہ جرمن
مین کہتا ہے او هنا لیست للشك وانما هی التی یراد بها احد الامرین
علی المتعاقب وهی اما ذا واما ذا ولك ان تزید الجمع لان اصلها او للاباحة

وهذا كما يسأل الرجل فيقال له ما كان طعامك فى بلدك فيقول
الحنطة او الارز + لبيد شعر اقضى اللبانة لا افرط ريبة ؛
او ان يلوم لحاجة لوامها ؛ - كما فى المعلقة الرابعة + امرئ القيس
شعر كان سراته لدى البيت قائما ؛ مداك عروس او صلاية
حنظل ؛ - كما فى المعلقة چہارم ابہام کے واسطے تردید کیجاتی ہے ابہام
کے معنی پوشیدہ گفتن ہین اور نحاۃ کی اصطلاح مین یہ ہے کہ متکلم کو علم ہو
مگر بنظر مصلحت سامع پر پوشیدگی کردے تاکہ اوسکو شک رہے مثلا جب
کوئی مسلمان مناظرہ کرتے کرتے کافر سے دق ہوجاتا ہے تو آخر کو کہدیتا ہے
کہ خدا جانے تو حق پر ہے کہ مین حالانکہ اوس مسلمان کو اپنی حقیت کا
خوب وثوق ہوتا ہے مگر یہ ابہام اسواسطے کیا جاتا ہے کہ اگر محض اپنی حقیت
کو کہونکا تو یہ شخص پھر ناحق تقریر کریگا اور مفت دماغ سوزی ہوگی -
اکثر اوقات استاد بدشوق شاگرد طالب علم سے یا آقا خدمتگار سے
کہتا ہے کہ کھانا کھانے گئے یا تماشا دیکھنے کو حالانکہ استاد اور آقا کو اوس کے
تماشا دیکھنے کا یقین ہوتا ہے کبھی ایک دوست سے بنظر امتحان کہا جاتا ہے
کیون حضرت فلان جگہہ گئے تھے یا گھر حالانکہ متکلم کو اصل جگہہ جانے کا علم
ہوتا ہے شاہد لبید شعر تمنی ابنتای ان یعیش ابوهما ؛ وهل انا
الا من ربيعة او مضر ؛ - كما فى المجمع وشرح الكافية للرضى بیان
کوئی عاقل احتمال نہین کرسکتا کہ جیسے نسب اور قبیلہ کو اس زمانہ تک دوسرے
ملکون کے باشندے جانتے ہین اوسکو اپنے نسب مین شک ہو بلکہ بنظر تفصیل

وتقسیم کے بھی تردید کیجاتی ہے مثلاً الکلمۃ اسم او فعل او حرف اور هذا اما ان یکون جوھرا او عرضا یہان مجرد تقسیم و استدلال کے واسطے ہے نہ شک و ابہام کے واسطے جعفر بن علبۃ الحارثی شعر فقالوا لنا ثنتان لا بد منهما صدور رماح اشرعت او سلاسل - کما فی الحماسۃ والمغنی یہان تک صرف تردید کا بیان تھا علاوہ تردید کے حرف او بمعنی واو یعنی مطلق جمع بین الامرین کے واسطے آتا ہے امرئ القیس شعر فظل طهاۃ اللحم من بین منضج ؛ صفیف شواء او قدیر معجل ؛ - کما فی المعلقۃ + حمید بن الثور الهلالی الصحابی شعر قوم اذا سمعوا الصریخ رایتهم ؛ من بین ملجم مهرہ او سافع ؛ - کما فی المغنی علاوہ اسکے حرف او اضراب کے واسطے بھی آتا ہے اور اہل کوفہ اور ابو علی اور ابو الفتح اور ابن برہان اور فرا اور رضی نے لکھا ہی کہ اسمین تقدّم نہی و نفی اور اعادہ عامل کی شرط نہین جسطرح سیبویہ نے کی ہے بلکہ مطلقاً اضراب کے واسطے آتا ہے اور چونکہ معترض نے اس معنی کو خود لکھا ہے اسواسطے اسکے استشہاد کی ضرورت نہین **اعتراض دوم** یعنی یہ کہ اضراب خدا پر محال ہے اسکا یہ جواب ہی کہ اضراب دو طرح کا ہوتا ہے ایک یہ کہ جو کلام کہ حرف اضراب سے سابق ہو وہ کلام لاحق مین داخل نہو یا لاحق بہ نسبت سابق کے ناقص ہو مثل رایت حمارا بل زیدا اور اعطیتہ الف درہم بل مائۃ درہم دوسرے یہ کہ جو کلام کہ حرف اضراب سے سابق ہو وہ لاحق مین مع شئی زائد داخل ہو مثل اعطیتہ الف درہم

بل الفی درهم اور اسی کو ترقی کہتے ہین پہلی قسم کا اضراب خدا پر محال ہے
کیونکہ پہلے کلام سے متباین و مخالف کلام کرنا قائل کی عقل مین خطا ظاہر کرتا ہے
اور دوسری قسم کا اضراب صرف خطاے عقل کے ہی سبب نہین بلکہ اور اور
مصلحتون کے سبب بھی ہوتا ہے اسواسطے خدا پر محال نہین کما ذکرہ
العلامة الطبرسی وغیرہ چنانچہ کبھی اس سے اظہار عظمت اور وقعت
منظور ہوتی ہے کبھی تذلیل و تحقیر مطلوب ہوتی ہے کبھی تاکید اور تہدید
مد نظر ہوتی ہے مثلاً ایک شخص کہے کہ مینے اپنے بھائی کو سو روپیہ بلکہ دو سو
روپیہ دیے تو اسکلام سے یہ بھی ظاہر ہوگا کہ دو سو روپیہ کی مقدار دینے
والے کی نظر مین ایک عظمت رکھتی ہے یا یہ کہ بھائی کی لیاقت دو سو روپیہ
کے لائق تھی یا جس کام کو روپیہ دیا تھا وہ کام دو سو کے قابل نہ تھا یا یہ
کہ اوس زمانہ مین دیگر اشخاص اپنے بھائی کو اسقدر روپیہ نہین دیتے
غرضکہ اس ترقی کے اسباب اور مصلحتین انواع و اقسام طور کی ہوتی ہین
کہ جنکا حصر نہین ہوسکتا شاہد ہے جریر شعر ماذا تری فی عیال قد
برمت بہم لم احص عدتهم الا بعداد کانوا ثمانین او زادوا
ثمانیة لولا رجاءك قد قتلت اولادی کما فی المغنی **شعر**
بدت مثل قرن الشمس فی رونق الضحی وصورته او انت فی العین
املح کما فی الرضی والجمع انشده الفراء دیکھو ان اشعار مین
حرف او ترقی کے واسطے ہے بعد اس بیان کے ہر ایک آیت کا
جواب تفصیلاً لکھا جاتا ہے پہلی آیت وما امر الساعة الا کلمح البصر او

هو اقرب اسمین یہ اعتراض کیا ہے کہ پوری مدت نہین بتائی جواب یہ ہے کہ اس آیۂ کریمہ مین حرف او ابہام کے واسطے ہے یا بمعنی بل ترقی کے واسطے ہے اور اضراب بطور ترقی خدا پر محال نہین کما ذکرنا مطلب آیہ کا یہ ہے کہ خداوند قادر مطلق کی قدرت ایسی ہے کہ اوسکے نزدیک قیام قیامت اور حشر اموات مثل چشم زدن کے ہے کہ ایک امر کن مین مثل ازل کے سب موجود ہو سکتے ہین یا کہ اس مدت سے بھی قریب تر مین موجود ہو سکتے ہین اگرچہ حق تعالی کو تحقیقی مدت کا علم ہے مگر مخاطبین یعنی بندون پر اوس مدت کو مبہم کر دیا ہے یا بطور ترقی کے اقل مدت کو حسب اذہان عباد ظاہر کر دیا ہے باقی رہا یہ امر کہ پوری مدت کیون نہین بیان کی پس اگرچہ مفسرون نے اوسکا تعرض نہین کیا مگر ظاہرا اسکی کئی وجہ معلوم ہوتی ہین اولا یہ کہ یہان حق تعالی کو اپنی قدرت کا اظہار اور اثبات منظور ہے نہ تعیین مدت قیامت پس خدا کا مطلب یہ ہے کہ جہان تک جسکا ذہن جاوے اور جسقدر مرتبہ قلت کا کوئی نکالے اوسی پہ ہم قادر ہین گو جزو لایتجزی ہی کے مساوی ہو اوسکو کوئی مشکل اور محال اور بعید خیال نکرے ثانیا یہ کہ اگر مدت معین مذکور ہوتی اگرچہ وہ نہایت قلیل ہوتی تو بھی اوس سے قدرت خدا کا محصور ہونا سمجھا جاتا اور معاندین اعتراض کرتے کہ اہل اسلام کے نزدیک خدا کی قدرت محصور ہے اور اون کے نزدیک خدا مجبور ہے کہ اس سے کم زمانہ مین قیامت نہین کر سکتا ثالثا یہ کہ موافق اذہان عوام اور محاورات

عرب کے یہ پوری مدت بھی ہے اور تحقیقًا اس سے بھی اقل و کمتر مقدار کا
بیان بلاضرورت خلاف بلاغت ہے کیونکہ اذہان پر اوسکا سمجھنا بلکہ
حکیم کو بھی عوام کا سمجھانا دشوار ہوتا ہے اسواسطے کہ لمحہ یعنی پل سے
کم مقدار کے واسطے کچھ نام مقرر نہین اس سے کم زمانہ بقاعدہ کسر اسی مقدار
قلیلہ کی طرف نسبت کر کے سمجھایا جاتا ہے مثلًا اگر کسی ناخواندہ آدمی بلکہ
خواندہ غیر حساب دان سے کہو کہ پل کے فلان کسور اعشاریہ مین اس کام کو کر دو
وہ اوس مقدار کو ہرگز نہ سمجھیگا اور اگر یون کہو کہ پل سے بھی کم مدت مین
اس کام کو کر دو تو فورًا سمجھ لے گا رابعًا یہ کہ تعیین مدت و وقت
قیامت خود جناب الٰہی کو منظور نہین یہ کسی کو نہین بتایا یہان تک کہ حضرت
عیسیٰؑ کو بھی باوجود خدائے نصارٰی ہونے کے اوسکی خبر نہین اونھون
نے بھی حواریون سے اسیطرح مبہم کہا ہے

دوسری آیت

سورۂ والنجم مین قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی ہے اسمین وہی پورا فاصلہ نہ
بتانے کا اعتراض کیا ہے اسکا **جواب** یہ ہے کہ بیان اوابہام کے
واسطے ہے اور ترقی کے واسطے بھی ہو سکتا ہے اور بیان قربت مین
کمی فاصلہ کے اندر ترقی ہے اور قوسین ادنی مین مع شی زائد داخل
ہے اور فوائد اور نکات ابہام کرنے سے یہ ظاہر ہین اولًا حضرت جبرئیل
ملک مقرب جو نفوس مجردات سے ہین اونکا متحیز ہونا اور کسی سے قریب ہونا
مثل مادیات کے نہین جو سب کی سمجھ مین آجاوے خصوصًا صورت اصلی
سے قریب ہونا جسطرح ابتداء بعثت مین واقع ہوا اسواسطے اوس تحقیقی

قربت اور فاصلہ کو بیان نہین کیا گیا صرف ہماری عقل و فہم کے مطابق بیان کر دیا ہے تاکہ ہم تخمینہ کرین ثالثاً اگرچہ عرب مین قوس و نیزہ وغیرہ سے پیمایش کرنا مروج تھا مگر اسکے حصص و کسرات مروج نہ تھے جیسے گز کے حصص گرہ مروج ہین قوس کے کسرات کا بیان خلاف محاورہ اور باعث مضحکہ ہوتا رابعاً لفظ ادنی کے فرمانے سے فاصلہ بھی حاصل ہو گیا اور قوس سے کم ہوتا بھی تیسری آیت سورہ والصّٰفّٰت مین حضرت یونسؑ کے حال مین ہے وَاَرْسَلْنٰهُ اِلٰى مِائَةِ اَلْفٍ اَوْ يَزِيْدُوْنَ اس آیت مین بھی پوری تعداد نہ بتانے کا اعتراض کیا ہے جواب یہ ہی کہ یہان حرف او ابہام کے واسطے ہے یا بمعنی بل ترقی کے واسطے ہے کما فی المجمع مطلب یہ ہی کہ بھیجا ہمنے یونسؑ کو لوگون کے گمان مین ایک لاکھہ آدمیون کی طرف سو وہ غلطی پر ہین بلکہ لاکھہ سے زیادہ تھے اور یہ اعتراض کہ پورا عدد نہین بتا سکھا محض غلط ہے اونکو یون اعتراض کرنا چاہیے تھا کہ پورا عدد قرآن مین کیون نہین لکھا کسواسطے کہ تعداد اوس قوم کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معلوم تھی اور امت سے بھی ارشاد کر دی تھی بلکہ اونکا مسکن کہ زمین نینوا مضافات شہر موصل مین تھا اور اکثر احوال بیان فرما دیا ہے چنانچہ ابن عباس سے روایت ہے کہ اس قوم مین ایک لاکھہ بیس ہزار آدمی تھے اور دیگر صحابہ سے بھی روایت ہین اور قرآن مجید مین نہ لکھنے کا باعث وہی رعایت فاصلہ اور موزونی عبارت ہے جو فصاحت کے واسطے ضروریات سے ہے

چوتھی آیت فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً ہے **جواب** یہ ہے کہ اس آیت مین حرف او اباحت کے واسطے گا قال الزجاج اور تفصیل کے واسطے بھی ہوسکتا ہے یعنی بعض قلوب مثل پتھر کے سخت ہین اور بعض پتھر سے بھی زیادہ اور ابہام کے واسطے بھی ہوسکتا ہے اور تخییر اور تردید کے واسطے بھی ہوسکتا ہے جسطرح بیضاوی وغیرہ نے لکھا ہے پادریصاحب جو لکھتے ہین کہ تمام عالمون نے مان لیا ہے کہ او ضرور شک کیواسطے ہے شاید اونھون نے لفظ تردید سے جو بیضاوی نے اس آیت مین دوسرا قول لکھا ہے یا لفظ بل یا اضراب سے جو بعض مفسرین نے کہین لکھا ہے یہ مطلب نکالا ہے لیکن یہ تحریف معنوی ناظرین تفاسیر کے روبرو پیش نہین جاوے گی کیونکہ ہم پہلے بیان کرچکے ہین کہ تردید ایک عام لفظ ہے ہمیشہ شک کے ہی سبب نہین ہوتی بلکہ اوسکے بہت اسباب ہین اور اسیطرح اضراب کی بھی دو قسمین بیان ہوچکی ہین منجملہ اونکے ترقی خدا پر محال نہین اور بیضاوی نے آیہ اَوْ كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَاءِ الخ کی ذیل مین صاف لکھدیا ہے کہ او باعتبار اصل وضع کے تساوی شک کیواسطے ہے مگر پھر اسکے معنی مین توسیع ہوگئی ہے کہ محض تساوی کے واسطے بولا جاتا ہے اور شک نہین ہوتا جسطرح جالس الحسن او ابن سیرین فقط یہ تقریر بیضاوی کی جداگانہ نہین وہی قاعدہ ہی جو رضی اور ابن ہشام وغیرہ نے لکھا ہے بہرحال ان آیات مین حرف او کو شک کے واسطے نہین لکھا اور شک بھی وہ شک کہ قائل کی طرف سے ہو معاذ اللہ من ذلک پادریصاحب نے اس کتاب مین اپنی امانت اور راستبازی کا بھی وعدہ کیا ہے لہذا اون پر فرض ہے

کہ اوس عالم کا نام بتائین جس نے بیان او کو شک کے واسطے لکھا ہو ورنہ افترا اور
دروغگوئی کا داغ اون کے ذمہ سے زائل نہوگا اور اگر تردید یا اضطراب یا ابہام
کو اپنی طرف سے شک بیان کیا ہے تو یہ تحریف معنوی بدتر از دروغ ہے

اور بعد اسکے جو اونھون نے لکھا ہے کہ کلام مقدس کے جتنے مضمون ہین وہ سب خدا کی
طرف سے ہین عبارت رسولون کے منہ کی ہے پس اس قسم کے اعتراض ہمین ضرر
نہین کرتے کیونکہ رسولون کے تخمینے ہین مسلمانون کو لازم ہے کہ اس طرح کے
اعتراض ہماری کتاب پر نکرین فقط جواب اسکا یہ ہے اگر اہل اسلام کی عقل و شعور
اور اصول و عقائد عیسائیون کے سے ہوتے تو وے اونکی کتب پر اس قسم کے اعتراض
نکرین مسلمان تو یہ جانتے ہین کہ مضامین الفاظ کے تابع ہوتے ہین اور لفظون سے
مطلب برآمد ہوتا ہے وہ نہین سمجھ سکتے کہ الفاظ آدمی کچھ بولے اور مطلب اوسکا کچھ ہے
ہان اگر کتب سماوی مین صنائع و بدائع نہونے پر مسلمان اعتراض کرین یا فصاحت و
بلاغت نہونے پر تب پادری صاحبکا یہ عذر درست ہو مضامین پر اعتراض کرنے
مین یہ عذر درست نہین ہم کہتے ہین کہ اگر رسولون نے خدا کا بتایا ہوا مضمون
کل بعینہ لکھا ہے تو عبارت بھی ضرور اوسکے مطابق ہوگی پس جو اضطرابات اور
ترقیان بائبل مین ہین اونکا مضمون بھی خدا کی طرف سے ہوگا اور اگر عبارت
مضمون خدا کے مطابق نہین تو رسولون نے مضمون کو یا تو بعینہ یا نہین رکھا
حق اور باطل مختلط ہو گیا یا باوجود یاد کے کم لیاقتی سے یا قصداً اور خطاً
یا سہواً مضمون کو عبارت مین ادا نکیا بہر کیف تمام صورتون مین بائبل قابل
اعتماد نہین رہتی اور پادری صاحب کو بھی سخت مشکل پڑیگی کیا معنی کہ

جب وہ بازار مین کھڑے ہوکر انجیل سنا دین گے اور دین عیسائی کی دعوت
کرین گے تو سامعین اونکو یہ جواب دے سکتے ہین کہ ہم کو دین اور احکام
خدا قبول کرنے مین عذر نہین مگر یہ یقین نہین کہ یہ سب احکام بعینہ خدا کے ہین
کیونکہ بقول شما رسولون نے بعینہ مضمون الہام کو یاد نہین رکھا اور
یہی عذر دوسرے لوگ روز قیامت کو خدا کے سامنے بھی کرسکتے ہین ہم تسلیم
کرتے ہین کہ حق تعالی اونکو اس عذر کا یہ جواب دیگا کہ تم جھوٹے ہو ہمارے رسول
معصوم تھے وہ بعینہ ہمارے مضمون کو یاد رکھتے تھے اور تم تک پونہچاتے تھے
اگر وہ الہام مین خطا کیا کرتے یا نالیاقتی کے سبب ادا نکرسکتے تو اپنے ہمعصرون
سے بات بات مین الزام کھایا کرتے سب کے نزدیک بے اعتبار اور ذلیل ہوجاتے
کیونکہ ہر ایک رسول کے عصر مین لئیق اور ذی کمال آدمی بھی ہوتے رہے ہین
پھر ایسے لوگ کیونکر اونپر ایمان لاتے اور بعدہ لوگ ایمان پر کیونکر قائم رہتے
الغرض ضرور ہے کہ کتب سماویہ کے اضرابات و ترقیات و تردیدات خدا
کی طرف سے ہون ورنہ یہ بڑی قباحت لازم آوے گی آفرین ہے پادری صاحب
کی عقل و اعتقاد پر کہ چار آیتون پر اعتراض کرنے کی غرض سے کل بائبل کو
غیر معتبر اور غلط کر دیا یہ وہی مثل ہے بنی قصرا وھدم مصرا **قولہ** ۲۷
فقرہ اسمین یعنی سورہ نحل مین ہے سرابیل تقیکم الحر کرتے جو بچا دین تمکو
گرمی سے حالانکہ وہ تو سردی سے بھی بچاتے ہین پس تقیکم الحر والبرد کہنا
چاہیے تھا **اقول** یہ اعتراض معترض کی قلت تدبر اور عدم تتبع کلام عرب کے
سبب واقع ہوا ہے اگر وہ اونکے کلام کو دیکھتا تو وہ واقف ہوتا اکثر اون کی

محاورات ایسے ہین جو ہمارے محاورات سے نہین ملتے چنانچہ جب دو چیزین
متقابل یا لازم ملزوم ہوتی ہین تو صرف ایک کو ذکر کرتے ہین اور بوجہ تبادر
و قرائن کے دوسری چیز کو مخاطب کے ذہن پر محول کرکے چھوڑ جاتے ہین اور
اوسکے ذکر کو زائد و فضول سمجھتے ہین اور اس طرز کو صنعت اکتفا کہتے ہین لبید
شعر احمد الله فلا ندله ؛ بیدہ الخیر ما شاء فعل ؛ کما فی السیرة
المتقب الحماسی یعنی عابد بن محصن شعر وما ادری اذا یممت ارضاً
؛ ارید الخیر ایهما یلینی ؛ چونکہ خیر و شر مقابل کے لفظ ہین اسواسطے
شاعر نے لفظ شر کو چھوڑ دیا ہے اس آیت مین اوپر سے جناب باری تعالی اپنی
نعمتون کا بیان فرماتا ہے کہ اللہ نے تمہارے لیے اون چیزون مین سے جو پیدا
کی ہین سایہ درختون کے اور مکان کے اور خیمون وغیرہ کے ہین اور بنائین تمہارے
لیے پہاڑون مین چھپنے کی جگہہ تاکہ دھوپ سے اور دشمن سے وہان پناہ لے یہ
سب چیزین عرب کے حسب حال ہین اور خصوصاً اونکو نعمت ہین اور وجہ تخصیص
ذکر گرمی کی یہ ہے کہ ملک عرب چونکہ بہ نسبت اکثر اقالیم کے خط استوا سے
متصل ہے اور خصوصاً حجاز و یمن تخمیناً بیس ٢٠ درجہ پر ہے وہان اکثر اوقات
گرمی رہتی ہے اور شدت سے ہوتی ہے اور سردی کم اور خفیف ہوتی ہے
اور عرب کا دستور ہے کہ اکثر و اغلب چیز کی حالت بیان کرتے ہین اسواسطے وہی
صفت بیان کی ہے جیسکے وہی لوگ زیادہ تر محتاج اور قدردان تھے اور اسکی
ضرورت اور فوائد سے بہ نسبت سرد ملک والون کے خوب واقف تھے شعر
ترا شکستہ در پا نوک خارے ؛ عیار نیش مژگان اچہ دانی ؛ فقولها ٢٨٩

فقرہ بنی اسرائیل مین ہے مسجد الاقصی الذی بارکنا حولہ مسجد اقصیٰ تک یعنی یروشلیم کی ہیکل تک جس کے اردگرد ہمنے برکت دی ہے یہ بھی غلط ہے کیونکہ اوسکے اندر برکت تھی نہ اوسکے اردگرد یں یون بولنا چاہیے تھا بارکنا فیہ یعنی ہمنے برکت دی اوس مین **اقول** قرآن مین اَلْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی ہے نہ مَسْجِدِ الْاَقْصٰی پادریصاحب کو جب فصاحت و بلاغت پر اعتراض نہین ملے تو ایسے اعتراض لکھنے لگے جو مضمون کی صدق و کذب سے متعلق ہین حالانکہ مضمونی اعتراضات کے واسطے جداگانہ فصل لکھی ہے خیر یہ بھی سہی مگر اس سے بھی زیادہ عجیب یہ ہے کہ اپنے خدا کے مولد کا بھی حال معلوم نہین جو مسجد اقصیٰ کے حوالی کی برکت کا انکار صریح کرتا ہے کیا معترض کو یہ نہین معلوم کہ یروشلیم کے نواح و سواد سیر حاصل اور نہایت سرسبز اور بہ نسبت جملہ سرزمین عرب کی قابل زراعت ہے اور میوون کے درخت اور سبزہ گھاس پات کثرت سے وہان پیدا ہوتا ہے اور مایحتاج و ماکولات اسقدر پیدا ہوتے ہین کہ وہان کے باشندون کو دوسری جگہ سے لانے منگانے کی ضرورت نہین ہوتی بخلاف مکہ معظمہ کے کہ وہان کی سرزمین بنجر اور غیر ممکن الزراعت ہے اور پانی کی بھی قلت ہے جب دوسرے ملکون سے غلہ آتا ہے تب اونکو کھانا میسر ہوتا ہے خود اوسکو خداوند عالم وادی غیر ذی زرع فرماتا ہے یہ برکت تو دنیا کی ہے اور دین کی برکت یہ ہے کہ اوسکے اردگرد انبیا علیہم السّلام کے گھر تھے اونکے گھرون مین ملائکہ مقربین نازل ہوتے تھے رحمت خدا نازل ہوتی تھی پس گردونواح اوس مسجد کا معدن انبیا اور مہبط وحی خدا تھا اس سے زیادہ کیا برکت ہوگی رہا یہ امر کہ اوسکے اندر برکت

تھی پس یہ بھی صحیح ہے مگر اِرد گرد کا متبرک ہونا اندر کی برکت کو نفی نہین کرتا
یہ کہان سے سمجھا گیا کہ اوسکے اندر برکت نتھی اندر کی برکت کے ذکر نکرنے کا
وہی سبب ہے جو آیۂ سابقہ مین مذکور ہوا کہ اوسکا ذکر فضول تھا اوسکی برکت
کے قرینہ بہت تھے اقصی کے کہنے سے اور مسجد ہونے سے اور آنحضرت صلعم کے
تشریف لے جانے سے ہی اوسکی برکت ثابت ہے علاوہ اسکے اندر کی برکت سب کے
ذہن مین تھی اور ہمیشہ سے مشہور تھی اوسکے ذکر کی چندان حاجت بھی نتھی
ہان اگر صرف اندر کی برکت بیان ہوتی تو اوس سے حوالی کی برکت مفہوم
نہوتی اور اگر اعتقاد دینی سے قطع نظر کرو اور معنی لغوی برکت یعنی زیادتی
اور افزونی کو دیکھو تو ثابت ہوگا کہ بوجہ شرف پیداوار اثمار و اشجار و نباتات
و غلات و میوہ کے حوالی کی برکت مشاہد اور محسوس ہے نہ اندر کی اندر کی برکت
صرف اعتقادی ہے **قولہ** ۲۹ فقرہ کہف مین ہے فلما بلغا مجمع بینھما
نسیا حوتھما فاتخذ سبیلا پھر جب پہونچے دریا کے ملاپ پر دونون
بھول گیے اپنی مچھلی یہ بالکل غلط ہے کیونکہ ایک شخص بھولا تھا نہ دونون اور
دلیل اسکی یہ ہے کہ خود یوشع کہتا ہے انی نسیت الحوت مین بھول گیا
مچھلی کو پس پہلی آیت مین تثنیہ کا صیغہ محمد صاحب نے قرآن مین غلط بولا ہے
اقول یہان نسی کے معنی ترک ہین اور چونکہ بھولنے کا الزام پیغمبر کو لگایا ہے
اسواسطے آیت کو بھول گیے آخر آیت یون ہے فاتخذ سبیلہ فی البحر سربا
یعنی جب پہونچے دونون دریا کے ملاپ پر تو دونون اپنی مچھلی کو چھوڑ گیے اور
مچھلی نے رنگ کے اندر اندر دریا کا رستہ لیا یہ بات بہت صاف ہی اور روز

مین داخل ہے کہ جب دو شخص باہم رفاقت کے ساتھہ سفر کرین اور زاد راہ وغیرہ
دونون کا مشترک ایک رفیق کے پاس رکھا ہوا ور وہ اوسے کسی جگہہ منزل پر
چھوڑ جاوے تو تیسرا شخص جب اوسے دیکھے گا تو اپنے دل مین یا اور دن سے
ذکر کرتے وقت یہی کہے گا کہ وہ دونون مسافر اپنی چیز چھوڑ گئے اسیواسطے
جناب الہی نے مچھلی چھوڑنے کو دونون کی طرف نسبت کیا ہے یوشع نے مچھلی
چھوڑی اور حضرت موسیٰ نے یاددہانی چھوڑی احتیاط یہ تھی کہ حضرت موسیٰ
ہی چلتے وقت دریافت کرلیتے کیونکہ درحقیقت مچھلی دونون کی غذا تھی چنانچہ
حضرت موسیٰ نے بھوک کے وقت طلب بھی فرمائی تھی یہان تک حق تعالے کا بیان
تھا کہ اپنی طرف سے اس قصہ کا ذکر کیا ہے اور نَسِیتُ الْحُوتَ جو فرمایا ہے یہ
حضرت یوشع کے قول کی حکایت کی ہے کہ یوشع نے یون کہا اور یوشع کو یون ہی
کہنا لازم تھا کہ مین چھوڑ آیا کیونکہ مچھلی اون کی تحویل مین تھی پس پہلی آیت بنا بر
ملکیت کے ہے اور دوسری آیت بنا بر تحویل کے ہے اور کچھہ مخالفت نہین

قولہ ۳۰ فقرہ مریم مین ہے فلا یخرجنکما فتشقی غلط ہے فتشقیا کہنا
چاہیے تھا کیونکہ دو کی نسبت خطاب ہے یہان تثنیہ کی جگہہ محمد صاحب نے لفظ واحد
غلط بولا ہے **اقول** یہ آیت سورہ مریم مین نہین سورہ طہ مین ہے اور اسطرح ہے
فَقُلْنَا یَا آدَمُ إِنَّ هٰذَا عَدُوٌّ لَكَ وَلِزَوْجِكَ فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقَىٰ
إِنَّ لَكَ أَلَّا تَجُوعَ فِيهَا وَلَا تَعْرَىٰ وَأَنَّكَ لَا تَظْمَأُ فِيهَا وَلَا تَضْحَىٰ یہان
ابتدا سے آخر تک صرف حضرت آدمؑ سے خطاب ہے اور اسیواسطے ہر جگہہ ضمیر واحد
فرمائی ہے حضرت حوا سے خطاب نہین کیونکہ جو نتیجہ شیطان کی عداوت سے نکلنا معلوم

تھا او سمین حضرت حوّا بھی شریک و شامل تھین اور اونکا بار یعنی تحصیل ضروریات معاش حضرت آدمؑ کی ہی ذمہ تھی اسواسطے اونکا ذکر بیکار تھا مگر چونکہ اس شراکت وشمول کی تصریح نتھی اسواسطے ایسے امر مین اونکی شراکت بیان فرمادی ہے جس سے تمام امور مذکورہ آیت یعنی جوع و عریانی و تشنگی و تظلیل سب مین شراکت ظاہر ہو جاوے بلکہ اگر جوع و عریانی وغیرہ مین بھی دونون کی طرف خطاب ہوتا تو بھی لفظ تشقی مین حضرت آدمؑ ہی سے خطاب ہونا چاہیے تھا کیونکہ تحصیل معاش مین زحمت اور تعب اوٹھانا حضرت آدم علیہ السلام کا ہی خاص کام تھا ہماری اردو مین بھی اسیطرح کہین گے کہ اے زید خالد تیرا اور تیری بی بی کا دشمن ہے ایسا نہو کہ تم دونون کو گھر سے نکال دے تو تو ناحق زحمت مین پڑجاوے اور اب تو آرام سے بیٹھا ہے کسی بات کی تکلیف نہین اگر پادری صاحب کو شک ہو تو دہلی لکھنؤ مین جاکر دریافت کرلین کہ یہ تقریر اردو مین صحیح ہے یا نہین **قول** ۱۳۱ فقرہ سورۃ الحج مین ہے او ما ملکت ایمانھم یہ عبارت غلط ہے او من ملکت ایمانھم بولنا چاہیے تھا کیونکہ لفظ ما غیر ذوی العقول کے واسطے ہے اسلیے من کہنا لازم تھا **اقول** یہ آیت سورۃ الحج مین نہین ہے سورۃ المومنون مین ہے کتب نحو مین لکھا ہے کہ لفظ ما کبھی بمعنی من بھی یعنی ذوی العقول کے واسطے بھی آتا ہے مگر قلیل چنانچہ شرح جامی مین ہے وما بمعنی الذی فیما لا یعقل غالبا نحو عرفت ما عرفت وجاء فیما یعقل شاہد ہے زہیر منتصر قوما ابوھم سنان حین تنسبھم طابوا وطاب من الاولاد ما ولدوا و نابغۃ ششقین

فحلفت یا زہرم ابن عمرو انی ٭ مما یشق علی العدو ضرارہی ٭ ایضاً
شعر مھلاً فداء لك الاقوام کلھم ٭ وما اثمر من مال ومن ولد ٭ کما
فی العقد اور بیان جو لفظ من نفر مایا لفظ ما فرمایا بلاغت آمین یہ ہے کہ آئینا
سے زن آزاد کی شرافت ظاہر ہو جاوے کہ لونڈی اگرچہ مدخولہ ہو مگر تاہم
مثل مال وجائداد کے ہے چاہو اوسے ہبہ کر دو چاہو فروخت کر دو چاہو کسی پر
حلال کر دو گویا مثل غیر ذوی العقول کے ہے اور مراتب وخاطر داری مین
زن آزاد کے ہمسر نہین ہو سکتی **قولہ** ۳۲ فقرہ نورین ہے فَاِذَا دَخَلْتُمْ
بُيُوتًا فَسَلِّمُوا عَلَىٰ أَنفُسِكُمْ جب گھرون مین داخل ہو تو اپنے نفسون پر سلام کرنا
غلط ہے یون بولنا چاہیے تھا فسلموا علی اہلکم وعیالکم سلام کرو اپنے اہل
وعیال پر **اقول** یہان اہل وعیال اور اپنے گھر کی خصوصیت نہین تاکہ اہلکم
وعیالکم ہوتا کیونکہ مطلب یہ ہے کہ جب تم اپنے گھر یا کسی عزیز دوست کے گھر
مین جاؤ تو باہم سلام کر و لیکن چونکہ لفظ اَنفُس کے معنی ومراد مین دو
احتمال ہین اور دونون مین مطلب ایک ہی رہتا ہے اسواسطے مفسرون
نے اس آیت کی دو طرح سے تفسیر کی ہے **اولاً** یہ کہ مراد انفس سے خود گھر
مین داخل ہونے والون کی ذات ہین مگر طریقہ اور صورت اس سلام کی یہ ہے
کہ گھر مین داخل ہونے والا پہلے گھر والون پر سلام کرے تاکہ گھر والے جواب مین
اوس پر سلام کرین پس یہ سلام گویا اوسنے اپنے ہی نفس پر کیا اور خود اپنے اوپر
سلام کا باعث ہوا اور باہم ایک کا دوسرے پر سلام ہو گیا بنی اسرائیل کا اسی
قسم کا مقاتلہ تو بہ بھی قرآن مین دو جگہہ اسی طرز سے فرمایا گیا ہے فَاقْتُلُوا

اَنفُسَکُمْ ذٰلِکُمْ خَیْرٌ لَّکُمْ اور اَنِ اقْتُلُوْا اَنفُسَکُمْ یعنی باہم لڑو اور ایک
دوسری کو قتل کرو ثانیاً مراد انفس سے بطور مجاز یا کنایہ گھر والے ہین
خواہ عیال ہون یا عزیز و احباب اور یہ محاورہ بھی شائع ہے عزیز اور دوست سے
کہتے ہین انت سمعی و بصری و نفسی عجم کہتے ہین جان من روح و روان من اور یہ محاورہ
کچہ اسی جگہہ نہین بلکہ اس سے پیشتر آیہ مباہلہ مین بھی مذکور ہو چکا ہی قُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ
اَبْنَآئَنَا وَ اَبْنَآئَکُمْ وَ نِسَآئَنَا وَ نِسَآئَکُمْ وَ اَنفُسَنَا وَ اَنفُسَکُمْ الخ یہان عقلاً و نقلاً مراد انفس
سے علی بن ابی طالب ہین کہ جو آنحضرت کے اقرب القربا اور الصق الی القلب تھے
اور یہ آیہ معترض کے بھائی برادر نصاری نجران کے سامنے خوب پڑھی گئی ہوگی
اور ہر شخص کے گوش زد ہوئی ہوگی کیونکہ معرکہ اور معاملہ کی بات تھی لیکن کسی
نصاری نے جو خاص عرب العربا تھے یہ اعتراض نکیا معلوم ہوا کہ یا تو وہ معترض
کے برابر زبان عرب سے واقف نہ تھے یا یہ کہ تازہ نصاری نہ تھے تاکہ زیادہ تر
نمایش اور جوش و خروش کرتے اور معترض نے جو لکھا ہے کہ بجاے انفسکم کے
اھلکم و عیالکم کہنا چاہیے یہ محض واہیات ہے اور منشا اسکا قلت عقل و تدبر
ہے معترض کی تو کیا بساط ہے اگر زہیر اور علقمہ اور امرئ القیس وغیرہ بھی ارادہ
کرتے تو بھی اس لفظ کی جگہہ دوسرا لفظ نہ کہہ سکتے اگرچہ تفاسیر متداولہ مین اس
لفظ کی بلاغت و لطافت سے کچہہ تعرض نہین کیا صرف اسقدر لکھا ہے کہ بیوتا
سے مع اپنے گھر کے دیگر اقارب کے گھر بھی مراد ہین اور مطلب یہی کہ جب تم اپنے گھرون مین
یا اقارب کے گھرون مین داخل ہو تو تم باہم سلام کرو یا یہ کہ تم خاص اونپر سلام کرو اور یہ
سلام خداوند عالم نے تمہارے واسطے ایک تحیت اور مبارکباد مقرر کی ہے انتہی

اب مین کہتا ہون کہ اگر بجاے انفسکم کے اہلکم وعیالکم ہوتا تو اقربا
اور خصوصًا احباب کیونکر اس حکم سلام مین داخل ہوتے کیا معنی کہ احباب نہ
آل ہین نہ عیال ہین اور اگر ذوی الارحام فرمایا جاتا تو احباب و ازواج داخل
نہوتے لہذا ایک ایسا عام لفظ فرمایا ہے کہ جو سبکو شامل ہو سکتا ہے اور سواے اس
ضرورت کے نکتہ اس مین یہ ہے کہ اس سے پہلے اقربا کے گھرون مین بلا اجازت
کھا لینے کا حکم فرمایا ہے پس کوئی اس حکم سے استبعاد اور اکراہ نکرے سب سمجھ لین
کہ اقربا احباب بمنزلہ نفس تمہارے کے ہین اور نفس کو اپنے واسطے اجازت
لینے کی حاجت نہین ہوتی اس لفظ انفس مین باپ دادا اور چچا ماموں عمہ
خالہ اولاد احفاد ازواج احباب جو بمنزلہ جان کے عزیز ہون سب داخل ہین
اور اسی سبب سے یہ بات ہے کہ اگر اخلاص ومحبت نہوا ور بمنزلہ نفس کے نہو
گو رشتہ دار ہو تو اوسکے گھر بلا اجازت کھانے مین تردد ہوگا کیونکہ ہم نفس اور
باہم ارتباط ہونے سے اجازت فحوای حاصل ہوتی ہے اور جب باہم راہ ورسم
اور میل ملاپ نہو تو پھر اجازت فحوای ہونے مین تردد ہے علاوہ اسکے ایک
لطف یہ بھی ہے کہ گھرون مین داخل ہوتے وقت اپنے نفس پر بھی سلام کرنیکا
حکم ہے چنانچہ حدیث مین وارد ہے کہ جب تم گھر مین داخل ہو اور وہان کوئی نہو
تو کہو السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین اس صورت مین اپنا نفس
بھی داخل ہے یہ بات لفظ اہل وعیال سے کیونکر مفہوم ہوتی مجھکو یقین ہے
کہ ناظرین نے سمجھ لیا ہوگا کہ یہان اہل وعیال کا لفظ بولنا محض سفاہت
وجہالت ہے اور ایسے برجستہ اور بلیغ لفظ کو غلط کہدینا موجب حیرت در حیرت ہے

سعدی نے سچ کہا ہے ع ہنر بچشم عداوت بزرگ تر عیبست اور معترض ممدوح کو ہرگز زیبا نہین کہ کنایات و مجازات کو غلط کہے کیونکہ تمام انجیل استعارات و تشبیہات سے پُر ہے بطور نمونہ لکھتا ہون کہ انجیل یوحنا مین حضرت عیسیٰ کا مقولہ ہے کہ مین تاک حقیقی ہون اور باپ میرا باغبان ہے پھر کہتے ہین مین راہ ہون پھر فرمایا ہے مین زندگی کی روٹی ہون پھر مخاطبین کو گوسفند سے کنایہ کیا ہے **قولہ** ۳۳ فقرہ فرقان مین ہے نُحْيِيَ بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا غلط ہے لفظ مَّيْتًا کی جگہہ مَيْتَةً بولنا چاہیے تھا **اقول** حقیقت مین جسطرح معترض نے لکھا ہے وہ غلط ہے آیہ کریمہ اسطرح ہے لِنُحْيِيَ بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا جس شخص کے ہوش و حواس کا یہ حال ہو اور علم ادب مین وہ کمال جیسا مذکور ہوتا آتا ہے اُوسکے مُنہ کو اور قرآن کے واسطے غلط کہنے کو کوئی دیکھے مگر حق یہ ہے کہ قرآن کی عبارت پر اعتراض کرنا ایسے ہی شخص کا کام ہے فہمیدہ اور کامل کا کام نہین اس اعتراض کا دو طریقہ سے جواب ہے ایک باعتبار لفظ میتا کے دوسرے باعتبار لفظ بلدۃ کے پس اوّلاً یہ ہے کہ اہل لغات نے میتا کی نسبت لکھا ہے کہ اس لفظ میّت مین خواہ مشدد ہو خواہ مخفف ہو تذکیر و تانیث مساوی ہے اور عربی خوان خوب جانتے ہین کہ اس قسم کے اسما اور صفات مشبہہ بان عرب مین سیکڑون ہین کچھ اسی لفظ کی تخصیص نہین ہے اور اگرچہ اس جواب کے بعد اور جوابون کی حاجت نہین مگر واسطے اطمینان خاطر ناظرین کے لکھتا ہون ثانیاً یہ اہل تفاسیر نے بیان کیا ہے کہ بَلْدَةً بَلَدًا پر جو اسم جنس ہے محمول ہی اور اسمای اجناس کی ضمیر مین تذکیر حملاً علی اللفظ اور تانیث حملاً علی الجمع دونون

جائز ہین اور بغیر جنسیت کے بھی ایک لفظ کو دوسرے پر حمل کر لینا جائز ہے چنانچہ ابوالبقا شارح دیوان متنبی نے شعر مثلت عینک فی حشایا جراحۃ، فتشابہا کلتاھما بخلاء، کی ذیل مین لکھا ہے کہ لفظ عین وجراحت مؤنث ہین اور فعل تشابہا مذکر ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ شاعر نے عین کو بمعنی عضو اور جراحت کو بمعنی جرح فرض کر لیا ہے اور پھر اسکی مثال مین زیاد شاعر حماسی کے شعر کو لکھا ہے۔ شعر ان السماحۃ والمروۃ ضمنا قبرا بمرو علی الطریق الواضح یہان سماحت سخا پر محمول ہے اور مروت کرم پر محمول ہے اسواسطے ضمنا تثنیہ مذکر لایا گیا ہے خازر بن ارقم شاعر حماسی کہتا ہے شعر ویات الکلابی الذی یبتغی القری، بلیلۃ نحس غاب عنہا سعودھا، یہان لفظ نحس جو بظاہر مضاف الیہ اور دراصل صفت لیلۃ کی ہے مذکر ہے اور صاحب مصباح نے حرف رُبَّ کی تقدیر مین دو مصرعہ دو شاعرون کے ہین اونکو بھی لکھتا ہون مصرعہ بل بلدۃ ذی صعد واجباب یہان ذی صعد واجباب مذکر ہے اور بلدۃ کی صفت ہے اگر مؤنث ہوتا ذات صعد ہوتا مصرعہ ثانیہ یہ ہے ع وبلدۃ لا ترام خالفۃ، یہان ضمیر مذکر خالفہ کے بلدہ کی طرف راجع ہے پس دونون اعتبار سے اعتراض واہیات ہے قولہ ۲۴ فقرہ احزاب مین اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ یہ استثنا منقطع غیر فصیح لوگ بولا کرتے ہین اقول معلوم نہین کہ یہ چند اعتراض معترض نے کس حالت مین لکھے ہین کیونکہ یہ آیت سورۂ احزاب مین نہین سورۂ بنی اسرائیل مین ہے اور جواب اعتراض کا یہ ہے کہ کسی عالم نے یہ نہین لکھا کہ استثنا ہی منقطع غیر فصیح ہوتا ہے جب تک یادریصاحب اس امر کی سند بیان

نکرین گے افترا اور دروغگوئی کا الزام اونسے رفع نہوگا بلکہ نحویون نے یہ لکھا ہے کہ استثناء منقطع فکر اور فطانت اور زیرکی سے صادر ہوتا ہے یعنی دانا لوگ بولتے ہین چنانچہ شرح جامی تک مین لکھا ہے والمستثنی المنقطع انما یصار بطریق الرویة والفطانة اور مختصر و مطول مین ہے ان الاصل فی مطلق الاستثناء هو الاتصال یعنی اصلی بات استثنا مین اتصال ہے اور منقطع مین چونکہ مستثنی مستثنی منہ سے مخرج نہین وہ اصلی استثنا نہین پس اسکے یہ معنی نہین کہ استثنای منقطع غیر فصیح ہے اگر ایسا ہوتا تو فصحاے عرب اشعار فصیحہ مین کیون بولتے نابغة شعر وقفت فیها اصیلانا اسائلها ۰ عیت جوابا وما بالربع من احد ۰ الا الاواری لایا ما ابینها ۰ والنؤی کالحوض بالمظلومة الجلد ۰ کما فی العقد ++ عباس بن مرداس یوم حنین شعر وبتنا بنهی المستدیر ولم یکن ۰ بنا الخوف الا رغبة وتحرما ۰ کما فی السیرة

قولہ ۳۵ فقرہ عنکبوت مین ہے اَلْفَ سَنَةٍ اِلَّا خَمْسِيْنَ عَامًا بالکل غلط اور خلاف محاورہ ہے کبھی کوئی اہل علم فصیح یہ فقرہ نہین بولا یون بولا کرتے ہین تسعمائة وخمسین عاما **اقول** مجھکو معترض کے اس دعوی سے کہ کوئی فصیح نہین بولا حیرت ہوتی ہے اور ہنسی آتی ہے بھلا آپ سے کوئی پوچھے کہ وہ فصحا کون ہین کسی ایک کتاب اور ایک فصیح کا نام تو فرمادین کیا کچھ روح القدس بالتخصیص آپکے پاس تشریف لاتے ہین یا خواب مین آپکی روح کو شعراے جاہلیت کی ارواح سے مصاحبت رہتی ہے یا انگلستان کے فصحا سے مراد ہے کچھ تو پتا نشان دین عرب مین جاکر سن لیجئے تبتک اسطرح کا محاورہ کسقدر شایع ہے بلکہ انشاپردازی

مین ہر زبان کے ادبا کا دستور ہے کہ ایک ہی مضمون کو دس دس بیس بیس طرحسے بیان کرتے ہین اور ایک ہی مطلب کو چند طرحسے ادا کرتے ہین اسی کو تفنن عبارت اور حسن انشا کہتے ہین مشہور ہے کہ گفتار دستار رفتار ہر شخص کی جدا ہوتی ہے اگر ایک مطلب کو ایک ہی طرح سے بولا کرین تو سلف سے آج تک ہر مطلب کے واسطے ایک ہی عبارت چلی آتی اور یہ ہزار ہا کتابین ایک علم کی جن مین ایک سے قواعد و مسائل ہین مگر عبارتین مختلف ہین سب غلط ہو جائین ہان اگر کوئی صرفی نحوی یا معانی و بیان کی غلطی ہو تو وسے پیش کرنا چاہیے اور یہ اعتراض کہ کوئی نہین بولا محض پوچ ہے بلکہ عین ہمارے مفید اور مؤید مطلب ہے خود ہمارا یہی دعوی ہے کہ ایسی عبارت کوئی نہین بول سکھا اور نہ بول سکے۔ ہان الفاظ مفردہ یا مرکبات غیر مفیدہ ایسے مل سکتے ہین آج تو اس فقرہ کو کہاہے پھر کل کہنا کہ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اَللّٰهُ الصَّمَدُ الخ غلط ہے کوئی فصیح اسطرح نہین بولا پھر پرسون کہنا کہ اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ الخ غلط ہے کہ کوئی فصیح نہین بولا اور زاون کی مثالین کلام عرب مین نہین ہین اور لاریب اسکے مثل عبارتین نہین ہین لہذا استشہاد کے واسطے ایسے اشعار لکھتا ہون جن سے معترض کا استبعاد رفع ہو جائے اور سمجھ لیوے کہ عرب مین شمار کرنے کا ایک ہی طریقہ نہین ہر ایک طریقہ سے شمار کرتے ہین **شعر** بدا لی انی عشت تسعین حجۃ ثم تباعا و عشرا عشتہا و ثمانیا دیکھو شاعر نے ایک سو آٹھ برس کی تعداد کو کسطرح سے بیان کیا ہے بھلا کوئی اسطرحسے بھی شمار کرتا ہے قاعدہ نحو یہ ہے کہ احاد عشرات پر مقدم ہوتے ہین پس ثمان حجۃ و مائۃ یا مائۃ و ثمان حجۃ

کہنا چاہیے تھا امرئی القیس **شعر** فقبلتہا تسعا وتسعین قبلۃ ؎ وواحدۃ ایضا وکنت علی عجل ؎ اور پھر دوسری جگہہ یہی شاعر کہتا ہے **شعر** فقبلتہا تسعا وتسعین قبلۃ ؎ وواحدۃ ایضا وکنت علی عجل ؎ دیکھو شاعر نے پورا عدد ایک مرتبہ کہین نہین کہا بھلا کوئی سنو کہ اسطرح بھی کہتا ہے کہ مینے ننانوے ۹۹ اور ایک بوسہ لیے جریر **شعر** کانوا ثمانین اوزادوا ثمانیۃ ؎ لولا رجاءک قد قتلت اولادی ؎ بیان قاعدہ کے موافق ثمان وثمانین کہنا چاہیے تھا پھر شاعر وعراجمع بن ھلال حماسی **شعر** مضت مائۃ من لدن نضوتہا ؎ وخمس تباع بعد ذالک واربع ؎ یہ ایک سو نو ۱۰۹ کا شمار ہے سو اور پانچ اور چار غرض یہ ہے کہ یہ لوگ اہل زبان تھے قواعد نحوی وصرفی ومعانی بیان انکے کلام سے مستنبط کیے گئے ہین نہ یہ کہ قواعد کے اوپر ان کے کلام کو مطابق کیا جائے پس جسطرح اہل زبان بولے وہی عین قاعدہ ہے اور جسطرح فصیح بولے وہی فصاحت ہے **قولہ** ۳۶ فقرہ عنکبوت مین ہے اِنَّا مُہْلِکُوْا اَھْلِ ھٰذِہِ الْقَرْیَۃِ غلط ہے ھذہ کی جگہہ تلك بولنا لازم تھا کیونکہ گانون دور تھا نہ قریب **اقول** معترض کا یہ دعوی ہے کہ **ھذہ** قریب کے واسطے اور تلك بعید کے واسطے ہے درمیان نحاۃ کے خود متنازع فیہ ہے چونکہ یہ اسمای اشارات ہر ایک قریب وبعید کے واسطے مستعمل ہوتے ہین اسواسطے نحویون کو خوب متحقق نہین ہوا کہ کونسا قریب کے واسطے ہے اور کون بعید کے واسطے ہے اسی واسطے ابن حاجب نے کافیہ مین اس مسئلہ کو دوسرون پر حوالہ کرکے بلفظ یقال لکھا ہے کما قال و یقال ذا للقریب وذلك للبعید الخ۔ اوسکے نزدیک بھی یہ امر محقق نہین ہوا

چنانچہ شارح رضی نے اس امر کی خوب تفصیل کی ہے اور ملا جامی نے بھی مصنف کے تذبذب کا حال کچھ لکھدیا ہے اور بہر کیف جواب اسکا یہ ہے کہ قریۂ سدوم جسمین حضرت لوط تھے حضرت ابراہیم کی قوم کے قریہ سے قریب تھا اسواسطے یہ اشارہ قریب فرمایا ہے چنانچہ اوس قریہ کا حال صاحب قاموس و جوہری وغیرہ اہل لغات اور مفسرین نے خوب لکھا ہے علاوہ ازین قائل اس قول کے حضرت جبریل تھے اور چونکہ اس قریہ کا ذکر پہلے سے حضرت ابراہیم و جبریل کے درمیان تھا اسواسطے اشارہ قریب فرمایا علاوہ ازین حضرت جبریل کہ روح القدس ہین اونکے نزدیک وہ قریہ کیا سب آبادی زمین کی قریب تھی اور جملہ موجودات زیر نظر پس وہ باعتبار اپنی رائے و ذہن کے بھی فرما سکتے تھے پس ایسی باتین جنکے سیکڑون جواب ہو سکتے ہین قابل اعتراض نہین ہو سکتی ہین **قولہ** ۲۷ فقرہ اسی مین ہے اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ یہ بھی غلط ہے تلك القرى کہنا لازم تھا کیونکہ باعتقاد اہل اسلام وہی چار گانون تھے **اقول** اگر اس اعتراض قریہ کو بھی وہین لکھدیتے تو کیا قباحت تھی بہر حال یہ اعتراض بھی محض پوچ لچر ہے کیونکہ حق تعالے نے قرآن مین ادسے ہر جگہہ بلفظ قریہ فرمایا ہے ان اگر کہین قری فرماتا تو اس اعتراض کو کچھہ گنجائش بھی ہوتی اگر معترض کو اعتراض کرنا تھا تو صرف قریہ کے لفظ پر کرتا کہ بجائے قریہ کے قری کہنا چاہیے تھا) لفظ ھذہ کو ناحق بدلا کیونکہ قریہ کے واسطے ہذہ کچھہ بیجا نہین اور قریہ کا جواب یہ ہے کہ اکثر گانون ایسے ہوتے ہین کہ ایک گانون کہلاتا ہے اور اوسکے متعلقات چھوٹے چھوٹے چند گانون ہوتے ہین جنکو شہری پاس اورنگلا بولتے ہین ایسی صورت مین

اوسکو ایک گانون بھی کہنا جائز ہے اور چند گانون بھی بعد اس اصل جواب
دینے کے ہم کہتے ہین کہ اگر لفظ تلک ہوتا تو کیا فائدہ ہوتا یہ لفظ محض جمع کے
واسطے نہین بلکہ واحد کے واسطے بھی آتا ہے چنانچہ امرء القیس دیوان عقد نمبر
مین اپنی معشوقہ کی مدح مین کہتا ہے شعر فتلک التی هام الفواد بحبها ؎
مهفهفة بيضاء دريّة القبل ؎ مخاطب معترض کو لازم ہے کہ ذرا آنکھ کھول کر
دیکھے کہ معشوقہ ایک تھی کہ دو چار اسکے واسطے کچھ شرح دیکھنے کی بھی حاجت نہین
کیونکہ لفظ التی اور مصرعہ ثانیہ سے معشوقہ کا واحد ہونا ظاہر ہے لبید بن ربیعہ
اپنی ایک اونٹنی کی مدح مین کہتا ہے شعر فتلک اذ رقص اللوامع بالضحی
؎ واجتاب اردية السراب اكامها ؎ یہان دیکھو کہ تلک واحد کے واسطے ہے
کہ جمع کے واسطے اور پھر یہی شاعر کہتا ہے شعر افتلک ام وحشية مسبوعة ؎
خذلت وهادية الصوار قوامها ؎ یہان مشار الیہا تلک کا مادہ حمار ہے جسکا
ذکر پہلے آیا ہے اور وہ ایک ہے نہ چند حمار قولہ ۶۱ ۳۸ بقر مین ہے لن نصبر
علی طعام واحد فرما ہے لن نصبر علی طعام مین کہنا لازم تھا کیونکہ دو کھانے
تھے من وسلوی نہ ایک اقول اس بیچ لچر اعتراض کے دو جواب ہین اول یہ
کہ ابتدا بنی اسرائیل کے واسطے محض من نازل ہوتا تھا جب وے کھاتے کھاتے
سیر ہو گئے تو حضرت موسی سے کہا کہ ایک طعام پر صبر نہین کر سکتے بعد اس دعاء موسی
کے اوسکے ہمراہ سلوی بھی نازل ہونے لگا کما نقله العلامة الطبرسی رحمه الله
بنا بر اس روایت کے اعتراض کا شائبہ بھی نہین دوسرا جواب یہ ہے کہ طعام کسی
کھانے کا نام نہین بلکہ طعام اوس چیز کو کہتے ہین جو غذا ہو جسکا ترجمہ خورش

اور کھانا ہے اور یہ مفہوم عام مثل اسم جنس کے ہے خواہ ایک چیز ہو خواہ چند چیزین سبکو مجموعا طعام کہہ سکتے ہین اسواسطے کہ اگر کوئی کہے کہ اللحم و البر و البقل ما ھو تو اوسکے جواب مین لفظ طعام بولنا صحیح ہے چنانچہ دستور ہے کہ اگر دو یا چار چیزین ہر روز برابر کوئی کھایا کرے تو آخر کو گھبرا کر یہی کہتا ہے کہ ہر روز ایک کھانا نہین کھایا جاتا ہان اگر عبارت قرآنی یون ہوتی لن نصبر علی شیئ واحد تو البتہ دو صورت طرح روایت کے اعتراض کو گنجائش تھی علاوہ اسکے ہم کہتے ہین کہ اگر طعام کے معنی اسیطرح لیے جائین جسطرح معترض نے لیے ہین تو تمام عالم کم کم سے کم دو چیزین ایک سالن دوسری روٹی کھایا کرتا ہے لیکن یون نہین کہتا کہ مین نے دو کھانے کھائے جب کسی سے سوال کروگے تو یہی کہے گا کہ کھانا کھایا خواہ ایک چیز کھائی ہو یا دو تین چیزین جب معترض کو اپنی عقل کے موافق بھی کسی جگہہ اعتراض نہین ملا تو محض تعداد بڑھانے کے واسطے یہ لکھدیا ہے چنانچہ سورۂ بقر کے اعتراض کو آخر مین لکھنا اسی کی دلیل ہے **قولہ** پس اب کہانتک لکھین ۳۸ فقرون پر ختم کرتے ہین جو نمونہ کے واسطے کافی ہین **اقول** جب کوئی اعتراض اپنے نزدیک بھی معترض کو نہین ملا تو ناچار ہو کر رفع ندامت کے واسطے یہ کلمہ لکھا ہے ہم کہتے ہین کہ وہ کوتاہی نکرین اور دل کی ہوس نکال لین اسقدر لکھکر کیا حاصل کیا بجز اسکے کہ ناواقفون کے ذہن مین جو کچھہ اون کا اعتبار تھا وہ بھی جاتا رہا اور جو کچھہ کہ کسی کو شک ہوا ہو گا کہ یہ شخص جو مولوی کہلاتا تھا کسی نکسی وجہ سے عیسائی ہوا ہو گا یہ بھی رفع ہو گیا حق یہ ہے کہ پادری صاحب نے مسلمانون کے حال پر بڑا احسان کیا اور حقیقت مین اس کتاب کا نام ہدایت المسلمین سچ رکھا۔

علاوہ اسکے اونکے طفیل سے عوام کو قرآن مجید کی فصاحت و بلاغت کا حال
بھی خوب واضح ہوگیا اور اِن کے ایمان و اعتقاد مین ثبوت و رسوخ بڑھ گیا
کہ قرآن ایسی عمدہ اور متین کتاب ہے ورنہ بغیر اس چھیڑ چھاڑ کے کون اس قدر
عرق ریزی اور جانفشانی کرتا جو ان مطالب کو اردو مین لکھتا سچ ہے کہ آئینہ پر
جسقدر خاک ملی جائے اوسی قدر اوسکی جلا ظاہر ہوتی ہے اور تلوار کو جسقدر
صیقل کرو اوسی قدر جوہر نکالتی ہے **قولہ** اگر کوئی صاحبان غلطیون کو
قبول نکرے تو مہربانی فرما کر جواب دین اور شعراے عرب جو محمد صاحب سے
پہلے تھے اون کے کلام سے سند لاکر اعتراضون کو رفع کرین اور جنھون نے ابھی
قرآن سے عربی پڑھنی سیکھی ہے اونکی گفتگوی لاحاصل کو چھوڑین کیونکہ علماے
محمدیہ نے جنکی بڑی بڑی تفسیرین موجود ہین یہ سب اعتراض قبول کر لیے ہین
اور کوئی عالم انکا جواب شافی نہین دے سکا **اقول** معترض نے یہ عبارت
بڑی ابلہ فریب اور عوام پسند لکھی ہے جسکے دیکھنے سے عوام کالانعام فوراً دام
مین پھنس جائین اور رکھہ نکھہ قرآن کی طرف سے دل مین شک شبہہ لے آئین سوان
ترہات اور ہفوات کا جواب شروع کتاب مین ہوچکا مگر یہان اسقدر اور لکھنا ہے
کہ پادری صاحب نے ایک بڑی ہوشیاری کرکے شعرا کے دو فریق کر دیے ہین ایک
وہ جو آنحضرت صلعم سے پہلے تھے دوسرے وہ جنھون نے اس قرآن سے عربی
سیکھی ہے مطلب یہ ہی کہ شعراے اسلامیہ جو پہلی اور دوسری تیسری صدی ہجری
مین سے تھے اونکا کلام اکثر دستیاب ہوجاتا ہے اور شعراے زمانہ جاہلیت کا کلام
کم ملتا ہے ایسا نہو کہ مسلمان اونکے اقوال و اشعار سے فوراً ان اعتراضون کا جواب

لکھدین اور اگر کوئی لکھے گا تو یہ کہکر ٹالدین گے کہ یہ شعرا مسلمان تھے ان کے اقوال مستند نہین اور ہماری شرط پوری نہین ہوئی سو وہ اطمینان رکھین کہ کوئی ان دام مین نہ پھنسے گا اور کوئی منصف مزاج حق پسند اسکو تسلیم نکریگا بھلا کوئی عاقل کہہ سکتا ہے کہ اول و دوم صدی کے شعراے عرب مثل شماخ و ابو خراش و ابو الاسود و فرزدق و جریر و کمیت و ابو نواس وغیرہم نے قرآن سے عربی پڑھنا سیکھی تھی اور کسطرح کوئی قبول کر سکتا ہے کہ سیبویہ اور خلیل و اصمعی و فرا و زجاج و کسائی و مبرد و ابن سکیت و علی بن عیسی و اخفش و مازنی و ابن اثیر و جوہری وغیرہم نحاۃ و اہل لغات نے اسی قرآن سے عربی پڑھنا سیکھی تھی اگر صرف قرآن سے عربی شعر کہنا آجائے تو ہزارہا اہل ہند و فارس کیون نہین مثل جریر و فرزدق و ابو نواس و جوہری کے شعر کہہ سکتے خود مخاطب نے بھی قرآن پڑھا ہے اگر ممکن ہو تو سنو پچاس شعر کہہ کر چھپوا دین پس یہ دور اندیشی قابل التفات اور لائق خطاب نہین عالم عاقل و منصف مزاج فصاحت و بلاغت اور قواعد نحوی کے باب مین ان لوگون کے قول کو ضرور قبول کرے گا اور بفرض محال اگر ان جوابات مین انکا قول مسلم نہو تو پھر ہم کہتے ہین کہ معترض انکے قواعد صرفی و نحوی کے موافق اعتراض بھی نہین کر سکتا کیونکہ جب یہی اکابر معترض کے نزدیک نا واقف ہین تو ہم بھی اعتراض مین ان لوگون کے قول کو تسلیم نکرین گے اس صورت مین معترض کے اعتراضات کی بسہولت بیخ کنی ہو جائے گی پس اوسکو لازم ہوگا کہ جوابات مین بھی ان نحاۃ و شعرا کے قول کو تسلیم کرے یا کسی نصرانی عیسائی کے صرف و نحو و معانی و بیان کو پیش کرے اور اوسکے موافق اعتراض کرے ہم اوسکا

کے رو سے جواب دین گے بہر حال ہمارے پاس جواب دندان شکن موجود ہے اور بعد
اسکے جو لکھا ہے کہ علماے محمدیہ نے جنکی بڑی بڑی تفسیرین ہین یہ سب اعتراض
قبول کر لیے ہین وہ مثل اعتراضات سابقہ کے محض غلط ہے ایمانداری اور راستگوئی
کے معنی تو یہ ہین کہ اس امر کی تصدیق کرا وین ورنہ جب تک دروغگو سمجھے جاینگے
قولہ پس جس حالت مین عبارت کا یہ حال محاورات کا وہ حال تقریر ایسی جیسے
دیوانہ باتین کرتا ہے کیونکہ ایک آیت کو دوسری آیت سے ربط نہین ساری بے ربط
ہے ۔ قرآن کا ترجمہ جو اردو فارسی انگریزی وغیرہ زبان مین ہوا ہے اوس کے
پڑھنے سے ناظرین اہل طبع بخوبی معلوم کر سکتے ہین کہ کیسا مردہ کلام ہے جسکے پڑھنے
سے کوئی عالم فاضل تعلیم یافتہ خوش نہین ہوتا کٹھ ملا بڑے خوش ہوتے ہین
اقول یہ عجب عامیانہ جواب ہے معلوم ہوا کہ پادریصاحب آج تک ترجمہ کی
کیفیت سے بھی واقف نہین وہ نہین جانتے کہ ہر زبان مین جو امور باعث
فصاحت و بلاغت کلام ہوتے ہین وہ ترجمہ مین نہین آسکتے اور جو نکات اور
خصوصیات کہ موجب نزاکت لطافت و رشاقت کلام ہین وہ دوسری زبان
مین ہرگز نہین جا سکتے پس خیال کرنا چاہیے کہ قرآن کی فصاحت اور لطف عبارت
ترجمہ مین کیونکر جائے یہ ایسا لچر اور واہی اعتراض ہے کہ غالبا
ولایتی پادریون نے بھی اسکو پسند نکیا ہوگا اس سے زیادہ کیا کہون اور
بدیہی بات مین کیا طول دون اور بعد اسکے جو لکھا ہے کہ (کوئی
عالم فاضل تعلیم یافتہ خوش نہین ہوتا کٹھ ملا بڑے خوش ہوتے ہین فقط) یہ
بالکل خلاف واقع اور برعکس ہے کیونکہ بعض تیلی تنبولی چار کولی غیر تعلیم یافتہ

جو ہندوستان مین عیسائی ہوجاتے ہین البتہ وہ خوش نہین ہوتے اور عالم فاضل
اگر اصلی عیسائی بھی ہون کمال خوش ہوتے ہین اور نہایت مدح کرتے ہین اور مضامین
کے اعتبار سے بہت پسند کرتے ہین یہان تک کہ جب سے قرآن کا ترجمہ یورپ
مین پہنچا ہے اکثرون کو انجیل سے نفرت ہوتی جاتی ہے کیا جان ڈیوین پورٹ عالم
فاضل تعلیم یافتہ نہین جو لکھتا ہے کہ قرآن من حیث الفصاحۃ والبلاغۃ اشرف و افضل
کتب ممالک مشرقیہ ہے صفحہ ۱۰ مظاہر الحق مطبوعہ لکھنو اور پھر کہتا ہے کہ اوسکی
عبارت ایسی عمدہ ہے کہ سحر کہنا چاہیے صفحہ ۴۴ اور رگٹو تھہ موریخ مشہور
سے نقل کرتا ہے کہ پہلے تو پڑھنے والے کو اوسکی عبارت سست اور بے لطف
معلوم ہوتی ہے لیکن بعد ازان قاری اوسکی خوبیون پر فریفتہ ہوجاتا ہے اور
آخر الامر اوسکی خوبصورتیون پر ایسا شیفتہ ہوتا ہے کہ تاب ضبط باقی نہین رہتی
صفحہ ۴۶ اس سے زیادہ فصاحت کے باب مین کیا گواہی ہوگی کیا یہ اشخاص
انگلستان کے تعلیم یافتہ نہین یا عالم فاضل نہین اور رگٹو تھہ نے جو لکھا ہے کہ
پہلے قرآن کی عبارت سست معلوم ہوتی ہے وجہ اسکی یہ ہے کہ وہ یورپ کا باشندہ
ہے عربی اوسکی اصلی زبان نہین تاکہ بادی النظر مین ایک دفعہ عبارت کے لطائف
ومحاسن اوسکے ذہن مین آجاوین دوسری زبان کے لطائف بعد غور و تامل کے
معلوم ہوتے ہین ہان فورًا سنتے ہی اسکے لطائف لبید و نابغہ جعدی و حسان
و کعب و عباس و ولید وغیرہ فصحاے عرب کو معلوم ہوجاتے تھے کہ سنتے ہی
اونکو تاب ضبط نرہی اور ایسے شیفتہ ہوے کہ فورًا مسلمان ہوگئے اور جو بعض
اہل غرض مسلمان نہوئے تو وہ سحر کہنے لگے چنانچہ ابتدای کتاب مین اس امر کا ذکر

بخوبی ہو چکا ہے پس حق یہ ہے کہ جو شخص ان علما و فضلا اہل زبان کے خلاف
قرآن کو مردہ کلام کہے لاریب اوسکا دل مردہ ہے **قولہ** شاہ عبد العزیز نے
اپنی تفسیر فتح العزیز مین قرآن کی بعض آیات کو ربط دیکر دکھلایا ہے اوس کے
دیکھنے سے عقلمند آدمی کو نفرت آتی ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ عبارت ضرور
بے ربط ہے الخ **اقول** پادریصاحب کی استعداد اور مبلغ علم کا حال تو ظاہر
ہے ترتیب سور و آیات کو صرف اسی فتح العزیز مین دیکھا ہے جو جانتے ہین کہ یہ
امر پہلے پہل شاہصاحب نے کیا ہے اکثر تفاسیر متقدمین مین اس امر کا ذکر ہے
ابو جعفر بن الزاہر وغیرہ نے خاص اسی باب مین جداگانہ تفسیرین لکھی ہین چنانچہ
ابتدا مین اونکے نام مذکور ہو چکے ہین — اور بالفرض اگر کسی جگہہ آیات مین
ربط نہین تو یہ امر کیا مخل فصاحت وحقیت ہے ظاہر ہے کہ آیات کا نزول حسب
ضرورت دفعہ دفعہ کرکے ہوتا تھا بلکہ یہ امر اس بات کی تصدیق کرتا ہے کہ قرآن
منزل من اللہ ہے اگر آدمی کا کلام ہوتا تو ایک مضمون اپنے دل سے گڑھ کر مسلسل
بناتا — قطع نظر اسکے اشعار عرب کو دیکھو کہ ایک مضمون سے دوسرے مضمون
کی طرف کسطرح گریز کرتے ہین جسکو حسن تخلص اور اقتضاب کہتے ہین اور اکثر اشعار
کا مضمون ایسا قصہ طلب ہوتا ہے کہ بظاہر ایک شعر کو دوسرے سے ربط نہین
معلوم ہوتا اور یہ جو لکھا ہے کہ عقلمند آدمی کو نفرت آتی ہے سو شاید وہ عقلمند
اور محقق دنیا مین ایک آپ ہی پیدا ہوئے ہین اور اس کلی کو منحصر فی فرد واحد
سمجھے ہین **قولہ** پس محمد صاحب کا یہ دعوی کہ میرا قرآن بہت فصیح ہے اور تم
اسکے مانند بنا نہین سکتے باطل اور غلط ہے وہ ہرگز فصیح نہین اوس سے اچھی عبارتین

اور کتابون مین جہان مین موجود ہین جنکا ذکر بندہ نے تحقیق الایمان مین مشرح کردیا ہے اقول اسطرح کی تقریر پادریصاحب شروع کتاب مین بھی لکھ چکے ہین جسکے چند جواب ہم نے لکھدیے ہین اور خوب واضح کرکے بتادیا ہے کہ کوئی عربی کتاب فصاحت مین قرآن کے مثل نہین ہوسکتی لیکن اسوقت تک ہم کو تحقیق الایمان دستیاب نہوئی تھی اسواسطے اون کتابون کے نام معلوم نہوئے تھے جن مین قرآن سے اچھی عبارتین موجود ہین اب تحقیق الایمان مل گئی معلوم ہوا کہ پادریصاحب لکھتے ہین کہ مسیلمہ نے بھی ایک قرآن ایسی ہی فصاحت و بلاغت کا بناکر عرب کے لوگون کو سنایا اور سوا اسکے مقامات حریری اور دیوان جناب امیرالمومنین علی ابن ابی طالب اور سوارد الکلم تفسیر فیضی کو قرآن کے برابر لکھا ہے اور پھر سبعہ معلقہ کی نسبت لکھا ہے کہ اونکا مساوی نہونا بھی کتب مخالف سے ثابت کرو — اس دعوی کے بعد پادریصاحب نے بنظر اظہار لیاقت مسیلمہ کذاب کے کچھ ہفوات و نفرات بھی لکھے ہین اور بڑے جوش و خروش کے ساتھ لکھا ہے کہ منصف آدمی پڑھے اور محمد کے قرآن کی آیات سے ملاوے اگر کچھ حظ علم ادب سے رکھتا ہوگا تو عبارت قرآن کو کبھی معجزہ نہ بتاویگا اور وہ عبارت یہ ہے الم تر الی ربك کیف فعل بالحبلی، اخرج منها نسمة تسعٰی، من بین صفاق وغشی + دیگر آیات الم تر ان الله خلق النساء افراجا وجعل الرجال ازواجا فنولجهن ایلاجا ثم نخرجه ما نشاء اخراجا فینتجن لنا انتاجا چونکہ اس عبارت کو پادریصاحب نے بڑی محنت وجانفشانی سے تلاش کرکے نکالا ہے اور اسکو اپنے دعوی اور دلیل کی عمدہ سند سمجھا ہے اور غالبًا قرآن سے اچھی عبارتون

ہین اسکو بھی محسوب کیا ہے اسواسطے ہم بھی پہلے اسی عبارت کا کچھہ حال لکھتے ہین اور
اور مقامات وسبعہ معلقہ وتفسیر فیضی وغیرہ کا حال تو اکثر اہل علم جانتے ہین اور نیز
ہمارے پہلے جوابات جو ابتدا کتاب مین مذکور ہوچکے انکے واسطے کافی ہین

جواب مسیلمہ کذاب کی عبارت کا

پادریصاحب جو تحقیق الایمان مین لکھتے ہین کہ مسیلمہ نے ایک قرآن ایسی فصاحت
و بلاغت کا بناکر عرب کے لوگون کو سنایا اور دعوی کیا کہ مجھہ پہ وحی نازل ہوئی
ہے سو دعوی وجود قرآن مسیلمہ کا کذب بے اصل اور محض خرافت اور ہزل ہے
آج تک وہ قرآن نہ کہین دیکھا گیا اور نہ سنا گیا اگر ہوتا تو عرب کے یہود و نصاری
یا دیگر مشرکین اہل اسلام کی تکذیب کے واسطے ضرور اوسکی حفاظت کرتے ہان
یہ چند فقرات واہیہ یا مثل انکے بعض دیگر فقرات مسیلمہ سے منقول ہین کہ اوسنے
خبط وخرافت وسفاہت سے انکو لکھا اور وحی الہی ظاہر کیا تاہم یہ ثابت نہین
کہ اوسنے قرآن کی فصاحت کا معارضہ ومقابلہ کیا اور کیونکر یہ فقرات آیات
قرآنیہ کے مقابل ہوسکتے ہین کوئی لطف اور حسن عبارت ان مین متوہم نہین
محض خرافات اور از قبیل اصوات حیوانات معلوم ہوتے ہین اور قطع نظر حسن
ولطف کے موافق قواعد فصاحت کے ان مین عیوب واسقام ظاہر ہین بلکہ
بعض اغلاط لسانیہ موجود ہین سقم اول کلام عرب کے تتبع سے ظاہر ہے کہ لفظ
فعل کا تعدیہ حرف با سے اوس جگہہ ہوتا ہے جہان مفعول بہ کی تذلیل یا تکلیف
کا اظہار مقصود ہوتا ہے چنانچہ حارث بن حلزہ معلقہ سابعہ مین کہتا ہے **شعر**
وفعلنا بہم کما علم اللہ وما ان للحائنین دماء یہان فعلنا بہم سے قتل و

غارت مراد ہے قرآن شریف مین ہے اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِأَصْحَابِ
الْفِيلِ اور اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ اور كَذَٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِينَ اور
مَنْ فَعَلَ هَٰذَا بِآلِهَتِنَا پس سیلہ کے پہلے فقرہ مین فعل کا تعدیہ حرف یا سے خلاف
روزمرہ فصحا ہے کیونکہ یہ مقام اظہار نعمت کا ہے نہ تذلیل وایذا کا سقم دوم
دوسرے فقرہ مین لفظ نسمہ سے تاویل ذوانسمہ خواہ انسان مراد ہو خواہ عموماً
ہر حیوان بہرحال تسعی سے نسمہ کی تخصیص کرنے مین کوئی فائدہ اور نکتہ نہین
محض لغو ہے بلکہ خلاف مقتضای حال ہے کیونکہ حاملہ سے غیر ساعی ذوانسمہ کا بھی
اخراج ہوتا ہے سقم سوم صفاق اوس باریک جلد کو کہتے ہین جو جلد ظاہری کی
تحت مین گوشت کے اوپر ہوتی ہے اور غشا سے پردہ اور حجاب مراد ہی مگر صفاق
اور حجابات تمام بدن مین ہوتے ہین اور جنین خاص ایک مقام مین ہوتا ہے
لہذا تخصیص مقام کے مناسب تھی یا مین بین الارحام کہنا چاہیے تھا اور نیز بدن
مین گوشت وجلد وغیرہ بہت چیزین ہین صفاق اور غشا کی تخصیص کا کچھ فائدہ ظاہر
نہین پس ان دونون وجوہ سے یہ فقرہ خلاف مقتضای حال اور خلاف بلاغت ہے
سقم چہارم لفظ غشا بمعنی پردہ غیر مانوس الاستعمال ہے کسی فصیح کے کلام مین
نہین دیکھا گیا بلکہ اہل لغت نے بھی نہین لکھا غشاء بالمد والکسر وغیرہ
کہنا چاہیے تھا سقم پنجم اخرج منہا نسمہ مین تقدیم منہا کی نسمہ پر بیجا ہے
کیونکہ متعلقات کا مرتبہ بعد مفعول کے ہے اور تقدیم موجب تخصیص ہے اور
یہان تخصیص درست نہین اسواسطے کہ بعض ذی نسمہ کو حق تعالی غیر حبلی سے
بھی نکالتا ہے مثل حضرت آدم وحوا وحشرات الارض کے اور نیز حبلی کے اہتمام کا

بھی احتمال نہین سقم ششم فرج کی جمع افراج لایا ہے یہ بھی قبیح ہے کیونکہ جموع
تکسیر کے اوزان اکثر سماعی ہین اور جموع سماعیہ مین سے بھی یہ وہ وزن ہے
جو غیر اجوف مین جمع قلت ہے اور شاذ ہے اور یہان عبارت مسیلمہ مین افراج
جمع قلت بھی نہین ہوسکتی اور بالفرض ہو تاہم یہ وزن محتاج بسماع ہے
پس ضرور ہے کہ افراج کا استعمال کتب لغت سے ثابت کیا جائے یا کلام فصحاسے
سقم ہفتم افراج کا حمل کرنا نساء پر اور کہنا کہ نساء افراج ہین محض غلط ہے
علاوہ اسکے خلق متعدی بدو مفعول نہین مگر اوسوقت جبکہ بمعنی صیرورت ہو حالانکہ
خلق بمعنی صیرورت یہان درست نہین اگر کہا جاوے کہ النساء دراصل
للنساء ہے بوجہ نزع حرف جار کے منصوب ہے تو پھر بوجہ تقدیم کے فروج کی تخصیص
نساء کے واسطے لازم آئیگی حالانکہ فروج مرد وعورت دونون کی شرمگاہ کو
کہتے ہین سقم ہشتم فرج مرد اور عورت دونون کی شرمگاہ کو کہتے ہین اور دوسرے
فقرہ مین چونکہ رجال کا ذکر ہے اسواسطے یہ تقابل اس امر کا مقتضی ہے کہ فرج
خاص عورت کے واسطے ہو نہ مرد کے واسطے ۔ اور علی ہذا القیاس اسکے
بعد دوسرے فقرہ مین بھی تقابل اس امر کا مقتضی ہے کہ زوجیت رجال کا وصف
مخصوص ہو حالانکہ یہ مرد وعورت دونون کا وصف مشترک فیہ ہے سقم نہم
تو لج کلام خالق نہین ہوسکتا کیونکہ ایلاج در فروج افعال مخلوق مین سے ہے حالانکہ
مسیلمہ نے یہ کلام خالق کی زبانی بیان کیا ہے پس ربط کلام مفقود ہے اور اسی جگہہ
وافترا کی دلیل موجود ہے سچ ہے دروغگو را حافظہ نباشد اور اگر کہا جاوے کہ یہ مجاز
ہے تو بھی قبیح ہے کیونکہ ایلاج دیا کنا کی طرف اس قسم کی نسبت کرنا گو بطور مجاز ہو

ففی شرح ... من کتاب ... ان الغالب ان یجیء ... نعل المفتوح الفاء ... الساکن العین ... علی افعال الا ان یکون ... اجوف ... فیجیء ... علی الافعال ... فی القلۃ ... فی شرح ... ایضا قلیلا ... افراخ فی فرخ وافراد

والغالب فی کثرۃ فعل ان یکون فی فعول وفعال کالعیوب وکعاب ۱۲ منہ

... بہین ... محض ... ... نساء یا رجال ... نہین ہو سکتا ۱۲

نہایت مستہجن ومکروہ ہے سقم دہم لفظ مثنا خواہ اجوف واوی ہو خواہ یائی
دونون کے معنی گھسنا اور ملانا ہین پہلے معنی تو قطعًا نہین ہوسکتے کیونکہ جو چیز یہانپر
گھسی جاتی ہے وہی بعینہ خارج نہین ہوتی اور بنابر معنی ثانی مفعول بہ اور
مخلوط فیہ جو محض مجہول الحال ہے اور کوئی قرینہ اوسپر یہان نہین دو چیزین بلا فائدہ
محذوف ہین اور یہ حذف موجب تعقید ہے سقم یازدہم انتاج کے دو معنی ہین ایک
حاملہ ہونا دوسرے وقت نتاج کا آنا اور بعدیت انتاج کی اخراج پر بنابر دونون
معنی کے غیر متصور ہے اور اگر نتجن کے معنی ابلدن کے کیے جاوین پس باوجودیکہ
خلاف لغت ہوگا تاہم یہ قباحت ہے کہ انتاج بعد اخراج کے ہوگا کیونکہ حرف
فا مقتضی ترتیب کا ہے حالانکہ خروج جنین اور ولادت مین ترتیب نہین ۔
سقم دوازدہم تمام سقمون مذکورۂ بالا سے یہ طرز بیان اور یہی اسلوب سے
کیفیت ولادت کو ظاہر کرنا اور ایلاج اور سحق وتخلیط نطفہ وغیرہ امور مستہجنہ
ومستنکرہ کو جناب باری تعالیٰ کی طرف نسبت کرنا کمال شناعت وسفاہت ہے
کوئی ذی شعور اس عبارت مین ادنیٰ درجہ کی بھی فصاحت وبلاغت تجویز نکریگا
چہ جائے کہ قرآن کی بلاغت کا مقابلہ کرے دیکھو قرآن مین جابجا کیفیت ولادت
مذکور ہے مگر کس لطافت اور رشاقت اور کنایہ سے کہ جس سے روح کو تازگی ہوتی ہے
چنانچہ سورۃ المؤمنون مین ہے وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلَالَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ثُمَّ جَعَلْنَاهُ
نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ
عِظَامًا فَكَسَوْنَا الْعِظَامَ لَحْمًا ثُمَّ اَنْشَاْنَاهُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ
ورسورۃ الحج وغیرہا مین بھی یہ بیان موجود ہے ۔ یہ سب عیوب جو بیان ہوئے ہین فقرہ مومنین کی

ملہ معنی یہ ہین نتجت الناقۃ ... عالم بعلم ... ۱۲

تفریح طبع کے واسطے ہین ورنہ پادریصاحب کے واسطے تو اسی قدر جواب کافی ہے کہ اونکے نزدیک عرب کے قبائل اور ملکون مین مکہ یا صرف حجاز کی زبان فصیح ہے اور اسی بناپر اوسنھون نے قرآنؐ کی فصاحت پر اعتراضات کیے ہین اور مسیلمہ ملک یمامہ کا باشندہ تھا پس اگر اوسکی عبارت مین یہ عیوب نہوتے تاہم اوسکی عبارت اہل مکہ کی عبارت کے برابر نہین ہوسکتی بالفرض اوسکی عبارت فصیح ہوتی تو قرآنؐ کی عبارت افصح ہوتی علاوہ عبارت مسیلمہ کے جو پادریصاحب نے دیوان جناب علیؑ ابن ابی طالب اور تفسیر موارد الکلم فیضی اور مقامات وسبعہ معلقہ کو قرآن کے مقابل فصیح تبایا ہے ان سب کتب کے واسطے ہمارے وہی جوابات کافی ہین جو ابتداءً اِس کتاب مین مذکور ہوچکے کہ ان کتابون کے مصنفون نے اپنی کتابون کی نسبت دیگر کتب سے بھی افضلیت کا دعوی نہین کیا چہ جائیکہ تحدی یا قرآن کے تساوی کا دعوی علاوہ اسکے خود مصنفین کتب مذکورہ فصاحت قرآنؐ کے نہایت معتقد تھے اور اپنی اپنی تصنیفات مین اوسکی مدح کرتے ہین بلکہ آیاتِ قرآنیہ کو تزئین کے واسطے اپنی عبارت مین داخل کرتے ہین باوجود اسکے بھی اگر کوئی اون کی تصنیف کو قرآنؐ کے برابر سمجھے تو اوسکی وہی مثل ہوگی کہ مدعی سست گواہ چست اور اگر اون پر یہ اتہام کیا جاوے کہ بوجہ تواضع و انکسار کے اپنی کتاب کی فصاحت کا دعوی نہین کیا اور بنظر ایمان و اسلام کے قرآن کی مدح کی ہے تو یہ اتہام ہر مذہب کے عالم پر ہوسکتا ہے مسلمان بھی کہہ سکتے ہین کہ کسی عالم عیسائی کو صحت انجیل اور تثلیث پر وثوق نہین صرف اعتقاد کے سبب یا مصلحت دنیا کے باعث کہتے ہین پادری صاحب جو کہتے ہین کہ نبیؐ چونکہ تعلیم یافتہ شخص تھے اسواسطے اونھون

نے الفاظ غیر فصیح کم بولے ہین ۔ ہم پوچھتے ہین کہ جناب علی مرتضے نے کس مدرسہ مین
تعلیم پائی تھی اور کس استاد کے سامنے کتاب رکھی تھی ظاہر ہے کہ مدرسہ آپ کا دوش
وآغوش رسول مقبول صلعم تھا کتاب آپکی مصحف روے رسول صلعم یا کتاب خدا
زبان آپکی زبان رسول خدا صلعم ہے   پادری صاحب نے اگرچہ بوجہ بعض
قرآن شریف کے جناب امیرؑ کو آنحضرت صلعم سے زیادہ فصیح کہدیا مگر یہ خبر نہین ہی
کہ اونکی فصاحت کا ثبوت آنحضرت صلعم کی افصحیت کا اثبات ہے ولنعم ما قیل
شعر نبی و علی ہر دو نسبت بہم ٭ دو تا و یکی چون زبان قلم ٭ ــــ اور موارد الکلم
جسکی عبارت مہمل اور بے نقطہ ہے اوسکی فصاحت کا حال کم علم آدمی بھی جانتے
ہین کہ مہمل عبارت فصاحت مین عام کتابون سے بھی کمتر ہوتی ہے چہ جائیکہ اعلی
درجہ کی کتابون کا مقابلہ کرے خصوصا اوس کتاب کا مقابلہ جسکو خود مصنف فصاحت
مین بے مثل سمجھکر اوسکی تفسیر مین عرق ریزی کرے ۔   علاوہ اسکے جو دو تین
فقرے خطبہ کے پادری صاحب نے لکھے ہین یعنے ومدح اھل العلم والحکم ولوم
اھل الطلاع اسی مین ایک امر خلاف بلاغت موجود ہے کہ لفظ مدح کا مقابلہ لوم سے
کیا ہے گو اہمال کے باعث ہو ذم سے چاہیے تھا چنانچہ صاحب اسمعیل بن عباد نے
ابی تمام کے شعر مین اس سقم کو اپنے اوستاد ابن عمید کے روبرو بیان کیا تھا
کما فی المختصر تعجب ہے کہ موارد الکلم کا نام لکھتے ہوئے پادریصاحب کو شرم بھی نہ آئی
مقامات حریری کی نسبت علاوہ جوابات مذکورۂ بالا کے دو جواب اور بھی ہین
جواب اول پادریصاحب اس کتاب مین لکھتے ہین کہ قرآن مین مقامات حریری
کے مانند ہر ایک قبیلہ کے الفاظ بولے گئے ہین صفحہ ٢٤١ ۔ اور یہ بھی اون کا دعوی ہے

کہ سوائے قریش کے سب عرب کے الفاظ وحشی اور گندہ محاورہ ہی۔ لیکن ہمنے شعرائے
مستندین کے اشعار سے سند لاکر الفاظ قرآنیہ کی فصاحت اور کثرت دوران کو
ثابت کردیا پس بقول معترض مقامات مین باستثنائے الفاظ قرآنیہ ضرور گندے
محاورے باقی رہے پھر مقامات کو قرآن سے کیا نسبت **جواب دوم** یہ ہے کہ
مقامات کی عبارت اگرچہ فصیح اور مسجع ہے اور اکثر محاسن لفظیہ اور انواع جناس
اور استعارات وکنایات اوس مین ہین مگر مصنف نے سجع کا اسقدر التزام کیاہے
کہ اکثر جگہہ تکلف اور آورد معلوم ہوتی ہے تسجیع اوسیوقت خوب معلوم ہوتی ہے
جبکہ اس بے تکلفی اور آمد سے ہو کہ قصد تسجیع ظاہر نہو جسطرح قرآن مجید کے تمام
فواصل آیات ہین چونکہ سجع اور صنائع لفظیہ عام فہم صنعتین ہین یادر یصاحبنے
سمجھہ لیا کہ یہ عبارت بھی حد اعجاز پر اور مقابل قرآن ہے اونکو یہ نہین معلوم کہ یہ امور
اصول بلاغت نہین بلکہ اہل مذاق اور بلیغ لوگ کہتے ہین کہ تسجیع مین الفاظ ومعانی
سجع کے تابع ہوتے ہین یعنی سجع کی رعایت سے غیر مقصود اور غیر ضروری لفظ بھرتی
کرنے پڑتے ہین اور اسی باعث فصحائے عرب کی عبارتین غیر مسجع بھی ہوتی ہین ـــ
مقامات کے ہرایک لفظ مین مثل قرآن کے وہ عذوبت نہین جس سے مفردات
مین رشاقت ظاہر ہو اور نہ تالیف مین الفاظ کی ایسی مناسبت جس سے عبارت
مین انسجام وسلاست پیدا ہو قرآن کی عبارت ایسی معلوم ہوتی ہے جسطرح
آبشار سے پانی گرتا ہے اور اسی کو صنعت انسجام کہتے ہین اور مقامات کی عبارت
مین پڑھتے وقت یہ معلوم ہوتا ہے کہ جسطرح کوئی پہاڑ پر چڑھتا ہے مقامات کی عبارت
مین اگرچہ صنائع لفظیہ اور استعارات کے باعث آراستگی اور ساختگی ہے اور کہین کہین

۴ قال القاضی الباقلانی ان السجع یتبع المعنی فیه اللفظ الذی یؤدی السجع ولیس کذلک ما اتفق مما هو فی معنی السجع من القرآن لان اللفظ وقع فیه تابعا للمعنی ... وقال ابن سنان ... ان السجع ... الکلام ... التکلف ۱۲

*۵ قال الخفاجی ان القرآن نزل بلغة العرب وعلی عرفهم وعادتهم وکان الفصیح منهم لا یکون کلامه کله مسجوعا لما فیه من امارات التکلف والاستکراه لا سیما مع طول الکلام فلم یرد کله مسجوعا جریا منه علی عرفهم فی اللطیف الغالب من کلامهم

بسادگی بھی ہے مگر مثل قرآن کے ایسی سہل و ممتنع نہین کہ جسکی سادگی مین ساختگی
اور ساختگی مین بے ساختگی ہو قرآن کی عبارت سہل ایسی ہے کہ طالب علم صرف و
نحو پڑھکر اوسکا ترجمہ کرنے لگتے ہین ۔ اور مشکل ایسی ہے کہ موجدان صرف و
نحو جسکی ترکیب کر لینا فخر سمجھتے ہین اور مقامات کے ایک صفحہ کا بھی ترجمہ طالب علم
بغیر کتب لغت کے نہین کر سکتے اور ہم پہلے کہہ آئے ہین کہ کلام کا حال مثل جواہر کے ہے
پس اتنے ہی فرق سے کلام کا مرتبہ دہ چند زیادہ ہو جاتا ہے مقامات کی عبارت اول
سے آخر تک ایک طرز اور ایک اسلوب پر ہے یعنے چھوٹے چھوٹے فقرے مسجع ہین
مگر فصحاء و بلغاء کے نزدیک اسقدر کتاب طویل کا ایک طرز پر ہونا باعث ملال
خاطر ناظر ہوتا ہے اور قرآن کی عبارت مختلف اسلوب پر ہے جس سے ناظر کو ہر جگہ
نیا رنگ اور نیا مزہ اور لطف معلوم ہوتا ہے ۔ مقامات کے بعض مضامین اگرچہ دیگر
کتب سے منقول کرنے کے باعث عالی ہین اور اکثر مثل قصص و حکایات لچر ہین
مگر مثل مضامین قرآن کے لطیف اور عالی تر اور دلربا نہین جنکو سنکر دل مین ایک تغیر او
اثر پیدا ہو مقامات کی عبارت مین اکثر مساوات ہے یعنے جس قدر الفاظ اوسیقدر
معانی اور قرآن کی عبارت تھوڑی اور مضمون کثیر ایجاز کے مقام پر گویا دریا
ایک کوزہ مین بھر دیا ہے اور اطناب کے مقام پر وہ آمد اور روانگی ہے کہ گویا دریا
بہتا ہے اکثر عبارتون کے چند چند طرح سے ترکیب نحویہ اور معانی ہو سکتے ہین
اور ہر ایک عمدہ اور درست ہے اور کل عبارت اول سے آخر تک یکسان چست ہے
نہ کہین ضعیف ہے اور نہ سست ہے اور مقامات مین یکسان عبارت نہین اور بالفرض
مقامات کی عبارت بہت فصیح ہے مگر کسی مخالف و موالف نے اوسکو سحر تو نہین کہا

قرآن کو مخالف اور معاند سحر کہتے تھے مقامات کو توکسی موالف نے بھی سحر نہین کہا
کیا پادری صاحب نے اسلام کے ساتھہ عقل و انصاف کو بھی ترک کردیا وہ یہ تو
خیال کرین کہ صرف یون کہدینا کہ فلان کتاب فصاحت مین قرآن کے برابر ہے
یہ دعوی بے دلیل کیونکر پذیرا ہوسکتا ہے اونکو مناسب تھا کہ مقامات کی عبارت
جزو دو جزو لکھکر عبارت قرآن سے مقابلہ کرکے دکھاتے اوسکے مصنف کی
تحدی ثابت کرتے یا اہل علم کا اجماع بیان کرتے اور اگر کچھہ بھی نہین ہوسکتا
تو یہی ثابت کرین کہ لبید و نابغہ جعدی وحسان وکعب و ابوذویب و عباس
و ولید وغیرہ صاحب مقامات کے برابر زبان عربی مین ماہر وواقف نہ تھے
جو قرآن کے معارضہ اور اوسکے مثل عبارت کہنے سے عاجز ہوگئے اور قرآن کی
فصاحت کو طاقت بشری سے فائق سمجھہ لیے میری دانست مین ان شعرا کو فصاحت
وبلاغت مین صاحب مقامات سے کم معرفت نہ تھی بلکہ جسقدر فصاحت وبلاغت
کا چرچا اور زور شور عہد نبوت مین تھا بعد اوسکے نہین رہا پس ان شعرا مذکورین
کے عجز اور عبارت قرآن کو سحر کہنے سے صاحب مقامات کا بھی عاجز ہونا ضرور لازم آئیگا ورنہ اس
بات کا قائل ہونا پڑے گا کہ صاحب مقامات کے مقابلہ مین یہ شعرا مثل طفل ابجد خوان
کے تھے [illegible] ربیعہ معلقہ کی نسبت جو پادری صاحب لکھتے ہین کہ اونکے
قرآن کی برابری نکرنے کی سند مخالف کی کتاب سے لاؤ فقط سو ہمکو
مخالف کی کتاب سے سند لانے کی کیا ضرورت ہے ہمارے پاس اس سے بھی
زیادہ مستند سند ہے اور وہ یہ ہے کہ لبید بن ربیعہ مصنف معلقہ رابعہ قرآن کو
کلام الٰہی اور معجزہ سمجھکر فوراً مسلمان ہوگیا اگر اوسکے نزدیک معلقات قرآن کی

برابری کرتے تو وہ کیون مسلمان ہوتا کیا کسی کو اوسکے اسلام مین کلام ہے یا وہ جبراً مسلمان ہوا تھا پادری صاحب انصاف سے کہین کہ یہ سند مخالف کی کتاب سے بھی زیادہ مستند ہے یا نہین اور لاتسلیم کا جواب کسی کے پاس نہین اور متعصب کے واسطے مخالف کی کتاب سے بھی سند لانا کافی نہین وہ اوس مین بھی ہزار شق نکال دیگا اور تسلیم نکرے گا **قولہ** اگرچہ مسلمان اوسکو پیار کے سبب فصیح کہتے ہین پر کوئی محقق اوسکو فصیح نہین مان سکتا **اقول** مسلمان اوسکو پیار کے سبب فصیح نہین کہتے بلکہ فصاحت کے سبب اوسکو پیار کرتے ہین وہ یہ جانتے ہین کہ اوسکے برابر فصاحت و بلاغت مین کوئی دوسرا کلام نہین اور کوئی عربی دان ذی شعور باعقل اوسکی فصاحت کا منکر نہین اور نافہم یا متعصب کا انکار قابل اعتنا نہین غالبًا پادری صاحب لفظ محقق کے مفہوم کو کلی منحصر فی فرد واحد سمجھکر صرف اپنے تئین محقق جانتے ہین اور کوئی دنیا مین محقق پیدا نہین ہوا اگر دعوی تحقیق کا ہے تو کسی کتاب کی عبارت سے قرآن کا مقابلہ کیا ہوتا مسیلمہ کذاب کی عبارت مین وجوہ بلاغت کو بیان کیا ہوتا اور خود کچھہ کہا ہوتا اگرچہ کلام الہی کے وجوہ بلاغت اور لطائف و محاسن بیان کرنا ممکن نہین مگر ہم حسب ضرورت متعصبین کی تنبیہ اور اتمام حجت الہی کے لیے بعض آیات کے وجوہ بلاغت بیان کرتے ہین جس سے متعصب بھی دل مین قائل ہوجاوے کہ لاریب قرآن کے برابر کوئی کتاب نہین اور ضرور یہ معجزہ ہے دیکھو عرب مین عہد نبوت سے بیشتر یہ مثل نہایت فصیح اور مشہور تھی القتل انفی للقتل یعنی قتل نافی اور مانع تر ہے واسطے قتل کے مطلب اسکا

یہ ہے کہ ہرگاہ آدمی کو یقین ہے کہ اگر مین کسی کو قتل کرونگا تو سزا مین ضرور
قتل کیا جاؤنگا تو یہ خوف اوسکو دوسرے کے قتل سے باز رکھتا ہے ورنہ ہرروز
ہزارون خون ہوا کرین اور قتل سے باز رہنا باعث حیات انسان ہے پس
خلاصہ اور نتیجہ مثل کا یہ ہوا کہ سزاے قتل مین آدمی کی زندگی ہے کما ذکرہ السیوطی
والتفتازانی وغیرہما اور اسی مضمون و مقصود کو حق تعالی قرآن مین فرماتا ہے
وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيَاةٌ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ اب ہم مثل مذکورہ کو کلام الہی سے
مقابلہ کرکے کلام الہی کے وجوہ بلاغت بیان کرتے ہین یقین ہے کہ ادیب صاحب
مذاق کی طبیعت اسکو دیکھکر پھڑک جاوے اور متعصب کے دل مین آگ بھڑک جاوے
اولاً کلام الہی بہ نسبت مثل جاہلیت کے موجز اور مختصر ہے کیونکہ القصاص
حیاۃ مین جو بمقابلہ مثل ہے دس حروف ہین اور مثل مین چودہ حروف ہین
حالانکہ فصحاے عرب نے مثل مین بہت کچھ اختصار کیا ہوگا اور ظاہر ہے کہ کلام
موجز بہ نسبت مطول کے فصیح ہوتا ہے **دوم** مثل مین لفظ قتل کی تکرار ہے
اور کلام الہی مین نہین اور کلام خالی از تکرار غیر مفیدہ عمدہ ہوتا ہے اوس کلام
سے جس مین تکرار ہو **سوم** آیہ کریمہ عام اور مطرد ہے بخلاف مثل کے کیونکہ ہر قتل
نافی اور مانع قتل نہین بلکہ بعض قتل باعث ہیجان قتال ہوجاتا ہے البتہ قتل خاص
یعنی قصاص نافی قتل ہے جسطرح آیت سے مفہوم ہوتا ہے **چہارم** نفی قتل کو
عموماً مستلزم حیات نہین ہے جو کہ مثل سے مقصود و مآل اور مقتضاے حال ہے کیونکہ
بعض قتل کی نفی بین ظلم ہے اور قطع حیات جسطرح نفی قتل قاتل مین اور یہ مقصود
آیہ کریمہ سے خوب ظاہر ہے بلکہ اسی مین منصوص ہے اور اسی کو مطابقت مقتضاے

مال کہتے ہین جس پر بلاغت کا مدار ہے **پنجم** آیۂ کریمہ مین کوئی لفظا محذوف نہین تحسین
دو لفظون سے یہ مطلب اول نظر مین بلا تکلف نکل آتا ہے بخلاف مثل کے کہ اوس مین
بقاعدۂ نحو چند الفاظ محذوف ہین اوّلاً پہلے قتل کے بعد قصاصًا محذوف ہے ثانیاً قتل دوم
کے بعد ظلمًا محذوف ہے ثالثًا بعد اوسکے صیغۂ افعل التفضیل یعنی انفی کا مفضول علیہ محذوف ہے
یعنی من ترکہ پس مثل کی تقدیر یعنی پوری عبارت یہ ہے القتل قصاصا انفی للقتل ظلما
من ترکہ **ششم** آیۂ کریمہ مین لفظ حیات کے نکرہ فرمانے مین یہ فائدہ ظاہر ہوتا ہے کہ حیات
ایک شئی عظیم اور مرغوب فیہ ہے جسکی درازی اور تطاول کی انسان امید کیا کرتا ہے
ایسی ہی شئی سزاوار ایسی سزاے عظیم کی ہے کہ اوسکے عوض قتل نفس کیا جاوے چنانچہ دوسری
جگہہ فرمایا ہے وَلَتَجِدَنَّهُمْ اَحْرَصَ النَّاسِ عَلٰی حَیٰوةٍ **ہفتم** صیغۂ افعل التفضیل غالبًا اشتراک
کا مقتضی ہے یعنی فاضل کے وصف مین کچھہ مفضول علیہ بھی شریک ہوتا ہے اور یہان
مفضول علیہ ترک قصاص ہے پس چاہیے کہ ترک قصاص بھی نافی قتل ہو حالانکہ ایسا
نہین اور آیۂ کریمہ مین ایسا اشتراک نہین ہے **ہشتم** آیۂ کریمہ قتل وجرح و قطع عضو وغیرہ
اس قسم کے ہر جرم کی نافی و مانع ہے کیونکہ قصاص سب کو شامل ہے اور مثل سے صرف
قتل کی نفی ظاہر ہے **نہم** لفظ قصاص سے معادلت اور مساوات ظاہر ہے اور مساوات
عدل ہے بخلاف قتل کے کہ اوس سے عدالت ظاہر نہین چنانچہ زمانۂ جاہلیت مین ایک
مقتول کے عوض بیسیون کو قتل کر لیتے تھے تب خاموش ہوتے تھے **دہم** مثل کا
مطلب جب سمجھہ مین آتا ہے تب پہلے آدمی یہ سمجھہ لیوے کہ قصاص موجب یا باعث حیات
انسانی ہو سکتا ہے بعدہ اس تصور کے ذریعے سے مثل کا مطلب ذہن نشین ہوتا ہے
اور آیۂ کریمہ سے یہ مطلب بادی النظر اور اول وہلہ مین سمجھہ مین آجاتا ہے **یازدہم**

بادی النظر مین سامع کو مثل مین تناقض ظاہر ہوتا ہے کہ ایک شی خود اپنے نفس کی
نفی کیونکر کر سکتی ہے یعنی قتل کی نفی خود قتل کسطرح کریگا اور یہ امر آیۂ کریمہ
مین نہین **دوازدہم** آیۂ کریمہ مین اثبات ہے اور مثل مین نفی ہے اور اثبات اشرف
ہے کیونکہ مقدم ہے اور نفی بعد ہے **سیزدہم** آیۂ کریمہ مین صنعت طباق ہے یعنی
اجتماع ضدین کیونکہ قصاص مشعر موت ہے جو حیات کی ضد ہے **چہاردہم** آیۂ کریمہ
مین یہ عجب لطیفہ ہے کہ ایک ضد کو دوسریکا محل ومکان مستقر قرار دیا ہے اور یہ استقرا
حیات کا موت مین مبالغۂ عظیم ہے چنانچہ صاحب ایضاح کہتا ہے کہ قصاص کو حیات کا
منبع قرار دیا ہے اور اسیواسطے پہلے حرف فِی ارشاد ہوا ہے **پانزدہم** مثل مین حرف
قلقلہ یعنی قاف کی تکرار ہے اور قلقلہ موجب [illegible]طہ وشدت کا ہے خصوصًا جبکہ بعدہ
نون غنہ ہو جس مین کچھ تکلف کرنا پڑتا ہے [illegible] آیۂ کریمہ مین یہ تکلف نہین
اب ناظرین ذرا انصاف کرین کہ عموماً جس [illegible] مین ان وجوہ بلاغت سے ایک یا دو
وجہ پائی جاتی ہین تو لوگ اوسکی مدح کرنے لگتے ہین مثلاً جس کلام مین ایک لفظ
ذو معنیین یا اجتماع ضدین ہو یا صرف مختصر صاف روزمرہ بلا تکلف ہو تو کیسا پسند
ہوتا ہے اور جس کلام مین اسقدر لطائف ہون اوسکو اہل مذاق اور سخن شناس
کیونکر اعجاز نکہین **شعر** شاہد آن نیست کہ موئی ومیانی دارد * بندۂ طلعتِ آن باش کہ آنی دارد *
یہان تک مقابلہ تھا اب دو چار آیات کے وجوہ اعجاز بلا مقابلہ بیان کرتا ہون تاکہ
ناظرین کو بصیرت ہو اور ہر ایک آیت مین اسیطرح وجوہ بلاغت نکال لیا کرین —
مثلاً آیۂ کریمہ سورۂ نمل مین ہے یَا أَیُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوا مَسٰكِنَكُمْ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ
سُلَيْمٰنُ وَجُنُودُهٗ وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ط دیکھو ادنی امر یہ ہے کہ اس آیت مین گیارہ

اقسام کے کلام جمع کیے گئے ہین اولاً ندا کیونکہ حرف یا ہے ثانیاً کنایہ یعنی
ایُّ ثالثاً تنبیہ یعنی ھا رابعاً تسمیہ یعنی نمل خامساً امر یعنی اُدْخُلُوْا
سادساً قصص یعنی مَسَاکِنَکُمْ سابعاً تحذیر لَا یَحْطِمَنَّکُمْ ثامناً تخصیص
یعنی سُلَیْمٰنُ تاسعاً تعمیم یعنی جُنُوْدُہٗ عاشراً اشارہ یعنی وَھُمْ الحادی
عشر عذر یعنی لَا یَشْعُرُوْنَ اور علاوہ انکے پانچ حقوق آیہ کا بیان ہے
اولاً حق اللہ ثانیاً حق رسول ثالثاً نمل قائل کا حق جسکا یہ مقولہ ہے رابعاً
رعیت نمل قائل کا حق خامساً سلیمٰن اور لشکر کا حق اور اسیطرح آیہ
کریمہ سورہ قصص مین ہے وَاَوْحَیْنَآ اِلٰٓی اُمِّ مُوْسٰٓی اَنْ اَرْضِعِیْهِ الخ کہ اس مین ادنیٰ
بات یہ ہے کہ دو امر ہین اور دو نہی ہین دو خبر ہین دو بشارت ہین اور اسیطرح
آیہ کریمہ سورہ ہود مین ہے وَقِیْلَ یٰٓاَرْضُ ابْلَعِیْ مَآءَكِ وَیٰسَمَآءُ اَقْلِعِیْ وَغِیْضَ
الْمَآءُ وَقُضِیَ الْاَمْرُ وَاسْتَوَتْ عَلَی الْجُوْدِیِّ وَقِیْلَ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ مشہور ہے
کہ مخالفین قرآن نے اور مشرکین عرب نے جو قرآن کے مقابلہ پر تھے جب اس آیت کو سنا
تو کلام عرب مین بلکہ عجم مین مثل اسکے ہرچند تلاش کیا لیکن کوئی کلام نہ ملا جس مین
مثل اسکے نرم اور شیرین الفاظ ہون اور پھر اس خوبی کی بندش اور نظم اور اسیطرح
معانی کی جودت اور متانت اور ایسا اختصار و ایجاز اور باوجود ایجاز کے گویا واقعہ
طوفان کی تصویر کھینچ دی ہے اور صورت حال پیش نظر کر دی ہے پس عاجز ہو کر
اقرار کیا کہ ایسا کلام طاقت بشری سے خارج ہے اللہ اکبر اس کلام معجز
نظام کی بلاغت کہ اگر اسکے محاسن و بدایع لکھے جاوین تو ایک کتاب مین آوین چنانچہ
کرمانی نے صرف اسی آیت کے محاسن اور صنائع و بدایع مین ایک کتاب جداگانہ

لکھی ہے علاوہ صنائع و بدایع و لطائف معانی کے ایک ادنی بات عوام فہم یہ ہے

کہ باوجود اس ایجاز کے کتنے امور جمع ہیں امر بھی ہے نہی بھی ہے خبر بھی ہے ندا

بھی ہے تسمیہ بھی ہے نعت و صفت بھی ہے بیان ہلاک بھی ہے بیان ابقا بھی ہے

بیان سعادت بھی ہے بیان شقاوت بھی ہے اور قصہ بھی ہے اور اسیطرح

آیہ کریمہ یعنی فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ کی نسبت منقول ہے کہ ایک

اعرابی نے جب اسکو سنا تو فورًا سجدہ میں گر پڑا اور سجدہ میں پڑا ہوا کہتا تھا کہ سجدہ

کرتا ہوں میں اس آیت کی فصاحت کو کیونکہ اسکی فصاحت ایسی ہی عظیم ہے

کہ قابل سجدہ کرنے کے ہے اور حق یہی ہے کہ کوئی صاحب مذاق عربی دان

اس آیت کے ایجاز و اختصار اور معانی کثیرہ اور استعارۂ لطیفہ و عظیمہ کو اگر

خیال کرے تو وجد میں آجاوے اور بیخود ہو جاوے اور اسیطرح

آیہ کریمہ فِيهَا مَا تَشْتَهِيهِ الْأَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْأَعْيُنُ ۰ میں کسقدر ایجاز و اختصار ہے

اور ان دو لفظوں میں کسقدر معانی کثیرہ اور اشیاء غیر عدیدہ مجتمع فرمائی ہیں کہ

اگر تمام خلق اون چیزوں کی تفصیل کرے تو نہو سکے یہ چند آیات بطور نمونہ

کے لکھدیے ہیں کیونکہ تمام قرآن کی بلاغتیں اس مختصر میں نہیں آسکتیں جس کسی کو

تلاش ہو وہ کتب وجوہ بلاغت و صنائع و بدائع قرآن میں جنکے نام شروع رسالہ ہذا

میں درج ہوچکے ہیں دیکھہ لیوے اور اپنا اطمینان کر لیوے اہل اسلام

نے قرآن کی تحقیق میں حتی المقدور کچھہ فروگذاشت نہیں کیا اور بندہ نے ان چند

آیات کے بھی وجوہ بلاغت تھوڑے تھوڑے بقدر فہم عوام لکھدیے ہیں ورنہ

ان آیات کے بھی وجوہ بلاغت بہت ہیں اس فن کی کتابیں دیکھنے سے ثابت ہو جاویگا

بلکہ مین کہتا ہون کہ کلام الہی کی بلاغتین اور لطائف ان کتابون مین بھی محصور اور منتہی نہین مخلوق کی کیا طاقت ہے کہ کلام خالق کے جملہ لطائف ونکات کو دریافت کر لیوے جسقدر آدمی اس کلام معجز نظام مین غور کرتا ہے اوسیقدر لطائف ونکات نکلتے آتے ہین اور جسقدر جسکی عقل واستعداد زیادہ ہو اوسی قدر وجوہ اعجاز زیادہ معلوم ہوتے جاتے ہین اگر کسی کو اس تقریر مین شک ہو تو اسکی تصدیق کے واسطے بھی بطور نمونہ ہم ایک ایسی آیت کے وجوہ بلاغت بیان کرتے ہین کہ آج تک ہرگز کسی کا ذہن اسطرف نگیا ہوگا کہ اس آیت مین اسقدر وجوہ اعجاز ہونگے کما ذکرہ السیوطی فی بعض رسائلہ اور وہ آیۂ کریمہ یہ ہے اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُخْرِجُھُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ ۗ وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اَوْلِیٰٓئُھُمُ الطَّاغُوْتُ یُخْرِجُوْنَھُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَی الظُّلُمٰتِ ۗ اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ ھُمْ فِیْھَا خٰلِدُوْنَ ناظرین بغور دل لگا کر ملاحظہ کرین کہ آیۂ کریمہ مین علاوہ لینت اور عذوبت الفاظ کے اور علاوہ لطافت وشاقت معانی وحسن نظم کے ایک سو پانچ امور اور وجوہ بلاغت فن معانی وبیان وبدیع کے ظاہر ہوچکے ہین خدا جانے کہ اور کسقدر مخفی ہونگے چنانچہ بیان تین جگہ صنعت طباق ہے یعنی اجتماع ضدین اولاً درمیان اٰمَنُوْا اور کَفَرُوْا کے کیونکہ ایمان کفر کی ضد ہے ثانیاً اور ثالثاً یعنی دو جگہ درمیان اَلظُّلُمٰتُ اور اَلنُّوْرُ کے کیونکہ ظلمت نور کی ضد ہے اور آٹھہ جگہہ صنعت مقابلہ ہے اور یہ وہ صنعت ہے کہ پہلے دو لفظ یا زیادہ متوافق المعنی بولے جائین بعدہ اونکے مقابل ومخالف الفاظ علی الترتیب بولے جاوین اور اس صنعت مین صنعت طباق سے یہ فرق ہے کہ اس مین الفاظ علی الترتیب ہوتے ہین اولاً اَللّٰہُ اور طَاغُوْت کے درمیان مقابلہ ہے کیونکہ مشرکین نے اونکو بھی معبود

فرض کرلیا تھا ثانیاً ولی اور اولیاء کے درمیان مقابلہ ہے کیونکہ اس فن مین مفرد مقابل ہے جمع کے ثالثاً آمنوا اور کفروا مین مقابلہ ہے رابعاً یخرج اور یخرجون کے درمیان مقابلہ ہے خامساً وسادساً حرف الیٰ جو انتہائے غایت کے واسطے ہے دو جگہہ حرف من سے جو ابتدای غایت کے واسطے ہے مقابل ہے سابعاً ظلمات اور نور مین مقابلہ ہے ثامناً نور اور ظلمات مین مقابلہ ہے اور ایک بیان صنعت مشاکلت اور استعارہ تہکمیہ ہے یعنی ایک شئی کو دوسری شئی کی صحبت ومجاورت کے سبب اوسی لفظ وشکل سے بیان کیا جاوے اور استعارہ تہکمیہ یہ ہے کہ لفظ اپنی معنی حقیقی کی ضد مین استعمال کیا جاوے چونکہ اخراج ایمان سے کار دشمنانہ ہے نہ دوستانہ اور نیز بحکم اِنَّ الشَّیطَانَ لَکُم عَدُوٌّ مُّبِین طاغوت اولیاء نہین مگر پہلے چونکہ اللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِینَ آمَنُوا ہے اوسکی مشاکلت سے طاغوت کو بھی بطور تہکم وظرافت کے اولیاء فرمادیا ہے اور یہ صنعت اردو مین بھی مروج ہے ایک بیان احتراس ہے یعنی کلام کو ایک نکتہ سے مقید کرنا تاکہ وہم ناشئی کو دفع کرے بیان لفظ اولیاء سے وہم ہوسکتا تھا کہ شاید الفاظ اولیاء کو بمعنی دشمن بطور ظرافت وطعن کے کہا ہو بلکہ جسطرح ولی المؤمنین مؤمنین کے ساتھہ کرتا ہے اسیطرح اولیاء کفار یعنی طاغوت کفار کی مدد کرتے ہون لہٰذا اس وہم کو دفع کردیا کہ دیکھو ان اولیاء کا یہ کام ہے کہ گمراہ کرتے ہین اور ایک بیان صنعت قول بالموجب ہے یہ دو قسم پر ہوتی ہے ایک یہ ہے کہ غیر کے کلام کے وہ معنی لیے جاوین جو خلاف مراد متکلم ہو بشرطیکہ وہ معنی بھی لفظ سے محتمل ہون اور متکلم کے معنی مرادی پر بھی قرینہ ہو چونکہ مشرکین طاغوت کو اپنا معین ومددگار

اور نافع و موثر سمجھتے تھے اسلیے طاغوت مین ولایت کا ثبوت ہوا لیکن حق تعالے
نے بیان اولیاء کو بمعنی خلاف مراد مشرکین فرمایا ہے یعنی ضلال مین مددگار ہین
چنانچہ بعدہٖ تفسیر کی ہے يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ اور یہ صنعت اردو
مین بھی مستعمل ہے شاہد بیت ہے ابو داؤد جاریۃ بن الحجاج **شعر** قلت ثقلت
اذا تیت مرارا قال ثقلت کاهلی بالایادی ۔ قلت طولت الخ کما فی المختصر
والمطول اور دوسری جگہہ بیان صنعت فرائد ہے یعنی جملہ مین کوئی ایسا کیتا
لفظ ہو کہ اوسکا قائم مقام دوسرا لفظ نہو سکے اور ایسے بیان دو لفظ ہین اولا لفظ
ولی ہے کیونکہ اس لفظ کے معنی ہین قریب خلاف اجنبی اور دوست اور متصرف
برکسی اور آزاد کنندہ اور ناصر اور معین اور متکفل امور کسے وغیرہا پس جس قدر
کہ یہ سب معانی مناسب ذات خالق و مخلوق ہین اور جسقدر کہ اس لفظ سے محبت
مین ایک خصوصیت اور قرب معنوی اور مکاتبت اور اختلاط بصلاحیت اور تصرف
امداد مفہوم ہوتی ہے ایسی کسی دوسرے لفظ سے مثل ناصر و مالک و محب وغیرہ کے
مفہوم نہین ہوتی **ثانیاً** لفظ فریدہ طاغوت ہے کہ جسقدر اس لفظ سے مذمت اور
برائی نکلتی ہے ایسی دوسرے لفظ سے نہین نکلتی اور ایک بیان صنعت بلاغت
احتباک ہے یعنی دو عبارتین ایسی مذکور ہین کہ عبارت اولی مین سے ایسا جملہ
حذف کر دیا ہے جسکا نظیر دوسری عبارت مین موجود ہے اور دوسری عبارت مین
سے ایسا جملہ حذف کر دیا ہے جسکا نظیر پہلی عبارت مین موجود ہے پس پہلی عبارت
یون ہونی چاہیے اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهُمْ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ اور دوسری عبارت
یون ہونی چاہیے وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَيْسَ اللّٰهُ وَلِيَّهُمْ مگر پہلی عبارت مین سے جملہ اولیٰ

محذوف کر دیا کیونکہ اوسکا نظیر دوسری عبارت مین موجود ہے یعنی اُولٰئِكَ
اَصْحٰبُ النَّارِ اور دوسری عبارت سے دوسرا جملہ حذف کر دیا کیونکہ اوسکا
نظیر اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا موجود ہے اور ایک یہان صنعت افتنان بھی
ہے یعنی جمع کرنا کلام مین مختلف فنون کو چنانچہ مؤمنین کی مدح فرمائی ہے اور
کفار کی مذمت بھی کی ہے جسطرح سورۂ رحمن مین ہے كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ
وَيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ یہان کل مخلوقات کے فنا کی تعزیت بھی
کی ہے اور اپنی ذات پاک کے بقا پر افتخار بھی فرمایا ہے اور دو جگہہ یہان صنعت
مذہب کلامی ہے یعنی مطلوب پر مثل متکلمین کے حجت و استدلال کرنا پس تقدیر آیت
کی یہ ہے مَنْ اٰمَنَ فالله ولیه ومن کان الله ولیه فهو المهتد فالمؤمن مهتد اور
یہی مطلب ہے اس جملہ کا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ اور دوسرے جملہ کا بھی ایسا ہی
حال ہے یعنی من کفر فولیه الطاغوت ومن کان الطاغوت ولیه فهو ضال اور یہی مطلب
ہے اس جملہ کا يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ شاہد نابغہ **شعر** کفعلك فی قوم
اراك اصطنعتهم ٭ فلم ترهم فی شکر ذلك اذنبوا ـ کما فی المختصر والمطول والتفه
اور دو جگہہ یہان صنعت ارسال مثل ہے یعنی ایسا کلام کہنا جو مثل ہونے کی
قابلیت رکھے اور یہان بھی ایسے دو جملہ ہین اولاً اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا + ثانیاً وَالَّذِيْنَ
كَفَرُوْا اَوْلِيٰٓـئُهُمُ الطَّاغُوْتُ + ایک یہان بنا بر رای سکاکی کے التفات ہے کیونکہ
اوسکے نزدیک امر مخالف کے تقدم کی شرط نہین مثلاً کوئی خلیفہ خود کہے امیر المؤمنین
یأمرك اس مین بھی التفات ہے کیونکہ یہان یون کہنا چاہیے انا آمرك اسیطرح
یہان چونکہ مقام نحن ولی الذین آمنوا کا ہے اور بجاے اوسکے فرمایا اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ

آمنوا مین یہ التفات ہے　　　اور دو جگہہ بیان وجہ بلاغت تقسیم ہے
اولاً مومن اور کافر مین تقسیم ہے کیونکہ آدمی مومن ہے یا کافر ہے تیسری قسم نہین
کقولہ تعالی فمنہم شقی وسعید ثانیاً نور اور ظلمات مین تقسیم ہے کیونکہ
طریق بھی دو ہین ایمان یا کفر چنانچہ حدیث مین ہے الکفر ملة واحدة　　　اور ایک
بیان وجہ بلاغت اتساع ہے یعنے ایسا کلمہ لانا جس کے چند معانی ہوسکین اور
اوس مین تاویل کی گنجائش ہو اور وہ کلمہ بیان ولی ہے اسکے معنی بیان ناصر بھی
ہوسکتے ہین اور متولی امور بھی اور محب بھی　　　اور تین جگہہ بیان تفنن ہے
یعنی جیسے معنی ہون واحد خواہ جمع اوسیطرح کا لفظ بھی ہو اولاً و ثانیاً یعنی دو
جگہہ نور کو واحد فرمایا ہے اور ظلمات کو جمع کیونکہ طریقہ حقہ اور راہ راست مثل خط مستقیم
کے ایک ہی ہے اور ظلمات یعنی کفر و بدعت کے ہزارہا اقسام ہین ثالثاً ولی المؤمنین
کو واحد فرمایا ہے اسواسطے کہ وہ واحد ہے اور اولیاء کفار کو بصیغہ جمع فرمایا اسواسطے
کہ اونکے ولی یعنی معبودان باطلہ بہت ہین　　　اور آٹھ جگہہ بیان مجاز ہے
اور مجاز حقیقت سے ابلغ ہے اولاً معنی اخراج مین مجاز ہے یعنی حق تعالی منع
کرتا ہے کفر مین داخل ہونے کو نہ یہ کہ نکالتا ہے ثانیاً اخراج کی نسبت یعنی اسناد جو علے
حق تعالی کیطرف مجاز ہے کیونکہ درحقیقت وہ نہین نکالتا تاکہ ایمان جبری قہری ہوجاوے
بلکہ توفیق خیر عنایت کرتا ہے اور ارشاد و ہدایت فرماتا ہے ثالثاً یخرجونہم بھی
اخراج کے معنی مین مجاز ہے بکما مر رابعاً نسبت و اسناد اخراج کی طاغوت کی طرف
بھی مجاز ہے خامساً و سادساً دو جگہہ ظلمات کے معنی مین مجاز ہے کیونکہ
کفر مراد ہے نہ اصل تاریکیان سابعاً و ثامناً نور سے مجازاً ایمان مراد ہے

اور تین جگہہ وجہ بلاغت یہ ہے کہ تقدیم و تاخیر ہے اولاً سیاق اسکا مقتضی تھا
کہ جسطرح جملۂ اولی مین لفظ اللہ مقدم کیا ہے اسیطرح جملۂ ثانیہ مین لفظ طاغوت مقدم
ہونا چاہیے لیکن اسصورت مین مشرکین وغیرہ عربی دان کو گمان ہوتا کہ طاغوت اللہ کے مقابل
ہے لہذا طاغوت کو آخر مین ڈالدیا تاکہ مقابلہ نرہے ثانیاً جسطرح جملۂ اولی مین اللہ
مبتدا ہے اور ولی خبر ہے اسیطرح دوسرے جملہ مین طاغوت کو مبتدا اور اولیاء کو
کو خبر کرنا چاہیے تھا مگر اسکے برعکس کیا تاکہ ظاہر ہو کہ طاغوت ایک مجہول الحال اور
مخفی و منکر چیز ہے کیونکہ نحو کا قاعدہ ہے کہ اعرف کو مبتدا کرتے ہین اور اخفی کو خبر یہ
عجیب امر ہے کہ طاغوت کی تاخیر مین بقاعدہ علم معانی و بیان اور بقاعدۂ نحو دونون
فن کے موافق بلاغت و نکتہ ہے ثالثاً لفظ فِيهَا لفظ خَالِدُونَ سے موخر ہونا چاہیے
تھا مگر اس تاخیر مین فاصلہ پیدا ہوتا اور سجع و فاصلہ کی رعایت حسن کلام اور بلاغت
ہے اور منجملہ وجوہ بلاغت کے صنعت عکس و تبدیل ہے مِنَ الظُّلُمَاتِ
إِلَى النُّورِ اور مِنَ النُّورِ إِلَى الظُّلُمَاتِ مین اور ایک یہان وجہ بلاغت تردید
ہے لفظ يُخْرِجُهُمْ مین اور تردید مین تکریر سے یہ فرق ہے کہ تردید مین لفظ ثانی اوس
سے متعلق نہین ہوتا جس سے پہلا لفظ متعلق ہو چنانچہ یہان یخرج دو جگہہ ہے مگر
ایک کا فاعل اللہ ہے اور دوسرے کا فاعل طاغوت ہے اور دو جگہہ
مبالغہ ہے اولاً ولی مین ثانیاً طاغوت مین اور تین جگہہ مبتدا
اور خبر کی تعریف سے حصر کا فائدہ ہوا اولاً اللَّهُ وَلِيُّ الَّذِينَ آمَنُوا سے یہ حصر ظاہر
ہوا کہ مومنین کا ولی بجز خدا کے کوئی نہین اور ثانیاً أَوْلِيَاؤُهُمُ الطَّاغُوتُ سے
یہ حصر ظاہر ہے کہ کفار کے اولیاء بجز طاغوت کے اور کوئی نہین ثالثاً أُولَٰئِكَ

اصحاب النار ہے یہ حصر ظاہر ہے کہ بجز کفار کے اور کوئی اصحاب نار نہین
اور ایک یہان وجہ بلاغت تاکید ہے کہ ضمیر ھم سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ کفار
لاریب مخلد فی النار ہین اور ضمیر ھم کی تقدیم سے کفار کے حال کی
طرف اہتمام بھی ظاہر ہے اور بعد ذکر کفار کے پھر اسم اشارہ لانے مین
یہ بلاغت اور فائدہ ہے کہ جو حال اور وصف کہ آیندہ مذکور ہوتا ہے یہ کفار اوسکے
لائق اور مستحق ہین اور گیارہ جگہ صنعت تغلیب ہے یعنی ان
حالات مین ذکور واناث دونون شریک ہین مگر بوجہ اشرف افراد کے سب صیغہ
مذکر فرمائے ہین اولًا و ثانیًا دوجگہ الذین ثالثًا ورابعًا امنوا وکفروا
خامسًا وسادسًا وسابعًا وثامنًا ضمیر ھم تاسعًا خالدون عاشرًا
اصحاب الحادی عشر ضمیر یخرجون کیونکہ طاغوت اگرچہ شامل ہے شیطان
اور اصنام اور کل معبودان باطلہ کو مگر بوجہ شیطان کے ضمیر مذکر عاقل کی فرمائی ہے
اور ایک یہان صنعت جناس اشتقاق ہے یعنی اصل اشتقاق مین دوکلمہ
شریک اور مجتمع ہون جسطرح یہان نور اور نار ہین اور نیز درمیان
ھم اور ہم کے صنعت جناس طرف ہے یعنی دو لفظ ایسے ہین کہ اگر کسی ایک کے اول
یا وسط یا آخر سے ایک حرف دور کردیا جاوے تو دونون متجانس ہوجاتے ہین جسطرح
والتفت الساق بالساق الی ربک یومئذ المساق وجدی وجھدی حیص عنہ
یمدون من ایدعواص عواصم اور نیز اجناس محرف ناقص ہے
درمیان الی اور اولئک کے اسواسطے کہ واو مکتوبہ قراءت مین ظاہر نہین ہوتی
اور نیز جناس خطی ناقص ہے درمیان اولیاء اور اولئک کے کیونکہ بعد

الف کے واو لکھی جاتی ہے اور درمیان ولی اور الی کے جناس تشویش ہے اور ایک بیان وجہ بلاغت وصل ہے جملۂ والذین کفروا کو جملۂ الذین امنوا سے اور نسبت دونون مین جو وصل کے لیے درکار ہوتی ہے نسبت تضاد ہے اور چار جگہہ فصل ہے اولاً جملۂ یخرجہم کو اپنے ماقبل سے کیونکہ یہ جملہ مستانفہ بیانیہ ہے ثانیاً یخرجونہم کو اپنے ماقبل سے کہ یہ جملہ بھی مستانفہ ہے ثالثاً اولئک اصحاب النار رابعاً ہم فیہا خلدون یہ دونون جملہ بھی محض تاکید ہین اور دو جگہہ ایجاز و قصر ہے اولاً یخرجہم من الظلمات الی النور یہ جملہ قائم مقام ہے اسقدر عبارت کے جسکا مطلب یہ ہے کہ اللہ مومنین کو خارج کرتا ہے وساوس باطلہ اور حب دنیا اور بدعات و ضلالات متعددہ سے اور یقین اور رضا اور صبر اور توکل اور زہد اور ورع جو باعث تکمیل ایمان ہین عطا فرماتا ہے ثانیاً یخرجونہم من النور الی الظلمات کا بھی ایسا ہی حال ہے۔

اور ایک بیان وجہ بلاغت انسجام بھی ہے یعنی اس آیت مین بلکہ تمام قرآن مین الفاظ کی عذوبت اور لطیفت اور بسبب تناسب الفاظ اور حسن نظم اور عدم تعقیدات کے سبب عبارت ایسی خوشنما معلوم ہوتی ہے جسطرح آب روان اوپر سے نشیب کی طرف بہتا ہوا خوشنما معلوم ہوتا ہے اور ایک بیان وجہ بلاغت ایتلاف ہے یعنی الفاظ اپنے معانی سے اسطرح متناسب اور موتلف ہین کہ جو معنی مفخم ہین اوس کے واسطے لفظ بھی باعتبار تلفظ کے مفخم ہے اور جو معنی کہ رقیق اور نرم ہین اوسکے واسطے لفظ بھی باعتبار تلفظ کے رقیق اور نرم ہے چنانچہ ذات باری تعالی مفخم ہے اوسکے واسطے لفظ اللہ بھی مفخم ہے اور مسماے طاغوت ہین چونکہ

بوجہ ظلمت کے تفخیم ہے اوسکے واسطے لفظ بھی مفخم ہے اور چونکہ کفر مین بوجہ ظلمت کے
تفخیم ہے اسواسطے لفظ بھی مفخم ہے کیونکہ حرف را اہمالہ حروف مفخمہ سے ہے اور
اسیطرح ظلمات اور خالدون کا مین معنی یہ لفظ دونون مفخم ہین ـــ اور لفظ ولی
اور امنوا کے معنی فرحت خیز نرم ہین لہذا اونکے واسطے الفاظ بھی رقیق ہین اور
نور بہ نسبت ظلمات کے رقیق ہے کیونکہ مفرد بہ نسبت جمع کے خفیف ہوتا ہے ـــ
اور ایک بیان صنعت طرد وعکس ہے یعنی دو کلام ایسے ہین کہ ہر ایک
کا منطوق دوسرے کے مفہوم کو ثابت اور مقرر کرتا ہے چنانچہ اَللّٰهُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا
کا منطوق یہ ہے کہ اللہ تعالی صرف مؤمنین کا ہی ولی ہے اور مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالے
کفار کا ولی نہین اور وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اَوْلِیٰٓـُٔهُمُ الطَّاغُوْتُ کا منطوق یہ ہے
کہ کفار کے ولی طاغوت ہین اور مفہوم یہ ہے کہ مؤمنین کے ولی طاغوت نہین پس
ہر ایک کا منطوق دوسرے کے مفہوم کو ثابت کرتا ہے ـــ اور ایک بیان
وجہ بلاغت تمکین ہے یعنی فاصلہ متمکن اور مستقر ہے اوسمین قلقلہ نہین ہے
اور ایک بیان وجہ بلاغت صنعت تشریع ہے یعنی اثنائے کلام مین ایسا لفظ ہے
کہ وہ بھی فاصلہ ہونے کی لیاقت رکھتا ہے چنانچہ جملہ اولی مین الی النور ہے
اور جملہ ثانیہ مین الی الظلمات شعر یاخاطب الدنیا الدنیہ انہا شرک الردی
وقرارۃ الاکدار ؕ یہان شرک الردی پر بھی توقف جائز ہے اور الاکدار پر بھی
پہلی صورت مین وزن ضرب ثانی بحر کامل ہوگا اور دوسری صورت مین
ضرب ہشتم کامل ہوگا ـــ اور ایک بیان صنعت تہذیب ہے یعنے
کلام ایسا مہذب اور منقح ہے جسمین مجال اعتراض نہین بلکہ تمام قرآن ایسا

ہی ہے اور دوسرے جگہہ بہان صنعت استتباع ہے یعنی ایک شی کا
کوئی ایسا وصف بیان کیا جاوے جس سے دوسرا وصف نکل آوے اولاً جب
فرمایا کہ اللہ مومنین کا ولی ہے تو اس سے یہ امر بھی نکل آیا کہ اللہ اونکو ہدایت
کرتا ہے اور پھر اسی وصف کو ارشاد کیا یُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ ثانیا
جب فرمایا کہ کفار کے ولی طاغوت ہین تو اس سے وصف اضلال نکل آیا چنانچہ
اوسکی بھی تفسیر فرمادی یُخْرِجُونَهُمْ اور تفسیر خلاف استتباع نہین شاہد متنبی
شعر نهبت من الاعمار مالو حویته ٭ لهنئت الدنیا بانك خالد ٭
اور ایک یہان یُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ مین استعارہ تخییلیہ ہے
کیونکہ ضلالت سے ہدایت کی طرف منتقل ہونے والے کو ایسے شخص سے تشبیہ دی ہے
ہو کہ پہلے تاریکی مین بیٹھا ہوا ور وہان سے اوٹھکر روشنی مین آجاوے پس یہان
مشبہ کو بیان کردیا ہے اور مشبہ بہ کو محذوف کیا اور لفظ اخراج کو جو لازم مشبہ بہ
ہے بیان کیا تا کہ وہ ملزوم محذوف پر دلالت کرے اور ایک اسی
جملہ مین صنعت توریہ ہے کیونکہ حدیث مین وارد ہے کہ روز قیامت کے تمام آدمی اولا
تاریکی مین ہونگے پھر حق تعالی کی جانب سے نور اور روشنی پونچھے گی پس مومنین
کے واسطے وہ نور باقی رہے گا اور کفار کے واسطے وہ نور منتفی ہوجاویگا وہ بدستور
اندھیرے مین رہینگے اس صورت مین ظلمات اور نور کے معنی حقیقی بھی ہونگے
اور مجازی بھی اور معنی حقیقی مجازی سے بعید الفہم ہین اور یہی توریہ ہے
اور اس حدیث کے موافق صنعت تلمیح بھی ہوگی کیونکہ معنی حقیقی اشارہ ہین
ایک قصہ کائنہ کی طرف جو آیندہ ہوگا اور اس بنا پر اس جملہ مین معنی حقیقی اور مجازی

دونون معًا مراد ہون گے اور یہ امر خصوصیات قرآن سے ہے چنانچہ حدیث مین وارد ہے کہ ہر لفظ قرآنی کیواسطے ایک معنی ظاہری ہین اور ایک باطنی ہین
اور نیز یہان بنا بر صنعت توریہ کے صنعت استخدام بھی ثابت ہوگی جسطرح صاحب مصباح نے استخدام کی تعریف کی ہے یعنی کوئی ایسا لفظ ہو کہ جسکے دو معنی ہون اور دونون مراد ہون اور اوس لفظ کے بعد دو لفظ ایسے ہون کہ ہر ایک لفظ ہر ایک معنی کی خدمت کرتا ہو یعنی ہر ایک معنی کا مؤید و معین ہو پس یہان ہرگاہ لفظ نور اور ظلمات کے معنی حقیقی اور مجازی دونون مراد ہون تو معنی حقیقی پر لفظ اخراج دلالت کریگا کیونکہ اخراج حقیقی انتقال مکانی ہے اور معنی مجازی پر لفظ امنوا اور کفروا دلالت کرتا ہے۔ اور دو جگہہ یہان لف ونشر ہے
اولاً جملہ اللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُخْرِجُھُمْ مین لف ونشر مرتب ہے کیونکہ ضمیر مستتر جو فعل یخرج مین ہے لفظ اللہ کیطرف راجع ہے اور ضمیر مفعولی یعنی ہُم اَلَّذِیْنَ موصول کی طرف راجع ہے ثانیاً جملہ یُخْرِجُوْنَھُمْ مین لف ونشر غیر مرتب ہے
اور چار مقام پر وجہ بلاغت یہ ہے کہ جس جملہ کے مضمون مین ثبوت واستمرار ہے اوس مضمون کیواسطے جملہ بھی اسمیہ فرمایا ہے جس مین کہ ثبوت واستمرار ہوتا ہے اولاً اللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یعنی ولایۃ اللہ علی المؤمنین ثانیاً اَوْلِیٰٓؤُھُمُ الطَّاغُوْتُ یعنی ولایۃ الطاغوت ثالثاً اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ النَّارِ یعنی دخولھم فی النار رابعاً ھُمْ فِیْھَا خٰلِدُوْنَ یعنی خلودھم۔
اور چار جگہہ یعنی امنوا اور کفروا اور یخرجھم اور یخرجونھم کو جملہ فعلیہ اسواسطے فرمایا کہ جملہ فعلیہ مین حدوث اور تجدد ہوتا ہے اور ان امور مین

بھی حدوث اور تجدد ہے اور ایک یہان صنعت تسہیم ہے یعنی ماقبل فاصلہ پر دلالت کرتا ہے چنانچہ لفظ کفروا خلود فی النار پر دلالت کرتا ہے یہ سب ایکسو پانچ وجوہ بلاغت ہین اور معلوم ہوتا ہے کہ علاوہ انکے بعض فوائد نحویہ اور اصول و فقہ و سلوک وغیرہ کے بھی مسائل اس مین موجود ہین توحید الہی اور نفی معبودان باطلہ کی تو ظاہر ہے اور یہ کہ آدمی یا مؤمن ہے یا کافر ہے تیسری قسم نہین اور کفار مخلد فی النار ہین اور مؤمن گنہگار مخلد فی النار نہین اور یہ بھی اس آیت سے مفہوم ہوتا ہے کہ کافر مسلم کا وارث نہین ہو سکتا اور نہ مسلم کافر کا اور نہ دونون مین نکاح جائز ہے اور نہ کافر کو مؤمن پر ولایت پہنچ سکتی ہے کیونکہ اللہ کا دوست اللہ کے دشمن کا دشمن ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ مؤمن کا دوست حقیقی بجز ذات پاک کے اور کوئی نہین پس جسقدر جس کا ایمان ہے اوسی قدر اوسکو اللہ سے دوستی ہے اسواسطے ایمان دار کو لازم ہوا کہ سوائے ذات پاک واجب الوجود کے کسی کو دوست حقیقی نہ سمجھے اور ہر وقت اپنے معبود کی طرف متوجہ رہے اور زخارف دنیوی مین دل نہ لگاوے اور دین کو دنیا کے عوض فروخت نکرے اب ناظرین بنظر انصاف دیکھین کہ جس کلام مین اسقدر وجوہ بلاغت ہون اور اس مرتبہ پر بدایع ہوئدا ہون اوسکو مسلمان کیونکر خدا کا کلام نکہین اور کسطرح اوسکو پیار نکرین اور یہ اہل اسلام پر منحصر نہین جو آدمی با فہم صاحب مذاق حق پسند راستباز ہوگا اور کوئی امر دنیاوی طمع و تعصب وغیرہ اوسکو مانع و عائق نہوگا وہبی اس کلام کو پیار کرے گا بلکہ مین کہتا ہون کہ بلاغت کلام کی انھین امور مندرجہ کتب فصاحت

پر موقوف نہین اور صرف صنائع و بدائع مین منحصر نہین بلکہ ایسے صنائع و بدائع سے کہ جن سے تکلف ظاہر ہو اور ثابت ہو جاوے کہ متکلم ہمہ تن اسی طرف متوجہ ہے کلام مین تاثیر اور بلاغت نہین رہتی جسطرح مقامات حریری کا حال ہے صنائع و بدائع بھی وہی خوب معلوم ہوتے ہین جن سے کلام مین آمد ظاہر ہو اور متکلم کا قصد تصنع ظاہر نہو بعض کلام صاف صاف اور سیدھا جس مین محض آمد ہو ایسا پیارا معلوم ہوتا ہے کہ ویسا صنعت دار کلام پیارا معلوم نہین ہوتا حق یہ ہے کہ فصاحت و بلاغت ایک ایسی وجدانی اور ذوقی چیز ہے کہ اسکو اہل زبان ہی بشرطیکہ اہل دل اور صاحب مذاق ہو خوب سمجھتا ہے اور کوئی نہین سمجھتا اور نہ کوئی دوسرے کو خوب سمجھا سکتا ہے اگر کوئی حلاوت و ملاحت کا مزہ ناواقف کو سمجھا دے تو بلاغت کلام کو سمجھا دے اسکی نتیجہ شہادت اور عمدہ ثبوت یہی ہے کہ اہل زبان اور ارباب فہم و مذاق جس کلام کی جسقدر مدح و تحسین کرین اوسی قدر اوس کلام کا مرتبہ سمجھا جاوے اور اگر باوجود دعوی اور درخواست مثل کے کوئی اوسکا مثل نکہہ سکے تو اوس کلام کی بلاغت کو حد اعجاز پر سمجھنا چاہیے اور ظاہر ہے کہ قرآن کی عبارت کو سنکر تمام عرب کے فصحاء و بلغاء باوجود عناد و مقابلہ کے مدح کرتے تھے اور بڑے بڑے صاحب مذاق اور مدعی بلاغت مثل حسان و لبید و کعبین و نابغہ جعدی وغیرہم ہزارہا آدمی بیتاب ہو کر ایمان لے آئے اگر آنحضرت صلعم کو اس دعوی مین کاذب سمجھتے تو کیون ایمان لاتے یا آنحضرت کو مقتول کر کے مرتد ہو جاتے اور ان شعرا کی طرف یہ بھی احتمال نہین کہ جبر و اکراہ سے مسلمان ہوئے ہون یا کسی لالچ و طمع سے ایمان لائے ہون پس بابو رلیصاحب کا یہ اتہام کہ مسلمان بلا تحقیق قرآن شریف کو پیارہ

کرتے ہین اور کوئی محقق اوسکو فصیح نہین مان سکتا — بداہتہ اور یقیناً باطل
اور خلاف واقع ہے — ان محققین عرب کی شہادت بلاشک کافی ووافی ہے شعر

چو بشنوی سخن اہل دل مگو کہ خطاست	سخن شناس نۂ دلبرا خطا اینجاست

تیسری فصل اون آیات کے بیان مین جنکو مخالف باہم متخالف کہتا ہے

قولہ فصل دوم قرآن کی اون آیتون کے بیان مین جو آپس مین مخالف ہین
واضح ہو کہ مؤلف اعجاز عیسوی نے ہماری پاک کتاب یعنی بائبل مین سے بڑی
کوشش کرکے اس قسم کی آیات بہت سی نکالکر پیش کی تھین جنکا جواب دیا گیا اور
تبلایا گیا کہ انمین ہرگز مخالفت نہین ہے **اقول** معلوم نہین کہ جواب دینے کا فاعل
مجہول کون ہے اگر کوئی غیر شخص ہے تو اوسکا نام لکھنا چاہیے تھا کہ اوسکی کتاب کو
کوئی دیکھے اور اگر وہ فاعل مجہول خود ہین اور مراد جواب سے ہدایۃ المسلمین کا اوّل
ہے تو اس جواب کا وہی حال ہے جو ہم نے شروع مین بیان کر دیا ہے کہ اکثر جگہہ بلا دلیل
غیر معقول اسقدر لکھدیا ہے کہ یہ کچھ اختلاف نہین یا کہ یہ مجاز ہے حالانکہ مجاز کے واسطے اصل
زبان کا محاورہ اور قرینہ ہونا ضرور ہے اہل عقل کے واسطے یہ جواب کافی نہین یہ تو صاف اختلاف
کا اقرار ہے خصوصاً انجیل مین کیونکہ ہرگاہ انجیل کا اصل متن دنیا مین موجود نہین اور یہی
ترجمے اصل کے قائم مقام ہین تو پھر کوئی کیونکر یقین کرے کہ اصل مین اختلاف ہے یا ترجمہ
مین اور اصل زبان مین ایسا مجاز بولا جاتا تھا یا نہین — پادری صاحب
بازار مین یا اپنے جلسہ مین عوام کے سامنے ایسی باتین کر لیا کرین کتابون مین نہ لکھا کرین
اور اسی باعث بندہ نے اون جوابون کا جواب لکھنا ضروری نہین سمجھا **قولہ** پاراب

یہ دکھلایا جاتا ہے کہ قرآن مین وہی آیتین جو آپس مین مخالفت رکھتی ہین کسقدر ہین جن سے ثابت ہوتا ہے کہ قرآن کلام اللہ نہین اور کوئی عالم محمدی ان کا جواب شافی نہین دے سکتا **اقول** ہرگاہ کہ الفاظ اور تراکیب قرآنی جو اشعار عرب اور کتب ادب مین لکھی ہوئی نظر نہ آئین جاہلانہ انکار کر دیا اور کہدیا کہ کوئی فصیح اسطرح نہین بولا اور آیات کو بے محابا غلط کہدیا یہ تو معانی و مضامین نازک کی بحث ہی اور عقل سے متعلق ہی یہ کسطرح سمجھ مین آونے مگر جسطرح پہلی فصلون مین پادریصاحب کا مبلغ علم عربی سب پر ظاہر ہو گیا ہے اس فصل مین بھی مبلغ عقل و فہم ظاہر ہوا جاتا ہے انشاء اللہ تعالی اور یہ قول کہ کوئی عالم محمدی اونکا جواب شافی نہین دے سکتا یہ بھی مثل اعتراضات فصل گذشتہ کی محض جھوٹ اور افترا ہے سب عالمون نے بلکہ خود مخبر صادق صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ایسے جواب دیے ہین جن سے ہزارون بیماران مرض شک کو شفا ہو گئی مگر بمفحوائے فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ اللَّهُ مَرَضًا اگر کسی متعصب کا شک رفع نہو تو جواب کا کیا قصور ہے کیونکہ مردہ پر دوا کا اثر نہونے سے دوا کی کوتاہی نہین سمجھی جاتی ؏ نرود میخ آہنی در سنگ **قوله** اگرچہ قرآن چھوٹی سی کتاب ہے تو بھی اس قسم کے مضمون اوس مین بہت سے ہین راقم چند مقامات بطور نمونہ دکھلاتا ہے **اقول** جس شخص نے مجموعہ کتب سماوی یعنی بائبل کو دیکھا ہوگا بلاشبہ پادریصاحب کے اس کلام کو صحیح نہ سمجھیگا کیونکہ ہر ایک کتاب سماوی سے قرآن شریف ضخامت مین بڑا ہے البتہ کل کتب کے مجموعہ سے بڑا نہین ہے اور معترض نے جو اون مقامات کے دکھلانے کی اپنی طرف نسبت کی ہے یہ بھی محض غلط ہے ہر تفسیر مین ان مقامات پر اعتراض و جواب مذکور ہین

خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ مین اور اصحاب کیوقت مین اکثر زنادقہ اور ملاحدہ نے ایسے مقامات پر سوال کیے ہین اور سب کے جواب شافی پائے ہین یہ بات کچھہ نئی اور جدید نہین ہے جسپر معترض نے بطور افتخار کے لکھا ہے کہ راقم دکھلاتا ہے **قولہ** سورہ نسا مین لکھا ہے اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ وَلَوْ کَانَ مِنْ عِنْدِ غَیْرِ اللّٰہِ لَوَجَدُوْا فِیْہِ اخْتِلَافًا کَثِیْرًا کیا تم قرآن مین فکر نہین کرتے اگر یہ خدا کا کلام نہوتا تو تم اسمین بہت سا اختلاف پاتے مراد محمد صاحب کی یہ ہے کہ میرے قرآن مین اختلاف نہین ہے اگر تم اسمین اختلاف پاؤ تو جان لو کہ یہ خدا کا کلام نہین ہے مین کہتا ہون کہ قرآن بقول خود کلام اللہ نہین ہے کیونکہ اوسمین بہت اختلاف موجود ہین **اقول** عقلمند کے سمجھنے کو ایک ہی جواب ظاہری کافی ہے کہ جسکا قائل خود عدم اختلاف کا دعوی کرے اور اوسکا رسول ہزارہا معاندین و متعصبین اور مخربان دین اور عیب جو اور بداندیشون کے سامنے اوس کتاب کو پڑھے اور ہر روزہ جسکا دور کرے اور ہزارہا اہل عقل اور کاملین اوسکے پیرو اور مقلدین اوسکو پڑھتے رہین اور پھر اس تناقض اور تخالف پر کسیکو اطلاع نہو خصوصا اوسوقت کہ جب دشمنان دین ان ہی مقامات کو دریافت کرین اور وہ اونکے معانی و مطالب سمجھا کر مخالفون کو ساکت کر دے ہان معترض اگر کوئی ایسی بات قرآن مین نکالی کہ جسکا ذکر احادیث و تفاسیر مین نہو گو اوسکا جواب بھی آج دندان شکن ہوجائے تاہم عقلمند کو کچھہ وہم ہوسکتا ہے **قولہ** پہلا اختلاف بقر مین ہے ذٰلِکَ الْکِتٰبُ لَا رَیْبَ فِیْہِ اس قرآن مین کسیطرح کا کچھہ شک نہین ہے پھر کہا وَاِنْ کُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا اگر تمکو قرآن کی نسبت کچھہ شک ہے پس پہلے بطور استغراق نفی شک کی تھی دوسری مین موجود

شک ثابت کیا اقول ہم اہل فہم سے پوچھتے ہین کہ جب مجرم جرم سے انکار کرتا ہے
اور حاکم یا کوئی اور شخص مجرم سے کہتا ہے کہ بے شک تو نے یہ جرم کیا ہے لاریب
تجھ سے یہ حرکت سرزد ہوئی ہے تو اس نفی شک و ریب کے کیا معنی ہوتے ہین
حالانکہ مجرم سامنے انکار کرتا جاتا ہے اور علی ہذا القیاس جب دو شخص یا دو حاکم
عدالت باہم کسی مجرم کی نسبت گفتگو کرتے ہین اور در صورت اختلاف رائے کے
ایک حاکم کہتا ہے کہ ہمکو ثبوت جرم مین ابھی تک شک ہے اور دوسرا کہتا ہے کہ
بیشک اسنے جرم کیا ہے تو یہ نفی شک بطور استغراق ہوتی ہے یا نہین یا صرف
لفظون کا فرق ہے اور یہ مثالین فرضی تقریر نہین بلکہ ہر ملک مین اور ہر عصر مین
عوام و خواص اور جہلا و علما اپنی اپنی زبان مین بولتے ہین دیکھو آیت ۱۸ باب
یازدہم اعمال کو پس وہ اسکو سنکر مطمئن ہوئے اور خدا کا شکر کیا اور سب نے کہا
کہ بیشک خدا نے قبائل کے واسطے توبہ حیات بخش کرامت فرمائی ہے انتہی حالانکہ
اوس توبہ مین سینکڑون عیسائیون اور کل یہود کو شک تھا اور قول شمعون یعنی
پطرس کو اکثرون نے غلط سمجھا اور شک کیا اب ہم پادری صاحب کو اس محاورہ اور
تقریر کی معنی سمجھاتے ہین کہ جس سے اوس نے انجیل مین سقم پیدا کیا کہ بے شک
اور لاریب کے دو معنی ہوتے ہین اولاً یہ کہ بعض وقت بیشک کہنے والے کا یہ
مطلب ہوتا ہے کہ یہ امر بدلائل واضحہ اور بشواہد بینہ ہم پر ایسا واضح اور آشکار
ہے کہ ہرگز لائق شک کے نہین ثانیاً یہ مطلب ہوتا ہے کہ تم شک مت کرو
یہان لفظ بے شک اور لاریب گویا ان دونون عبارتون کا مخفف ہوتا ہے کیونکہ
جلدی کے سبب اتنا ہی کہا جاتا ہے پس اس آیہ کریمہ مین بھی مفسرون نے یہی

دونون معنی بیان کیے ہین اوّل یہ کہ بسبب فصاحت و بلاغت کے اور بباعث قوانین متقنہ اور مضامین پاکیزہ کے اور بوجہ براہین قاطعہ اور حجج باہرہ کے جو اس کتاب مین مذکور ہین اور بنا بر ظہور معجزات و آیات رسول کے یہ کتاب ایسی ہے کہ اسکے من عند اللہ ہونے مین کچھ شک نہین رہتا اگرچہ کوئی حاسد و متعصب کسی غرض نفسانی سے شک ظاہر کرے مگر چونکہ ایسے اشخاص کا جھوٹا شک عند العقل قابل اعتبار نہین ہوتا لہذا اوسکو کالعدم سمجھا جاتا ہے اور یہ جھوٹا شک جنس شک کی افراد مین داخل نہین تاکہ استغراق مین خلل پڑے بہرحال یہان سچی شک کی نفی کی ہے نہ اس امر کی کہ کوئی جھوٹا دعوی بھی شک کا نکرے دوم یہ کہ جملہ بصورت خبریہ انشائیہ ہی یعنی نہی ہے مطلب یہ ہے کہ یہ کتاب ایسی ہے کہ ہرگز اس مین شک مت کرو ہدایت ہے متقیون کے واسطے اور نہی کو خبر کے طور پر فرمانے مین یہ بلاغت ہے کہ جملہ خبریہ بہ نسبت انشائیہ کے زیادہ تر موکد ہوتا ہے اور نیز جملۂ اسمیہ بہ نسبت فعلیہ کے زیادہ موکد ہوتا ہے چنانچہ نہی بصورت خبر کے کئی جگہہ قرآن مین واقع ہے حج کے باب مین فرمایا ہے فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ اور امر بھی بصورت خبر آتا ہے چنانچہ فرمایا ہے وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ اور وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ اور قرآن کی نسبت فرمایا ہے لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ

قولہ ۲ اختلاف بقرین ہے لَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ خدا اون کافرون سے قیامت کے دن بات نکرے گا پھر کہا فَوَرَبِّكَ لَنَسْأَلَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ اے محمد تیرے رب کی قسم ہے مین خدا اون سب کافرون سے جو کچھ اونھون نے کیا ہے پوچھون گا پس ایک آیت ان دونون مین سے باطل ہے

اقول اس آیت کے دو جواب ہین **اولاً** یہان کلام مرغوب و مفید کی نفی ہے نہ مطلق کلام کی مطلب یہ ہے کہ حق تعالے اون یہود سے جنکا حال اوپر مذکور ہوا لطف و شفقت کی بات نکریگا جسکی اونکو تمنا اور حاجت ہوگی اور جو اونکے مفید مطلب ہوگی اور عرب کے محاورات مین یہ امر مستعمل ہے کہ جو باتین مقبول و مرغوب طبع نہون یا مفید مدعی نہون اونکو بعض وقت کہدیا کرتے ہین کہ کچہہ بہی باتین نہوئین یا فلان شخص کچہہ نہ بولا گونگا ہوگیا مثلاً جو شخص مناظرہ مین عاجز ہوتا ہے تو اگرچہ اوس نے کتنی ہی دیر تک باتین کی ہون مگر لوگ اوسکی نسبت کہنے لگتے ہین کہ فلان شخص نے کچہہ بہی نکہا کچہہ بہی نہ بولا گیا عرب کہتے ہین خرس فلان عن حجتہ وحضرنا فلانا یناظر فلانا فلم یقل شیئا یعنی فلان شخص گونگا ہوگیا کچہہ دلیل و حجت بیان نکرسکا ہم فلان شخص کے پاس گئے کہ وہ فلان شخص سے مناظرہ کررہا تہا پس اوس نے کچہہ بہی نکہا مطلب یہ ہے کہ کوئی مفید بات نکہی جس سے دشمن پر غالب ہوتا یا جو سوال کا جواب ہوتا اسی قبیل سے ایک شاعر کہتا ہے لقد طال کتمانیک حتی کانتی ٭ برد جواب السائلی عنک اعجم ٭ دیکہو شاعر باوجود اس گویائی کے اپنے تئین گونگے کے مانند کہتا ہے اور اسی قسم سے دوسرا شاعر کہتا ہے فتنعق اعمی اذا ما جارتی خرجت حتی یواری جارتی الخدر ٭ کما افادہ السید المرتضے علم الہدی فی الغرر والدرر ٭ بندہ کہتا ہے کہ یہ محاورہ ہندوستان مین بہی مستعمل ہے اور اسی بنا پر ہے کہ حکام کی ملاقات کے وقت کی باتون کو کہتے ہین کہ حاکم نے فلان شخص سے ملاقات مین یہ باتین کین کیونکہ وہ مرغوب اور مفید باتین ہوتی ہین اور اگرچہ

کہتے ہین کہ حاکم نے یہ سوال کیا یہ پوچھا پس آیۂ مذکورہ مین اسی قسم سے نفی کلام ہے
اس سے نفی سوال لازم نہین آتی ثانیاً بالفرض اگر کلام سے مطلق کلام مراد ہو
تو بھی کچھ تخالف نہین کیونکہ ممکن ہے کہ سوال بذریعہ ملائکہ ہوا ور دوسری
آیت کا یہ مطلب ہو کہ سوال کرین گے ہم اون سے بذریعہ ملائکہ کے اور اکثر
ایسا ہوتا ہے کہ ملازمین کے کامون کو پادشاہ اپنی طرف منسوب کرتا ہے کہ ہم نے
کیا حالانکہ اوسکو اکثر ملازمین کرتے ہین مثلاً ملک اور قلعون کو فوج فتح کرتی
ہے اور احکام شاہی وزیر وغیرہ عملہ لکھتا ہے اور جاری کرتا ہے مگر پادشاہ کہتا ہے
کہ فلان قلعہ ہمنے فتح کیا یہ حکم ہمنے دیا تھا بہرحال کسی معنی اور احتمال کے
موافق بیان تخالف نہین اور آیۂ کریمہ میں محاورۂ عرب کے موافق ہے
پادریصاحب کو لازم ہے کہ علم ادب اور محاورات عرب مین مہارت پیدا کرین

قولہ ۳ اختلاف آل عمران مین ہے کِتَابٌ اُحْکِمَتْ اٰیَاتُہٗ اس قرآن کی
ساری آیتین محکم ہین یعنی کھلا کھلی اپنے مطلب پر دلالت کرتی ہین دوسری جگہ
کہتا ہے مِنْہُ اٰیَاتٌ مُّحْکَمَاتٌ وَاُخَرُ مُتَشَابِھَاتٌ کچھ آیتین اس قرآن مین
محکم ہین اور کچھ متشابہ یعنی کچھ کھلا کھلی اور کچھ گول گول پس ایک آیت باطل ہے

اقول پادریصاحب نے دین عیسائی اختیار کرکے تحریف مین بڑا کمال پیدا
کیا ہے کہ شاید اسقدر کمال اونکے اسلاف کو بھی نہو بھلا وہ یہ تو بتائین کہ آیات
محکمہ مین کلیہ وعموم کہان سے پیدا کیا جو لکھا ہے کہ ساری آیتین محکم ہین آیا اس
آیت مین لفظ کل ہے یا آیات پر الف لام استغراق ہے اور ہرگاہ کلیہ نہین تو
تخالف کیونکر ہوا پادریصاحب عربی زبان سیکھین اور دماغ کا علاج بھی کرائین

کیونکہ اسقدر حواس بھی درست نہین جو آیات کو صحیح لکھیں اور اونکا پتا درست
بتائین سورۂ ہود کی آیت کو آل عمران مین بتایا ہے اور آل عمران کی آیت کا نشان
بھی نہ لکھا یہان تک پادریصاحب کا جواب تھا اب ہم مؤمنین کو اس آیت کے
معنی بتاتے ہین کہ احکام کے معنی لغت مین درست اور استوار کرنے کے ہین احکمہ
اے اتقنہ اور استواری اور درستی ہر ایک شی مین اوسکے مادہ اور قوام کے
حسب حال ہوتی ہے مثلاً کپڑے کی استواری تار و پود کی مضبوطی اور اتصال
سے مراد ہوتی ہے عمارت کی استواری چوب و خشت کی مضبوطی اور چنائی کی
عمدگی سے مراد ہوتی ہے علی ہذا القیاس عبارت کی استواری اور احکام چند
طرح پر مراد ہوتی ہے کبھی بوجہ کمال فصاحت و بلاغت و تراکیب مشکلہ کے عبارت
کو محکم اور مضبوط کہتے ہین اور کبھی بوجہ مجازات و استعارات و کنایات کے اور
بوجہ ذو احتمالین اور ذو معنیین ہونے کی عبارت کو مضبوط کہتے ہین پس پہلی
آیت مین باعتبار کمال فصاحت و بلاغت کے آیات کو محکم فرمایا ہے اور قرینہ
اس پر لفظ فصّلت موجود ہے اور دوسری آیت مین باعتبار ذو احتمالین ہونے
کے آیات کو محکم فرمایا ہے اور قرینہ اس پر لفظ متشابہات موجود ہے بہرحال اگر
آیات سے کل آیات بھی مراد ہون تاہم بوجہ تغایر اعتبار دو مراد کے کچھ اختلاف
نہین ہو سکتا ولولا الاعتبارات لبطل الحکمۃ **قولہ** ۴ اختلاف اسی سورہ
مین ہے اِنِّی مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ اے عیسٰی مین تجھے مارونگا اور اپنی طرف
اوٹھا لونگا پھر کہا ہے مَا قَتَلُوْہُ وَمَا صَلَبُوْہُ وَلٰکِنْ شُبِّہَ لَھُمْ نہ عیسٰی کو مارا
نہ اوسے سولی دی مگر اونکو شبہہ پڑ گیا اسصورت مین ایک آیت قرآن کی غلط

ہوئی اور رد جو لاہور کے بعض ملانے کہتے ہین کہ لفظ متوفیک وفات سے
مشتق نہین ہے غلط اور بیجا ہے ضرور وفات سے مشتق ہے تفسیرین دیکھ لو
اقول ہم کہتے ہین کہ بقول پادریصاحب لفظ متوفی یہان وفات سے مشتق
سہی تو بھی ایک آیت کیونکر غلط ہو گی بلکہ اسوقت دونون آیتون مین زیادہ
اتحاد ہو گا کیونکہ پہلی آیت کا یہ مطلب ہو گا کہ اے عیسٰی مین تجھے مارونگا اور
دوسری آیت کا یہ مطلب ہوا کہ یہود نے عیسٰی کو نہ قتل کیا اور نہ صلیب دی
بلکہ صلیب سے پہلے ہی ہم نے اوسے مار کر اوٹھا لیا اور صلیب دوسرے شخص کو
ہوئی جسطرح بعض احادیث سے ظاہر ہوتا ہے یا یہ کہ صلیب سے زندہ اوترا اور
بعد اوسکے مرا جسطرح بعض اشخاص کی رائی ہے پس دونون آیتون مین
کچھ اختلاف اور غلطی نہوئی نہ معلوم کہ پادریصاحب نے یہ اعتراض بحالت انتشار
حواس لکھا ہے یا نشہ مین ــــ اور بعد اسکے جو اوسنھون نے لاہور کے مولویون
پر طعن کرکے لکھا ہے سو تعجب ہے کہ اتنے بڑے دعوی کی دلیل بلا سند چھوڑدی
نہ کسی تفسیر کا نام بتایا اور نہ کسی کی کچھ عبارت لکھی تاکہ معلوم ہو کہ کس مفسر نے
یہ لکھا ہے کہ عین صلیب پر حضرت عیسٰی کو موت آئی تاکہ پادریصاحب کا مطلب
حاصل ہو اگر بیضاوی کی عبارت سے شبہہ ہوا ہے تو وہان نصاری سے وہ قدیم
فرقے مراد ہین جو کہتے ہین کہ بجاے عیسٰی کے شمعون قرینی مصلوب ہوا اور حضرت
مسیح چند ساعت کے واسطے مثل مردہ کے ہو کر یعنی حالت نوم مین مرفوع ہو گئے
چونکہ یہان معنی متوفی کی بحث کو آیتون کی مخالفت سے چندان علاقہ نہین
لہذا اس بحث کو ہم طول نہین دیتے مگر پادریصاحب سے اسقدر پوچھتے ہین کہ لاہور

کے ملاؤن کا قول کیون غلط ہے کیا لفظ توفی کے معنی لغوی تمام گرفتن نہین
جسطرح عرب بولتے ہین توفیت المال اور کیا گرفتن اور قبض روح کو موت
لازم ہے دیکھو خدا نیند مین بھی قبض روح کرلیتا ہے چنانچہ سورۂ انعام مین ہے
وَهُوَ الَّذِي يَتَوَفَّاكُم بِاللَّيْلِ اور پھر سورۂ زمر مین ہے اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْأَنفُسَ حِينَ
مَوْتِهَا وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَامِهَا اور کیا قرآن سے حضرت عیسٰی کی موت منصوص
اور یقینی ثابت ہے آخر کچھ تو پادری صاحب بیان کرین کہ ملاؤن کا قول کیون غلط
ہے اگر انجیل کی مخالفت کے باعث غلط ہے تو بھی غلط نہین کیونکہ برنباس کی انجیل
مین موت صلیبی کیا خود صلیب سے انکار ہے وہ لکھتا ہے کہ یہودا اسخریوطی کو صلیب
ہوئی عیسٰی کو صلیب نہین ہوئی اور فوطیس کتاب سیر الحواریین سے نقل کرکے
لکھتا ہے کہ عیسٰی کے عوض کسی اور کو صلیب ہوئی اور چند قدیم فرقے عیسائیون
کے کہتے ہین کہ بجاے عیسٰی کے شمعون قرینے صلیب دیا گیا پس معلوم ہوا کہ لاہور کے
ملاؤن کا قول ظاہر قرآن کے بھی موافق ہے اور عیسائیون کے قدیم فرقون کے
بھی موافق ہے او رایک انجیل کے بھی موافق ہے اور تاریخ کے بھی موافق ہے
مگر موت صلیبی جو کالے کرسٹانون کا قول ہے اور سب اعمال کو بیکار سمجھکر اوسی
کو مدار شفاعت اور کفارہ گناہ سمجھتے ہین ضرور غلط ہے **قولہ** ۵ اختلاف
ایسی مین ہے بِيَدِكَ الْخَيْرُ ای خدا تیرے ہاتھ مین بھلائی ہے حالانکہ دوسری
جگہہ لکھا ہے کہ اوسی کی طرف سے بدی بھی آتی ہے پس ایک آیت باطل ہے
اقول آیۂ مذکورہ مین کوئی لفظ یا وجہ ایسی نہین جس سے خیر کا حصر مفہوم ہو
اور دوسری چیز کی نفی ظاہر ہو پھر اس سے یہ کیونکر لازم آیا کہ بدی اوس کے اختیار

ہین نہین بے شک اوسکے اختیار مین دونون چیزین ہین مگر چند وجوہ لطیفہ کے باعث بدی کو مذکور نہین فرمایا اولاً یہ مقام ترغیب و تحریص کا ہے کیونکہ جب مکہ معظمہ مفتوح ہوا یا جب کہ اہل اسلام خندق کو کھودتے تھے تو حق تعالے نے ملک روم اور فارس کی فتح کا وعدہ فرمایا اسپر منافقون نے مضحکہ کیا اور اس وعدہ کو غلط سمجھا اسواسطے یہ آیۂ کریمہ نازل ہوئی ہے اور ظاہر ہے کہ ترغیب و تحریص کے وقت خیر اور نعمت کا ہی ذکر مناسب ہوتا ہے ثانیاً یہ عرب کی عادت ہے کہ جب دو چیزین مقابل کی مشہور ہوتی ہین تو اون مین صرف ایک چیز کو بیان کردیتے ہین اور دوسری کو قرینہ سے سمجھ لیا کرتے ہین اسی کو صنعت اکتفا کہتے ہین چنانچہ فصل گذشتہ کے قول بست و ہفتم کے جواب مین معہ حوالہ اشعار اسکا بیان ہو چکا ہے ثالثاً حق تعالی اگرچہ بدی پر بھی قادر ہے مگر چونکہ بدی اوسکی طرف سے بالذات نہین ہوتی اور خیر بالذات ہوتی ہے لہذا صرف خیر کو بیان فرمایا چنانچہ خط اول یعقوب آیت ۱۳ مین ہے کہ خدا بدیون سے نہ آپ آزمایا جاتا ہے اور نہ کسی کو آزماتا ہے **قولہ**

۶ اختلاف ال عمران کے ۱۴ رکوع مین ہے سَارِعُوۡا اِلٰی مَغۡفِرَۃٍ مِّنۡ رَّبِّکُمۡ اور جلدی کرو اپنے خدا کی نجات کی طرف پھر محمد صاحب کہتے ہین اَلۡعُجۡلَۃُ مِنَ الشَّیۡطَانِ وَالتَّاَنِّیۡ مِنَ الرَّحۡمٰنِ جلدی شیطان کیطرف سے ہے اور سستی خدا کی طرف سے ہے پس یا تو وہ قرآن کی آیت یا یہ حدیث غلط ہے **اقول** اس اعتراض مین پادری صاحب کیطرف تعصب کا گمان کم ہے جہالت و کم استعدادی زیادہ محتمل ہے کیونکہ عوام الناس سرعت و عجلت کو ایک ہی معنی مین سمجھا کرتے ہین حالانکہ ان مین بڑا فرق ہے سرعت ایسی جلدی کو کہتے ہین جو بہتر اور مناسب ہو اور اردو مین اسکا ترجمہ پھرتی یا

چستی چالاکی ہے اور یہ ممدوح ہے اور اوسکے مقابل بطوء اور ابطاء ہے جو مذموم ہے اردو مین اسکا ترجمہ سستی ہے اور کبھی سرعت محض مبادرت واقبال کے معنی مین بھی بولی جاتی ہے اور عجلت ایسی جلدی کو کہتے ہین جو بہتر اور مناسب نہو اور یہ مذموم ہے اور اسکے مقابل اناۃ اور تانی ہے جو ممدوح ہے اسکا ترجمہ اردو مین آہستگی ہے اور اگر یقین نہو تو صراح وقاموس مین دیکھ لو کہ سرعت کا مقابل بطوء لکھا ہے اور عجلت کے مقابل تانی کو لکھا ہے اور انکا بھی اعتماد نہو تو حماسہ کو دیکھ لو شاعر کہتا ہے شعر منا الاناء وبعض القوم یحسبنا ٭ انا بطاء وفی ابطائنا سرع ٭ مطلب یہ ہے کہ ہم سے تانی واقع ہوتی ہے اور بعض قوم جانتے ہین کہ ہم بطوء کرتے ہین اور ہمارے بطوء کرنے مین بھی سرعت یعنی پھرتی اور چستی ہے دیکھو شاعر اناۃ کو اپنے مین ثابت کرتا ہے اور بطوء کا انکار کرتا ہے اور سرعت کو اختیار کرتا ہے طرفۃ سبعہ معلقہ مین کہتا ہے شعر بطیئ عن الجلی سریع الی الخنا ٭ ذلول باجماع الرجال ملہد ٭ بیان سے صاف ظاہر ہے کہ سرعت کے مقابل بطوء ہے یعنی سستی ہان اگر حدیث مین بجاے تانی کے بطوء کا لفظ وارد ہوتا اور قرآن مین بجاے سارعوا کے عجلوا وارد ہوتا تو یہ اعتراض بجا تھا قولہ ۶ء اختلاف اسی مین ہے ومن یغلل یات بما غل جس نے چوری کی قیامت کے دن چوری کی ہوئی چیز لیکر آئیگا پھر کہتا ہے ولقد جئتمونا فرادی کما خلقنکم اول مرۃ اور آؤگے تم اکیلے جیسے ہم نے پہلی دفعہ تمھین پیدا کیا تھا پس پہلی آیت کے موافق جسنے اونٹ چوری کیا تھا وہی اونٹ ہمراہ لیکر خدا کے روبرو جاویگا دوسری کے موافق ایسا جاویگا جیسا مان کے پیٹ سے خالی ہاتھ نکلا تھا اسلیے ایک آیت

باطل اور جھوٹی ہوئی **اقول** پادریصاحب نے اگر شان نزول کو نہین دیکھا تو خیر کوئی بڑی تفسیر بہم نہ پہنچی ہوگی مگر تعجب ہے کہ تمام اور پوری آیت کو کیون نہین دیکھا لفظ فرادی کی تفسیر خود آیت مین موجود ہے دیکھو آیہ قرآنی یون ہے وَلَقَدْ جِئْتُمُونَا فُرَادَىٰ كَمَا خَلَقْنَاكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَتَرَكْتُم مَّا خَوَّلْنَاكُمْ وَرَاءَ ظُهُورِكُمْ وَمَا نَرَىٰ مَعَكُمْ شُفَعَاءَكُمُ الَّذِينَ زَعَمْتُمْ أَنَّهُمْ فِيكُمْ شُرَكَاءُ لَقَد تَّقَطَّعَ بَيْنَكُمْ وَضَلَّ عَنكُم مَّا كُنتُمْ تَزْعُمُونَ مَا نَرَىٰ مَعَكُمْ شُفَعَاءَ سے صاف ظاہر ہے کہ اس جگہہ معین و مددگار و شفیع کی نفی فرمائی ہے اور اسی اعتبار سے فرادی کہا ہے اور قطع نظر اس شان نزول اور بقیہ عبارت کے دلیل عقلی اور قرینہ قوی یہ ہے کہ فردیت اور زوجیت ہر شی مین اکثر باعتبار ذوالعقل یا ہمجنس کے ہوتی ہے نہ دوسری جنس سے خصوصًا خوف کے وقت باعتبار حامی و مددگار کے زوجیت و فردیت بولی جاتی ہے مثلًا اگر ایک آدمی دس آدمیون سے لڑے اور تلوار کرے تو اوسکو کہین گے کہ فلان شخص دس سے تنہا لڑا کوئی یہ نکہے گا کہ اوسکے پاس تلوار تھی اور اسیطرح اگر کوئی شخص روپیہ لیکر تنہا رات مین سفر کرے تو اوس سے یون ہی کہا جاتا ہے کہ تم تنہا ہو رات کا وقت ہے حالانکہ سو روپیہ اوسکے ہمراہ ہوتے ہین کپڑے بھی پہنے ہو ہوتا ہے ناظرین غور کرین اور مخاطب صاحب کی عقل و فہم کی داد دین کہ کیسا کچھہ عقل پر تعصب کا پردہ پڑگیا ہے کہ چوری کے مال ہمراہ ہونے کو آدمی کی فردیت اور تنہائی کے خلاف سمجھتے ہین حیف ہے ایسی بے بصیرتی اور تعصب پہ جواب تو اوس وقت ہے کہ جب آیہ وَمَن يَغْلُلْ يَأْتِ بِمَا غَلَّ سے یہ بات ثابت ہو کہ جس چیز کو آدمی چرائے گا وہی بعینہ قیامت مین ساتھہ آئے گی

[حاشیہ:] نزول آیت حضرت بن الحصین بن کلدہ کے اور ابن ... صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ... قیامت ... شفاعت ... اوسکے جواب مین یہ آیت نازل ہوئی ... کو

حالانکہ بنا بر روایت معتمد کے یہ بات نہین ہے بلکہ وہ چیز بعینہ ساتھ ہوگی صرف بار
بار و وبال اوسکی گردن پر ہوگا اوسکے اوپر ایک علامت چوری کی ہوگی کہ سب اہل محشر
اوسے چور سمجھین گے اور غرض اس علامت سے اوسکی تفضیح اور رسوائی ہوگی ۔
چنانچہ دوسری جگہ اس مضمون کی تصریح ہے یُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِيْمَاهُمْ
فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِيْ وَالْاَقْدَامِ حدیث مین وارد ہے کہ اہل بہشت کے منہ سفید
اور نورانی ہون گے اور اہل جہنم کے منہ سیاہ اور آنکھین ازرق اور کبود ہون
گی اور اسی علامت سے پہچانی جائین گے پس اس آیت کی تناقض یہ آیت
کسی طرح نہین **قولہ** ۸ خلاف نسا مین ہے فَانْكِحُوْهُنَّ بِاِذْنِ اَهْلِهِنَّ
وَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ یعنی اگر تم پکڑی ہوئی عورتون سے نکاح کرو تو اونکے مالکون
سے جن کے قبضہ مین ہین پوچھہ کر نکاح کرو اور اونکا مہر یعنی نفس حوالہ کرنیکے
عوض کا دام اون عورتون کو دیدو کیونکہ عورتون کا حق ہے مگر محمد صاحب نے
قرآن مین تو یہ حکم لکھدیا مگر روپیہ مہر کا اپنی شریعت مین اونکے مالکون کو دلایا
اون بیچاریون کو خالی ہاتھہ نکالا پس یا تو شریعت کا دستور یا قرآن کی یہ آیت
باطل ہے **اقول** کیا قرآن مین عمدہ عمدہ مقامات لائق بحث کے نہین ہین جو
پادری صاحب اس قسم کی پوچ باتین لکھتے ہین اول تو اظہار تعصب یہ کیا ہے
کہ اماء یعنی لونڈیون کو پکڑی ہوئی عورتون سے تعبیر کیا ہے حالانکہ یہ نہین
سمجھا کہ ہر لونڈی پکڑی ہوئی نہین ہوتی زر خرید بھی ہوتی ہے اور بعدہ جو آیۂ
قرآنی کو عمل درآمد سے مخالف لکھا ہے یہ بھی محض عوام فریبی ہے اسکا ایک جواب
عام فہم یہی کافی ہے کہ معنی قرآن کے وہی ہوتے ہین جو رسول مقبول نے فرمائے ہون

پس جب قول رسول صلعم اس آیت مین ہمکو ثابت ہوگیا تو معلوم ہوا کہ بعد فعل وَآتُوْا
کے لفظ اہل جو ضمیر جمع کا مضاف ہے محذوف ہے اور اصل عبارت یون ہے وَآتُوْا
اَهْلَهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ اور چونکہ اہل کا لفظ پہلے موجود و مذکور ہے تکرار کے سبب اس
جگہہ نہین فرمایا کیونکہ مملوکیت اور احتیاج اذن سے صاف ظاہر ہے کہ مہر بھی اونکے
مالکون کو دیا جائیگا جب لونڈیان خود اپنے نفس کی مالک نہین تب مہر کی کیونکر مالک
ہوسکتی ہین علاوہ اسکے یہ ہے کہ مہر کا ولی کو دینا خواہ عورت آزاد ہو یا لونڈی ایسا
محاورات اور مجاری عادات مین داخل ہے کہ اوسکی تصریح کی چندان ضرورت نہین
اور اس شیوع عادات کے سبب اگر ہم کہین کہ مہر دینا لونڈیون کی طرف مجازًا
فرمایا ہے تو بھی کچھہ قباحت نہین اور اکثر ایسا مجاز بولتے ہین خصوصًا عرب مین مثلًا
اگر کوئی شخص زید کے قرضہ کو زید کے باپ یا بیٹے کو دے آئے تو وہ کہہ سکتا ہے کہ مین نے
زید کو روپیہ دیدیا اور اگر زید کے مختار کو دیدے تو بھی کہہ سکتا ہے کہ مینے زید کو
دیدیا دوسرا جواب بغیر حذف مضاف اور مجاز کی یہ ہے کہ اس آیہ کے حکم کے
موافق ناکح درحقیقت اوسی لونڈی منکوحہ کو مہر دیتا ہے مگر چونکہ خود لونڈی بھی
آقا کی ملک ہوتی ہے اوس دوسرے حکم کی وجہ سے وہ مہر آقا کی ملک ہوجاتا ہے
پس ہر ایک حکم کی تعمیل جدا جدا ہوجاتی ہے اسمین کچھہ مخالفت لازم نہین آتی اور اگر
مخالفت ہو تو کوئی عاقل بیان کرے **قولہ** ۹ خلاف نسا مین ہے اِنَّ اللّٰهَ
لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَاءُ خدا شرک کرنے کو نہین بخشتا
مگر شرک کے سوا اور گناہ بخش سکتا ہے اگر چاہے پھر کہا اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَظَلَمُوْا
لَمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ طَرِيْقًا اِلَّا طَرِيْقَ جَهَنَّمَ خَالِدِيْنَ فِيْهَا

آمنا ہ جنھون نے کفر کیا اور ظلم کیا اونکو خدا کبھی نہ بخشیگا اور نہ اونکو راہ دکھلائیگا مگر دوزخ کی راہ جس مین ہمیشہ رہین گے پہلی آیت مین کہا تھا کہ شرک کے سوا اور گناہ اگر چاہون تو بخش سکتا ہون دوسری مین کہتا ہے کفر اور ظلم کو مین کبھی نہین بخشتا پس دونون مین سے ایک جھوٹی آیت ہے **اقول** ان دونون آیتون مین ذرا بھی تخالف نہین صرف عقل کا خلاف اور علم و استعداد کی قلت باعث تخالف ہے اگر یادر یعیاحب صراح مین بھی دیکھ لیتے کہ لفظ دون نقیض فوق ہے اور معنی اسکے پست ہین تو آیہ اولی کے معنی فوراً حل ہوجاتے اور کچھ تخالف معلوم نہوتا یعنی حق تعالی شرک کو نہین بخشتا اور جو گناہ شرک سے پست اور کم ہے اوسکو جسکے واسطے چاہے بخش دے اور دوسری آیت کا یہ مطلب ہے کہ جنھون نے کفر کیا اور ظلم کیا محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بسبب انکار نبوت کے ہرگز نہ بخشیگا اونکو اللہ تعالے الخ ۔ اور ظاہر ہے کہ کفر بنصوص کثیرہ قرآنیہ عذاب اور وبال مین شرک سے کم نہین کفر کے واسطے بھی خلود جہنم ہے اور شرک کے واسطے بھی خلود جہنم ہے باعتبار عذاب و سزا کے دونون برابر ہین اور باعتبار مفہوم کے کفر عام ہے اور شرک خاص ہے اور عام خاص سے اعلے ہوتا ہے اور علی ہذا القیاس ظلم کے معنی ایسے عام ہین کہ ہر گناہ کو ظلم کہہ سکتے ہین اور تخصیص اور تعیین مراد قرینہ سے مفہوم ہوتی ہے یہان بسبب عطف کے اور بوجہ شان نزول کے ظلم سے مراد انکار رسالت محمدیہ ہے اور شرک بھی مراد ہوسکتا ہے چنانچہ سورہ لقمان مین شرک کو ظلم فرمایا ہے اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ ہ پس ہرگاہ کہ کفر شرک سے پست نہین اور ظلم بمعنی انکار رسالت بھی شرک سے کم نہین تو پھر کچھ مخالفت نہین کیونکہ پہلی آیت مین شرک سے

پست گناہون کے بخشنے کا وعدہ ہے نہ اوسکے مساوی اور اعلی کا د
یہ ہے کہ لغت مین شرک کے معنی کفر بھی ہین پس آیہ اولی مین شرک کے معنی کفر ہین
اور کچھہ تخالف نہین **قولہ** ۱۰ خلاف اسی مین ہے اِنَّ کَیْدَ الشَّیْطٰنِ کَانَ
ضَعِیْفًا شیطان کا مکر اور فریب ناطاقت اور ضعیف ہے پھر کہا اِنَّ کَیْدَکُنَّ
عَظِیْمٌ ۝ امی عورتو تمہارا مکر و فریب بہت بڑا ہے پس بقول محمد صاحب عورتین
شیطان سے زیادہ ہوئین حالانکہ یہ باطل ہے اور ضرور عورتون سے زیادہ فریب باز
شیطان ہے پس ایک آیت ان مین سے جھوٹی ہے **اقول** اسکے تین جواب ہین
اولاً یہ کہ اِنَّ کَیْدَکُنَّ عَظِیْمٌ اوس شخص کا قول ہے جو زلیخا و عزیز کے درمیان
حکم مقرر ہوا تھا حق تعالی کا قول نہین بلکہ اوسکے قول کو نقل کیا ہے چنانچہ تمام آیت
اسطرح ہے فَلَمَّا رَاٰ قَمِیْصَہٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ قَالَ اِنَّہٗ مِنْ کَیْدِکُنَّ اِنَّ کَیْدَکُنَّ عَظِیْمٌ ۝
اکثر جگہہ قرآن مین کفار کے اقوال منقول ہوئے ہین وہ ہمارے اعتقادات و مسلمات
نہین ہوسکتے پادریصاحب نے ناتمام آیت لکھنے مین یہی دوراندیشی کی ہے کہ اگر پوری
آیت لکھی جاوے گی تو اعتراض کا کید فوراً کھل جاویگا **ثانیاً** آیہ ثانیہ مین حق تعالے
نے شیطان کا کید اپنے مقابلہ مین ضعیف فرمایا ہے نہ عورتون کے مقابلہ مین دیکھو
یہ آیت ترغیب جہاد مین نازل ہوئی ہے خلاصہ مطلب اسکا یہ ہے کہ مومنین اسد کی راہ مین
لڑتے ہین اور کفار طاغوت کی راہ مین ای اہماندارو لڑو اولیاء شیطان سے تحقیق
کہ کید شیطان کا ضعیف ہے یعنی اسد کے مقابلہ مین ضعیف ہے کیونکہ وہ اسد کیطرف سے
لڑتے ہین اور اونکا آقا اسد ہے پس پادریصاحب نے پوری آیت نہ لکھکر یہان
بھی ایک عمدہ کید کیا ہے مگر ایمانداروں کے روبرو کید کب چل سکتا ہے کیونکہ اسد تعالے

اونکا دل اور بہد گارہے **ثالثًا** لفظ ضعیف کے مقابل قوی ہے نہ عظیم اسواسطے
کید شیطان کے ضعیف ہونے سے اوسکی عظمت کی نفی نہین ہو سکتی ممکن ہے کہ ایک
شی ضعیف بھی ہو اور عظیم بھی جسطرح بڑا پرانا درخت جسکی جڑ نابود ہوا وسکو کہتے ہین کہ
یہ درخت عظیم ہے مگر ناطاقت اور بوڑھا شہر روس کا بادشاہ عظیم ہے مگر ناطاقت اور
مسن اور ضعیف ہو گیا ہے یہی شیطان کے کید کا حال ہے کہ وہ بہت بڑا ہے اور
عظیم ہے مگر چونکہ باطل ہے لہذا نہایت سست اور ناطاقت ہے اگر آدمی عقل کا پابند
رہے تو فورًا اوسکو دفع کر سکتا ہے اور اگر کید مین پھنس گیا تو پھر بڑے بڑے اور عظیم
گناہ کرتا ہے پس اگر ہم آیۂ ثانیہ مین کید شیطان کو مطلقًا فی نفسہ ضعیف کہین نہ خاص
بمقابلہ خدا تاہم وہ عورتون کے کید سے غیر عظیم اور چھوٹا کیونکر ہوگا اور عورتون کا
کید شیطان کے کید عظیم کیونکر ہوگا کیا عظیم کے یہ معنی ہین کہ تمام مخلوقات وموجودات
سے بڑا ہو ہرگز نہین کیونکہ مبالغہ کے صیغہ مین دوسرے کا مقابلہ ملحوظ نہین ہوتا
پس شیطان کا کید اعظم ہے اور عورتون کا کید عظیم ہے اور دونون ضعیف اور
باطل اور سست ہین **قولہ** ۱۱ خلاف اسی مین ہے کُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ہر بات
خدا کی طرف سے ہے پھر کہا وَمَا اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ وَمَا اَصَابَكَ مِنْ
سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ جو بھلائی آتی ہے وہ خدا کی طرف سے ہے اور جو برائی آتی ہے وہ
تیری طرف سے ہے ان دونون آیتون مین سے ایک ضرور ہی باطل ہے **اقول**
یہ دونون آیتین یکے بعد دیگرے متصل ہین اور اسطرح ہین اَيْنَمَا تَكُوْنُوْا يُدْرِكْكُّمُ
الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِيْ بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ وَاِنْ تُصِبْهُمْ حَسَنَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ
وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِكَ قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ فَمَا لِهٰٓؤُلَآءِ الْقَوْمِ

لا يكادون يفقهون حديثا ○ ما اصابك من حسنة فمن الله وما اصابك
من سيئة فمن نفسك وارسلناك للناس رسولا وكفى بالله شهيدا

پادری صاحب کو قلت استعداد عربی کے سبب بیان تخالف معلوم ہوا ہے اور در حقیقت
بعض تفاسیر مین اسکا بیان واضح نہین لیکن اگر تفسیر کو نحوی استاد سے پڑھتے
تو وہ ایک لفظ مین جواب سمجھا دیتا کہ آیہ ثانیہ یعنی فمن نفسك مین حرف من تعلیلیہ
ہے اور علت وسبب کے واسطے آیا ہے ترجمہ یہ ہوا کہ جو بھلائی پہنچتی ہے تجھکو پس وہ اللہ
کیطرف سے ہے اور جو برائی پہنچتی ہے تجھکو پس وہ تیری ذات کے باعث سے خواہ
بطور انتقام خواہ بنظر تادیب وافادہ وغیرہ ہان اگر یہان بھی لفظ عند ہوتا جسطرح
پہلی آیت مین عند اللہ ہے تو اس وہم کو کچھہ گنجایش بھی ہوتی اور حرف من تعلیلیہ
وسببیہ کلام عرب مین شائع ہے فرزدق شعر يغضى حياء ويغضى من مهابته
فلا يكلم الا حين يبتسم — كما فى الحماسة والمغنى سورہ نوح مین ہے مما خطيئاتهم
اغرقوا اى من اجل ما ارتكبوه ۱۲ **قوله** خلاف مائدہ مین ہے فان جاؤك
فاحكم بينهم او اعرض عنهم جب تیرے پاس لوگ جھگڑا لیکر آوین تجھے اختیار ہے
خواہ اونکے درمیان حکم کر یا اونسے منہ پھیر لے پھر کہا فاحكم بينهم بما انزل الله
حکم کیا کر اونکے درمیان جیسے خدا نے تجھپر نازل کیا پہلی آیت مین اختیار ہے
چاہے حکم کرے چاہے نکرے دوسری مین تاکید ہے حکم کی کہ کرے **اقول** آیہ
لاحقہ سابقہ کی ناسخ اور سابقہ منسوخ ہے پس کچھہ اختلاف نہین کما ذکرہ العلامہ
الطبرسی فی المجمع اور بعض فقہا مثل امام شافعی وغیرہ کے اس امر کو وجوبی نہین کہتے
بلکہ یہ امر بمعنی مطلق اذن واباحت کیواسطے ہے اور اس قسم کے امر قرآن مین اکثر

وارد ہوئے ہین جسطرح کُلُوا وَاشْرَبُوا اور قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ الخ یہان کہا ہے
اور چلنے کا حکم وجوبی اور تاکیدی نہین اور آیت مین بھی کوئی لفظ مشعر تاکید نہین پس آیہ
سابقہ سے کچھہ تخالف بھی نہین ہے یہان بھی ہی احتیاط باقی ہے اور حکم دینا ضروری نہین
مقصود یہ ہے کہ اگر تو حکم کرے اون مین تو منزل من اللہ ہے کر **قولہ** ۱۳
خلاف ساتوین سیپارہ کے ساتوین رکوع مین ہے ثُمَّ رُدُّوا إِلَى اللَّهِ مَوْلَاهُمُ الْحَقِّ
پھر پہنچائی جاوین گی اللہ کیطرف جو اونکا سچا مولا ہے پھر سورۂ محمد کے پہلے رکوع
مین ہے وَأَنَّ الْكَافِرِينَ لَا مَوْلَىٰ لَهُمْ خدا کافرون کا مولا نہین پہلی آیت مین
کہا تھا کہ وہ سب کا مولا ہے یعنی سب کافرون کا دوسری مین کہا کہ وہ کافرون
کا مولا نہین ہے پس ایک آیت ان مین سے غلط ہے **اقول** ہر شخص عربی دان
جانتا ہے کہ لفظ مولا کے بہت معنی ہین اول یعنی ولی و سرپرست و آقا اور متصرف
و مالک و خداوند دوم آزاد کنندہ سوم آزاد شدہ چہارم محب یعنی دوست
دارندہ پنجم ابن عم ششم ہم سوگند ہفتم ہمسایہ ہشتم ناصر و یاری کنندہ ہے
غرضکہ یہ لفظ مشترک ہے اور بغیر قرینہ و دلیل اس لفظ کے ایک معنی معین نہین ہو سکتے
پس معترض نے دونون جگہہ ایک ہی معنی کسطرح سمجھے حالانکہ ہر ایک آیت مین
علیحدہ علیحدہ معنی مراد ہین اور اونکا قرینہ اور دلیل بھی موجود ہے آیۂ اولی
مین مولی بمعنی مالک و آقا کے ہین یعنی پہنچائی جاوینگے اللہ کیطرف جو اونکا سچا
آقا اور مالک ہے اور حق کی قید اسواسطے ہے کہ کفار دوسری چیزون کو مثل بت
وغیرہ کے اپنا مالک و آقا سمجھتے تھے اور آیۂ ثانیہ مین مولا کے معنی ناصر و مددگار
کے ہین کیونکہ آیۂ متقدمہ جو اس سے پہلے ہے اوس مین نصرت کا ذکر ہے کما قال

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَنصُرُوا اللَّهَ يَنصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ وَالَّذِينَ كَفَرُوا فَتَعْسًا لَّهُمْ وَأَضَلَّ أَعْمَالَهُمْ الخ اور یہ آیت اسطرح ہے ذٰلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ مَوْلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَأَنَّ الْكَافِرِينَ لَا مَوْلَىٰ لَهُمْ پس مطلب یہ ہے کہ وہ امر جو آیۂ سابقہ مین گذرا یعنی مومنین کی مدد کرنا اسواسطے ہے کہ حق تعالی مومنین کا ناصر و مددگار ہے کفار کا ناصر و مددگار نہین **قولہ** ۱۴ خلاف سیپارہ کے ۱۱ رکوع مین ہے وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ شیطان نے اون کافرون کے کام اونکو اچھے بناکر دکھلائے ہین پھر اسی سیپارہ کے آخر مین ہے كَذٰلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ أُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ہم نے اچھے بناکر دکھلائے ہر امت کو اونکے کام قرآن کا مصنف گھبرایا ہوا ہے کبھی کہتا ہے مینے بہکایا اور کبھی کہتا ہے شیطان نے بہکایا پس ان دونون آیتون سے ایک آیت ضرور باطل ہے **اقول** پادریصاحب آیات سابق ولاحق پر نظر نہین کرتے شروط و قیود کو ملحوظ نہین رکھتے مقام اور قصہ کو یاد نہین رکھتے ذرا سا فقرہ ناتمام درمیانکا لکھکر اوسپر اعتراض کرنے لگتے ہین اگر اسیطرح اعتراض ہوجایا کرے اور تخالف ثابت ہوجائے تو دنیا مین کوئی کتاب صحیح نرہے آیۂ سابقہ اسطرح تمام ہے وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا إِلَىٰ أُمَمٍ مِّن قَبْلِكَ فَأَخَذْنَاهُم بِالْبَأْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُونَ فَلَوْلَا إِذْ جَاءَهُم بَأْسُنَا تَضَرَّعُوا وَلَٰكِن قَسَتْ قُلُوبُهُمْ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ترجمہ اسکا یہ ہے اور تحقیق بھیجا ہمنے تجھسے پہلے اے محمد صلعم رسولون کو امتون کی طرف پس گرفتار کیا ہمنے اونکو تنگی معاش اور بیماریون مین تاکہ خدا سے گریہ وزاری کرین پھر کیون نہ جب پہنچا اون پر عذاب ہمارا گریہ وزاری کی لیکن سخت ہوگئے دل اونکے اور اونکو بھلے دکھلائے شیطان نے اونکے کام جنکو کرتے تھے فقط

اس سے صاف ظاہر ہے کہ اعمال سے مراد یہان وہی گناہ اور معصیت الہی ہے جسکے
سبب اون پر عذاب نازل ہوا اور اونکے سبب دل اونکے اسقدر سخت ہوگئے
کہ توبہ و انابت کی توفیق بھی نہوئی اور آیہ ثانیہ اسطرح ہے وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ
مِن دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ كَذَٰلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ أُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّهِم
مَّرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُم بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ یعنی تم برا نکہو اونہین جنکو وے کفار پکارتے ہین
سواے اللہ کے تاکہ وے برا کہہ بیٹھین اللہ کو عداوت سے بے سمجھے کیونکہ اسوقت تمکو
طاقت انتقام نہین اسیطرح ہم نے بھلے دکھلائے ہین ہر امت کو اونکے کام پھر اونکو اپنے
رب کی طرف پہنچنا ہے تب وہ جتا دے گا جو کچھ کرتے تھے اس آیت مین بھی لفظ
عمل گو مطلق ہے مگر بوجہ دیگر نصوص قرآنیہ کے جنکا مطلب یہ ہے کہ خدا بری بات کا
حکم نہین دیتا مقید ہے یعنی عمل خیر مراد ہے اور دیگر نصوص کو بھی نہ دیکھین اسی آیت
مین ذرا غور کرین اور لفظ کَذَٰلِكَ کو دیکھین کہ اوسکا حرف کاف مشبہ بہ چاہتا ہے اور
اسم اشارہ مشار الیہ چاہتا ہے اور بظاہر یہ دونون موجود نہین پس بقاعدہ نحو
مشبہ بہ مضمون جملہ سابقہ ہے اور وہی مشار الیہ ہے یعنی جسطرح ہم تم کو منع
کرتے ہین کہ اصنام اور معبودان باطلہ کفار کو برا نکہو اور بجز خدا کے کسی کی پرستش
نکرو اور افعال قبیحہ سے کہ جسکے سبب کفار تم سے متنفر ہون اجتناب کرو مثل اسی
کے تم سے پیشتر امم سابقہ کے اعمال کو بھی ہم نے زینت دی تھی یعنی حسب مقتضای
وقت و زمانہ اونکو شریعت اور قانون دی تھی اور اونکے اخلاق کی بھی تہذیب
کی تھی کما فی الجمع ناظرین انصاف کرین کہ کسقدر جہالت یا سفاہت ہے
کہ آدمی خود تو کسی کلام کو نہ سمجھے اور مصنف پر الزام لگاوے حق یہ ہے کہ قرآن کا

عیب جو گھبرایا ہوا ہے مگر کوئی عیب نہین نکلتا اور جہان کچھہ عیب نکالتا ہے وہین اوسکی
جہالت یا سفاہت ظاہر ہوتی ہے دیکھو گھبرانا اسے کہتے ہین کتاب حزقیل باب ۱۸
آیت ۲۳ مین خدا فرماتا ہے کیا مین گنہگار کی موت چاہتا ہون اور یہ نہین کہ وہ راہ سے
پھرے اور جیوے کتاب یوشع باب ۱۱ آیت ۲۰ مین ہے خدا کیطرف سے تھا کہ اون کے
دل سخت ہو گئے تا کہ وہ اسرائیل سے قتال کرین پہلی کتاب مین خدا کے گمراہ
کرنے سے انکار ہے اور دوسری جگہہ اقرار ہے خط یعقوب باب اول آیت ۱۳ مین ہے
خدا کسی کو بدی سے نہین آزماتا نامہ دوم تسلونیقون باب ۲ آیت ۱۱ مین ہے اسی سبب
خدا اون مین تاثیر کرنے والی روح بھیجے گا یہان تک کہ وہ جھوٹ کو سچ جانین گے
انجیل یوحنا باب ۵ آیت ۳۱ مین ہے اگر مین اپنی گواہی دون تو میری گواہی سچ نہین۔
یوحنا باب ۸ آیت ۱۴ مین ہے اگرچہ مین اپنے پر گواہی دیتا ہون تو بھی میری گواہی سچ ہے
پادریصاحب نے اس قسم کے فقرات کے مقابلہ مین قرآن کی اس آیت کو
نکالنا چاہا ہے مگر استغفر اللہ اونکو یہ مقابلہ کہان نصیب ہے اگر ممکن ہو تو پہلے
توریت و انجیل کی مخالفت موجودہ کو رفع کرلین تب قرآن پر نظر ڈالین قولہا
۱۵ اختلاف ۸ سیپارہ کے ۱۷ رکوع مین ہے لَا اَجِدُ فِیْمَا اُوْحِیَ اِلَیَّ مُحَرَّمًا عَلٰی طَاعِمٍ
یَّطْعَمُهٗ اِلَّا اَنْ یَّکُوْنَ مَیْتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِیْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ اَوْ
فِسْقًا اُهِلَّ لِغَیْرِ اللّٰهِ یعنی جو خدا کا حکم میرے پاس پہنچا ہے مین اوس مین کچھہ
حرام نہین پاتا مگر مردہ یا سور کا گوشت کیونکہ وہ ناپاک ہے یا گناہ کی چیز یا وہ چیز
کہ اللہ کے سوا کسی دوسرے کا نام اوسپر پکارا جاوے اس سے معلوم ہوتا ہے
کہ قرآن کے مصنف کا حافظہ بھی درست نہین ہے کیونکہ اس کتاب مین وہ شخص

بہت سے امور مثل سود و مال یتیم و مال چوری وغیرہ حرام کر چکا ہے پھر کہا کہ ان
چیزون کے سوا مجھے معلوم نہین کہ اور بھی میرے قرآن مین کچھ حرام ہوا **اقول**
یہ اعتراض جاہلانہ اور متعصبانہ ہے کیونکہ اگر پادری صاحب زبان عربی سے
واقفیت پیدا کرتے اور لفظ طاعم اور آکل مین فرق سمجھتے اور آیت کے ماقبل
اور مابعد کو اور شان نزول کو دیکھتے تو ہرگز ایسا عامیانہ اعتراض نکرتے کھانا
اور خوردن کے واسطے عرب مین دو لفظ ہین ایک طعم دوسرے اکل مگر دونون کے استعمال
مین فرق ہے طعم اکثر اون چیزون کے کھانے کے واسطے کہتے ہین جو بالفعل اور بالذات
غذا اور خورش انسان ہون مثل غلات و فواکہ و لحوم و بقول و آرد و نان و شیرینی
وغیرہ کے کما قال اللہ تعالی وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهٖ وَأَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ وَمَنْ
لَّوْ يَشَاءُ اللّٰهُ أَطْعَمَهٗ اور اکل محض کھانے کو کہتے ہین کوئی چیز ہو خواہ وہ بالذات
غذای انسانی ہو یا بالقوۃ غذا ہوسکے یعنی غذا اوسکے وسیلہ سے حاصل ہوسکے
مثل روپیہ و زمین وغیرہ کے خواہ غذای حیوانی ہو یا یہ بھی نہو کما قال اللہ تعالی
أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَنْ يَّأْكُلَ لَحْمَ أَخِيْهِ وَلَا تَأْكُلُوْا أَمْوَالَكُمْ إِلَىٰ أَمْوَالِهِمْ وَتَأْكُلُوْنَ
التُّرَاثَ أَكْلًا لَّمًّا وَتَأْكُلُ الطَّيْرُ مِنْهُ وَتَأْكُلُهُ الذِّئْبُ وَأَخَافُ أَنْ يَّأْكُلَهُ
الذِّئْبُ وَقَالَ الْمَلِكُ إِنِّيْ أَرٰى سَبْعَ بَقَرَاتٍ سِمَانٍ يَّأْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ الخ
وفی الصراح اکلت النحل الزرع واکلت النار الحطب یہان آیہ کریمہ مین طاعم
یطعمہ ہے نہ آکل اور ہرگاہ کہ طاعم کے واسطے ذبائح کے احکام بیان ہون تو
اوس مین مال یتیم اور مال دزدی کا کیا کام ہے یہ مسائل جرائم اور حدود و غصب
مین بیان کیے جاتے ہین نہ مسائل اطعمہ و اشربہ مین کیونکہ مال مسروقہ بالذات طعام

نہین اور نہ فی نفسہ خبیث وحرام بلکہ بالعرض حکما حرام ہے پس اگر غلہ مسروقہ کے
واسطے مالک مال اجازت دیدے تو وہی غلہ حلال ہو جائے گا بخلاف لحم خنزیر و
میتہ وخون کے کہ کسیطرح حلال نہین ہو سکتے پس اگر مصنف قرآن کا عربی سے
ناواقف ہوتا اور اپنے رسول پر کفار کا مضحکہ کرانا منظور ہوتا تو وہ بیان مال یتیم
ومال مسروقہ کو بیان کر دیتا مال یتیم وغیرہ کے حکم کو بعد بیان حیوانات کے اس
آیت سے دو تین سطر بعد اپنے محل پر علیحدہ بیان کیا ہے چنانچہ دیکھ لو کہ اوسی جگہہ
موجود ہے وَلَا تَقْتُلُوٓا اَوْلَادَكُمْ الخ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللّٰهُ الخ
وَلَا تَقْرَبُوا مَالَ الْيَتِيمِ اِلَّا بِالَّتِي هِيَ اَحْسَنُ الخ یہان اون حیوانات کا بیان
ہے جو فی نفسہ اور بذاتہ خبیث وحرام ہین اور غذاے انسانی مین داخل ہین ورنہ
یون تو بالغرض وبالتبع اور غیر ماکول وغیر معتاد چیزین سیکڑون نکل سکتی ہین جو
حرام ہین اور اس آیت مین نہین مثل قاذورات وغیرہ کے مال یتیم اور مال مسروقہ
کی کیا خصوصیت ہے جو معترض نے انھین کو بیان کیا بہر حال یہ معترض
کی ناواقفیت ہے مصنف قرآن کی بدحافظگی نہین بدحافظگی یہ ہے اعمال
باب ۱۵ آیت ۲۸ و ۲۹ مین ہے کہ روح القدس نے اور ہم نے بہتر جانا کہ ان ضروری
باتون کے سوا تم پر اور کچھ بوجھ نہ الین کہ تم بتون کے چڑھاوون اور لہو اور
گلا گھونٹی اور حرامکاری سے پرہیز کرو اس سے ظاہر ہے کہ ان باتون کے سوا
عیسائیون پر اور کچھ فرض ولازم نہین نہ خدا کی نماز نہ روزہ نہ طہارت
نہ سچ بولنا نہ مردار سے پرہیز کرنا اور وہ تمام احکام بھی لغو ہو گئے جو باب پنجم
وششم وہفتم انجیل متی مین مذکور ہین اور سوا غط جبلیہ مشہور ہین اور اسیطرح

وہ احکام بھی باطل ہو گئے جو اول قرنتیون کے باب ششم بلکہ نہم و دہم مین بھی
مرقوم ہین بالجملہ اگر وہ احکام پادریصاحب کے نزدیک الہامی اور واجب التسلیم
والتعمیل ہین تو ضرور مصنفان انجیل بدحافظہ ہین یا صرف پادریصاحب کی فہم و
عقل مین فتور وقصور ہے اگر ممکن ہو تو پادریصاحب اس بدحافظگی کو درست
کرین اور اوسکے مقابلہ مین پر او حسد قرآن مین ناجائز طور سے عیب نکالنے پر
ناحق کوشش نکرین اور یہ جو پادریصاحب نے لکھا ہے کہ مصنف قرآن
کا حافظہ بھی درست نہین اسکا جواب بقول مصنف قرآن وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ
يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ کچھ نہین دے سکتا اور
اگر کچھ کہون تو خدا کے مقابلہ مین معترض کو کہکر کیا خوش ہون اسکا انتقام
اوسی منتقم حقیقی کو لینا خوب آتا ہے چنانچہ علاوہ انتقام آخرت کے اوسکا نمونہ
یہان بھی اوس نے کچھ دکھا دیا ہے کہ ایک بدحافظگی کہنے کے عوض معترض کی
چار طرح سے بدحافظگی ثابت کر دی ہے اول یہ کہ معترض نے اس آیت کو ۸
پارہ کے ۱۷ رکوع مین لکھا ہے حالانکہ ۵ رکوع مین ہے اور ۵ اور ۱۷ مین
کچھ تجنیس خطی و مشابہت نہین تا کہ سہو کاتب ہو دوم اعتراض بنانے کے واسطے
ترجمہ مین خیانت کی ہے یا سہو کیونکہ ترجمہ یہ کیا ہے کہ جو خدا کا حکم میرے پاس
پہنچا ہے مین اوس مین سے کچھ حرام نہین پاتا اس مین سے معترض طاعم یطعمہ
کا ترجمہ کہا گیا سوم یہ کہ فِسْقًا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ جو باہم موصوف وصفت ہین اوسکا
ترجمہ بطور تردید کیا ہے کیا بدحافظگی ہے چہارم یہ کہ کر چکا صیغہ ماضی ہے
معلوم ہوا کہ معترض کے نزدیک مال یتیم و مال مسروقہ کا بیان پہلے ہو چکا —

حالانکہ مال یتیم کا ذکر اس آیت کے بعد ہے جو قریب موجود ہے اور مال سرقہ
کا بیان اس آیت کے بعد اور سورتون مین ہے یہ عین بدحافظگی ہے اور
علاوہ اسکے ہرگاہ مال یتیم کا ذکر دو ہین قرآن مین موجود ہے تو بدحافظگی کی
تہمت بھی کیا خوب چسپان ہے شعر سنگ بر بارہ حصار مزن ×× کہ بود کز
حصار سنگ آید ×× قولہ ۱۶ خلاف سورہ نجم کے ۲ رکوع مین ہے
وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ أُخْرَىٰ کوئی کسی کا بوجہ نہ اوٹھاویگا سب اپنا اپنا
بوجھہ اوٹھاوینگے سورہ عنکبوت مین ہے وَلَيَحْمِلُنَّ أَثْقَالَهُمْ وَأَثْقَالًا
مَّعَ أَثْقَالِهِمْ ضرور اوٹھاوینگے اپنے بوجھہ اور اور بوجھہ اپنے بوجھون کے
ساتھہ پھر سورہ نحل کے ۳ رکوع مین ہے لِيَحْمِلُوا أَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ
وَمِنْ أَوْزَارِ الَّذِينَ يُضِلُّونَهُم بِغَيْرِ عِلْمٍ یعنی اوٹھاوین اپنے پورے بوجہ قیامت کے
دن اور اونکے بوجھہ جنکو بہکاتے تھے بے تحقیق پس دیکھو پہلی آیت مین کہا کہ اپنی
کرنی اپنی بھرنی بیان کرتا ہے کہ دوسرون کے گناہ بھی اوٹھانا پڑینگے اس لیے
ایک آیت باطل ہے اقول بلاشک کوئی کسی کا بوجہ نہ اوٹھاویگا لیکن
سورہ عنکبوت اور سورہ نحل کی آیتین جو سورہ والنجم کی آیت کے مخالف سمجھی ہین
یہ محض عقل وفہم کا خلاف ہے سورہ عنکبوت کی آیت تو بہت صاف ہے اوس
مین شبہہ کرنا محض تعصب ہے کیونکہ اوسمین یہ نہین فرمایا کہ جن کو بہکایا ہے اون کے
بوجھہ مین سے کچھہ اوٹھاوینگے بلکہ یہ فرمایا ہے کہ اونکے بوجہ کے ساتھہ کچھہ بوجھہ
اوٹھاوینگے اور یہ اسواسطے ہے کہ جسطرح گمراہی کا جرم ہے اسیطرح گمراہ کرنیکا
جداگانہ جرم ہے اور ہرگاہ بہکانے والا اغوا کے جرم کا مرتکب ہوا تو یہ جرم اوسی کا

ہوا نہ دوسرے کا ہان چونکہ گمراہ کی معذرت کے وقت گمراہ کنندہ بھی طلب ہوگا
اور دونون کو ہمراہ سزا ہوگی لہذا لفظ مع فرمایا ہے لیکن بہرحال بہکانے والا
اپنا ہی بوجھ اوٹھاوے گا اور سورہ نحل کی آیت کا یہ جواب ہے کہ بقاعدہ
زبان عربی لفظ اوزارا قبل من کے محذوف ہے اور اصل عبارت یہ ہے لیحملوا
اوزارهم کاملة یوم القیامة واوزارا من اوزار الذین الخ کما حققہ
سیبویہ والعکبری والطبرسی وغیرهم اور حرف من بیان تعلیلیہ و سببیہ ہے
جس طرح قول یا زدہم مین مذکور ہوا تبعیضیہ نہین ہے جس طرح
بعض مفسرین نے لکھا ہے مطلب یہ ہے کہ اپنے افعال کے پورے بوجھ
اوٹھا دین گے اور کچھ بوجھ بہکنے والون کے بوجھ کے سبب کہ اون کو بہکایا
اور گنہگار کیا اور یہان جو اسطرح نہین فرمایا کہ اضلال کے سبب بوجھ
اوٹھا دین گے بلکہ یون فرمایا کہ ضالین کے بوجھ کے سبب کچھ بوجھ اوٹھاوینگے
اسمین فائدہ اور بلاغت یہ ہے کہ اگر پہلی طرح فرمایا جاتا تو شبہہ ہوتا کہ شاید
صرف بہکانے والے پر عذاب ہو ضال یعنی بہکنے والا بری ہو جاوے چنانچہ
سرغنہ اور بڑے بڑے کفار عوام مومنین سے یہی کہتے تھے کہ تم ہماری پیروی
کرو محمد صلعم کی پیروی نکرو اور اگر تم ہماری پیروی مین گناہ سمجھتے ہو تو تمھارے
گناہ ہمارے ذمہ ہین کما فی سورۃ العنکبوت وقال الذین کفروا للذین
امنوا اتبعوا سبیلنا ولنحمل خطیٰکم وما هم بحاملین من خطیٰهم من شیء
انهم لکذبون بہرحال اعتراض واہیات ہے. پادری صاحب قرآن پر اعتراض
کرکے ناحق اپنی لیاقت اور استعداد عربی کو ظاہر کرتے ہین اس سے بہتر تو یہ ہے

کہ توریت وانجیل کو ہی سنئے کہ آیت ۵ باب ۲۰ خروج کو دیکھیں ہیں خداوند تیرا غیور ہون باپ دادون کی بدکاریون کی سزا اون کی اولاد پر جو میرا کینہ رکھتے ہین اونکی تیسری چوتھی نسل تک دینے والا ہون اور پھر آیت ۱۶ باب بست چہارم کتاب استثنا مین ہے نہ بیٹے باپ کے بدلے اور نہ باپ بیٹون کے بدلے بلکہ ہر ایک اپنے ہی گناہ کے سبب مارا جاتا ہے اور آیت ۳۵ باب بست وسوم انجیل متی بھی ملاحظہ کریں **قولہ** ۱۰۷ اختلاف اعراف مین ہے فوسوس لهما الشیطان لیبدی لهما ما وری عنهما سوآتهما آدم اور حوا کے دل مین شیطان نے وسوسہ ڈالا کہ اونکو ننگا کرے پھر سورہ بقر کے ۴ ارکوع مین کہتا ہے فازلهما الشیطان عنها فاخرجهما مما کانا فیه بہکایا اونکو شیطان نے پس نکلوا دیا اونکو بہشت سے ظاہر ہے کہ شیطان کی مراد یہ تھی کہ کسیطرح اونکو بہشت سے نکلوا دے یہ غرض نہ تھی کہ اونکو ننگا کرے اس لیے ایک آیت ان مین سے باطل ہے **اقول** ہر سوال مین معترض کے نئے نئے کمالات ظاہر ہوتے ہین لیبدی کو لیھدی لکھا ہے اور فازلهما مین بجائے زاے معجمہ کے ذال معجمہ کو لکھا ہے مگر جب انجیل کے ہزارون اختلافات واغلاط کو سہو کاتب کہکر اپنا دل سمجھا لیتے ہین تو ان غلطیون کا الزام کاتب پر لگا دینا نہایت سہل ہے خیر اس قسم کے امور اس کتاب مین بہت ہین ہم کہان تک اونکا تعرض کرین اصل اعتراض کا جواب دیتے ہین کہ بہشت مین کوئی ننگا نہین رہ سکتا ننگا وہان سے نکالا جاتا ہے اور شیطان کو یہ حال معلوم تھا کہ جو کوئی اس درخت کا پھل کھاوے گا ضرور برہنہ ہو جاویگا اور جو برہنہ ہوگا ضرور بہشت سے نکالا جاویگا بہشت مین برہنہ نہین رہ سکتا

پس اگرچہ مقصود اصلی شیطان کو آدم وحوا کا نکلوا دینا تھا مگر پہلے وہ تدبیر
کی جس سے برہنہ ہو جائین پس برہنہ کرنا عین تدبیر اخراج تھی یہان کسیطرح کا
اختلاف نہین کیونکہ جب کوئی شخص کسی کام کے مقدمات اور شرائط کو درست
کرتا ہے تو اس درستی کو اصل کام کے خلاف نہین کہا جاتا **قولہ** ۹ اختلاف
انفال مین ہے مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ اے محمد تیرے ہوتے خدا تعالیٰ
کبھی اونکو دکھ اور عذاب نہ دے گا پھر سورۂ انفال کے ۴ رکوع مین لکھا ہے
وَمَا لَهُمْ اَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ اور خدا کیون نہ اونکو عذاب کریگا پس ایک آیت
جھوٹی ہے **اقول** اللہ اللہ پادریصاحب کی باریک اور دقیق کارسازیان
کہان تک بیان کی جاوین یہ دونون آیتین یکی بعد دیگرے ایسی متصل ہین کہ گویا پچھلی
آیت پہلی کی متمم ہے اسکو پادریصاحب نے لکھا ہے کہ پھر سورۂ انفال کے ۴ رکوع
مین گویا درپردہ یہ ظاہر کیا ہے کہ دونون آیتون مین بڑا فاصلہ ہے تاکہ کفار کو
مصنف قرآن کی طرف سہو کا احتمال ہو سکے اور بعدہ یہ چالاکی کی ہے کہ فِيْهِمْ کا
ترجمہ جو اس اعتراض کا جواب ہے بالکل اوڑا گئے اس آیت کا صاف مطلب یہ
ہے کہ اے محمد تیرے ہوتے ان کفار کے درمیان ہم انپر عذاب نازل نکرینگے دوسری
آیت مین فرمایا ہے کہ کیا وجہ ہے کہ خدا اون پر کبھی مطلقًا عذاب نازل نکرے
پہلی آیت مین آنحضرت کے وجود باجود کی قید لگی ہوئی ہے اور دوسری آیت
مطلق بلا قید ہے پس ایسا ہی ہوا کہ جب تک آنحضرت صلعم مکہ معظمہ مین رہے
کفار پر عذاب نازل نہوا اور جب آنحضرت صلعم ہجرت کرکے مدینہ کو تشریف لے گئے
تب مقام بدر مین کفار پر شکست کا عذاب نازل ہوا جس مین بہت سے کفار قتل

ہوئے اور سب کا مال غارت ہوا حق یہ ہے کہ پادریصاحب نے ترجمہ مین ایسی
تحریف کی ہے کہ محرفانِ انجیل کی روح کو خوش کر دیا اور مواعظ جبلیہ مسیح علیہ السلام کی جو
تعمیل کی جسکا مضمون یہ ہے مبارک دے جو راستبازی کے بھوکے اور پیاسے
ہین انجیل متی باب ۵ **قولہ** ۱۹ خلاف یونس مین ہے ثُمَّ نَقُولُ لِلَّذِينَ
أَشْرَكُوا پھر ہم مشرکون سے کہین گے پھر سورہ بقر کے ۲۱ رکوع مین ہے لَا يُكَلِّمُهُمُ
اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ خدا قیامت کے دن اونسے کلام نکریگا ایک آیت انمین غلط ہے

اقول اسی قسم کا اعتراض دوسرے نمبر مین بھی ہے گویا اعتراض مکرر ہے اور چونکہ
جواب اسکا مفصلاً دوسرے اعتراض مین مذکور ہو چکا ہے لہذا اعادہ کی حاجت نہین

قولہ ۲۰ اختلاف ہود مین ہے وکلا نقص علیک من ابناء الرسل ہر ایک
رسول کی ہم تجھے خبر دیتے ہین پھر سورہ نساء کے ۲۳ رکوع مین ہے وَرُسُلًا قَدْ
قَصَصْنَاهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلًا لَمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ بعضے رسولون کی ہم
نے تجھے خبر دی اور بعضون کی نہین دی پس پہلی آیت غلط اور جھوٹی ہے کیونکہ
اوس مین لکھا تھا کہ ہمنے تمام رسولون کی خبر تجھے دی ہے **اقول** معترض کو
راستبازی کا تو یہ دعوی ہے کہ پہلے ہم تفسیر دیکھ لیتے ہین جب وہان تسلی نہین
ہوتی تب اعتراض کرتے ہین اور پھر یہ حال کہ ناتمام جملہ کو بلکہ مبدل منہ کو بغیر بدل
کے لکھکر اوسپر اعتراض کر دیا غالباً کم استعدادی سے سمجھ مین نہین آیا آیہ قرآنی
اسطرح ہے وَكُلًّا نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنْبَاءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهِ فُؤَادَكَ ترکیب
یہ ہے کہ لفظ کلا دراصل مضاف ہے اور لفظ نبأ مضاف الیہ محذوف ہے اور تنوین
اسپر عوض محذوف ہے یعنی دراصل کل نبأ ہے اور من تبعیضیہ ہے اور صفت ہے

مضاف الیہ محذوف کی کیونکہ وصف مضاف الیہ کا بہ نسبت مضاف کی فصیح ہے کماذکرہ ابن الحاجب فی شرح المفصل اور لفظ انباء یا فعل نقص اس محذوف پر دلالت کرتا ہے اور لفظ ما بدل ہے مرکب اضافی یعنی کل نباء سے اور موصوف ہے اور صفت اسکی فعل نُثَبِّتُ بِہٖ ہے اور عربی قواعد اگر نہ دیکھے ہوں تو اردو قواعد ہی دیکھ لو کہ مبدل منہ اور بدل مین مقصود بالنسبۃ بدل ہوتی ہے یعنی درحصل متکلم کو بدل کا ہی بیان مقصود ہوتا ہے اور فعل وغیرہ سے نسبت بھی اسکو ہوتی ہے پس لفظ کلا سے مراد اور مقصود لفظ ما مع صفت کے ہے ترجمہ اسکا اردو کے محاورہ مین یہ ہوگا کہ منجملہ اخبار انبیا کے ہر ایک ایسی خبر تجھسے بیان کرتے ہین جس سے تیرے قلب کو یہ اطمینان ہو کہ انبیاے سابقین نے بھی اپنی اپنی امت کے ہاتھہ سے اسیطرح ظلم وجور اوٹھائے ہین جسطرح تو اوٹھاتا ہے نہ یہ ایک خبر رطب ویابس اب مین معترض صاحب سے پوچھتا ہون کہ آپ نے جو یہ ترجمہ کیا ہے کہ ہر رسول کی خبر تجھے دیتے ہین تو لفظ کل کا مضاف الیہ رسول کہان سے نکالا ہے اگر کل کا مضاف الیہ رسول ہو اور ترجمہ یہ ہو کہ ہر ایک رسول کا قصہ تجھے کہتے ہین تو ذرا غور کرو کہ پھر من انباء الرسل کہنے کی کیا ضرورت ہوتی اور مَا نُثَبِّتُ ترکیب مین کیا ہے **قولہ** ۱۲ خلاف بنی اسرائیل کے پہلے رکوع مین ہے اَمَرْنَا مُتْرَفِيهَا فَفَسَقُوا فِيهَا یعنی وہان کے امیرون کو حکم دیا بدی کرنے کا پس اونھون نے بدی کی پھر اعراف کے ۳ رکوع مین ہے اِنَّ اللّٰہَ لَا یَاْمُرُ بِالْفَحْشَاءِ خدا بری بات کو کبھی حکم نہین دیا کرتا ان آیتون مین سے ضرور ایک غلط اور جھوٹی ہے **اقول** پادریصاحب خوب جانتے ہین کہ اس آیت

کے جس طرح سے معنی ہوتے ہین اور یہ معنی بھی درست ہین کیونکہ حسن مفسر
نے یہ معنی لکھے ہین اوس نے ایسکا جواب بھی لکھدیا ہے کہ امر کرنا فسق کا حقیقۃً
نہین مجازاً ہے باین معنی کہ ہمنے اونکو دولت ونعمت دی اور وہ باعث فسق ہوئی
پس عطاے نعمت کو امر تعبیر کیا ہے مگر پادریصاحب نے براہ دیانت اس جواب
کو بھی ترک کر دیا غرض اونکی یہ ہے کہ جسطرح اونھون نے بائبل کی آیات
متخالفہ مین مجاز اختیار کر کے اہل اسلام کو جواب دئے ہین اسیطرح اہل اسلام
کو بھی مجاز اختیار کرنا پڑے اور مثل بائبل کے قرآن شریف مین بھی آیات
متخالفہ نکلین لیکن اونکو یہ بات کہان نصیب ہے مجاز کے لئیے قرینہ کا ہونا ضرور
ہے اور علاقہ کسی نوع کا حقیقت اور مجاز کے درمیان ہونا ضرور ہے اور بعض جگہہ
اصل عبارت کا ہونا بھی ضرور ہے کیونکہ مجازات اکثر محاورات زبان پر موقوف
ہین سو بعض کتابون کا اصل متن ہی دنیا مین نہین مجاز لڑکون کا کھیل نہین
کہ جہان عبارت کے معنی درست نہوئے وہین مجاز کہدیا مثلاً آیت ۱۲ باب یازدہم
کتاب یوشع مین ہے کہ خداوند کی طرف سے تھا کہ اونکے دل سخت ہوگیے ——
پادریصاحب کہتے ہین کہ اسکے معنی سمجھہ مین نہین آتے یہ مجاز ہے کیونکہ جب آدمی
گناہ سے باز نہین آتا اور نصیحت قبول نہین کرتا تو حق تعالی اوسے اوسکے حال پر
چھوڑ دیتا ہے بلاشک ایسا ہوتا ہے اور ہم بھی قبول کرتے ہین مگر اس آیت سے
تو صاف یہ بات ظاہر ہے کہ دلون کے سخت ہونے کی ابتدا خدا کی طرف سے ہوئی
ہان اگر بعد قساوت قلوب کے خدا اونکے ساتھہ کچھہ برائی کرتا یا آیت مین اطلاق ہوتا
تو سچا تھا یہ مجاز نہین بلکہ دوسرے جدید معنی ہین علاوہ اسکے قرآن مین جو کوئی

آیت ہے اوس مین مجاز کا قرینہ بھی قریب موجود ہوگا یا وہ محاورہ اہل زبان مین
مشہور اور مستعمل ہوگا اور اوس آیت کے چند طرح معانی ہوسکتے ہونگے وہی
معنی متحتم نہین تاکہ خلاف لازم آوے اور مجاز اختیار کرنا لابدی ہوجاوے
اور بائبل کی آیات کے وہی ایک معنی ہین خواہ اونکو حقیقت کہو خواہ مجاز
چنانچہ اسی آیۂ کریمہ مین دیکھ لو کہ یہ معنی جو پادری صاحب نے بنظر تعصب لکھے ہین
گو یہ بھی مجازاً درست ہین مگر اس سے عمدہ اور منقول اور معقول دوسرے معنی
ہین جس مین مجاز اختیار کرنے کی بھی ضرورت نہین   دیکھو پادری صاحب
کی عمدہ دلیل ان معنی کے اختیار کرنے کے واسطے یہ ہے کہ بعد امر کے جو واقع
ہوتا ہے وہی امر کا مامور بہ سمجھا جاتا ہے مثلاً جو کوئی کہے امرتہ فقام امرتہ
فقرأ تو یہان بجز قیام اور قرأت کے کچھ اور مامور بہ نہین سمجھا جاتا اسیواسطے
یہان بھی امرنا کا مامور بہ فسق ہونا چاہیے ہم کہتے ہین کہ یہ قاعدہ درست ہے
مگر اس قاعدہ کے ساتھ یہ بھی لکھا ہے کہ جب امر کے بعد ایسا لفظ واقع ہو جو
اوسکا مامور بہ نہوسکے تو وہان وہ لفظ مامور بہ نہوگا بلکہ کچھ اور ہوگا مثلاً کوئی
کہے امرتہ فعصانی وامرتہ فلم یمتثل ودعوتہ فابی تو اس جگہہ عصیان
یعنی نافرمانی اور عدم امتثال اور ابا مامور بہ نہونگے کیونکہ یہ الفاظ امر اور دعوت
کے نقیض ہین اور خلاف عقل ہے کہ کوئی شخص اسی امر کی نافرمانی کا امر کرے
جسکو بالفعل کہتا ہے بلکہ اسکے یہ معنی ہین کہ حکم کیا مین نے اوسکو طاعت کا
بس اوس نے نافرمانی کی اور بلایا مین نے اوسکو واسطے اجابت اور قبول کے
پس اوس نے انکار کیا پس ایسے مقام پر ضرور لفظ طاعت اور اجابت مامور بہ

ہوتی ہین اور بوجہ مقابلہ کے اور بوجہ مخالفت عقلیہ مذکورہ کے عقل اس مقدر
کو فوراً سمجھ لیتی ہے کسی کی تعلیم کی حاجت بھی نہین ہوتی اور یہ بھی لکھا ہے
کہ کبھی لفظ امر کیواسطے کچھ مامور بہ نہین ہوتا مثلاً کہتے ہین فلان یأمر وینھی
یعنی فلان شخص حکم کرتا ہے اور نہی کرتا ہے کما حققه العلامة الزمخشری بعد
اسکے ہم کہتے ہین کہ ہرگاہ لفظ فسق کے معنی لغوی خروج از طاعت یا ترک امر
ہین تو امرنا ففسقوا مثل امرته فعصانی کے ہوگیا چنانچہ سید مرتضی رد ور
مین فرماتے ہین وانما یجری هذا مجری قول القائل امرته فعصی دعوته
فابی والمراد انی امرته بالطاعة ودعوته الی الاجابة والقبول — اور
علامہ طبرسی مجمع البیان مین لکھتے ہین ومثله امرتك فعصیتنی پھر عقل
کیونکر تجویز کرسکتی ہے کہ خروج از طاعت اور ترک امر فعل امرنا کا مامور بہ
ہو مگر بطور مجاز لاریب اسوقت بوجہ مقابلہ کے لفظ طاعت مامور بہ مقدر ہے
جسطرح امرته فعصانی مین مذکور ہوا اور یہی روایت ابن عباس اور سعید بن جبیر سے
مروی ہے کہ امرنا کا مامور بہ لفظ طاعت ہے اور دیگر نصوص قرآنیہ بلکہ
ماقبل آیہ مذکورہ یعنی وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا بھی اسی کا
قرینہ ہے کہ طاعت مامور بہ ہے   اب یاد رہے صاحب انصاف کرین تعصب
کو دخل ندین کہ امرنا کو بمعنی انعمنا سمجھکر مجاز اختیار کرنا بہتر ہے یا یہ معنی
حقیقی جو ہم نے بیان کیے ہین ۔ دیکھو امرنا اور انعمنا مین ایسا کوئی علاقہ
ظاہری بَیِّن نہین جس سے ہرکوئی بیان امرنا کو بمعنی انعمنا سمجھ لیوے اور
لفظ طاعت کے سمجھنے پر بہت قرینہ ہین اور سریع الفہم ہین اور محاورہ عرب

کے موافق ہین اور نیز یہی معنی منقول ہین پھر کیا ضرور ہے کہ مجاز اور دور بھی
بعید الفہم اور خلاف معنی منقولہ کو اختیار کرین **قولہ** ۲۲ خلاف کہف مین
ہے اِلَّا اِبْلِیْسَ کَانَ مِنَ الْجِنِّ یعنی شیطان جنون مین سے تھا پھر بقر کے ہر رکوع
مین ہے اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰئِکَۃِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِیْسَ یعنی ہمنے فرشتون
کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو سب نے سجدہ کیا مگر شیطان نے سجدہ نکیا بیان سے معلوم
ہوتا ہے کہ شیطان فرشتہ تھا اوسنے فرشتون کو حکم دیا تھا کہ سجدہ کرو سب نے کیا
مگر ایک نے نکیا پس شیطان ملائکہ سے مستثنی ہے اگر کہو کہ یہ استثنا متصل نہین
ہے تو اقرار کرو کہ یہ آیت غیر فصیح ہے کیونکہ استثناے منقطع غیر فصیح لوگ
بولا کرتے ہین پس ایک آیت ان دونون مین سے باطل ہے **اقول** یہ اعتراض
بھی بے اصل ہے کیونکہ استثناے منقطع کو کسی نے آج تک غیر فصیح نہین لکھا اگر
لکھا ہو تو معترض پر اوسکی سند دینا ضرور ہے ورنہ دعوی بے دلیل مشابہ
ہذیان ہے دیکھو پیشتر فصل دوم مین استثناے منقطع کی سند مین چند اشعار
شعراے جاہلیت کے مذکور ہو چکے ہین اور جو کچھ ہمکو یہان لکھنا چاہیے وہان
لکھ چکے حاجت اعادہ نہین پادری صاحب یا اون اشعار کو بھی غیر فصیح کہین یا
اپنی جہالت کا اقرار کرین علاوہ اسکے اسقدر اور کہتا ہون کہ اس مقام
مین استثناے منقطع اوسوقت ثابت ہوگا جبکہ معترض جن کی حقیقت و ماہیت
بیان کرے علماے اسلام ماہیت جن مین مختلف القول ہین خصوصًا ابلیس کے
باب مین ابن عباس اور ابن مسعود اور قتادہ اور جناب امیر المومنین علی ابن
ابی طالب سے بنا بر ایک روایت کے اور جناب امام جعفر صادق سے منقول ہے

کہ ملائکہ جنس ہے اور اونکی بہت نوع ہین بعض اون مین جنات ہین کہ وہ زمین پر رہتے ہین اور یہی روایت بیضاوی وغیرہ کے نزدیک بھی مختار ہے اور شیخ ابو جعفر طوسی رئیس المحدثین نے اپنی تفسیر مین اسی کو اختیار کیا ہے پس معترض کو لازم ہے کہ اولا احادیث اہل اسلام سے جنات کی حقیقت کو ثابت کردے کہ وے ملائکہ کی جنس مین داخل نہین اور لفظ ملک اون پر صادق نہین آتا اور بعدہ استثناے منقطع کی غیر فصاحت کو ثابت کردے تب اعتراض کرے ؏ دونہ خرط القتاد **قولہ** ۲۳ خلاف اسی مین ہے فلا نقیم لھم یوم القیامۃ وزنا قیامت کے دن اون کافرون کے لیے وزن قائم نہوگا پھر سورہ قارعہ مین لکھا ہے وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِیْنُہٗ فَاُمُّہٗ ھَاوِیَۃٌ جسکے وزن کم ہونگے اوسکی جگہہ دوزخ ہوگی ابھی کہا تھا کہ ہم میزان قائم نکرینگے ابھی کہتے ہین کہ میزان قائم ہوگی اس لیے دونون مین سے ایک آیت باطل ہے **اقول** بیان ذرہ بھر اختلاف نہین معترض کا صرف تعصب ہے آیہ کریمہ اسطرح ہے قُلْ ھَلْ نُنَبِّئُکُمْ بِالْاَخْسَرِیْنَ اَعْمَالًا اَلَّذِیْنَ ضَلَّ سَعْیُھُمْ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَھُمْ یَحْسَبُوْنَ اَنَّھُمْ یُحْسِنُوْنَ صُنْعًا ط اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِاٰیٰتِ رَبِّھِمْ وَلِقَآئِہٖ فَحَبِطَتْ اَعْمَالُھُمْ فَلَا نُقِیْمُ لَھُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَزْنًا ذٰلِکَ جَزَآؤُھُمْ جَھَنَّمُ بِمَا کَفَرُوْا وَاتَّخَذُوْٓا اٰیٰتِیْ وَرُسُلِیْ ھُزُوًا کہہ تو اے محمد ہم بتاوین تمکو زیانکاران مردم کو جنکے اعمال برباد گئے وے وہ لوگ ہین جنکی محنت و کوشش زندگانی دنیا مین گم ہوئی اور وہ سمجھتے ہین کہ ہم خوب کام کرتے ہین وہ وے ہین جو منکر ہوئے اپنے پروردگار کی نشانیون سے اور اوسکے ملنے سے سو مٹ گئے اور حبط ہوگئے اونکے اعمال

پھر اونکے واسطے قیامت کے روز تول کھڑی کرین گے یہ اسواسطے ہے کہ سزا ہے اونکی دوزخ کیونکہ وے منکر ہوئے اور ٹھہرائین میری باتین اور میرے رسول مضحکہ اور ٹھٹا واہ رے معترض کی دیانت کہ اصل بات کو دبا گیا اور ناتمام آیت پر اعتراض کرنا شروع کیا بھلا یہ تو خیال کیا ہوتا کہ حرف فا کس واسطے آیا ہے اور یہ کس پر تفریع ہے اور کسکا حال ہے دیکھو اور سنو چو یہ اشد منکرین اور سخت ترین متعصبین کا حال ہے جو دنیا کمانے کے واسطے خدا کی آیات اور رسول پر مضحکہ اور اعتراض کرتے ہین اور دنیا کو بہکاتے ہین اور لوگون کو گمراہ کرتے ہین تاکہ اونکی طرف رجوع کرین اور اونھین اپنا پیشوا بنائین یہ حکم خاص ایسے ہی اشخاص کے واسطے ہے عام حکم نہین تاکہ کسیکے واسطے میزان قائم نہو اگر پادریصاحب کی عقل تعصب سے خالی ہوتی تو سمجھ لیتے کہ میزان کا قائم ہونا پہلی آیت سے ہی نکلتا ہے کیونکہ جب فرمایا کہ ایسے آدمیون کے واسطے میزان قائم نہو گی تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ انکے سوا دوسرون کے واسطے ضرور میزان قائم ہو گی میزان کے ثبوت مین دوسری آیت لکھنی کی کیا ضرورت تھی اسیطرح ایک شخص زندیق نے بھی جناب امیر المومنین علیہ السلام سے سوال کیا تھا کہ آیہ وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ اور آیہ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ کے کیا معنی ہین پس حضرت نے ارشاد فرمایا والناس يومئذٍ على طبقات ومنازل فمنهم من يحاسب حساباً يسيرا الخ یعنی قیامت کے آدمیون کے بہت فریق ہون گے بعضون کا حساب بہت آسانی سے ہو گا اور اپنے اہل و عیال کی طرف خوش خوش جاوینگے اور بعض

بے حساب بہشت مین داخل ہون گے یہ وہ لوگ ہین جو لذات دنیاے دنی سے
متلبس نہین ہوئے اور بعض آدمی ایسے ہون گے کہ جن سے پوست استخوان خرما
کا بھی حساب ہوگا اور بعد اتمام حجت کے دوزخ مین بھیجے جائین گے اور بعض
ایسے ہون گے جو بلا حساب جہنم کو جائین گے یہ وہ لوگ ہین جو دوسرون کو
گمراہ کرتے ہین اور بہکاتے ہین یعنی ائمہ متعصبین اور پیشوایان ضالین کیونکہ
دوسرون کو گمراہ کرنا سخت گناہ ہے اسکے سبب اونکے قدرے قلیلے جو اچھے
اعمال ہونگے وہ بھی حبط و ضائع ہو جائین گے اسواسطے اونکے حساب و جائزہ
کی ضرورت نہوگی **دوسرا جواب** یہ ہے کہ عرب کے محاورات مین وزن
اعتبار و عزت کے معنی مین بھی بولا جاتا ہے چنانچہ کہتے ہین ما لفلان عندی
وزن و لیس لہ عندی وزن یعنی میرے نزدیک اوسکی کچھہ عزت و قدر
نہین ہے بلکہ لغو اور بیہودہ اور ہیچکارہ آدمی کو فارسی مین بھی سبک سر
کہتے ہین مطلب یہ ہے کہ ایسے آدمی جنکا اوپر ذکر ہوا قیامت کے روز ہمارے نزدیک
اون کی کچھہ قدر و منزلت نہوگی نہایت ذلیل و خوار ہونگے اون پر رحمت الٰہی
نہوگی پس ہرگاہ کہ وزن کے معنی تول کے نہوئے تو اب تناقض اور تخالف کا
شائبہ بھی نہین اور اعتراض محض سبک سری ہے **قولہ** ۱۸۱ ۲ خلاف مریم مین
ہے وَلَقَدْ عَهِدْنَا إِلَىٰ آدَمَ مِن قَبْلُ فَنَسِيَ ہم نے آدمؑ سے پہلے کچھہ عہد کیا تھا پر وہ
بھول گیا پھر طہ کے ۷ رکوع مین ہے عَصَىٰ آدَمُ رَبَّهُ فَغَوَىٰ آدمؑ نے خدا کا
گناہ کیا اور گمراہ ہوگیا پس جبکہ سہواً اوس سے یہ حرکت ہوئی تو یہ عصیان نہین
نسیان ہے **اقول** قرآن مجید مین ذرہ بھر خلاف ممکن نہین مگر معترض کی عبارت

مین لفظاً و معنیً دونون طرح اختلاف ہے کیا معنی کہ یہ دونون آیتین سورہ طٰہٰ
کی ہین اور متصل در اصل بے فصل سے لکھی ہین اور لفظ مریم و طٰہٰ مین تجنیس خطی بھی نہین تا کہ
سہو کاتب کا گمان ہو اور خطاے معنوی یہ ہے کہ نسِيَ کا ترجمہ (بھول گیا)
کیا ہے بیان اسکے معنی ہین (ترک کر دیا) اور اسیطرح غوی کا ترجمہ کیا ہے
(گمراہ ہوا) اسکے معنی بیان ہین (نا امید ہوا) یعنی جو کہ آدمؑ نے خلود جنت
یا فرشتہ ہو جانے کی طمع سے درخت کے پھل کو کھایا تھا اوس مراد کو نہ پہنچا
اس معنی مین جسکو شبہہ ہو لغت مین دیکھ لے اور خود قرآن مین یہ لفظ اس معنی
مین چند جگہ وارد ہوا ہے چنانچہ نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ اور فَلَمَّا نَسُوا مَا ذُكِّرُوا
بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ الخ اور یہی معنی ابن عباس سے منقول ہین
اور سب مفسرون نے اسی کو اختیار کیا ہے بلکہ جس نے بیان فراموشی کے معنی
سمجھے اوس نے نص قرآنی کی مخالفت کی کیونکہ سورۂ اعراف مین حق تعالیٰ قول
ابلیس کی حکایت کرتا ہے کہ آدم و حوا سے کہا وَمَا نَهٰىكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ
الشَّجَرَةِ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ یعنی نہین منع کیا ہے
تمکو تمھارے پروردگار نے اس درخت سے مگر اسواسطے کہ تم اسے کھا کر فرشتہ
ہو جاؤ یا ہمیشہ جنت مین رہ جاؤ اس سے صاف ظاہر ہے کہ شیطان نے وقت
اغوا آدمؑ و حوا کو خدا کا عہد یعنی ممانعت اور نہی یاد دلادی تھی اور یہان یہ بھی
شبہہ نہین ہو سکتا کہ باوجود یاد دلانے کے بھی آدمؑ کو عہد خدا یاد نہ آیا ہو کیونکہ
آیۂ وَقَاسَمَهُمَاۤ اِنِّيْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ کی تاکیدات عدیدہ و بلیغہ و شدیدہ سے
ظاہر ہے کہ اولاً آدمؑ نے شیطان کا قول قبول نکیا تھا ورنہ ان چار تاکیدون

کی ضرورت نہوتی پس نَسِیَ فراموشی کے معنی مین کسیطرح نہین ہوسکتا اور دونون
آیتون مین کچھہ تخالف نہین لیکن یہان کسی کو یہ شبہہ نہو کہ یہ ترک عہد از راہ تخالف
و نافرمانی کے تھا ہرگز ایسا نہ تھا کیونکہ جناب الٰہی نے اس ترک عہد کی خود تفسیر
فرمائی ہے چنانچہ بعد نَسِیَ کے یہ عبارت ہے وَلَمْ نَجِدْ لَهُ عَزْمًا یعنی نہ پایا ہمنے
واسطے آدمؑ کے عزم یعنی قصد راسخ اور ثبوت عہد پر۔ قصد اور عزم مین فرق
ہے قصد محض ارادہ کو کہتے ہین اور عزم ارادہ راسخ کو کہتے ہین یہان عزم کی نفی کی
ہے نہ قصد کی مطلب یہ ہے کہ ایفاے عہد کا قصد تھا مخالفت حکم الٰہی منظور نتھی
مگر شیطان کے بہکانے سے اوس عہد کا رسوخ نرہا جنس اور عین کا یا کسی اور وجہ
سے اشتباہ پڑگیا اور جب اشتباہ یا کسی اور عذر سے تعمیل حکم نہو تو اگرچہ وہ
باعتبار لغت عصیان یعنی ترک امر ہے مگر عصیان مصطلحہ شرعیہ نہین جو موجب
عذاب و نکال آخرت ہو بلکہ اسکے یہ معنی ہین کہ چونکہ آدمؑ مقربان خدا سے
تھے اونکو اسقدر بھی نامناسب تھا کیونکہ ع جنکے رتبے ہین سوا اونکو سوا مشکل ہے
چنانچہ فرمایا ہے حسنات الابرار سیئات المقربین پس جسقدر اور جیسا اونکا
عصیان تھا ویسا ہی اون پر عتاب بھی دار دنیا مین ہوگیا آخرت پر موقوف
نہین رہا اور اسی قسم سے دیگر انبیاء علیہم السلام کے زلات تھے کہ اونکا عتاب
اسی دار دنیا مین ہوگیا بالجملہ لفظ عصی یہان متشابہات مین سے ہے اور تاویل
طلب اور تاویل اسکی یہی ہے جو اوپر مذکور ہوئی کہ یہ عصیان شرعی نہین لغوی
ہے اور اسی باعث اسکو ترک اولی کہتے ہین قولہ تعالیٰ ۲۵ خلاف انبیا مین
اِنَّ الَّذِیْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰی اُولٰٓئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ جنکے لیے ہماری ...

سے بھلائی ہو چکی ہے وہ لوگ دوزخ سے دور رہین گے پھر مریم کے ۵ رکوع

مین لکھا ہے وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا کوئی آدمی نہین جو دوزخ مین نجاوے یعنی

ضرور سب نیک و بد ایک دفعہ تو دوزخ مین جاوینگے پس پہلی یا پچھلی آیت

جھوٹ ہوئی **اقول** اس آیت کے معنی دو طرح سے منقول ہین کیونکہ حسب

محاورۂ عرب وَارِدُهَا کے دو معنی ہوتے ہین ایک قریب پہنچنے والا دوسرے

داخل ہونے والا قاموس مین ہے الورود الاشراف علی الماء وغیرہ دخله

او لم یدخله یعنی ورود کے معنی ہین پہونچنا پانی پر یا دوسری چیز پر خواہ اوس مین

داخل ہو خواہ نہو اور قرآن مین یہ لفظ دونون معنی مین آیا ہے شاہد معنی اول نے ہیر

معلقۂ ثالثہ **شعر** فلما وردن الماء زرقا جمامه ٭ وضعن عصی الحاضر

المتخیم ٭ یعنی جبکہ وے پانی کے پاس پہنچے تو وہان قیام کیا اور معنی ثانی

مین سند کی حاجت نہین پس بنا بر معنی اول کے مطلب یہ ہے کہ تمام آدمی حساب

کے واسطے گرد جہنم کے کھڑے کیے جائینگے چنانچہ قبل اسی آیت کے تصریحاً فرمایا ہے

ثُمَّ لَنُحْضِرَنَّهُمْ حَوْلَ جَهَنَّمَ جِثِيًّا اس تقدیر پر ورود جہنم اسطرح فرمایا ہے

جسطرح زہیر نے اپنے شعر مین لکھا ہے اور یہ روایت ایک طریق سے حضرت امام

جعفر صادقؑ سے بھی منقول ہے پس باعتبار اس معنی کے دونون آیتون مین کچھ

تخالف نہین اور بنا بر دوسرے معنی کے اوس سے بھی سہل و صاف جواب ہے

کہ قبل ضمیر کے لفظ عذاب یا الم مقدر ہے یعنی عنها ای عن عذابها مطلب یہ ہے

کہ متقی لوگ جہنم کی اذیت اور تکلیف سے محفوظ اور بعید رہین گے اور اسیواسطے

یہان دخول نہین فرمایا ورود فرمایا ہے چنانچہ عبداللہ بن مسعود نے جناب

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اسطرح روایت کی ہے کہ ہر آدمی کا ورود و صدور جہنم مین اوسکے اعمال کے موافق ہوگا اول درجہ کے نیک مثل برق جہندہ کے جہنم مین ہوکر گذر جائین گے دوسرے درجہ کے نیک مثل ہوائے تند کے جائین گے تیسرے درجہ کے اسطرح جسطرح گھوڑا دوڑتا ہے چوتھے درجہ کے جسطرح آدمی دوڑتا ہے پانچوین درجہ کے جسطرح سوار جاتا ہے چھٹے درجہ کے جسطرح آدمی چلتا ہے اور پھر بعض گھٹنون سے چلین گے غرض ہر ایک کی رفتار علی قدر مراتب اعمال ہوگی اور جابر انصاری نے روایت کی ہے کہ ایک دفعہ سب جہنم مین وارد ہونگے لیکن مومنین پہ آتش جہنم مثل برف کے سرد ہوجائے گی جسطرح حضرت ابراہیم پر بردوسلام ہوگئی تھی اور اونکو کچھ اذیت نہ پہنچے گی گویا عذاب جہنم سے بعید ہونگے مگر اہل جہنم کے عذاب کی آواز سنین گے اور اونکی کیفیت سے مطلع ہون گے تاکہ اس حال کے دیکھنے سے نعماے جنت کا لطف معلوم ہو اعاذنا اللہ من اہوال المطلع **قولہ** ۲۶ خلاف مومنون مین ہے فَلَآ اَنْسَابَ بَیْنَھُمْ وَلَا یَتَسَآءَلُوْنَ قیامت کے دن نہ اون مین حسب و نسب رہیگا اور نہ آپس مین ایک دوسرے سے بولین گے پھر سورہ طور کے پہلے رکوع مین لکھا ہے وَاَقْبَلَ بَعْضُھُمْ اِلٰی بَعْضٍ یَّتَسَآءَلُوْنَ ایک دوسرے سے بولین گے اور آپس مین سوال کرین گے پس انمین سے ایک آیت غلط اور جھوٹ ہوئی **اقول** معلوم نہین کہ معترض نے یہ اعتراض حالت نشہ مین لکھا ہے یا مرض مین کیونکہ اولاً پہلی آیت مین یَوْمَئِذٍ کو اوڑا گیا اس تحریف سے یہ غرض ہے کہ

عیسائی غیر قرآن خوان مطلقاً ہر جگہہ سوال کی نفی سمجھین ثانیاً آیۂ ثانیہ
مین علی کی جگہہ الی لکھدیا ہے ثالثاً عرصۂ محشر کے عدم سوال کو بہشت کے سوالات
و مکالمات کے خلاف لکھا ہے واہ کیا مخالفت ہے یہ بھی نہین معلوم کہ تخالف
مین اتحاد مکان و زمان ضرور ہے سو وہ یہان نہین پہلی آیت مین روز حشر
کا ذکر ہے اور سورۂ طور مین بہشت کی باتون کا ذکر ہے کہ اہل جنت باہم اسطرح
پوچھین گے افسوس ہے ایسے مطلب پر جسکے واسطے آدمی قصداً سفاہت یا کذب
اختیار کرلے **قولہ** ۲۷ خلاف نمل مین ہے ساٰتیکم مین تمہارے پاس
آؤنگا یہ قطعی وعدہ ہے مگر سورۂ طہ مین لکھا لعلی اٰتیکم شاید مین تمہارے
پاس آؤن یہ ترجی ہے پس ضرور ایک آیت ان مین سے غلط اور جھوٹ ہوئی
اقول یہ اعتراض صرف ناواقفیت کے باعث کیا ہے اور اوسکے اثبات کے
لیے ضرور ہے کہ جواب سے پہلے حرف لعل کا کچھہ حال بیان کیا جائے صحاح
وصراح مین ہے لعل کلمۃ شک اصلہا عل واللام زائدۃ ـــ
قاموس مین ہے لعل کلمۃ طمع واشفاق ـــ نہایہ ابن اثیر مین ہے لعل ہی
کلمۃ رجاء وطمع وشک وقد جاءت فی القران بمعنی کی وقیل اصلہا عل
واللام زائدۃ وفی حدیث حاطب وما یدریک لعل اللہ قد اطلع علی اہل
بدر الخ ظن بعضہم ان معنی لعل ہنا من جہۃ الظن والحسبان لیس
کذلک وانما ہی بمعنی عسیٰ ولعل من اللہ تحقیق انتہی اور اس پر بھی منحصر
نہین نحو کی کتابون سے ظاہر ہوتا ہے کہ لعل استفہام کے واسطے بھی آتا ہے
مثل لا تدری لعل اللہ یحدث بعد ذلک امراً کما فی المغنی پس یہان لعل

شک کے واسطے نہین جسطرح معترض نے ترجمہ کیا ہے کہ شاید مین تمھارے
پاس آؤن بلکہ بیان لعل بمعنی عسی ہے یعنی عنقریب لاتا ہون مین آگ سے
چنگاری اور یہی پہلی آیت کا مطلب ہے کیونکہ حرف سین اور سوف مضارع
پر معنی عنقریب کا فائدہ دیتے ہین اور اگر پادریصاحب کو اہل لغات کا اعتبار نہو
اور لعل بمعنی عسی مین شک ہو تو شاہد اوسکا یہ ہے نافع ابن سعد الحماسیہ
شعر ولست بلوام علی الامر بعد ما ٭ یفوت ولکن عل ان اتقدما ٭
شارح علی بن زکریا کہتا ہے یقول اذا فاتنی امر لا ارجعا علی نفسی باللوم
الکثیر تحسرًا فی اثرہ لکننی حقیق بان اتقدم فی تحصیلہ قبل فوتہ —
عل وھو حرف موضوع للطمع والاشفاق واسمہ مضمر کانہ قال ولکن
لعلنی ان اتقدم وھو یجیئ بان وبغیر ان واذا کان معہ ان افاد فائدۃ
عسی واذا جاء بغیر ان کان الفعل اقرب وقوعا لان ان للاستقبال
لعل وان کان حرفا یعد مع افعال المقاربۃ وھی عسی وکاد فقط شاعر
شعر لعلک یوما ان تلم ملمۃ ٭ علیک من اللائی یدعنک اجدعا ٭ —
صاحب مغنی لکھتا ہے ویقترن خبرھا ای خبر لعل بان کثیرا حملا علی
عسی پادریصاحب کو لازم ہے کہ پہلے علم ادب اور زبان عرب مین
مہارت پیدا کرین بعدہ اس تحقیق و تقریر کو سمجھین اور بالفعل تو یہ تقریر
بھی اون کی فہم و استعداد سے بعید معلوم ہوتی ہے کیونکہ اونھون نے لفظ
اٰتیکم کا ترجمہ آؤن کیا ہے ہنوز وہ یہ بھی نہین جانتے کہ حرف باے موحدہ
جو دونون آیتون مین بعد اٰتیکم کے موجود ہے اوس نے اس فعل کو متعدی

کردیا ہے اور بجاے آؤن گا کے لاؤن ہوگیا **دوسرا جواب**
یہ ہے کہ بیان لعل بمعنی کے تعلیلیہ یعنی سبب کے واسطے بھی ہوسکتا ہے
اور اس صورت مین لعلی اٰتیکم فعل امکثوا کے واسطے تعلیل ہے اور
انی اٰنست نارا جملہ معترضہ ہے مطلب یہ ہے کہ کہا موسی نے اپنے عیال
سے کہ تم ٹھہر جاؤ تاکہ مین آگ لے آؤن مین نے آگ دیکھی ہے شاعر کہتا ہے
شعر وقلتم لنا کفوا الحروب لعلنا ٭ نکف و وثقتم لنا کل موثق ٭
فلما کففنا الحرب کانت عہودکم ٭ کلمح سراب فی الملاء المتالق ٭
یہان لعل بمعنی کی ہے افسوس ہے کہ معترض کی بے استعدادی کی
نظر سے زیادہ تفصیل و تصریح کی ضرورت پڑتی ہے ناظرین اس طول کے
قصور کو معاف فرماوین اور خیر اگر صرف بے استعدادی ہوتا ہم صبر کرین
مگر اسپر بدحواسی کا اور طرہ ہے کہ سورہ کے نام مین بھی غلطی ہے بجاے
سورۂ نمل کے سورہ نحل کا نام لکھدیا ہے **قولہ** ۲۸ خلاف قصص مین ہے
واضمم الیک جناحک من الرھب اور ملا اپنی طرف اپنا بازو ڈر سے
پھر طہ مین ہے واضمم یدک الی جناحک اور ملا اپنا ہاتھ اپنے بازو کی
طرف یہ صریح مخالفت ہے **اقول** معترض کی بدحواسی اور کج فہمی کو کہان تک
بیان کیا جاوے اسی کو ایک کتاب چاہیے دیکھو یہان بھی یہ خبط کیا ہے
کہ دو مضمون اور دو مطلبون کی آیتون کو ہم مضمون سمجھکر اعتراض کر دیا
ہے اور عجب طرح کی تحریف کی کہ آیۂ اولی سے من الرھب اور آیۂ ثانیہ سے
تخرج بیضاء کو اوڑا دیا حالانکہ دونون لفظ جواب ہین اس اعتراض کے

تفصیل اسکی یہ ہے کہ حق تعالی نے وادی مقدس مین وقت اعطاے منصب
نبوت حضرت موسی کو دو معجزہ دئے تھے ایک ید بیضا دوسرے عصا کا اژدہا
ہوجانا پس ید بیضا کرنے کے وقت حکم ہوا تھا کہ اے موسی اپنے ہاتھہ کو جیب
مین داخل کرلو جب حضرت موسی نے اسطرح ہاتھہ کو داخل کرکے اوٹھایا
تو کف دست کو روشن پایا اور جب عصا سانپ ہوگیا اوسوقت حضرت موسی
کو خوف معلوم ہوا یہان تک کہ بدن مین رعشہ ہوگیا اوسوقت جناب الہی نے
حضرت موسی کو خوف زائل ہونے کی تدبیر تعلیم کی کہ اپنے ہاتھون کو بغل مین
رکھکر بدن کو دباؤ اور سمجھو کہ اس سے لرزہ جاتا رہے گا اور قاعدہ ہے
کہ اس صورت سے لرزہ مین تخفیف ہوجاتی ہے اور آدمی کو اطمینان و جرأت
آجاتی ہے چنانچہ سورۂ قصص مین یہ دونون امر علحدہ علحدہ مذکور ہین
جس سے کچھہ اشتباہ نہین رہتا قال اللہ تعالے فی سورۃ القصص وَاَنْ اَلْقِ
عَصَاكَ فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَانٌّ وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّلَمْ يُعَقِّبْ يٰمُوْسٰىٓ اَقْبِلْ
وَلَا تَخَفْ اِنَّكَ مِنَ الْاٰمِنِيْنَ ○ اُسْلُكْ يَدَكَ فِيْ جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ
مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ وَّاضْمُمْ اِلَيْكَ جَنَاحَكَ مِنَ الرَّهْبِ فَذٰنِكَ بُرْهَانٰنِ
مِنْ رَّبِّكَ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ اور سورہ طہ مین
اسطرح ہے قَالَ اَلْقِهَا يٰمُوْسٰى فَاَلْقٰهَا فَاِذَا هِيَ حَيَّةٌ تَسْعٰى قَالَ خُذْهَا
وَلَا تَخَفْ سَنُعِيْدُهَا سِيْرَتَهَا الْاُوْلٰى وَاضْمُمْ يَدَكَ اِلٰى جَنَاحِكَ تَخْرُجْ
بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ اٰيَةً اُخْرٰى اور اسیطرح سے یہ مضمون سورہ نمل مین
بھی مذکور ہے اب مجھکو زیادہ تصریح و تطویل کی حاجت نہین ناظرین اس عبارت

کو دیکھکر خود ہی سمجھ لین گے کہ سورۂ طٰہ کی آیت کے ہم مضمون قصص مین آیۂ اَسْلُكْ يَدَكَ فِي جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ الخ ہے نہ وہ آیت جو معترض نے لکھی ہے البتہ پادریصاحب کو لفظ جناح کے باعث اعتراض کا موقع مل گیا ہے کہ دو جگہ جیب مین اوخال دست کا حکم کیا اور سورۂ طٰہ مین جناح سے ہاتھ ملانے کا حکم کیا پس جواب اسکا یہ ہے کہ لفظ جناح کے چند معانی ہین ازانجملہ بازو اور ہاتھ اور بغل اور جانب اور ذات ہر شی ہی ہین ابو عبیدہ نحوی کہتا ہے الجناحان الناحیتان وجناحا الرجل یداہ ــــ اور راجز شاعر کہتا ہے مضرجہ اضمها الى الصدر والجناح ٭ یعنی لگاتا ہون مین اوسے سینہ اور بغل سے سورۂ طٰہ مین جناح کے معنی بغل اور جانب زیر دست کے ہین اور چونکہ جیب کا بھی یہی مقام ہے اور جیب مین ہاتھ ڈالتے وقت پہلے سے ہاتھ لگا رہتا ہے اسواسطے بنظر تفنن عبارت یہان صرف لفظ جناح پر اکتفا کیا ہے یا جناح جیب سے کنایہ ہے کما روی عن الصادق علیہ السلام ان موسی کان کثیر السمرۃ فاخرج یدہ من جیبہ فاضاءت لہ الدنیا اور سورۂ قصص و نمل مین صاف جیب فرمایا ہے والقران یفسر بعضہ بعضا بہرحال عربی دان کے نزدیک کچھ تخالف نہین اور جہال کا ذکر نہین **قولہ** ۲۹ خلاف لقمان مین ہے فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ یعنی وہ دن تمہارے دنیا کی حساب سے ایک ہزار برس کا ہوگا معارج مین ہے فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ ایسا دن ہے کہ اوس کی مقدار پچاس ہزار برس کی ہے دیکھو ان دونون آیتون مین ۹۹ ہزار برس کا اختلاف ہے پس ایک آیت ضرور

جھوٹ ہے اقول یہان تک بھی پادریصاحب کے حواس درست نہین ہوئے سورہ سجدہ کی آیت کو سورہ لقمان مین بتاتے ہین اور قیامت یہ ہے کہ جہان یوم کا لفظ آتا ہے وہین قیامت کے معنی سمجھ لیتے ہین لیکن اس کو بدحواسی بھی نہین کہہ سکتا کیونکہ یہان بڑی ہوشیاری بھی کی ہے کہ دونون آیتون سے اوپر کی عبارت اوڑا گئے اگر اونکو لکھتے تو پھر اعتراض کا رنگ نہ جمتا اوچھلنہ سے جواب نکل آتا دیکھو پہلی آیت یون ہے اَللّٰهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا شَفِيْعٍ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَاۗءِ اِلَى الْاَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗٓ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ اور دوسری آیت اسطرح ہے سَاَلَ سَاۗئِلٌۢ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ لِّلْكٰفِرِيْنَ لَيْسَ لَهٗ دَافِعٌ مِّنَ اللّٰهِ ذِي الْمَعَارِجِ تَعْرُجُ الْمَلٰۗىِٕكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ فَاصْبِرْ صَبْرًا جَمِيْلًا اِنَّهُمْ يَرَوْنَهٗ بَعِيْدًا وَّنَرٰىهُ قَرِيْبًا يَوْمَ تَكُوْنُ السَّمَاۗءُ كَالْمُهْلِ وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الخ پہلی آیت مین زمین وآسمان کی پیدایش اور امور دنیا کی تدبیر اور درستی اور اپنی قدرت کا اظہار ہے کہ دیکھو ملائکہ ایکدن مین اسقدر دور سے امور دنیا کا انتظام کرنے آتے ہین اور پھر چلے جاتے ہین اور ایکدن مین اس قدر مسافت کو قطع کرتے ہین حدیث مین وارد ہے کہ زمین سے آسمان دنیا تک پانسو برس کی راہ ہے اور اسیطرح ہر آسمان کے درمیان فاصلہ اور ہر آسمان کی ضخامت پانسو برس کی راہ کے موافق ہے اور دوسری آیت مین قیامت کے دن کی مقدار بیان فرمائی ہے اور اگر کہو

که دوسری آیت کو کس دلیل سے مدت قیامت مین قطعی سمجھ لیا جواب یہ ہے
که اوپر کی عبارت سے تک کفار کے معذب فرمانے کا بیان ہے اور بعد اسکے
احادیث صحیحه و معتبره سے جو اس آیت کی تفسیر مین وارد ہین ظاہر ہے که
روز قیامت کی مقدار پچاس ہزار برس ہو گی چنانچہ غرائب القرآن نیشاپوری
اور تفسیر کبیر فخر رازی اور مجمع البیان اور در منثور اور بیضاوی وغیرہ کو دیکھو
پس پہلی آیت مین پیدائش اور تدبیر امور روزمرہ کا ذکر ہے اور دوسری
آیت مین فناء عالم اور قیامت کا ذکر ہے واہ پادریصاحب کیا عمدہ تخالف ہے
اور کیا اتحاد مضمون وقت ہے جسمین روز آفرینش ہے قیامت کا روز ہے **قوله** ۳۰ خلاف
بقر مین ہے کُتِبَ عَلَیْکُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَکُمُ الْمَوْتُ اِنْ تَرَکَ خَیْرًا الْوَصِیَّةُ
یعنی فرض کیا گیا تم پر جب موت آوے تو وصیت کرکے مرا کرے مگر
محمد صاحب اپنے معتبر حدیث مین کہتے ہین لا وصیّة للوارث یعنی کسی وارث
کے لیے کچھ وصیت کی حاجت نہین اور ابن عربی کہتے ہین که محمدی کمیٹی یعنی
اجماع امت نے حکم دیا ہے که وصیت کرکے مرنے کی کچھ ضرورت نہین ہے اور
بعضی عالم کہتے ہین که آیت توریث یعنی وہ آیت جسمین محمد صاحب نے لوگون
کے ورثے مقرر کیے ہین وصیت کی آیت سے مخالفت رکھتی ہے اس لیے اس
آیت کو ترک کیا گیا **اقول** سبحان الله کیا خلاف نکالا ہے اگر بسبیل تنزل اس
آیت کا منسوخ ہونا قبول کرین تو نسخ اسکا آیۂ توریث سے ہے نه حدیث سے
اور پھر بدیت نسخ سے کیا اختلاف ثابت ہو گا اور معترض اس پر کیا اعتراض
کر سکتا ہے جیسا یہون نے تو اون احکام کو منسوخ کر دیا جن کے منسوخ ہونے

کی ممانعت تھی دیکھو جناب مسیح فرما چکے ہین کہ جبتک زمین و آسمان نہ ٹل جائین توریت کا
ایک نقطہ ہرگز نہ مٹے گا انجیل متی آیت ۱۸ باب پنجم مگر یارون نے تمام شریعت کو بالکلیہ
مٹا دیا چنانچہ پولوس مقدس لکھتے ہین کہ اگلا قانون اس لیے کہ کمزور اور
بیفائدہ تھا اوٹھہ گیا آیت ۱۸ باب ہفتم خط عبرانیان اور پھر کہتے ہین لیکن ایمان
کے آنے سے پیشتر ہم شریعت کے تحت قید تھے پس شریعت مسیح تک ہماری اوستاد
ٹھہری پر جب ایمان آچکا تو ہم پھر اوستاد کے تحت نہین آیت ۲۳ باب سوم خط گلاتیان
اور پھر کہتے ہین مین خدا کے فضل کو بیجا نہین ٹھہراتا ہون کیونکہ راستبازی
اگر شریعت سے ملتی ہے تو مسیح عبث ہوا۔ آیت ۲۱ باب دوم نامہ گلاتیان پس اس
حکم سے حرامکاری چوری جھوٹ بولنا قتل کرنا سب حلال ہو گیا کیونکہ ان سے
پرہیز کرنا عین شریعت ہے **شعر** فارغ از دغدغہ گبر و مسلمان کردی ؎ زاہی جنون
گرد تو اگردم کہ چہ احسان کردی ؎ مگر با اینہمہ نصاریٰ کو پھر نسخ توریت سے
انکار ہے یہ عجب بات ہے لیکن ہم اسی جواب الزامی پر اکتفا نہین کرتے بلکہ اصل
مطلب قرآن کا بیان کرتے ہین کہ محققین کے نزدیک یہ آیت منسوخ نہین کیونکہ
اولاً حدیث لا وصیۃ للوارث کی صحت غیر مسلم ہے اور اس حدیث کو معتبر سمجھنا
مغالطہ ہے اور بفرض تسلیم خبر احاد ہے کما ھو المصرح فی البیضاوی ثانیاً
جسطرح ایک حدیث ہے ویسی ہی تین حدیثین اسکی معارض موجود ہین چنانچہ
ما من مات بغیر وصیۃ مات میتۃ جاھلیۃ ومن لم یحسن وصیۃ عند موتہ
کان نقصا فی مروتہ وعقلہ وما ینبغی لامرء مسلم ان یبیت الا ووصیۃ
تحت راسہ دیکھو ان احادیث مین وصیت کرنے کی کس قدر تاکید کی ہے

ثالثاً عندنا قرآن کا منسوخ سمجھنا جائز نہین کیونکہ خبر ظنی ہے اور اوس مین موضوعیت کا بھی احتمال ہے اور قرآن قطعی اور یقینی ہے اور ظن یقین کا معارض نہین کرسکتا اور اجماع ثابت نہین اور نہ بمقابلہ قرآن کے اجماع کی کچھ اصل ہے کہ اجماع کسی حلال کو حرام کردے یا حرام کو حلال کردے یہ امر تو خاص حضرت پولوس مقدس کا حصہ ہے اور یہ جو معترض نے لکھا ہے کہ بعضے عالم کہتے ہین کہ آیۂ توریث اس آیہ سے مخالفت رکھتی ہے پس اگرچہ علامہ سیوطی نے اتقان مین اسکو آیات منسوخہ مین لکھا ہے مگر قول سیوطی وغیرہ ہر مسلمان پر حجت نہین اپنی اپنی تحقیق وتدقیق پر عمل ہے دیکھو بیضاوی نے قول سیوطی کو تسلیم نہین کیا اور علامۂ زمخشری اور علامہ طبرسی وغیرہم مفسرین نے بھی منسوخیت کا انکار کیا ہے اور لکھا ہے کہ آیۂ توریث اور آیۂ وصیت مین منافات نہین ہے بلکہ بیضاوی نے لکھا ہے کہ آیۂ توریث آیہ کریمۂ وصیت کی موکد ہے اور حق یہی ہے کیونکہ مخالفت اوسوقت ہوتی جبکہ دونون حکم جمع نہوسکتے حالانکہ دونون حکم جمع ہوسکتے ہین ہان اگر فرق نکلے گا تو اسقدر کہ آیۂ توریث سے آیۂ وصیت کے وجوب کا نسخ ہوسکتا ہے استحباب یا جواز باقی ہے اور یہ جواز منافی وجوب نہین کیونکہ جملہ فروض ومحرمات وممنوعات ومکروہات جو خدائے تعالی نے خود فرمائی ہین انکی نسبت عباد پر بھی تاکید کی ہے کہ تم بھی اپنے توابعین پر ان احکام کے واسطے حکم کرو مثلاً باپ کو حکم ہے کہ اولاد کو صوم وصلوۃ کا حکم کرے اور تاکید کرے اور اگر وہ اوسکی تعمیل نکرین تو اون کو مارنا چاہیے امر بالمعروف ونہی عن المنکر کو ہر شخص پر واجب کیا ہے حالانکہ بعد حکم خدا کے عباد کے حکم کی کیا اصل و

ہستی ہے سورۂ طٰہ مین فرمایا ہے وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ ای رسول اپنے اہل وعیال کو نماز کا حکم کر حالانکہ خود خدا نے حکم کر دیا ہے غرض خدا کا حکم فرمانا اور پھر اوسکی نسبت عباد پر حکم کرنا باہم منافی نہین اور مین جانتا ہون کہ جو شخص اس آیت کے موکدات کو غور کرے کہ فرمایا ہے حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ اور بعدہ فرمایا ہے فَمَنْ بَدَّلَهٗ بَعْدَ مَا سَمِعَهٗ فَإِنَّمَا إِثْمُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يُبَدِّلُوْنَهٗ إِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ وہ ہرگز اس آیت کو منسوخ نہین کہے گا اور آیندہ اپنی اپنی رای ہے چنانچہ علامہ زمخشری نے بھی اسکی عدم منسوخیت کے واسطے چند توجیہ لکھی ہین کہ بیان اونکا موجب طوالت ہے **قولہ** ۳۱ خلاف بقرہ مین ہے وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ یعنی جو کوئی روزہ رکھنے کی طاقت نرکھے وہ ایک غریب کو کھانا کھلاوے بعوض اپنے روزے کے پھر کہا فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ جب رمضان کا مہینا آوے تم سب روزے رکھو اس آیت مین ناطاقت اور طاقت ور دونون کو حکم ہے مگر پہلی آیت مین ناطاقت لوگ فدیہ لیکر معاف ہوئے تھے اسلیے خود محمدی کہتے ہین کہ پہلی آیت باطل ہے **اقول** مختصر جواب یہ ہے کہ اگرچہ آیۂ اولی مین عدم نسخ کا بھی احتمال ہے مگر ہم کہتے ہین کہ منسوخ ہے نسخ احکام کچھ عیب نہین کما مرّ **قولہ** ۳۲ خلاف بقرہ مین ہے كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ یعنے تم پر روزہ فرض ہے جسطرح تم سے اگلون پر فرض تھا محمدی کہتے ہین کہ اگلے لوگون پر اسطرح روزہ فرض تھا کہ رات کو اپنی جوروؤن سے صحبت بھی کرنے کی اجازت نہ تھی پس محمدیون پر اب بھی رمضان کے دنون مین رات کو جوروؤن سے صحبت کرنا منع ہوا مگر پھر لکھا ہے أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ حلال اور جائز ہے تمکو

روزہ کی رات مین جو رون سے صحبت کرنا اور پہلی محمد صاحب خو
کو حرام جانتے تھے مگر جب ضبط نہو سکا تو یہ آیت اوتار دی **اقول** روز
باب مین دو بار حکم نازل ہوا ہے پہلی آیت مین پہلا حکم ہے اور ابتداے اسلام
اسی طرح روزہ واجب تھا جسطرح امم سابقہ پر کہ رمضان کی رات
جماع ممنوع تھا بلکہ بعد ثلث شب گذر جانے کے کھانا پینا بھی ممنوع تھا
جب اس مین بعض اشخاص کو زحمت و مشقت بہت ہوئی تو اس حکم مین
قدر نسخ و ترمیم ہوگی پس کسی خاص مین عموم ہوجانا یا عموم مین
یا اجمال مین تفصیل یا مطلق مین تقیید کر دینا تخالف نہین ہے اور اگر
تو پادری صاحب مقننان کونسل سے دریافت کر لین یا اصول قوانین کو ملا
فرما لین اور یہ جو لکھا ہے کہ جب ضبط نہو سکا الخ یہ محض تعصب سے اس
آنحضرت صلعم کی طرف منسوب کیا ہے اور وجہ تعصب یہ ہے کہ اس آیت
نصاری کی تحریف و تبدیل جو حکم الہی مین کی تھی کھل گئی ہے اور ہر
اس فرقہ کی تفضیح و رسوائی ہوگئی کیونکہ نصاری پر بھی مثل مسلمانوں
ایک مہینہ کے روزہ واجب تھے مگر جب گرمیون مین پانی کا ضبط نہو
اوستادون نے ہمیشہ کے واسطے موسم معتدل یعنی فصل ربیع مین روزہ
کر لیے اور اس تبدیل شریعت کے کفارہ مین دس روز زیادہ بڑھا کر چالیس
روزے کر لیے اور وجوب کا استحباب کر لیا اور اسیطرح جب پطرس
نہو سکا تو شراب کو حلال کر لیا چنانچہ علامہ طبرسی اور زمخشری اور بیضاوی
حسن اور شعبی سے اس روایت کو بیان کیا ہے اور آنحضرت صلعم کی طرف

غلط نسبت کرنے کا ثبوت یہ ہے کہ کسی مفسر و صحابی و تابعی نے اس مقولہ کو نہین
بیان کیا پادریصاحب نے خود ہی یہ تازہ جوڑ بنایا ہے کَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ
أَفْوَاهِهِمْ إِنْ يَقُولُونَ إِلَّا كَذِبًا کل مفسرون نے اسکی شان نزول یہ لکھی ہے
کہ ابتداءً بعد سونے کے شب مین بھی کھانا حرام اور جماع مطلقاً رمضان مین
حرام تھا احد کی لڑائی مین عبد اللہ بن جبیر کو ایک گھاٹی پر منجملہ پچاس تیر اندازون
کے مقرر کیا تھوڑی دیر بعد اکثر اشخاص متفرق ہو گئے اور بارہ آدمی اوس جگہہ
رہ گئے عبد اللہ وہان شہید ہو گئے اور اونکے بھائی مطعم بن جبیر بوڑھے تھے اور
روزہ سے تھے اور شب کے کھانے مین دیر ہو گئی اور اتنے مین وہ سو گئے جب
جاگے تو اپنے عیال سے کہا کہ اب کھانا حرام ہے ناچار پھر بھوکے سو رہے صبح
کو پھر روزہ رکھا اور بدستور روز گذشتہ خندق کھودنے لگے ضعف سے غش
آگیا جب آنحضرت صلعم نے اونکا یہ حال دیکھا اور شب کا حال بھی معلوم ہوا تو
حضرت کو بہت رنج ہوا اور نہایت تاسف کیا اور پھر قیس ابن صرمہ نے
آنحضرت صلعم سے پوچھا کہ مین نے شب کو اپنی زوجہ سے جماع کیا اور پھر بھوکا
سو گیا اور جب جاگا تو کھانا نہ کھا سکا اوسوقت خلیفہ ثانی بھی موجود تھے عرض
کی کہ جناب مجھہ سے بھی یہی حرکت صادر ہوئی ہے اور بیضاوی نے قیس کا ذکر
نہین لکھا صرف خلیفہ ثانی کا ہی نام لکھا ہے پس اوسکے بعد یہ آیت نازل ہوئی
اور تا فجر اکل و شرب و جماع کی اجازت ہو گئی افسوس ہے کہ معترض
ہر چند قرآن مین اختلاف تلاش کرتا ہے مگر کہین نہین پاتا اور ناچار اور حیران
ہو کر نسخ احکام کو ہی تخالف کہکر اپنا دل خوش کر لیتا ہے لیکن وہ یہ نہین جانتا

کہ اس سے اوسکی کی عقل کا خلاف اور ضعف ظاہر ہوتا ہے اور قرآن کو کچھ عیب
نہین لگتا **قولہ** ۲۳۳ خلاف سورہ بقر کے ۲۷ رکوع مین ہے یَسْئَلُوْنَکَ
عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ الخ مراد یہ ہے کہ لوگ پوچھتے ہین کہ شہر حرام مین لڑائی کرنا جائز
ہے یا نہین تو کہہ بڑا گناہ ہے اور خدا کی نافرمانی ہے پھر لکھا وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ
كَافَّةً یعنی شہر حرام مین بھی مشرکین کو قتل کر دیں دونون مین سے ایک آیت
باطل ہے **اقول** آیۂ اولی قرآن مین اسطرح ہے یَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ
قِتَالٍ فِيْهِ قُلْ قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ الخ اور آیۂ ثانیہ اسطرح ہے اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ
عِنْدَ اللهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتَابِ اللهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِنْهَا اَرْبَعَةٌ
حُرُمٌ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ فَلَا تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَافَّةً
كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ كَافَّةً وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ۝ اِنَّمَا النَّسِيْٓءُ زِيَادَةٌ فِي
الْكُفْرِ يُضَلُّ بِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُحِلُّوْنَهٗ عَامًا وَّيُحَرِّمُوْنَهٗ عَامًا لِّيُوَاطِـُٔوْا
عِدَّةَ مَا حَرَّمَ اللهُ فَيُحِلُّوْا مَا حَرَّمَ اللهُ زُيِّنَ لَهُمْ سُوْٓءُ اَعْمَالِهِمْ وَاللهُ لَا يَهْدِي
الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ معترض نے مغالطہ دہی کے نظر سے اس قدر عبارت لکھی جس سے
ظاہر ہوتا ہے کہ آیۂ اولی بالکلیہ منسوخ ہے حالانکہ یہ امر نہین بلکہ کسی قدر نسخ ہے
جسطرح علامہ طبرسی نے عطا سے سورہ بقر مین روایت کی ہے اور سبب اسکا
یہ ہوا کہ کفار رجب ماہہاے حرام کی تعظیم تو کرتے تھے لیکن یہ شیوہ اختیار کیا تھا
کہ بارہ مہینہ مین سے جنکو چاہتے تھے ماہ حرام فرض کر لیتے تھے اور اسی تقدیم
و تاخیر کو نسی کہتے ہین کما قال اللہ تعالی اِنَّمَا النَّسِيْٓءُ زِيَادَةٌ فِي الْكُفْرِ الخ پس
ہرگاہ کفار کا یہ حال دیکھا کہ ماہ حرام مین بھی اہل اسلام سے جنگ کرتے ہین اور توریت

یہ اجازت ہو گئی کہ اگر مشرکین ماہ حرام مین لڑین اور تقدیم کرین تو تم بھی اپنی حفاظت کرو اور اون کو دفع کرو اور لڑو مگر اپنی طرف سے تقدیم نکرو پادریصاحب نے لفظ کما یقاتلونکم کو تو دیکھا ہوتا کہ قتال مشرکین ممثل لہ ہے اور قتال اہل اسلام ممثل ہے اور ظاہر ہے کہ ممثل لہ کا وجود پہلے ہوتا ہے پس اس سے صاف ظاہر ہے کہ جب مشرکین تم سے پہلے لڑین تو تم بھی اون سے لڑو اس اجازت کو معترض دانشمند مخالفت بیان کرتا ہے ہم کہتے ہین کہ ہر مذہب مین اور عند العقل قتل نفس کی ممانعت ہے لیکن اگر کوئی شخص تلوار کھینچکر کسی کے گھر پر چڑھ جاوے اور مارنا چاہئے اور صاحب مکان بنظر حفاظت جان اوسی دفع کرے اور مار ڈالے تو عقلاً اور عرفاً کسی مذہب مین اوسکو یہ نہین کہہ سکتے کہ قاتل نے لڑائی مین ابتدا کی اور لڑا بلکہ یہ کہین گے کہ اپنی حفاظت کی بلکہ ایسا قاتل مجرم بھی نہین اور اگر میرے قول سے اطمینان نہو تو پادریصاحب اہل کونسل سے دریافت کرلین کہ آپ تو جنگ و جدال اور قتل نفوس کو برا جانتے ہین لیکن جب کوئی بادشاہ آپ پر چڑھ آتا ہے یا کوئی مطیع باغی ہو جاتا ہے تو آپ فوج کو لڑنے کی اجازت دیتے ہین یا نہین اور بالفرض اگر یہ آیت بقول بعض منسوخ ہے تو کیا قباحت ہے **قولہ** ۳ خلاف بقر کی ۳۰ رکوع مین ہے وَالَّذِیْنَ یُتَوَفَّوْنَ الخ جو لوگ مرجاوین اور جوروان چھوڑ جاوین تو ایک برس خرچ دینے کی وصیت کرجانا چاہیے پھر اگر وہ نکلجاوین اور خصم کرلین تو تمپر گناہ نہین ۳۰ ارکوع مین ہے چار مہینے دس دن رکی رہین پہلی آیت مین کہتا ہے کہ برس دن روک رکھو اور خرچ دو پر خصم کرنے کی اجازت ہے دوسری مین کہتا ہے چار مہینے دس دن رکی رہین **اقول** جمہور مفسرین بالاتفاق

لکھتے ہین کہ یہ آیت منسوخ ہے اور حکم اسکا مرتفع ہے خلاف اوسوقت ہوتا جبکہ
رسول مقبول صلعم اسکی منسوخیت کی اطلاع نفرماتے ہان خلاف اسے کہتے ہین کہ
یہ آیت تیسوین رکوع مین ہے اور اوسے چودھوین رکوع مین لکھدیا ہے اور
۳۰ اور ۱۴ اکے رقوم مین تجنیس خطی بھی نہین تاکہ سہو کاتب سمجھا جائے قولہ
۳۵ خلاف بقرہ کے آخر مین ہے وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ
بِهِ اللّٰهُ جو کچھ تمھارے دلون مین ہے ظاہر کرو یا چھپاؤ دونون صورتون مین خدا
حساب لے گا یعنی دلی خطرات پر بھی محاسبہ ہے جو کہ طاقت بشری سے خارج
ہین پھر کہتا ہے لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا یعنی خدا وسعت وطاقت کے موافق
تکلیف دیتا ہے جو طاقت سے باہر ہے اوسپر تکلیف نہین دیتا پس پہلی آیت باطل
ہوئی اقول اس آیت کے منسوخ ہونے اور نہونے مین اختلاف ہے سیوطی
وغیرہ کی راے ہے کہ منسوخ ہے مگر جو روایت کہ منسوخیت کی سند مین لکھی ہے
وہ ضعیف ہے اور ابن عباس وغیرہ اصحاب مفسرین سے منقول ہے کہ منسوخ
نہین اور ہم بھی کہتے ہین کہ منسوخ نہین اور خطرات قلبی آنی وفانی جو کہ طاقت
بشری سے خارج ہین وہ اس آیت مین بچند وجوہ داخل ہی نہین اولاً دلالت عقل
وعرف قرینہ بینہ ہے کہ کوئی عاقل امور اضطراریہ پر مواخذہ نہین کرتا لہذا اوس کے
بیان کی حاجت نہین ثانیاً دلالت نقل ایسے خطرات کے اخراج پر شاہد موجود ہے
کیونکہ آیۂ ثانیہ آیۂ اولیٰ کی مخصص ہے اور نیز احادیث صحیحہ سے ظاہر ہے کہ خطرات
اضطراریہ اس آیت مین داخل نہین پس حرف جار یعنی فِيْ ثبت یا استقر
فعل مقدر کے متعلق ہے مطلب یہ ہے کہ جو امر نفس مین ثابت ورا سخ ومستقر ہو

اوسکا محاسبہ ہوگا خواہ اوسکو ظاہر کرو خواہ چھپاؤ اور ظاہر ہے کہ خطرات
نفسانیہ مستقرہ قابل محاسبہ ہین انھین پر ایمان وکفر موقوف ہے بعد استقرار
کے اضطراری نہین رہتے کیونکہ اگر یہ خطرات برے ہین تو اونکا دفع کرنا ممکن
ہے خواہ کسی عالم فقیہ کی خدمت مین جاکر یا تحصیل علم کرکے اور اگر وہ خطرات
اچھے ہین تو انکے باعث اچھے اعمال صادر ہون گے کیونکہ اعمال کا صدور ارادہ
قلبی اور اعتقاد پر موقوف ہے بلکہ عمل وفعل ظاہری اعتقاد باطنی کا آئینہ ہے
بہرحال دونون آیتون مین کچھ تخالف نہین ہے **قولہ** ۳۰ خلاف آل عمران مین
ہے اتقوا اللہ حق تقاتہٖ خدا سے ڈرو جیسا ڈرنے کا حق ہے یہ بات ناممکن ہے
کہ خدا کو جو بات سزاوار ہے وہ ہم کر سکین جب محمد صاحب نے یہ سمجھا تو پھر کہا
فاتقوا اللہ ما استطعتم خدا سے ڈرو اپنی طاقت کے موافق پس ان مین
ایک آیت باطل ہے **اقول** یہ بات تو کچھ قابل اعتراض نہ تھی دونون آیتون کا
ایک مطلب ہے کیونکہ جو اتقا اور ڈرنا خدا نے ہمکو قرآن مین تعلیم کیا ہے وہ یہ ہے
کہ آدمی حتی المقدور کوئی معصیت اور نافرمانی خدا کی نکرے یہی حق اتقا ہے
اس سے زیادہ ہمکو معلوم نہین اور ایسا اتقا آدمی سے ممکن ہے غیر ممکن نہین اگر
عدم امکان پر کوئی دلیل عقلی قائم ہو تو پادری صاحب اوسے بیان کرین دریغ
نکرین اور حق اتقا اگر اس سے زیادہ ہو جو ہم نے کہا تو اوسے بھی بیان کرین
اور یہی مطلب آیہ ثانیہ کا ہے اوس سے بھی کسی معصیت کی اجازت ظاہر نہین
ہوتی پس دونون آیتون کا یہی ایک مطلب ہوا کہ حتی المقدور خدا سے ڈرو کچھ
معصیت نکرو اور پادری صاحب جو لکھتے ہین کہ ناممکن ہے کہ خدا کو جو

بات سزاوار ہے وہ ہم کر سکین اس سے معلوم ہوا کہ وہ انجیل کو بھی بھول گئے
بھلا آیۂ قرآنیہ مین تو ہر بات کا ذکر نہین صرف اتقا کا ذکر ہے سو جیسا اوس کا
حق ہے ویسا آدمی کر سکتا ہے خدا نے ممکن امر کا حکم دیا ہے اگرچہ شاذ و نادر
آدمی اوسکی تعمیل کرین بلکہ ایک آدمی بھی تعمیل نکرے لیکن آدمی کو خدا کے مثل
کامل ہونا ایک امر مین بھی عقلاً محال ہے پس آیت ۴۱ باب پنجم متی کو اصلاح کرنا
ضرور ہے کیونکہ متی اپنی انجیل مین لکھتا ہے کہ تم کامل ہو جیسا تمھارا باپ جو آسمان
پر ہے کامل ہے حق یہ ہے کہ جو حالت پادری صاحب کی قرآن مین تھی وہی
اب انجیل مین ہے **قولہ** غرضکہ اس قسم کی آیتین صدہا قرآن مین لکھی ہین جو
ایک دوسرے سے مخالفت کامل رکھتی ہین تفسیرون مین مفسرون نے بڑے بڑے
تکلف کرکے مطابق کرنا چاہا مگر کچھہ نکر سکے اسکے سوا بموجب اقرار تفسیر اتقان کے
قرآن مین پانسو آیتین منسوخ ہین جو محمد صاحب نے ایک وقت مین کچھہ حکم
دیا ہے دوسرے وقت اوس حکم مین نقصان ظاہر ہوا پس فوراً اوسکو بدل ڈالا
اسکا بیان اگر ناظرین کو مفصل سناؤن تو قرآن کی حقیقت معلوم ہو مگر مین بیہودہ
کام مین وقت خرچ کرنا نہین چاہتا **اقول** معترض کا یہ دعوی کہ اس قسم
کی آیتین صدہا قرآن مین لکھی ہین جو ایک دوسرے سے مخالفت کامل رکھتی ہین
محض جھوٹ ہے اہل عقل خود سمجھہ لینگے کہ ایسے مخالف متعصب کو اگر ان آیات
مذکورہ کے سوا ایک بھی آیت اور ملتی تو کبھی اوسے نچھوڑتا اور اوسکے لکھنے سے غماض
نکرتا یہ محض پوچ اور بے اصل دعوی ہے اور اگر کوئی ہو تو بسم اللہ اوسکو لکھے
دریغ نکرے اور یہ جو لکھا ہے کہ مفسرون نے بڑے بڑے تکلف کرکے مطابق کرنا چاہا

مگر کچھہ نکر سکے اس کلام سے یہ بھی ثابت ہوا کہ علاوہ علم ادب عربی کے آپکو
معقولات مین بھی بہت دخل ہے براہین قاطعہ اور دلائل واثقہ اور قیودات
اور قواعد عقلیہ وعرفیہ کو معترض تکلف کی تقریر سمجھتا ہے یہ ایسی بات ہے کہ
جب کسی جاہل آدمی سے اہل علم کا جواب نہین بن پڑتا تو ناچار ہوکر واسطے
رفع ندامت کے کہنے لگتا ہے کہ مین منطق نہین پڑھا مین آپکی اس حیثیت اور اس
اعتبار کے لفظ کو نہین سمجھتا اور یہ جو لکھا ہے کہ اسکے سوا بموجب اقرار تفسیر اتقان
کے قرآن مین پانسو آیتین منسوخ ہین الخ یہ بھی محض دروغ ہے تفسیر اتقان کوئی
نایاب تفسیر نہین چند مطابع مین چھپ گئی ہے جسکا دل چاہے اوسے منگا کر دیکھے
اور معترض کو اس جھوٹ کی یاداش دے اگرچہ زبانی ہی ہو دیکھو سیوطی نے
اتقان کی سینتالیسوین نوع مین لکھا ہے کہ دوسری قسم کی وہی آیات ہین جنکا
حکم منسوخ ہوگیا ہے مگر تلاوت اونکی منسوخ نہین ہوئی یعنی قرآن مین موجود ہین
اور اسی مین لوگون نے کتابین تالیف کی ہین اور حقیقت مین اس قسم کی آیات
بہت کم ہین اور اگرچہ اس قسم کی آیات کی تعداد لوگون نے کچھہ زیادہ لکھی ہے
مگر قاضی ابو بکر بن العربی وغیرہ محققین نے خوب تحقیق و تنقید کی ہے اور منسوخ
وغیر منسوخ مین تمیز کی ہے اور مجھکو بھی یہ ثابت ہوا ہے کہ لوگون نے اکثر آیات
ایسی منسوخات مین داخل کر دی ہین جو در اصل منسوخ کیا مخصص بھی نہین بلکہ
نسخ سے اون کو علاقہ نہین چنانچہ بطور نمونہ لکھتا ہون کہ اون لوگون نے لکھا
کہ آیہ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ اور آیہ وَاَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ اور دیگر آیات جن مین
خرچ کرنے کا حکم ہے آیۂ زکوۃ کے نزول سے منسوخ ہوگئی ہین اور علیٰ ہذا القیاس

(۳) آیات جن مین عدم جہاد کا ذکر ہے اور کفار کی جور و اذیت پر آنحضرت کو صبر
و درگذر کا حکم ہے مثل لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ ٥ ومثل وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ الخ ومثل
أَلَيْسَ اللهُ بِأَحْكَمِ الْحَاكِمِينَ وغیرہا کی ایک آیہ جہاد یعنی وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِينَ سے منسوخ
ہوگئی ہین   یہان علامہ سیوطی نے اپنی رای لکھی ہے کہ یہ آیات منسوخ نہین ہین
کیونکہ آیات انفاق اور آیہ زکوۃ جمع ہوسکتی ہین کسواسطے کہ زکوۃ منافی انفاق
نہین بلکہ اوسمین داخل ہے علاوہ اسکے زکوۃ مانع تبرعات وصدقات نہین ہوئی
بلکہ بعد زکوۃ کے ان امورات مندوبہ کا بھی حکم ہے اور اسیطرح سے آیات ممانعت
جہاد کی اکثر موقت و موجل تھین پس اسواسطے اونکو منسوخ کہنا جائز نہین ہے
اور اللہ تعالی ہر وقت احکم الحاکمین ہے خواہ جہاد کی اجازت ہو یا ممانعت۔
غرضکہ اس قسم کی آیات کو منسوخات مین داخل کرکے تعداد زیادہ کردی ہے
مگر نہ اسقدر جسقدر معترض نے لکھی ہین   بعدہ علامہ سیوطی نے اتقان
مین ہر سورہ کی آیات منسوخہ کو لکھا ہے چنانچہ لکھا ہے کہ ۴۳ سورون مین کوئی
آیت ناسخ ہے نہ منسوخ اور ۲۵ سورون مین ناسخ و منسوخ دونون موجود
ہین اور چھ سورون مین بعض آیات ناسخ ہین منسوخ نہین اور ۴۰ سورہ
ایسے ہین جن مین آیات ناسخ بھی ہین اور منسوخ بھی ہین بعدہ ہر ایک سورہ
کی آیات منسوخہ کو لکھکر لکھا ہے کہ یہ سب اکیس آیات منسوخہ ہین اور اسسے زیادہ
ہرگز نہین اور اصح یہ ہے کہ آیہ قسمت میراث اور آیہ استیذان محکم ہین منسوخ نہین
اب انیس باقی رہین اور بنا بر روایت ابن عباس کے آیہ فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ
وَجْهُ اللهِ منسوخ ہے آیہ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ سے تو اس حساب

سے بیس پوری ہو جاتی ہین اور بعدہ علامہ سیوطی نے آیات منسوخ کو نظم مین بیان کیا ہے
شعر قد اکثر الناس فی المنسوخ فی عدد ٭ وادخلوا فیہ ایا لیس تنحصر ٭
وھاک تحریر ای لا مزید لھا ٭ عشرین حررھا الحذاق والکبر ٭
ناظرین ملاحظہ کرین کہ سیوطی نے اتقان مین اپنا مذہب اور بڑے حذاق واکابر کا
مذہب بیان کیا ہے کہ بیس آیات منسوخ ہین اور یہہ بھی یاد رہے کہ ان بیس آیات
پر بھی سب علما کا اتفاق نہین بلکہ اکثر مفسرین ان بیسون مین سے بھی بعض بعض
کے منسوخ ہونے کا انکار کرتے ہین چنانچہ ۲۰ نمبر سے آخر تک پانچ آیات کی منسوخیت
کا اختلاف ناظرین کو بھی مفصلا معلوم ہو گیا ہے اب باقی رہین پندرہ آیتین سو انکی
منسوخیت بھی متفق علیہ نہین پس ان پندرہ بیس آیتون کو معترض نے پانسو آیات
لکھا ہے اگرچہ آیات منسوخہ کے ہونے سے قرآن مین کچھہ عیب نہین نسخ احکام ہمیشہ
سے کتب سماویہ مین ہوتا رہا ہے لیکن افسوس ہے کہ معترض نے انجیل کے اس فقرہ پر کیا
اچھا عمل کیا مبارک وے جو راستبازی کے بھوکے اور پیاسے ہین آیت باب پنجم متی اگر معترض
کو یہ کلمات میرے خلاف واقع معلوم ہون تو لازم ہے کہ اپنی تصدیق کے واسطے
اتقان کے صفحہ و نوع کا نشان لکھکر چھاپ دے کہ اتقان کے فلان صفحہ مین
پانسو آیتون کی تعداد لکھی ہے ورنہ اس اپنی حرکت لغو کے قصور کو مسلمانون سے
معاف کرا دے اور یہہ جو لکھا ہے کہ اسکا بیان اگر ناظرین کو مفصل سناؤن تو
قرآن کی حقیقت معلوم ہو مگر مین بیہودہ کام مین وقت خرچ کرنا نہین چاہتا
البتہ یہ فقرہ صحیح معلوم ہوتا ہے اور کلمہ حق زبان پر جاری ہو گیا ہے حقیقت
مین ایسے بیہودہ کام مین وقت خرچ کرنا معقول اور فہمیدہ آدمی کا کام نہین

اور اب تک جو ان اعتراضات مین وقت صرف کیا اسقدر بھی دوسرے معقول فہمیدہ آدمی کا کام تھا

تکملہ

بعد اتمام جوابات اعتراضات کے کچھہ نسخ کا بیان کرنا بھی ضرور ہے ناظرین تحوڑے ملاحظہ کرین کہ حضرت آدم اول المرسلین کے عہد سے تا زمانہ حضرت خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ الطاہرین ہمیشہ احکام الہی مین حسب مصالح وقت نسخ ہوا کیا اور کتب سماویہ مین آج تک موجود ہے یہ امر کسی نبی کی نبوت مین قادح نہین مگر معترض نے جو بنظر عوام فریبی اس امر کو قرآن مین منجملہ عیوب کے شمار کیا ہے تو منشا اسکا یہ معلوم ہوتا ہے کہ آیات قرآنیہ منسوخہ بائبل کے آیات منسوخہ کے مقابل و مساوی ہوجاوین لیکن یہ امر اون کو کہان نصیب ہے اور یہ مراد کیونکر پوری ہوسکتی ہے کیا معنی کہ بائبل مین اوس قسم کا نسخ ہے جو عقلا اور بموجب بائبل ممنوع و معیوب ہے ایسا نسخ قرآن مین کہین نہین نسخ کے معنی لغت مین زائل کرنے اور نقل کرنے کے ہین اور اہل اسلام کی اصطلاح مین اوس امر کو کہتے ہین جو کسی حکم کی انتہاے مدت پر دلالت کرے تفصیل اسکی یہ ہے کہ بعض بعض احکام الہی بنظر مصلحت زمانہ موقت یعنی میعادی ہوتے ہین اور بعد ختم ہوجانے میعاد کے موقوف ہوجاتے ہین اور اونکے عوض بنا بر مصلحت زمانہ دوسرے احکام جاری ہوتے ہین اور نظیر اسکی حکام دنیا کے احکام مین بھی موجود ہے خصوصًا قوانین سقلا انگلستان مین سب سے زیادہ ہے لیکن چونکہ حکام دنیا قوانین میعادی

کے جاری کرتے وقت کبھی اونکی میعاد سے مطلع بھی کر دیتے ہین اسواسطے
بعد ختم میعاد رعایا کو اونکا موقوف ہونا خلاف عقل نہین معلوم ہوتا اور جو قوانین
باوجود غیر میعادی ہونے کے منسوخ ہو جاتے ہین اونکے نسخ سے متقننون کے
نقصان عقل یا عدم غیب دانی خیال کرکے رعایا خاموش ہو رہتی ہے اور
حق تعالی چونکہ اپنے احکام کی میعاد کو ظاہر نہین کرتا تو عوام نسخ کو احکام الہی
مین معیوب سمجھتے ہین اور کہتے ہین کہ اس سے خدا کا عالم الغیب اور عارف
بعواقب الامور نہونا باطل ہوتا ہے اور تعجب یہ ہے کہ نصاری بھی باوجود انجیل و
توریت خوانی کے اس شبہہ مین گرفتار ہین حالانکہ کتب سماویہ مین نسخ و تغییر
احکام الہی کا جابجا موجود ہے اون کو بغیر اقرار نسخ چارہ نہین اور اگرچہ صاف
صاف لفظ نسخ کے کہنے سے انکار کرتے ہین اور اوسکے واسطے طرح طرح کے
الفاظ تراشتے ہین لیکن انجام کار سبکا مآل و مصداق وہی نسخ ہے پس غیر اہل کتاب
کو تو ہم یہ جواب دیتے ہین کہ کسی حکم کو منسوخ سنکر وہ تعجب نکرین بلکہ یہ خیال کرین
کہ یہ حکم خدا کا میعادی تھا اور اگر وہی یہ عذر کرین کہ بغیر اطلاع خدا کے کیونکر اون
کو میعادی تصور کیا جائے تو جواب یہ ہے کہ جس رسول کی زبانی وہ حکم معلوم ہوا ہے
اوسی رسول کی زبانی اوسکا نسخ ہونا معلوم ہوا ہے اگر رسول کی رسالت ثابت
ہو چکی ہے تو پھر نسخ کا ثبوت سہل ہے ورنہ پہلے رسول کی رسالت ثابت کرنی چاہیے
منکر رسالت کو نسخ کی گفتگو سے کیا علاقہ علاوہ اسکے یہ بات ہے کہ نسخ حکم کے وقت
آدمی کو دو امر متصور ہوتے ہین یا یہ کہ خدا جاہل ہو یا یہ کہ اوسکی میعاد سے ہمکو مطلع
نکیا ہو اور جب یہ دونون شکلین پیش آوین تو مقتضاے عقل یہ ہے کہ آدمی آسان

اور معقول امر کو اختیار کرے اور دوہ یہ ہے کہ آدمی خدا کو جاہل نہ سمجھے بلکہ اپنے کو
جاہل قرار دے اور خیال کرے کہ ضرور خدا نے اس حکم کو میعادی مقرر کیا تھا
لیکن ہم کو اسکی میعاد سے مطلع نہین کیا اور اسی پر کیا موقوف ہے خدا اپنی کسی
مشیت کی بابت ہمکو اطلاع نہین کرتا بہرحال نسخ ہونا احکام الہی مین عند العقل
قادح نبوت نہین اور نصاریٰ خصوصاً مخاطب جاحد کے واسطے یہ جواب ہے کہ ہرگاہ
نسخ احکام الہی کا کتب سماویہ مین معیوب نہین تو پھر قرآن مجید مین کیونکر معیوب
ہوسکتا ہے البتہ جس قسم کا نسخ کہ معیوب اور قابل اعتراض ہے وہ بائبل مین ہے
دیکھو انجیل متی باب ۵ آیت ۱۷ و ۱۸ مین مسیح کے قول کو کہ مین توریت یا نبیون کی
کتابین منسوخ کرنے نہین آیا بلکہ پوری کرنے کو آیا ہون اور جبتک آسمان و زمین
ٹل نہ جاوے ایک نقطہ یا ایک شوشہ توریت سے ہرگز ٹل نہ جائے گا جبتک کہ سب کچھ
پورا نہو فقط حالانکہ خط عبرانیان باب ہفتم آیت ۱۸ مین حضرت پولوس لکھتے ہین
کہ پس اگلا قانون اس لیے کہ کمزور اور بے فائدہ تھا اوٹھ گیا علاوہ اسکے یہ امر
کچھ پوشیدہ نہین کہ توریت کے اکثر احکام ٹل گیے اور اس دعوی کے ثبوت کیواسطے
اسی قدر کافی ہے کہ یہود اور نصاریٰ کے احکام مین کسقدر اختلاف و تباین ہے کہ
جداگانہ دو فرقہ ہین اور اگر مخاطب اس اجمالی جواب سے ساکت نہو تو ہم لطور
نمونہ چند احکام کو تفصیلاً بیان کرتے ہین دیکھو آیت ۲۹ و ۳۰ باب اول کتاب پیدائش کو
کہ خدا نے حضرت آدم و حوا کو کل حیوانات چرند و پرند و حشرات الارض اور اونکے
جملہ اجزا یعنی ہڈی اور خون اور شحم وپیہ وغیرہ کا کھانا حلال اور مباح کیا تھا مگر
آیت ۴ باب ۹ کتاب مذکورہ سے ظاہر ہے کہ حضرت نوح پر خون کا کھانا حرام کردیا

اور حیوانات کل بدستور حلال رہے اور حضرت موسی کے واسطے بہائم مین سے
بہائم ناشگافتہ سُم مثل اسپ وخر وشیر وخرگوش وخوک وسگ وگربہ وغیرہ
اور طیور مین سے عقاب وزاغ وبوتیمار وکرگس وچغد وباز وغیرہ اور ماہی
بے فلس حرام ہوگئی اور یہ حکم بھی ہوا کہ انکی لاش مردہ کو بھی مس مت کرو کہ
یہ سب تمہارے واسطے ناپاک ہین چنانچہ آیت ۴ وغیرہ باب یازدہم کتاب احبار یا قوانین
اور آیت ۳ وغیرہ باب چہاردہم کتاب الاستثنا مین یہ سب احکام مع علت
حلت وحرمت وعلامات حلال وحرام مفصلاً موجود ہین اور آیت ۲۵ باب بستم
کتاب احبار یا قوانین مین پھر دوبارہ تاکید فرمائی ہے کہ پاک وناپاک حیوانات
مین تمیز کرو اور اپنے تئین بوجہ حیوانات کے جنکو ناپاک کردیا ہے خدا کا متنفر
اور دشمن مت کرو اور میرے واسطے پاک رہو کہ مین خدا پاک ہون بعد اوسکے
حضرت پولوس مقدس نصاری کی جسارت وخیرگی کو خیال کرو کہ وہ آیت ۱۴
باب چہاردہم نامہ رومیان مین لکھتا ہے کہ مین خوب جانتا ہون اور خداوند
یسوع مین مجھے یقین ہے کہ کوئی چیز آپ ہی ناپاک نہین لیکن جو اوسکو ناپاک
جانتا ہے اوسکے واسطے ناپاک ہے دہم حکم ختنہ ملاحظہ طلب ہے کہ سلف سے
حضرت مسیح تک ہر رسول کے واسطے تاکید رہی ہے چنانچہ آیت ۱۰ و ۱۱ وغیرہ
باب ہفدہم کتاب پیدائش مین ہے کہ حضرت ابراہیم کو ختنہ کا حکم ہوا اور آیت ۳
باب دوازدہم کتاب احبار یا قوانین مین ہے کہ حضرت موسی کو تاکید ہوئی کہ
ساتوین روز مولود کا ختنہ کرو اور حضرت یوشع نبی کو اسقدر تاکید ہوئی کہ
اونھون نے غیر مختونان بنی اسرائیل کے جنگل مین ختنہ کرائے اور یرمیاہ نبی بیت المقدس

سے خطاب کر کے فرماتے ہین کہ اب سے غیر مختون تجھہ مین داخل نہو گا اور حضرت
عیسی کے زمانہ تک اسکی تعمیل ہوتی رہی چنانچہ آیت ۲۱ باب دوم انجیل لوقا
مین حالات ولادت مسیح مین لکھا ہے کہ جب آٹھہ روز ہوئے اور ختنہ ہوا
تب اوسکا نام عیسی رکھا مگر پولوس مقدس کی دردمندی امت کو غور
کرو کہ وہ آیت ۲ باب پنجم نامہ گلاتیان مین لکھتے ہین کہ مین پولوس تم سے سچ کہتا
ہون کہ اگر تم مختون ہوگے تو مسیح تمھارے حق مین کچھہ مفید نہوگا اور جو
مختون ہوگا اوسکے باب مین فتوی دیتا ہون کہ وہ شریعت کو تمام بجالاوے
اور تمکو مسیح سے کچھہ کام نہین اور آیت ۱۵ باب ششم نامہ مذکورہ مین پھر ایسا ہی
مضمون ہے اہل انصاف غور کرین کہ مقدس مذکور نے ایک ختنہ کیا تمام شریعت
خدا کو منسوخ کر دیا بھلا اب کسی کو کیا غرض ہے جو ختنہ کرائے اور اس سبب
سے تکالیف شریعت کو سر پر اوٹھائے اور مسیح سے دشمنی پیدا کرے —
پس مسیح شریعت خدا کے مٹانے والے ٹھہرے اور بندگان خدا تکلیفات
شرعیہ اور احکام الہی سے خوب آزاد ہوئے استغفر اللہ من ہذہ الہفوات
الواہیۃ اور آیت ۱۲ باب بستم کتاب پیدایش سے ظاہر ہے کہ بی بی سارہ حضرت
ابراہیم کی علاتی بہن تھین اور آیت ۱۱ باب ہیجدہم کتاب توانین یا احبار توریت
مین بہن سے نکاح کرنے کی بلکہ اوسکے کشف ستر کی بھی سخت ممانعت ہے
یہان تک کہ اس فعل کے مرتکب کو قتل کا حکم ہے پس یا وہ حکم منسوخ ہوا یا وہ نکاح ناجائز تھا
چہارم آیت ۲۸ و ۳۰ وغیرہ کتاب پیدایش مین ہے کہ مسماۃ راخل اور الیاہ
دونون حقیقی بہن حضرت یعقوبؑ کے نکاح مین تھین اور آیت ۱۹ باب ہیجدہم کتاب

توانین یا احبار مین اجتماع اختین کے ممانعت ہے پس ضرور یہ نسخ ہے یا وہ نکاح ناجائز تھا پنجم آیت ۲ باب ششم کتاب خروج مین لکھا ہے کہ عمران پدر موسیٰ کا نکاح اونکی عمہ مسماۃ یوخابایو کبد سے ہوا تھا حالانکہ آیت ۱۲ باب ہیجدہم کتاب احبار یا قوانین مین اسکی ممانعت ہے اب بتاؤ کہ اگر وہ نکاح موافق شریعت سابقہ کے تھا تو حضرت موسیٰ کیا ہوئے اعوذ باللہ من ہذہ الهفوات ششم سچی قسم کھانا تمام شریعتون مین جائز تھا چنانچہ آیت ۱۱ باب بست ودوم کتاب خروج مین امانت دار کو درصورت تلف امانت حکم ہے کہ وہ حاکم کے پاس جاکر قسم کھائی تاکہ صاحب مال کو یقین ہو جاوے اور جس شخص کو اپنے زوجہ کی عصمت مین شک ہو وہ کاہن یعنی قاضی یا مجتہد عالم شریعت کے پاس جاکر قسم لیوے اور باب ششم ودہم کتاب استثنا مین ہے کہ خدا سے ڈرو اور اوسکی اطاعت کرو اور اوسکی قسم کھاؤ اور باب نوزدہم کتاب قوانین مین ہے کہ خدا کی جھوٹی قسم مت کھاؤ اور باب بست وچہارم کتاب پیدائش سے ظاہر ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے اپنے گھر کے مختار سے قسم لی اور باب چہل وہفتم مین ہے کہ حضرت یعقوبؑ نے حضرت یوسفؑ سے قسم لی مگر آیت ۳۳ باب پنجم انجیل متی کو دیکھو کہ مسیح نے فرمایا کہ اگلے لوگون سے کہا گیا تھا کہ جھوٹی قسم مت کھاؤ لیکن مین تم سے کہتا ہون کہ مطلقاً قسم مت کھاؤ خواہ جھوٹ ہو یا سچ اب بتاؤ کہ یہ نسخ ہے یا نہین ہفتم پہلی شریعتون مین ہر ایک عیب کے سبب علی الاطلاق طلاق دینا جائز تھا اور عورت مطلقہ کو بھی دوسرا نکاح کر لینا جائز تھا چنانچہ آیت ۳ وغیرہ باب بست وچہارم کتاب استثنا مین اسکا مفصل بیان ہے

مگر آیت ۳۲ باب پنجم و آیت ۹ باب نوزدہم انجیل متی اور باب دہم مرقس مین یہ حکم ہے کہ جو کوئی عورت کو بغیر علت زنا دوسرے سبب سے طلاق دیوے اوس نے گویا اپنی عورت کو زنا کرانے بھیجا ہے اور جو شخص اس مطلقہ عورت سے نکاح کرے وہ بھی زنا کرتا ہے یہ انکسا ون احکام کا نمونہ تھا جنکے واسطے ابدی ہونے کا وعدہ توریت مین نہین اب چند احکام ایسے لکھتا ہون جنکی نسبت خود توریت مین لکھا ہے کہ یہ احکام ابدالآباد کے واسطے واجب کیے گئے ہین مگر باوجود اس تاکید کے اونکو بھی نصاری نے منسوخ کر دیا منجملہ اونکے اول عید کا حکم تھا دوم قربانی سوختنی کا حکم توریت مین ابدالآباد کے واسطے واجب کیا گیا ہے مگر مقدس نصاری نے اون دونون حکمون سے عیسائیون کو آزاد کر دیا چنانچہ آیت ۱ و ۲ باب دوم نامہ گلاتیان مین اور آیت ۲ باب پانزدہم اعمال حواریان مین اونکے واسطے نسخ کا حکم صاف دیدیا ہے اور اعمال حواریان سے صاف ظاہر ہے کہ بجز چند احکام کے جملہ احکام توریت سے نصاری کو آزادی اور فراغت بال حاصل ہے اور وہ چند احکام بھی اختیاری اور مسنونی ہین ضروری نہین اور اصل مذہب یہ مقرر کر دیا ہے کہ بعد صلیب مسیح کے کسی کو عمل خیر کرنے کی حاجت نہین وہ سب کا کفارہ ہوگیا صرف اوسپر ایمان لانا کافی ہے آیت ۲۱ باب دوم نامہ گلاتیان اور باب بست و ہشتم و بست و نہم اعمال مین مکرر اسکی صراحت ہے بلکہ باب دوم و پنجم نامہ گلاتیان اور آیت ۶ باب ہفتم نامہ رومیان مین بجا آوری جملہ احکام شرع کی ممانعت کر دی کما مر فی بیان المخمسہ سوم منجملہ احکام ابدی کے تعطیل یوم السبت ہے کہ اسکی محافظت کے واسطے یہانتک تاکید ہے کہ اسکا تارک واجب القتل ہے اور حضرت موسی کے

عہد سے تا زمانہ مسیح خلفاً عن سلفٍ اور نسلاً بعد نسلٍ ہمیشہ اسکی تعمیل ہوتی رہی
اور مسیح نے اسی روز تعطیل کی اور نصاری نے اسمین بھی نسخ کر دیا کہ اوس
روز کی تعطیل کو یوم الاحد یعنی یکشنبہ سے بدل ڈالا اور اس تغییر و تبدیل کا یہ
عذر نہایت سخیف و بارد و رکیک ہے کہ اگرچہ بظاہر ہم احکام توریت کے پابند نہین
لیکن معنی اور باطناً اونھین افعال کو بجا لاتے ہین گویا ہمارے افعال اون کا
ظل اور پرتو ہین اور احکام توریت سے در اصل یہی مقصود تھا جو ہم کرتے ہین
پس وہ احکام در اصل قائم رہے منسوخ نہوئے اس جواب ناصواب کے
دو جواب ہین **اول** یہ کہ شریعت یسوعیہ مین کسی فعل توریت کا ظل نہین ہے
بلکہ وہان سب سے آزادی ہے اگر ممکن ہو تو کوئی بتائے کہ حیوانات محرمہ کا کیا
ظل ہے اور حضرت ابراہیم و یعقوب و عمران کے نکاح کا کیا ظل ہے اور طلاق
کی ترمیم کا کیا عوض ہے اور قسم کا کیا عوض ہے اور اگر کوئی کہے کہ ختنہ سے مراد
طہارت قلب ہے تو غلط ہے کیونکہ پہلے انبیا علیہم السلام نے ایسا ہی کیون نہین
سمجھا کیا اونکے قلوب نجس تھے یا ختنہ طہارت باطنی کے مانع ہے وہی ظاہری ختنہ
کیون کرتے تھے حق یہ ہے کہ تکلیفات احکام الہی سے بچنے کے واسطے یہ سب تاویلات
کرتے ہین جسطرح مسلمانون مین رسول شاہی اور مداریہ فقرا نماز و روزہ نہ
کرنے اور بھنگ و شراب پینے کے واسطے یہ تاویلات کرتے ہین کہ ہم باطنی عبادت
کرتے ہین اور یہ ظاہری نماز و روزہ سے اچھی ہے اور یہ شراب نہین ہے بلکہ
در اصل دودھ ہے ہم نے تسلیم کیا کہ یہود کو احکام توریت پر بظاہر عمل کرنے کا
حکم ہوا تھا اور نصاری کو باطنی طور پر عمل کرنے کا حکم ہوا تو یہ بھی ایک قسم کا نسخ

ہے بلکہ نسخ عظیم فهو المراد اور معترض نے جو نسخ تعطیل یوم السبت کا جواب
بمقابلہ اعجاز عیسوی اس کتاب مین دیا ہے وہ بھی عجب جواب ہے گو یا
کشت زعفران ہے کہ نہایت ہنسی آتی ہے وہ کہتے ہین کہ سبت کے معنی
آرام کا دن یا ساتوان دن ہے خواہ اتوار ہو یا سنیچر یا جمعہ یا جمعرات دنون
کے نام تجویز ہونے سے پیشتر خدا نے فرمایا تھا کہ مین نے چھ دن مین سب کچھ
بنایا ساتوان دن آرام کا مقرر کیا یہ کہان سے معلوم ہوا کہ وہ ساتوان دن سنیچر
ہی تھا یہی سبب ہے کہ تمام جہان کے لوگون نے اپنا اپنا سبت جس دن چاہا مقرر
کر لیا مسلمانون نے جمعہ یہود نے سنیچر عیسائیون نے اتوار کیونکہ خداوند اوسدن
قبر سے جی اوٹھا پس ابدی محافظت اوسکی باقی رہی یہ اعتراض جب پڑتا سنیچر
سبت کرنے کا حکم ہوتا انتہی جواب الجواب اسکا یہ ہے کہ ہرگز سبت کا دن غیر معین
نہین بےشک اور لاریب او ضرور خاص سنیچر کو سبت کا حکم ہے اور اس امر
کے ثبوت مین ہم عقلی اور نقلی چند دلیلین بیان کرتے ہین اول یہ کہ حق تعالے
نے بنی اسرائیل کو حکم دیا تھا کہ چھ روز تک کاروبار کیا جاوے اور ساتوان دن
تمھارے لیے روز مقدس خدا کی راحت کا سبت ہے جو اوس مین کام کریگا
مار ڈالا جائےگا تم سبت کے روز اپنی بستیون مین آگ مت جلائیو جسطرح
باب سی و پنجم کتاب خروج مین ہے پس لفظ ساتوان سے صاف ظاہر ہے کہ یہ
ایک خاص دن تھا اور دنون کے درجہ اور نمبر مقرر تھے کیونکہ ساتوان جب
ہوگا جب اوسکا پہلا اور دوسرا تیسرا ہو لیوے اگر بالفرض ایام غیر معین تھے
اور نمبر سبت کے تقرر مین ہر شخص کو اختیار ہوتا تو اسطرح حکم ہوتا کہ تم اپنے

گھرون مین ایک دن آگ مت جلائیو کسواسطے کہ درصورت اختیار اور عدم
تعین کے تمام بستی کا ایک روز پر اتفاق کرنا لازم نہین تھا دلیل دوم عمل سلف
صالح ہے یعنی یہ کہ حضرت موسی جنکو یہ حکم ہوا تھا اونھون نے اسی روز شنبہ
کو سبت کیا اور بعد اونکے صدہا سال تمام انبیاے بنی اسرائیل کا اور تمام امت
کا یہی دستور رہا اگر یہ امر اختیاری تھا تو اختلاف کیون نہین ہوا حالانکہ ایک
روز خاص کی پابندی سے یہود بہت کچھ گھبرائے اور اونکے بڑے بڑے نقصان
ہوئے اور ہر چند وہی اسباب مین آزادی چاہتے تھے کہ جسدن چاہین سبت
کرلین مگر کسی نبی نے اجازت ندی اور اسباب مین ایسا اتفاق و اجماع رہا
ہے کہ روز شنبہ کا نام سبت ہوگیا ہے چنانچہ عربی و عبرانی و لاٹن وغیرہ زبانون
مین سبت شنبہ کا نام ہوگیا ہے دلیل سوم یہ ہے کہ توریت مین سبت کیواسطے
ساتوان دن لکھا ہے اب تمام عالم یعنی ایشیا یورپ افریقہ مین جاکر دریافت
کرنا چاہیے کہ ساتوان دن ہفتہ مین کونسا ہے اور پہلا دن کونسا ہے ہر ملک
کا آدمی ساتوان دن شنبہ اور پہلا دن یکشنبہ بتاویگا اور وجہ اسکی پابندی
یہود کی نہین بلکہ وجہ یہ ہے کہ ہر ایک دن ہر ایک ستارہ سے منسوب و متعلق ہے
اور اکثر ملکون مین ستارون کے نامون پر دنون کے نام مقرر ہین اسواسطے
دنون مین نمبر اور درجہ باعتبار شرافت مراتب سبعہ سیارہ کے ہین نہ محض فرضی
اور چونکہ سب سے اشرف اور اول درجہ کا ستارہ آفتاب ہے اور اتوار کا دن اوس
سے متعلق ہے اسواسطے یہ دن ہفتہ مین اول ہے اور اسی سے ہفتہ کا شمار ہے
ہندی مین اتوار کا نام در اصل آدِتیہ وار ہے زبان سنسکرت مین ادت آفتاب

کو کہتے ہین اور اسیطرح انگریزی مین سنڈی ہی کیونکہ انگریزی مین سن
سورج کو اور ڈی دن کو کہتے ہین اور اسیطرح عربی مین یوم الاحد اور
فارسی مین یکشنبہ یعنی پہلا دن کہتے ہین اور باقی چہہ دنون کا بھی ایسا ہی
حال ہے پس کیونکر ہوسکتا ہے کہ کوئی شخص ساتوین دن کو غیر معین کردے
اور اگر غیر معین ہے تو عیسائی یکشنبہ کے کیون پابند ہین کبھی دوشنبہ کو کبھی
شنبہ کو بھی کیون نہین تعطیل کر لیا کرتے اور مسیح کے زندہ ہونے سے اوسکا
تقرر وجوبی نہین ہوسکتا اور اگر ہوگا تو پھر وہی نسخ لازم آئیگا اور معترض
جو کہتا ہے کہ دنون کے نام تجویز ہونے سے پیشتر خدا نے فرمایا تھا کہ مین نے
چھہ روز مین سب کچھہ بنایا ساتوان دن آرام کا مقرر کیا فقط یہ بھی نہایت
خلاف واقع بات ہے کیونکہ توریت حضرت موسی پر نازل ہوئی ہے جس مین
سبت کا حکم مقرر ہوا ہے معلوم ہوا کہ معترض کے نزدیک حضرت موسیٰ کے
عہد تک دنون کے نام نہ تھے البتہ باعتقاد معترض دنون کے نام تجویز ہونے
سے پیشتر اونکے خدا نے تھک کر آرام کیا ہو مگر جب حضرت موسی سے فرمایا تھا
تب تو ضرور دنون کے نام مقرر تھے بلکہ حضرت آدم کو بھی دنون کے نام تعلیم
کردیے تھے اب اہل عقل اور انصاف سے کہتا ہون کہ اگرچہ سبت کا دن سنیچر ہونا
مین نے بدیہی اور مثل آفتاب کے روشن کردیا مگر معترض مخاطب و بزرگ
ہے کہ اجلاے بدیہیات کا بھی انکار کردیتا ہے اوسکو ایک اور تین مین تمیز
نہین ہوسکتی لہذا اوسکے ساکت کرنے کے واسطے ضرور ہے کہ اس امر کو
انجیل سے بھی ثابت کرون **دلیل چہارم** باب بست و ہشتم انجیل متی مین ہے

پرسبت کے بعد جب ہفتہ کے پہلے دن پو پھٹنے لگے الخ دیکھو یہ پہلا دن اتوار تھا اور ساتوان دن سنیچر اور سنیچر کو سبت بھی کہا ہے اگر کہو کہ یہود کے محاورہ کے موافق کہا ہے تو محض سفسطہ ہے کیونکہ متی نے بعد شیوع مذہب عیسوی کے انجیل تصنیف کی ہے اور متی وقت تصنیف کسی یہود سے ہمکلام نہین تھا بلکہ اپنے عیسائی بھائیون کی ہدایت کے واسطے مذہبی کتاب لکھی تھی۔ اسمین اوس نے خاص اپنی اصطلاحات اور امور مذہبی اور تعلیم عیسائی لکھی ہوگی اوسکو یہود کی بدعات یا اون کی مذہبی بات لکھنے سے یا اون کی اصطلاحات کی پابندی سے کیا کام وہ بدعات اور رسومات کو مٹانا چاہتا تھا نہ کہ اونکو رواج دیتا تھا اور پھر باب ۱۲ متی اور باب ۲ مرقس اور باب ۶ لوقا اور باب ۵ یوحنا کو دیکھو اور مین یہان صرف انجیل فارسی لوقا کی عبارت کو لکھتا ہون وھو ھذا در آن روز شنبہ کہ بعد از شنبہ بزرگ است چنین اتفاق افتاد کہ چون عیسی از زراعتہا عبور مینمود شاگردانش خوشہا چیدہ بدستہا مالیدہ می خوردند بعض از فریسیان بایشان گفتند کہ چرا می کنید چنین کاری را کہ در سبت کردن آن جائز نیست عیسی ایشان را جواب فرمود کہ آیا نخواندہ اید آنچہ را کہ داؤد و رفقاے او در وقتیکہ گرسنہ بود کہ چسان او در خانہ خدا آمدہ نانہای تقدیم را کہ خوردن آنہا جائز نیست ہیچ کس را جز کاہنان وبس برداشت وخود تناول نمود و رفقاے خویش را نیز داد و نیز آنہا را فرمود کہ فرزند انسان یعنی مسیح خداوند سبت نیز می باشد و در سبت دیگر اتفاق افتاد کہ او یعنی مسیح در مجمع آمدہ تعلیم می نمود و شخصی در آنجا حاضر بود کہ دست راستش خشک بود ایشان را گفت کہ چیزے شما را می پرسم آیا نیکوئی

نمودن در روز سبت جائز است یا بدی نمودن رہانیدن نفسی یا ہلاک نمودن
لیکن ہمگی آنہا نگاه نموده آن شخص را فرمود که دراز کن دست خود را در انجیل متی
ہین بعد ذکر داؤد کے یہ عبارت ہے ویا آنکه در توریت نخوانده آید که روز سبت
کاہنان در ہیکل سبت را حرمت نمیدارند و مواخذ نیستند لیکن بشما میگویم که درین
مکان شخصی است که از ہیکل عظیم تر است و ہرگاه این فقره را نمیدانستند که رحمت
میخواہم نہ قربانی بر بیگناہان حکم نمی نمودید انتہی اب اہل انصاف غور کرین اس
عبارت مین چند وجوه سے واضح ہے که حضرت مسیح کے نزدیک بھی سبت سنیچر
کا دن تھا اولاً یہ که یہود نے بلا اجازت خوشہ توڑنے پر سبت کی وجہ سے اعتراض
کیا تھا اور مسیح نے یہ جواب دیا که داؤد نے بھی اس روز ایسا ہی ایک کام کیا تھا
اور سبت کی نسبت کچھ تعرض نکیا پس یہ تقریر دلیل قطعی ہے اسپر که اونھون نے
اوس روز کا سبت ہونا معہ سند تسلیم کیا اگر سبت کا دن غیر معین ہوتا اور ہر
شخص کو اوسکے فرض و تعیین مین اختیار ہوتا تو مسیح کے پاس سہل جواب تھا
که آج ہمارے نزدیک سبت نہین ہے ہم فلان روز سبت کر چکے یا آینده کرین
گے ایسے وقت مسیح کو یہود کی اس بدعت پر که اونھون نے سبت کا دن سنیچر
مقرر کر لیا اعتراض کرنا ضرور تھا نہ یہ که اولٹی معذرت کرنا مگر حق یہ ہے که حضرت
مسیح سچے سیدھے تھے وه کیونکر جھوٹ بات بنا کر کہدیتے که سبت کا دن معین نہین
ہمکو اختیار ہے جب چاہین سبت کرین ثانیاً یہ که جس روز حضرت داؤد نے
ہیکل مین نان تقدیم کو کھایا وه بھی یوم السبت تھا اور سنیچر کا دن اگر سبت
نہوتا تو کاہنون کے واسطے جائز ہونا اور دوسرون کو جائز نہونا یہ ذکر لغو او

عبث ہوتا تنا لنگایہ کہ شلوں کے ہاتھ کو اچھا کرتے وقت بھی مسیح نے اقرار
کیا کہ آج سبت ہے کیونکہ اون سے سوال کیا تھا کہ آیا نیکوئی کو دن روز
سبت جائز ہے یا بدی پھر باب بست و سوم انجیل لوقا مین مسیح کی پیاری
عورات کے حالات مین لکھا ہے کہ وہ بعد دفن مسیح کے اوسکی قبر پر گئین اور پھر کے
خوشبوئین اور عطر طیار کیا لیکن سبت کے دن حکم کے موافق ارام کیا اور روز ہفتہ
کے پہلے دن بڑے تڑکے خوشبوئین جو طیار کی تھین لیے ہوئے قبر پر آئین اور
یہی مضمون سب انجیلون مین ہے اب کہو کہ وہ دن جسدن اونھون نے سبت کے
سبب مسیح کی قبر مین خوشبو بھی نہ ڈالی اور اتنا کام بھی نکیا وہ شنبہ تھا یا نہین
اور یہ عورات مسیح کی تابع اور شاگرد تھین یا نہین اس سے قطعاً ثابت ہے کہ
مسیح کا بھی یہی حکم تھا کہ شنبہ کے روز سبت کرو چنانچہ جسطرح اونکے سچے اور
خالص شاگردون یعنی عورات کے عمل سے ثابت ہوا پس اگر بعد اسکے بھی
کوئی انکار کرے اور سخن پروری کرے اور کہدے کہ سبت کا دن معین نہین
تو بجز خاموشی کے اوسکا جواب نہین لہذا ہمنے بھی اسی جگہہ دلائل کو ختم کر دیا
اور معترض نے جو اوائل کتاب مین بہ نسبت خود اعجاز عیسوی کا رد کیا ہے
سو اوس رد کا نمونہ بندہ جا بجا دکھاتا آتا ہے کہ اسطرح کے پوچ جواب دیے ہین
بہر حال نسخ کے قائل ہونے سے کسی اہل کتاب کو چارہ نہین اور نہ یہ امر
کسی نبی کی کتاب مین قابل اعتراض ہے البتہ جسطرح کا نسخ کہ نصاریٰ نے
توریت کے احکام مین کیا ہے وہ معیوب اور قابل اعتراض ہے کیونکہ توریت
مین ان احکام کی نسبت ابدیت کی قید لگی ہے بلکہ کل توریت کی نسبت انجیل مین بھی

...ہے کہ جب تک آسمان و زمین ٹل نجاوین ایک نقطہ توریت کا
...ے گا اور پولوس مقدس نصاری کہتے ہین کہ اگلا قانون اس لیے
...زور اور بے فائدہ تھا اوٹھہ گیا اور بعد مسیح کے ہم شریعت کے تابع نہین
اور مسیح نے فرمایا ہے کہ مین بجز بنی اسرائیل کے دوسری قوم پر مبعوث نہین ہوا اور
حواریون کو بھی منع کیا کہ غیر قومون مین نجانا مگر پولوس و پطرس نے غیر قومون کو
بھی عیسائی کرلیا اور اب تک یہی عمل جاری ہے یہ کیسا عظیم نسخ ہے کہ توریت و انجیل کو
کو مٹا دیا۔ قرآن کی آیات مین ابتداءً کہین ابدیت کی قید نہ تھی بلکہ نسخ کی اطلاع تھی اور
بعد عہد نبوت احکام غیر منسوخہ ضرور ابدی ہین۔ پس معترض نے در اصل قرآن پر اعتراض
نہین کیا بلکہ در پردہ مذہب عیسائی کی تفضیح کرائی ہے یا یہ امر ہے کہ دین نصاری
اور کتاب توریت سے ابھی تک ناواقف ہے اور بیہودی دنیا کے واسطے
بغیر کتب بینی کے تالیف کتب مین عجلت کی ہے حق یہ ہے کہ پادری صاحب دونون
مذہب کی کتابون سے بے بہرہ ہین اور عامیانہ مکابرہ و مجادلہ کرتے ہین کما
قال عز اسمہ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُجَادِلُ فِي اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ
وَّلَا هُدًى وَّلَا كِتَابٍ مُّنِيرٍ

چوتھی فصل اون آیات کے بیان مین جن کو پادری صاحب نے جھوٹ کا اتہام کیا

قولہ فصل سوم قرآن کی جھوٹی آیتون کے بیان مین اگر قرآن کی تمام جھوٹے
مضامین جو اوس مین لکھی ہین اور جو عقلاً و نقلاً صریح باطل ہین اس فصل مین مفصل

بیان کروں تو ایک دفتر تیار ہوتا ہے الخ **اقول** قرآن کے مضامین پر جھوٹ
کا دعوی بھی ایسا ہی جھوٹ ہے جس طرح پہلی فصلوں میں غیر فصاحت اور
تخالف کا دعوی جھوٹ تھا مگر پادری صاحب نے جو اس فصل میں عقل کو بھی
کچھ دخل دیا ہے چنانچہ لکھتے ہیں کہ عقلاً اور نقلاً صریح باطل ہیں اسکا ہم شکر
کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ خدا کرے وہ عقل کے پابند ہوں اور پابندی عقل کا
اول امتحان یہ ہے کہ ایک کو تین اور تین کو ایک نہ سمجھیں اور ہمارے جوابات
کو بھی سمجھ لیں — **قولہ** پہلا جھوٹ بقرہ فَلَا تَجْعَلُوا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّ
اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ خدا کے لیے شریک مت بناؤ حالانکہ تم جانتے ہو یہ آیت محض غلط
اور جھوٹ ہے کیونکہ جہان میں کوئی ایسا آدمی نہیں جو دیدہ و دانستہ خدا کے
لیے شریک پیدا کرے نادانستگی میں البتہ شریک کیا کرتے ہیں دانستگی میں کوئی
شریک نہیں کرتا اور وہ کہتا ہے کہ تم دانستگی میں شریک کرتے ہو **اقول** غیر
عربی دان کے نزدیک اس آیت کا مطلب بلکہ ہر عبارت عربی کا مطلب البتہ
مشکل ہے لیکن عربی دان کو کچھ دقت نہیں کیونکہ صاف ظاہر ہے کہ فعل تعلمون
کا مفعول بہ متروک ہے یا مقدر و محذوف ہے بر تقدیر اول مطلب یہ ہے کہ خدا
کے لیے شریک مت بناؤ حالانکہ تم صاحب علم و تمیز ہو نیک و بد کو پہچانتے ہو اپنے مصالح
اور مضار جانتے ہو اپنے امورات و معاملات کو دلائل اور حجتوں سے کرتے ہو ایسے
نافہم نہیں جو ایسی بدیہی بات کو نہ سمجھو کہ خدا کا کوئی شریک نہیں ہو سکتا یہ عرب
دان کے محاورہ کی بات ہے کہ اگر کوئی پڑھا لکھا آدمی کسی بات کو نہیں سمجھتا یا خلاف
عقل کوئی بات کہتا ہے تو اوس سے کہا جاتا ہے کہ میاں تم اہل علم ہو سب کچھ جانتے ہو

پس اسکا یہ مطلب ہوتا ہے کہ تم بوجہ علم کے سب باتین جانتے ہو ہر چیز کی برائی بھلائی سے واقف ہو اور ایسی بات خلاف عقل کہتے ہو یا ایسی سہل بات نہین سمجھتے ہو اور بر تقدیر حذف جو مفعول کہ مقدر و محذوف ہوگا وہ اسی عبارت سے پیدا ہوگا اجنبی نہوگا اور عبارت اسطرح ہوگی وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اَنْ لَّا نِدَّ لَهٗ یعنی تم جانتے ہو کہ خدا کا شبیہ و نظیر نہین ہو سکتا پھر یہ اصنام جنکو تم نے اپنے ہاتھون سے تراشا ہے اور بنایا ہے نہ دیکھ سکتے ہین نہ سن سکتے ہین نہ ہل چل سکتے ہین کیونکر خدا کے مثل و نظیر ہو سکتے ہین کیا پادری صاحب کو اس مین شک ہے کہ شرفا اور رؤساء عرب خصوصًا اشراف مکہ بت پرستی کرتے تھے اور کیا اس مین شک ہے کہ شرفاء مکہ جن سے بالتخصیص یہ خطاب ہے مثل ابو جہل و ابولہب و حارث بن نضر و عقبہ بن ابی معیط و ابو سفیان بن الحارث اور ابو سفیان بن الحرب اور عبد اللہ بن الزبعری وغیرہم نافہم اور کودن تھے اگرچہ یہ لوگ ایسے ذی علم نہ تھے کہ منطق و فلسفہ اور ریاضی پڑھے ہون اور عالمانہ مباحثہ کرین مگر تاہم بوجہ شعر و شاعری کے خیالات ان کے عالی تھے اور بڑے ہوشیار اور تجربہ کار تھے اور روم سے کتابین منگا کر قرآنی قصص کے مقابلہ مین لوگون کو قصص واہیہ سنایا کرتے ہین لیکن چونکہ یہ لوگ خانہ کعبہ کے متولی اور کلید بردار تھے اور خانہ کعبہ مین پرستش کے سبب بہت کچھ مال نقد و جنس چڑھتا اور ان کو ملتا تھا اور بصورت قبول اسلام یہ زر کثیر ہاتھ سے جاتا تھا اور سرداری اور مرجعیت خلائق بگڑتی تھی اسواسطے پرستش اصنام ترک نکرتے تھے ورنہ بلاشک جانتے تھے کہ خدا کا کوئی مماثل و نظیر نہین ہو سکتا اور اگر یقین نہو تو زہیر بن ابی سلمیٰ کے اشعار کو دیکھ لو کہ خدا کی نسبت ان کا کیا اعتقاد تھا پس ایسے لوگون سے یہ کلام

کہنا کہ تم جان بوجھکر خدا کے لیے شریک بناتے ہو کیونکر جھوٹ ہو سکتا ہے ۔
آج بھی ایسے آدمی موجود ہین کہ جو گناہ کرتے ہین بلکہ آدمی کو قتل کر ڈالتے ہین اور
اقرار کرتے ہین کہ ہان ہم اس فعل کو برا جانتے ہین اور کرتے ہین مگر کیا کرین پیٹ
سب کراتا ہے ۔ پس محض ابلہ فریب اور متعصبانہ کلام ہے جو پادری صاحب
کہتے ہین کہ دنیا مین کوئی آدمی ایسا نہین جو دیدہ و دانستہ خدا کے لیے شریک پیدا
کرے شرک بھی ایک گناہ ہے جب آدمی کو قتل کر ڈالتے ہین جس مین حاکم ظاہری
کا بھی خوف ہے تب شرک کرنا کیا تعجب ہے ۔ تعجب ہے کہ پادری صاحب اس آیت
پر اعتراض کرتے ہین اور اپنے اعتقاد اور حالات کو بھولے جاتے ہین کیونکہ حضرت
عیسے اور روح القدس کو الوہیت مین شریک کرتے ہین حالانکہ بیس جگہہ انجیل
مین حضرت عیسی نے اپنے تئین فرزند انسان کہا ہے اور جسطرح اپنے تئین خدا کا بیٹا
کہا ہے اوروں کو بھی کہا ہے اگر خدا کے بیٹے ہین تو سب ہین اور اگر نہین تو حضرت عیسی بھی نہین
پادری صاحب آپ کیونکر اس بات کا اقرار کرینگے کہ ہم دیدہ و دانستہ شرک کرتے ہین
مگر ہم اون کے لکھے ہوئے اعتقادات کو ناظرین کے سامنے پیش کرتے ہین اور تیسری
مذہب والے سے دریافت کرتے ہین کہ جو شخص ایسا بافہم ہو کہ قرآن پر اعتراض کرے اور
اوسکے اعتقادات ایسے ہون وہ شخص دیدہ و دانستہ شرک کرتا ہے یا نہین آپ فیصل
سوم ہدایۃ المسلمین مین تثلیث کے بیان مین لکھتے ہین کہ ہم تثلیث مین واحد خدا
کی اور توحید مین تثلیث کی پرستش کرتے ہین نہ اقانیم کو ملاوین اور نہ ماہیت کی
تقسیم کرین باپ ایک اقنوم بیٹا ایک اقنوم روح القدس ایک اقنوم ہے مگر باپ بیٹے
اور روح القدس کی الوہیت ایک ہے باپ غیر مخلوق بیٹا غیر مخلوق روح القدس غیر مخلوق

پھر بھی تین مخلوق نہین بلکہ ایک غیر مخلوق نہ باپ قادر مطلق بیٹا قادر مطلق روح القدس
قادر مطلق تو بھی تین قادر مطلق نہین ویسا ہی باپ خدا اور بیٹا خدا اور روح القدس
خدا پھر بھی تین خدا نہین بلکہ ایک خدا باپ کسی سے مخلوق نہین نہ مصنوع نہ مولود
بیٹا صرف باپ سے مصنوع اور مخلوق نہین پر مولود ہے روح القدس بھی نہ مصنوع
نہ مخلوق نہ مولود پر باپ اور بیٹے سے نکلتا ہے اس تثلیث مین ایک دوسرے سے
پہلے یا پیچھے نہین ایک دوسرے سے بڑا چھوٹا نہین بلکہ بالکل تینون اقانیم باہم
برابر اور یکسان ہین انتہی ناظرین باعقل اس مسئلہ غیر معقول نامقبول مین غور
کرین کہ خدا ایک ہے اور تین نہین اور تین ہین ایک نہین اور ایسا ہی باپ خدا اور
بیٹا خدا اور روح القدس خدا پھر تین خدا نہین یہ اجتماع نقیضین اور ارتفاع
نقیضین سلف سے آج تک تمام حکما اور عقلا نے محال سمجھا ہے اور معترض بھی محال
جانتا ہے کیونکہ بہت سی آیات قرآنی کے مضامین کو متناقض و متخالف سمجھکر لکھا ہے
کہ یا پہلی آیت غلط ہے یا دوسری پھر اسکے کیا معنی کہ قرآن کے غیر متناقض مضامین
ہین تو اس قاعدہ کو جاری کرے اور اپنے خداوندون کے حق مین جاری نکرے
اگر اس قاعدہ کو ہر جگہ غلط سمجھے تو بھی ہمکو صبر آوے پھر اسی قاعدہ کو اون تک عام
کرین اور خاص ایک ہی جگہہ غلط نہین ہو سکتا ہم کہتے ہین کہ اگر تینون اقانیم
ایک ہین تو پھر باپ کو یعنی خدا کو بیٹا یعنی عیسی کیون نہین کہتے اور روح القدس کو
عیسی کیون نہین کہتے اور اگر بیٹا باپ سے مولود ہے تو ایک دوسرے سے پہلے پیچھے
کیون نہین ہم نے فرض کیا کہ کیفیت ولادت تمھاری سمجھہ مین نہین آتی مگر یہ بات
تو سمجھہ مین آتی ہے کہ اگر باپ کا وجود بدون فرزند کے ناتمام تھا تو بیٹا کس نے جنا؟

اور اگر تمام تھا تو پہلے اور پیچھے اور باہم جدا اور دو دو کیونکر ہوئے اور تمہارا یہ عذر کرنا (اگرچہ یہ مسئلہ خلاف عقل ہے مگر چونکہ الہامی کتاب یعنی انجیل مین ہے تسلیم کرنا پڑا ہے) محض بیجا بلکہ بدتر از گناہ ہے کیونکہ محال دو طرح کا ہوتا ہے ایک محال عقلی۔ دوسرا محال عادی محال عقلی وہ ہے جسکو عقل محال سمجھے مثلاً کوئی کہے کہ ہاتی انڈے مین سما سکتا ہے پس ایسا محال الہامی کتاب کا بھی قابل تسلیم نہین کیونکہ اگرچہ حق تعالی کو یہ قدرت ہے کہ ہم کو یقین کرا دے کہ ہاتی انڈہ کے اندر سما گیا اور ہمکو ایسا ہی نظر بھی آئے مگر یہ نہین ہو سکتا کہ ہاتی اپنی اصلی ہیئت موجودہ پر بعینہ انڈے مین فی الواقع سما جاوے دوسرا محال عادی وہ ہے جو عادت دنیا کے خلاف ہو مگر عند العقل محال نہو جسطرح کوئی آدمی مردہ کو زندہ کر دے کہ ایسا فعل آدمی سے صادر نہین ہوتا اسواسطے خلاف عادت ہے مگر عقل اسکو محال نہین سمجھتی کیونکہ ممکن ہے کہ حق تعالی کسی شخص کو ایسی قدرت عطا کر دے اور کوئی علاج یا دوا تعلیم کر دے چنانچہ انبیا علیہم السلام کو ایسی قدرت عطا کی تھی کہ وہ خلاف عادت کام کر سکتے تھے اور ایسے ہی فعل کو معجزہ کہتے ہین کہ آدمی اوسکے کرنے سے عاجز ہو مگر عقل اوسکو تجویز کر سکتی ہو محال نہ سمجھتی ہو پس کتب الہامی مین بھی محال عادی مقبول ہو سکتا ہے نہ محال عقلی پس حق تعالی نے نہایت مدلل و محقق فرمایا ہے بلکہ ہم بھی کہتے ہین کہ تم شرک مت کرو حالانکہ تم بدلائل جانتے ہو کہ کوئی اوسکا مثل نہین اور نہ کوئی اوسکا بیٹا اور تم اقرار کرتے ہو کہ تثلیث خلاف عقل ہے مگر چونکہ انجیل مین ہے اسواسطے ناچار کہتے ہین اب کہو کہ دانستگی مین شریک کرتے ہو یا نادانستہ **قولہ** دوسرا جھوٹ لقد

عَلِمْتُمُ الَّذِيْنَ اعْتَدَوْا مِنْكُمْ فِي السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خَاسِئِيْنَ
اے یہودیو تم جانتے ہو اون لوگون کو جنھون نے سبت کے دن زیادتی کی تھی
اور ہمنے کہا تھا کہ بندر ہوجاؤ اور وہ بندر ہوگئے تھے یہ قصہ جھونٹ ہے ہرگز
یہودیون کی کتاب مین نہین لکھا اور نہ وہ اس قصہ کو جانتے ہین جسکا کہ وہ
دعوی کرتا ہے کہ تم ضرور جانتے ہو تعجب کی بات ہے کہ بنی اسرائیل کے قصے ابتدا
سے انتہا تک بڑے بڑے دفترون مین الہام الہی سے لکھے ہوئے آج تک بحفاظت
موجود ہین اور جو جو دکھہ اور مصیبت اور آرام خوشی اون پر گذری ہے سب کچھ
اون مین درج ہے یہ اتنا بڑا حادثہ کہ آدمی بندر بن گئے کہین مذکور نہین اس لیے
بالکل جھونٹ ہے **اقول** تفصیل اس قصہ کی بطور اختصار یہ ہے کہ حضرت داؤد
کے زمانہ مین ایک شہر ایلہ مین جو ساحل دریای احمر پر ہے اور ابتک انگریزی جغرافیہ
ونقشہ مین موجود ہے یہ حادثہ ہوا اور وجہ اسکی یہ ہوئی کہ بنی اسرائیل کو ہفتہ کے
روز شکار ماہی کی سخت ممانعت تھی اس شہر کے آدمیون نے یہ حیلہ کیا کہ کنارہ دریا
پر عمیق گڑھے کھودے تھے اور دریا سے پانی جانے کی راہ کردی تھی پس ہفتہ کے روز جو مچھلیان
بوجہ امن وامان کنارہ پر آتی تھین وہ اون گڑھون مین چلی جاتی تھین اور پھر
نکل نسکتی تھین یکشنبہ کو بنی اسرائیل اون کو پکڑ لاتے تھے اس حیلہ سے شکار
کرتے تھے اس شہر مین تخمیناً بارہ ہزار آدمی بستے تھے اور ان مین تین فرقے تھے
بعض خود شکاری تھے بعض ایسے صالح تھے کہ شکاریون کو منع کرتے تھے اور بعض
ایسے تھے کہ نہ شکاری تھے اور نہ کسی کو منع کرتے تھے غرض جب صالحین و ناصحین
بہت تنگ ہوگئے تو بوجہ خوف الہی اوس شہر سے چلے گئے جب شہر دعا و استغفار

مومنین سے خالی ہوگیا تو باقی دونون فریق مسخ ہوکر بندر ہوگئے اور تین روز
شہر کا دروازہ بند رہا جب بیرونجات کے آدمی رفع ضروریات کو شہر گئے تب
یہ حال معلوم ہوا اور اونھون نے دروازہ کھولا اور بعد تین روز کے یہ بندر سب کے
سب مرگئے فقط اور اگرچہ یہ قصہ زبور مین نہین لکھا مگر ایسے حادثہ کا واقع ہونا
کچھہ تعجب نہین زبور کو دیکھو کہ بنی اسرائیل کی کیا کیا شکایتین اور کیا کیا حالات
لکھے ہین اور اوسوقت بنی اسرائیل پر بارہا عذاب الہی نازل ہوا تھا اور اس
قسم کے حوادثہ واقع ہوتے تھے معترض کا یہ دعوی کہ یہ قصہ ہرگز یہودیون
کی کتاب مین نہین لکھا اور بنی اسرائیل کے قصے بڑے بڑے دفترون مین الہام الہی
سے لکھے ہوئے بحفاظت موجود ہین یہ دونون دعوی محض غلط ہین کیونکہ
مسلمانون نے بخوبی ثابت کردیا ہے کہ یہودنے الہامی کتابون مین سے بہت سی
کتابین گم اور تلف کر ڈالین چنانچہ سولہ کتابون کا نام تو اس عہد عتیق مسمی ع
توریت مروجہ مین بھی موجود ہے جنکا اب وجود نہین علاوہ انکے اور بھی بہت
کتابین تھین جنکی نسبت علمای فرقہ رومن کیتھلک کہتے ہین کہ یہودنے وہ کتابین
پھاڑ ڈالین اور جلا دین چنانچہ فصل اول مقصد اول اعجاز عیسوی مین ان
کتابون کے نام مفصلا موجود ہین علاوہ اسکے باب دوم آیت ۲۳ انجیل متی سے بھی
کتب یہود کا گم ہونا ظاہر ہے کیونکہ متی لکھتا ہے کہ نبیون کی معرفت کہا گیا تھا کہ
وہ یعنی عیسی ناصری کہلاویگا حالانکہ مجموعہ عہد عتیق مروجہ کی کسی کتاب مین
یہ لفظ نہین ممفرڈ اپنی کتاب سوالات السوال مین سوال دوم کی ذیل مین
لکھتا ہے کہ یہ کتابین جن مین یہ ذکر تھا جسکو متی لکھتا ہے نیست و نابود ہوگئین

کرینہ اسٹم اپنی تفسیر لوین متی مین لکھتے ہین کہ بہت سے پیغمبرون کی کتابین
نیست ونابود ہوگئین اس لیے کہ یہودنے غفلت اور بے دینی سے بعض کتابون
کو کھودیا اور بعض پھاڑ ڈالین اور بعض جلادین اور سیٹن کہتا ہے کہ یہودنے
بہت کتابین عہد عتیق سے نکال ڈالین تاکہ معلوم ہوجاوے کہ عہد جدید یعنی
انجیل یہود سے پوری موافقت اوس سے نہین رکھتا قطع نظر اسکے بہت کتابین
موجود ایسی بھی ہین جنکو بعض فرق یہود ونصاری بوجہ الحاق وتحریف کے
قبول نہین کرتے خود توریت موسی کا پتا نہین یہود کے پاس جو توریت ہے
اوسکو فرقہ سامریہ قبول نہین کرتا اونکے پاس جداگانہ توریت ہے کما فی الاعجاز صفحہ ۹۱
خود معترض کو اپنی اس کتاب کے صفحہ ۱۰۶ اور صفحہ ۱۰۹ مین تحریف توریت کا اقرار
ہے اور نیز صفحہ ۹۶ مین لکھتا ہے کہ یہودیون کی حدیث مین ہے کہ عزرا نے دو تواریخ
لکھین ۔ پادری فنڈر تک بھی لکھتے ہین کہ نبیونکی سب گزارشات اور نام اور کلام اور
اونکا سب لکھا ہوا ابھی توریت مین داخل نہین صفحہ ۲۳۷ اختتام دینی مباحثہ پس کتب
یہود کی حفاظت کا دعوی اور نیز یہ استقرار کہ جو کچھہ یہود پر گذرا سب اون مین درج ہے
خیال خام بلکہ دانستہ جھوٹ بولنا ہے اور نیز بقول معترض یہود کے پاس علاوہ کتب الہامی
کے کتب احادیث بھی ہین پس توریت مین نہونے سے عموماً اس واقعہ کی نفی کردینا اور کل
یہود پر عدم علم کا اتہام بھی غلط ہے ۔ علاوہ ازین مدینہ وغیرہ مین یہود کے بڑے
بڑے عالم تھے خصوصاً کعب الاحبار عبداللہ بن سلام وغیرہ علما جو مسلمان ہو گئے
یہ بڑے عالمون مین تھے خود معترض نے تاریخ محمدی مین اس عبداللہ کی کیفیت
مین لکھا ہے کہ جب آنحضرت نے مکہ سے جاکر مدینہ کی مسجد قبا مین قیام کیا تھا

تو اس عبد اللہ نے آنحضرت سے بہت کچھ سوال کئے اور بعد حصول جواب اسلام
قبول کیا اور تمام یہودان مدینہ کو آنحضرت کے سامنے جمع کر کے اپنے علم اور فضل
اور سرداری اور مرجعیت کا سب سے اقرار کرایا اور کہا کہ جب میں خود مسلمان
ہوتا ہوں تو تمکو کیا عذر ہے بیان کرو اکثروں نے اسلام قبول کیا اور بعضوں نے
نفسانیت سے انکار کیا پس معترض سے کوئی دریافت کرے کہ علماے یہود ایسی
جھوٹی جھوٹی باتیں سنکر کسطرح ایمان لائے اوسوقت کچھ روز شمشیر بھی تھا
بلکہ آنحضرت صلعم مسافر تھا تھے یہودی غالب تھے نجران کے عیسائیوں نے کیوں
نہیں ایسی باتوں پر شور مچایا اور اپنی کتابوں میں کیوں نہیں لکھ گئے وہ کچھ مجبور
نہ تھے ایسے آزاد تھے کہ بغیر قبول اسلام مباہلہ سے انکار کر کے اپنے وطن کو چلے گئے
اور ابو عامر وغیرہ نصاری نے جسکے تعصب کا یہ حال تھا کہ وہ لوگوں کو بہکاتا تھا
اور آخرکار مدد لینے کے واسطے روم کو چلا گیا باوجود علم اور فضل اور صاحب تصنیف
ہونے کے اپنی مصنفات میں کیوں نہیں لکھا اس سے زیادہ اور سنو کہ لوقا کے
تیسرے باب آیت اول میں ہے اور لیسانیاس ابلینی کا حاکم تھا یہ قصہ کسی تواریخ او
الہامی کتاب سے ثابت نہیں ہوتا اور متی کے باب دوم آیت ۱۶ میں ہے کہ جب ہیرودیس
نے دیکھا کہ اوس نے مجوسیوں سے فریب کھایا تو وہ بہت غصہ ہوا اور لوگوں کو
بھیجکر بیت اللحم اور اوسکی ساری سرحدوں کے لڑکوں کو جو دو برس اور اوس
سے چھوٹے تھے قتل کرایا دیکھو اتنے بڑے حادثہ کا ذکر کسی تواریخ میں نہیں اگر
ایسا سخت حادثہ ہوتا تو ہیرودیس کے دشمن لوگ ضرور اسکا ذکر لکھتے جوزیفس
مفسر نے بھی نہیں لکھا اسکا جواب معترض نے دیا ہے کہ اگر یہ اعتراض درست ہوتا

تو اسکا شور پہلی صدی مین چاہیے تھا کیونکہ متی نے ۴۱ سنہ مین انجیل لکھکر کلیسا مین جاری کر دی تھی اور اس ہیر دیس کے دیکھنے والے صدہا مردم زندہ تھے متی کو کیون نہین جھوٹلایا کیون سکوت کر گئے اوسوقت عیسائیون کو کچھہ غلبہ بھی نہ تھا اور سلی سیس کافر جو دوسری صدی مین تھا اوسکو بھی یہ اعتراض نہ سوجھا صفحہ ۲۲ ہدایۃ المسلمین پادریصاحب سوچین اور سمجھین کہ جب اونکے نزدیک کافرون کا سکوت کرنا کسی قصہ کے صحت کی دلیل ہے تو پھر قصہ قرآنیہ کی بابت کفار کا سکوت کرنا اس کی صحت کی دلیل کیون نہین — یہ ایک جواب اون جملہ قصص قرآنیہ کا ہے جنپر پادریصاحب نے کئی جگہہ اعتراض کیا ہے اور اسی باعث بندہ نے اس مقام پر جواب کو کچھہ طول دیا ہے علاوہ اسکے آیہ کریمہ مین یہ بھی احتمال ہے کہ بطور تذلیل و تحقیر کے فرمایا ہے جسطرح سورہ جمعہ مین ہے کَمَثَلِ الْحِمَارِ یَحْمِلُ اَسْفَارًا کما رواہ المجاھد یا بطور بددعا کے فرمایا ہے جسطرح تَبَّتْ یَدَا اَبِیْ لَھَبٍ وَّتَبَّ مین کیا لفظ تب سے کوئی یہ سمجھہ سکتا ہے کہ ابولہب کے ہاتھہ دنیا مین سچ مچ کٹ گئے تھے یا کٹنے چاہیے تھے پس بنا بر اس معنی کے جھوٹ کا وہم اور وسوسہ بھی پیدا نہین ہو سکتا **قولہ** ۱۲ جھوٹ وَاِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَکُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَکُمُ الطُّوْرَ خُذُوْا مَآ اٰتَیْنٰکُمْ اے یہودیو جب ہمنے تم سے اقرار لیا اور تمہارے سر پر کھڑا کیا کوہ طور کو اور ہم نے کہا مضبوط پکڑو توریت کو ورنہ پہاڑ اوپر ڈال دونگا تفسیر و اور عبد القادر کے فائدہ دوم مین ہے کہ جب توریت نازل ہوئی یہودیون نے کہا کہ اسکے حکم ہم سے نہ مانے نبھا وین گے تب خدا نے کوہ طور کو اوٹھا کر اونکے سر پر کھڑا کیا اس مراد سے کہ اس توریت کو لو ورنہ یہ پہاڑ تمہارے اوپر گرا اونگا تب یہود

یہودیون نے ڈر کر توریت کو لیا یہ قصہ محض جھوٹ ہے کبھی کوہ طور اون کے سر پر نہین کھڑا کیا گیا **اقول** معلوم نہین کہ عبدالقادر کا فائدہ لکھنے سے اور اس طوالت سے معترض نے کیا فائدہ سمجھا ہے قرآن مجید کی عبارت کیا کم تھی اس اعتراض کا جواب بھی وہی ہے جو اعتراض سابق مین مذکور ہو چکا کہ اکثر واقعات بنی اسرائیل توریت مین نہین اور یہود نے بہت کتابین گم کر ڈالین ایسے واہی تباہی اعتراض محض بھرتی اور تعداد کو زیادہ کرنا ہے اور کچھ نتیجہ نہین علاوہ اسکے ہم کہتے ہین کہ جب حضرت یوشع کے حکم سے اتنا بڑا آفتاب اور ماہتاب ٹھہر رہا تو کوہ طور کا سر پر ٹھہر رہنا کیا تعجب ہے باب دہم آیت ۱۲ و ۱۳ کتاب یشوع یعنی یوشع بن نون **قول ۱۸۴** جھوٹ آل عمران مین ہے اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بَعْدَ اِیْمَانِہِمْ ثُمَّ ازْدَادُوْا کُفْرًا لَّنْ تُقْبَلَ تَوْبَتُہُمْ جو لوگ مسلمان ہو کر پھر کافر ہو گئے اور اپنے کفر مین بڑھ گئے اونکی توبہ قبول نہو گی یہ بالکل جھوٹ ہے اور خدا پر بہتان کیونکہ کوئی معصیت جہان مین ایسی نہین ہے کہ اوسکا مرتکب جب پچھتا کر توبہ کرے تو اوسکی توبہ قبول نہو عقل نہین چاہتی کہ خدا ایسے توبہ کنندون پر مہربان نہو **اقول** قال اللہ تعالی کَیْفَ یَہْدِی اللّٰہُ قَوْمًا کَفَرُوْا بَعْدَ اِیْمَانِہِمْ وَشَہِدُوْا اَنَّ الرَّسُوْلَ حَقٌّ وَّجَآءَہُمُ الْبَیِّنٰتُ وَاللّٰہُ لَا یَہْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ اُولٰٓئِکَ جَزَآؤُہُمْ اَنَّ عَلَیْہِمْ لَعْنَۃَ اللّٰہِ وَالْمَلٰٓئِکَۃِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ خٰلِدِیْنَ فِیْہَا لَا یُخَفَّفُ عَنْہُمُ الْعَذَابُ وَلَا ہُمْ یُنْظَرُوْنَ اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا مِنْ بَعْدِ ذٰلِکَ وَاَصْلَحُوْا فَاِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بَعْدَ اِیْمَانِہِمْ ثُمَّ ازْدَادُوْا کُفْرًا لَّنْ تُقْبَلَ تَوْبَتُہُمْ وَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الضَّآلُّوْنَ اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَہُمْ کُفَّارٌ فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْ اَحَدِہِمْ مِّلْءُ الْاَرْضِ ذَہَبًا وَّلَوِ افْتَدٰی

بہ اُولٰئِکَ لَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ وَمَا لَھُمْ مِّنْ نَّاصِرِیْنَ ـ یہ تینون آیات کریمہ قرآن
مین ایک جگہہ متصل ہین اور جو مطلب پادری صاحب چاہتے ہین وہ پہلی آیت مین
موجود ہے کہ خدا بعد کفر کے بھی توبہ قبول کر لیتا ہے مگر آیندہ کے واسطے اصلاح
حال کی شرط لگی ہوئی ہے جس سے اخلاص نیت و استمرار ایمان ثابت ہوتا ہے ـ
دوسری آیت کا یہ مطلب ہے کہ جو آدمی بعد ایمان کے کافر ہو گئے اور پھر زیادتی کر گئے
کفر مین اونکی توبہ ہرگز مقبول نہین یعنی وہ ہرگز توبہ نکرینگے اور کفر پر مرینگے
اور اگر توبہ کرینگے تو ریائی توبہ کرینگے خواہ منافقانہ خواہ احتضار کے وقت
احوال آخرت کا معاینہ کر کے پس عدم قبول توبہ کنایہ ہے عدم توبہ اور کافر مرنے
سے ـ پادری صاحب نے پہلی آیت کو اور نیز شان نزول کو تو دیکھا ہوتا کہ پہلی آیت
سے ظاہر ہے کہ ہر کافر کی توبہ قبول ہوتی ہے زیادتی اور کمی کفر کی قید نہین ـ اور نہ
ہر کافر کفر پر مرنے سے مستحق جہنم ہے اور دوسری آیت مین جو کفر بڑھانے والون
کی توبہ قبول کرنے سے انکار فرمایا ہے تو یہ خاص خاص اون اشخاص منافقین
اور متعصبین عہد نبوت کے حال کی خدا نے اپنے رسول کو اطلاع فرمائی ہے جنکا
حال جناب الٰہی کے نزدیک متحقق اور کالواقع تھا کہ وہی ہرگز توبہ نکرینگے اور
کرینگے تو منافقانہ یا موت کے وقت جو مقبول نہین بلکہ کالعدم ہے اور غالبًا
ایسی توبہ پادری صاحب کے نزدیک بھی جائز نہو بس اسقدر طوالت کو ترک کر کے
اوسکا نتیجہ بیان کر دیا جس سے اونکے حق مین کمال یاس اور لعنت ظاہر ہو جاوے
اور اسی فائدہ اور ایجاز کے واسطے یہ کنایہ کیا گیا ہے ـ اس آیت مین غیر
عربی دان اور کم استعداد آدمی یہ سمجھتا ہے کہ توبہ مقبول نہونے کا سبب ازدیاد

کفر ہے اور کفر بڑھانے والونکا حکم پہلی آیت والے کافرون سے جداگانہ ہے
لیکن ایسا ہرگز نہین کیونکہ ازدیاد کفر اوسوقت سبب ہوتا جب کہ جزا مین حرف
فا آتا اور لن تقبل ہوتا جسطرح پہلی اور دوسری آیت مین حرف فا ہے یہان
حرف فا نہ لانے مین یہی نکتہ اور لطف ہے کہ صرف ایک حرف سے اسقدر مطلب
ظاہر ہوجاوے کہ زیادتی کفر کے سبب توبہ غیر مقبول نہین بلکہ اس وجہ سے کہ
وہ در اصل توبہ ہی نہین اور جو ایسا ہوگا اوسکا بھی یہی حال ہے — یہان تک
آیہ قرآنیہ کا جواب تھا اب پادریصاحب کے جھوٹ کا جواب دیتا ہون وہ کہتے ہین
کہ یہ بالکل جھوٹ ہے اور خدا پر بہتان کیونکہ کوئی معصیت ایسی نہین کہ جب اوسکا
مرتکب سچا کر توبہ کرے تو قبول نہووین پادریصاحب سے پوچھتا ہون کہ اگر کوئی
آدمی کو قتل کر ڈالے اور توبہ کرلے تو وہ آپکے نزدیک صرف توبہ سے معاف ہوسکتا
ہے اگر کوئی کسی کا مال چھین لیوے یا چورا لیوے تو کیا صرف توبہ کرنے سے معاف
ہوسکتا ہے — علاوہ اسکے ہمکو معلوم ہوتا ہے کہ پادری صاحب آیت ۱۶ باب پنجم
خط اول یوحنا وغیرہ کو جھوٹ اور بہتان سے بھی زیادہ سمجھتے ہون گے وہ کہتا ہے
جو کوئی ایسا گناہ کرے جو موت تک یعنی کفر تک پہنچتا ہے اوسکے واسطے التماس
یعنی خدا سے دعا نکرنا چاہیے اور آیت ۲۶ باب دہم نامہ عبرانیان مین ہے کہ بعد
اسکے کہ ہم نے سچائی کی پہچان حاصل کی ہے جان بوجھکر گناہ کرین تو پھر گناہون
کے لیے کوئی قربانی نہین اور اسیطرح آیت ۳۲ باب دوازدہم انجیل متی مین ہے دیکھو
کفر ایک طرف انجیل مین گناہون کی معافی بھی نہین اور ظاہر ہے کہ کوئی عیسائی گناہون
سے خالی نہوگا اور اگر یہان کفر گناہ سے مراد ہو تو بھی اعتراض باقی ہے کیونکہ اوسنا

خط اول مین کفر کے واسطے دعا اور استغفار کی بھی ممانعت کر چکا ہے بہرحال ان فقرات انجیلیہ مین کہین یہ مذکور نہین کہ اگر کوئی توبہ کرے تو گناہ معاف ہو سکتا ہے بلکہ دعا و استغفار کی ممانعت ہے اور موت وحیات کی بھی قید نہین معلوم ہوا کہ پادری صاحب دونون کتابون سے بے بہرہ ہین نہ انجیل یاد نہ قرآن

قولہ ۵ جھوٹ سورہ آل عمران کے ۹ رکوع مین ہے اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ پہلا عبادت خانہ جو زمین پر آدمیون کے لیے بنایا گیا وہ ہے جو مکہ مین ہے جسے کعبہ کہتے ہین یہ بھی جھوٹ ہے کیونکہ مکہ کی بنیاد سے پہلے بہت سے عبادت خانہ دنیا مین تعمیر ہو چکے تھے اسمعیل کی پیدایش سے آگے ابراہیم نے چند عبادت خانہ یعنی مذبح بنا دیے تھے اور جو کہو کہ یہ آدم کے وقت سے ہے تو اوسکی سند کسی نبی کی کتاب سے لاؤ ورنہ جھوٹ ہے **اقول** مذبح اور چیز ہے اور عبادت خانہ اور چیز ہر مذبح عبادتخانہ نہین ہوتا پادری صاحب دونون لفظون مین معنی سے بھی فرق نہین سمجھتے اگر ہر مذبح عبادتخانہ ہوتا تو حضرت یعقوب بیت ایل مین عبادت خانہ بنانے کا عہد کرتے باب بست وہشتم آیت ۱۲ کتاب پیدایش پس مذبحون کی قدامت سے کسی عبادت خانہ کی قدامت ثابت نہین ہو سکتی اسصورت مین پادری صاحب کا دعوی جھوٹ ہوا قطع نظر اسکے جب کتب الہامی محرف ہو گئین اور ایک شخص کی نبوت دلائل قاطعہ و معجزات واضحہ سے ثابت ہو چکی تو پھر اوسکی سب باتین سچی ہین کیونکہ وہی باتین الہامی ہین اگر مثل معترض کوئی ملحد معترض سے کہے کہ توریت کے قصص کو کسی دوسری کتاب سے ثابت کرو ورنہ جھوٹ ہے تو معلوم نہین کہ وہ اسکا کیا جواب دیگا قطع نظر اسکے

عقل بھی اسی بات کی مقتضی ہے کہ خانہ کعبہ ضرور سب معبدون اور مسجدون سے پہلے بنا ہوگا کیونکہ عرب حضرت ابراہیمؑ کے وقت سے کہ جبتک توریت بھی نازل ہوئی تھی اس بات کو جانتے ہین کہ حضرت آدم و حوا سرزمین مکہ مین رہے ہے چنانچہ شہر جدہ جو مکہ سے نہایت قریب ہے وہان حضرت حوا کی قبر آج تک موجود ہے اور اسی سبب سے اوس شہر کا نام جدہ ہے کیونکہ جدہ عربی مین دادی کو کہتے ہین ایسی مستند اور مشہور بات اگر بائبل مین نہو تو بائبل غلط ہے اور یہ بات معترض کو مسلم ہے کہ حضرت آدمؑ نبی تھے اور خدا کی عبادت کرتے تھے پس ضرور ہے کہ حضرت آدم نے اپنے واسطے اور اپنی اولاد کی تعلیم کے واسطے کوئی عبادتخانہ بنایا ہو کسواسطے کہ امورات دینی اور شعائر مذہبی کا تعلیم کرنا نبی پر واجب ہے وہ اسی کام کے واسطے ہوتا ہے اونکے ادنے سے چند آدمی ہم مذہب جہان جمع ہوجاتے ہین تو وہی بھی وہان اپنا عبادت خانہ بنالیتے ہین پس حضرت آدمؑ نے کہ دنیا مین ایک ہزار سال زندہ رہے اور اونکے سامنے بیسون اونکی اولاد جمع ہوگئے تھے کیونکہ اس امر ضروری کو ترک کیا ہوگا اور یہی گاہ بعد طوفان کے حضرت ابراہیمؑ نے اوسکی تجدید کی تو بھی عبادت خانہ ہاے موجودہ مین قدیم ٹھہرا عیسائیون نے خوب طرز نکالا ہے کہ جو قصہ قرآنی بائبل مین موجود ہو اوسکو تو کہدیتے ہین کہ یہ قصہ آنحضرت صلعم نے سن سنا کر بائبل سے لکھدیا ہے اور جو بائبل مین نہوا وسکو کہدیتے ہین کہ یہ جھونٹ ہے اس تعصب کا جواب بجز خدا کے کسی کے پاس نہین **قولہ** ۴ جھونٹ تفسیر جلالین مین لکھا ہے کہ جب یہ آیت اوتری مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا کون ہے جو خدا کو قرض حسنہ دے اوسوقت یہودیون نے

محمد صاحب سے کہا کہ اللہ فقیر ہے اور ہم غنی ہین کہ وہ ہم سے قرض مانگتا ہے اوس
وقت یہ آیت اوتری لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللّٰهَ فَقِيرٌ وَنَحْنُ
أَغْنِيَاءُ سَنَكْتُبُ مَا قَالُوا وَقَتْلَهُمُ الْأَنْبِيَاءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ہم نے سن لیا
اونکا قول جنھون نے کہا ہے کہ اللہ فقیر ہے اور ہم غنی ہین ہم لکھ رکھین گے جو
اونھون نے کہا ہے اور ناحق نبیون کا قتل کرنا بھی ہم لکھ رکھین گے جو اونھون
نے قتل کیے ہین یہ بالکل جھوٹ ہے اون یہودیون نے جو محمد صاحب کے وقت
باتین کرتے تھے ایک نبی بھی قتل نہین کیا تھا اور جب کہو کہ اونکے باپ دادون کا
گناہ اونکے ذمہ لکھا جاویگا تو خود محمد قرآن مین لکھ چکے ہین وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ
وِزْرَ أُخْرَىٰ کوئی کسی کا بوجہ نہین اوٹھاویگا پس محمد صاحب کا یہ کہنا کہ اونھون
نے نبی قتل کیے بالکل جھوٹ ہے **اقول** یہ بھی عجب غیر معقول سوال ہے بیشک
اونھون نے کسی نبی کو قتل نہین کیا تھا مگر چونکہ یہودان سلف ہیں خصوصا
وہ جو اونھون نے جو ملک سبا سے اوٹھکر مدینہ مین جا بسے تھے مثل اوس و خزرج کے
انبیا کو قتل کیا تھا اور یہ موجودین اسبات کو اپنے اسلاف کی مدائح اور مفاخر
مین بیان کرتے تھے اور پسند کرتے تھے اور خوش ہوتے تھے لہذا اونکو بھی مثل
انکے اسلاف کے شمار کیا گیا ہے اور سلف سے بھی اسیطرح عمل درآمد ہوتا آیا ہے
کہ جو شخص جس فعل سے خوش ہوتا ہے وہ بھی کسی قدر اوسکے شریکون مین محسوب
ہوتا ہے بلکہ باب بست و سوم انجیل متی سے ظاہر ہے کہ اگلا اخلاف اسلاف کے
افعال سے خوش نہون اور تفاخر نکرین تو بھی وہ شریک جرم ہین آیت ۳۰ اور
کہتے ہو کہ اگر ہم اپنے باپ دادون کے دنون مین ہوتے تو نبیون کے خون مین

ادن کے شریک ہوتے الخ آیت ۳۵ تا کہ سب پاک خون جو زمین پر بہایا گیا تم پر آوے ہابیل راستباز کے خون سے بارخیاہ کے بیٹے زکریا کے خون تک جسے تم نے ہیکل اور قربانگاہ کے درمیان قتل کیا الخ اور پادریصاحب نے جو اس آیۂ قرآنیہ سے آیۂ وَلَا تَزِرُ وَازِرَۃٌ وِّزْرَ اُخْرٰی ہی سے مخالفت بیان کی ہے اسکا جواب فصل سوم کے سولھوین قول مین مذکور ہو چکا ہے اور جو بات پادریصاحب قرآن مین نکالنا چاہتے ہین وہ اون کو اوس مین نہ ملے گی مین اونکو پتا دیتا ہون کہ آیت ۵ باب بستم کتاب خروج کو دیکھین کہ مین خداوند تیرا غیور ہون کہ باب دادون کی بدکاریون کی سزا اونکی اولاد پر جو میرا کینہ رکھتے ہین اونکی تیسری چوتھی نسل تک دینے والا ہون اسکے جواب مین پادریصاحب صفحہ ۱۸۰ ہدایۃ المسلمین مین خود لکھتے ہین کہ جو لوگ خدا سے کینہ رکھتے ہین اور اپنے آبا کے افعال بد سے راضی ہین وے بھی سزا پاتے ہین انتہی اور پھر آیت ۱۶ باب بست و چہارم کتاب استثنا کو دیکھین کہ وہان اسکے خلاف ہے کہ نہ بیٹے باپ کے بدلے اور نہ باپ بیٹون کے بدلے بلکہ ہر ایک اپنے اپنے گناہ کے سبب مارا جاتا ہے علاوہ اسکے ضمیر غائب جمع قَتَلْتُمُوْهُمْ مین ممکن ہے کہ مجازاً اصل قاتل مراد ہون اور ایسا مجاز بھی توریت مین بہت موجود ہے کہ اکثر جگہہ یعقوب سے مراد بنی یعقوب ہین اور اسرائیل کہا ہے اور مراد اوس سے بنی اسرائیل ہین بہرحال اعتراض واہیات ہے **قولہ** ۷ جھوٹ سورۂ نساء کے ۸ رکوع مین ہے وَنُدْخِلُهُمْ ظِلًّا ظَلِيلًا اور داخل کرینگے ہم بہشتیون کو سایہ مین یہ بھی جھوٹ ہے بہشت مین گرمی اور دھوپ دکھہ دینے والی ہرگز نہو گی کہ ہم کو سایہ ڈھونڈھکر بیٹھنا پڑے بلکہ وہان آرام ہی آرام ہے **اقول** اعتراض کیا ہے کشت زعفران ہے

کہ جسکے دیکھنے سے معترض کے علم و فہم پر بے اختیار ہنسی آتی ہے یا درپیاحت
سے کوئی پوچھے کہ لفظ ظلیلا کے معنی کیون دبا گئے یہ کس نے کہا ہے کہ بہشت
مین دھوپ بھی ہوگی تا کہ دھوپ سے اوٹھکر سایہ مین جانا پڑے اسکا مطلب تو
صاف ہے کہ داخل کرینگے ہم بہشتیون کو گھرے یا دوامی سایہ مین جہان کبھی
دھوپ کو نہ دیکھینگے اور اگر معترض کہے کہ سایہ مین داخل کرنے سے یہ بات
سمجھی جاتی ہے کہ قبل دخول سایہ کے دھوپ مین ہونگے تو یہ سچ ہے عرصہ محشر
مین دھوپ سخت ہوگی زمین مثل مس گداختہ کے گرم ہوگی بس اس دھوپ
اور گرمی سے نکل کر بہشت مین داخل ہونگے اور جب سے بہشت مین داخل ہونگے
مطلقًا دھوپ کو نہ دیکھینگے پھر کیونکر لازم آیا کہ بہشت مین بھی دھوپ ہوگی ـ
بعد جواب اعتراض کے ناظرین معلوم کرین کہ اصل اس اعتراض کی یہ ہے کہ سایہ
اوسوقت ہوتا ہے جبکہ ہمارے اور آفتاب کے درمیان کوئی چیز حائل اور حاجب
ہو اس لیے جو لوگ عربی کے محاورات سے ناواقف ہین اونکو یہ شبہہ ہوتا ہے کہ
جب بہشت مین دھوپ نہین ہے تو سایہ کیونکر ثابت ہوگا اور غالبًا پادریصاحب
کو بھی یہی بیان کرنا منظور ہے مگر اونسے یہ مطلب ادا نہین ہوسکا یا تفاسیر کا مطلب
سمجھ مین نہین آیا جواب اسکا یہ ہے کہ عربی مین سایہ کے واسطے دو لفظ ہین ایک
ظل دوسرم فیٔ لیکن ان دونون معنی مین فرق ہے ظل اوس سایہ کو کہتے ہین
جو خود بخود بغیر وساطت آفتاب کے موجود ہو جسطرح بعض جگہہ صبح سے زوال تک
تک رہتا ہے یعنی ہر چیز کی مغربی سمت کا سایہ کہ یہ وہی سایہ ہوتا ہے جو شب کے
وقت ہوتا ہے اور فی اوس سایہ کو کہتے ہین جو بعد زائل ہوجانے اصلی سایہ کے

زوال اور تحویل آفتاب کے سبب دوبارہ پیدا ہوتا ہے جسطرح بعد دوپہر کے ہوتا ہے
تفسیر مجمع البیان مین ہے یقال فاء الفئ اذا رجع و عاد بعد ما کان ضیاء الشمس نسخه
والفئ ما نسخته ضوء الشمس و الظل ما کان قائمًا لم تنسخه الشمس قال الشاعر
شعر فلا الظل من برد الضحی نستطیعه ؎ ولا الفئ من بعد العشی نذوقه
فجعل الظل وقت الضحی لان الشمس لم تنسخه فی ذلك الوقت۔ انتہی نہایہ
ابن اثیر مین ہے الظل الفئ الحاصل من الحاجز بینك و بین الشمس و قیل هو
مخصوص بما کان منه الی زوال الشمس و ما کان بعده فهو الفئ و قد
یکنی بالظل عن الکنف والناحیة و منه الحدیث ان فی الجنة شجرة یسیر
الراکب فی ظلها مائة عام ای فی ذراها و ناحیتها و منه شعر العباس یمدح
النبی صلعم شعر من قبلها طبت فی الظلال و فی ؎ مستودع حین
یخصف الورق ؎ اراد ظلال الجنة ای کنت طیبا فی صلب آدم حیث
کان فی الجنة فقط اور قاموس مین ہے الظل بالکسر نقیض الضحی او هو الفئ
او هو بالغداة والفئ بالعشی الخ اور صراح مین ہے ظل بالکسر سایہ و بناء ظل اللیل
تاریکی شب ظل ظلیل سایہ دائم و مکان ظلیل ہمیشہ با سایہ و فلان یعیش فی ظل
فلان ای فی کنفه الخ پس کتب لغات سے ظاہر ہے کہ ظل ایسے سایہ کو کہتے ہین جو
اصلی خود بخود ہو خواہ آفتاب سے ہو یا نہو اور اسی واسطے شب کی تاریکی کو بھی
ظل اللیل کہتے ہین مگر فئ بغیر آفتاب کے نہین ہو سکتی اور اگر ہم یہان ظل کو بمعنی
ناحیہ کہین جسطرح عباس کے شعر مین ہے تو یہ دوسرے معنی بھی درست ہو سکتے ہین
بہرحال اعتراض جہالت ہے یا تعصب ہے قوله ۱۲ جھوٹ مائدہ مین ہے قالت

حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغَالِبُوْنَ خدا کے لوگ ہمیشہ غالب ہین یہ بات بہت درست ہے مگر
اس جگہہ محمد صاحب نے مراد اپنے مسلمانون سے رکھی ہے یہ جھونٹ و غلط ہے
اس لیے کہ عین محمد صلعم کے وقت مین اور اوسکے پیچھے بارہا مسلمان لوگ مغلوب ہو چکے
ہین حجت مین بھی اور لڑائی مین بھی اور آج تک مغلوب ہین اونکے بادشاہ بھی دوسرے
بادشاہون کے مغلوب ہین بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ وہی حزب اللہ یعنی خدا کے
لوگ نہین ہین ورنہ غالب ہوتے **اقول** ناظرین کو معلوم ہو کہ معترض کو اس بات کا
تو اقرار ہے کہ خدا کے لوگ ہمیشہ غالب ہین خواہ کسی طرح اور کسی کیفیت سے مگر مسلمانون
کو خدا کے لوگ مراد لینا جھونٹ سمجھتے ہین کیونکہ اونکے نزدیک مسلمان حجت مین بھی
مغلوب رہتے ہین اور سلطنت مین بھی پس دونون سندین غلط ہین آنحضرت صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ مین نصاری مباہلہ سے انکار کر کے نجران کو بھاگ گئے سلاطین
عباسیہ کے دربار مین ہمیشہ نصاری علماء اسلام سے مغلوب رہے اور خیر یہ قصے اخیر
ہین انکے دیکھنے والے موجود نہین پادری فنڈر صاحب اور مولوی رحمۃ اللہ صاحب
کے مباحثہ کے دیکھنے والے اکبرآباد مین اب تک زندہ ہین کہ علی رؤس الاشہاد پادری صاحب
بہت سی آیات بائبل کی تحریف کا اقرار کر گیے اور صرف زبانی اقرار نہین بلکہ چھپوا گئے
دیکھو اختتام مباحثہ دینی مطبوعہ اکبرآباد ۱۸۵۵ء صفحہ ۵۵ ۔ ۵۸ تک علاوہ اسکے
یہ کتاب ہدایۃ المسلمین بھی مغلوبیت نصاری کا ایک عمدہ نمونہ اور شاہد ہے اگر پادری صاحب
خود اقرار نکرین تو کسی تیسرے فریق کے عالم کو سنائین اور دکھائین کہ وہ اون کو کیا
داد دیتا ہے اور سلطنت مین مغلوب ہونا اس سے دینی غلبہ کو کچھہ تعلق نہین اور نہ
غلبہ سلطنت پر دین کی حقیقت کا مدار ہے بلکہ بادشاہ کا مغلوب ہونا مقبولیت کا نشان ہے

دیکھو انجیل متی باب ہجدہم آیت ۳ و ۴ اگر تم چھوٹے لڑکون کے مانند نہ بنو تو آسمان
کی بادشاہت مین داخل نہو گی پس جو کوئی اپنے کو اس لڑکے کے مانند چھوٹا جانے
وہی آسمان کی بادشاہت مین بڑا ہے اور انجیل متی باب پنجم آیت ۳ و ۴ وغیرہا مین
ہے مبارک وے جو دل کے غریب ہین کیونکہ آسمان کی بادشاہت اونھین کی ہے
مبارک وی جو غمگین ہین کیونکہ تسلی پاوین گے مبارک وی جو راستبازی کے سبب
ستائے جاتے ہین کیونکہ آسمان کی بادشاہت اونھین کی ہے اور باب نوزدہم
آیت ۲۴ مین ہے اونٹ کا سوئی کے ناکے مین سے گذر جانا اوس سے آسان ہے
کہ دولتمند خدا کی بادشاہت مین داخل ہو لوقا باب شانزدہم آیت ۱۵ مین ہے جو آدمیون
کی نظرون مین بڑا ہے خدا کے آگے مکروہ ہے باب بست و سوم آیت ۱۲ متی جو کوئی اپکو
بڑا کریگا چھوٹا کیا جائے گا اور جو آپ کو چھوٹا کریگا بڑا کیا جائیگا پس آیہ قرآنی مین
بھی اسی قسم کا غلبہ مراد ہے کہ حزب اللہ در اصل باعتبار انجام کے اور در حقیقت عند اللہ
غالب ہین گو بظاہر مغلوب ہون بلکہ خاصان خدا اکثر مغلوب ہی رہے ہین دیکھو فرعون
تخت پر بیٹھا تھا اور حضرت موسی مدتون مثل دربان دروازہ پر کھڑے رہے ہے جب
حضرت موسی مان باپ سے جدا ہو کر پانی مین بہتے جاتے تھے اور بنی اسرائیل مصیبت
مین تھے فرعون تخت پر تھا اور خدا موسی کے ساتھ تھا کتاب الخروج باب دوم
اور جب حضرت یوسف قید خانہ مین تھے اور عزیز مصر محلون مین تب خدا حضرت یوسف کے
ساتھ تھا کتاب پیدائش باب چہل و یکم اور حضرت ایوب اور دانیال اور حضرت داؤد اور
زکریا اور یحیی وغیرہم علی نبینا وعلیہم السلام کی اسیری اور قتل اور مغلوب ہونا مشہور
ہے جب حضرت مسیح ہاتھ بندھے ہوئے کھڑے تھے تب پیلاطوس بادشاہ تخت پر

بیٹھا تھا اور پہرہ وہ بقول نصاری صلیب پر تھے اور بادشاہ محل مین آرام کرتا تھا
باب بست وششم انجیل متی حواریون کے ذلیل اور مغلوب ہونے کا حال بھی پادری صاحب
پر ظاہر ہے کہ جسکی تفصیل بھی خلاف تہذیب ہے علاوہ اسکے حزب اللہ کا بھی غلبہ
پادریصاحب کو معلوم ہے مؤرخین نصاری مثل جان ڈیوزنپورٹ وغیرہ کے لکھتے
ہین کہ آنحضرت صلعم نے آٹھہ برس مین تمام عرب کو مغلوب کر لیا اور سب کی زبان
پر کلمہ توحید جاری کر دیا اور بعد سو سو اسی برس کے عرصہ مین عجم و ترکستان و یونان
و روم و اسپین بلکہ اٹلی سے لیکر سندھ تک مغلوب ہو گیا تھا جب تک سلاطین اسلام
خدا کی راہ مین لڑے تب تک غالب رہے اور اب نہ کوئی خدا کی راہ مین لڑتا ہے نہ
کسی کا غلبہ اور مغلوب ہونا دینداری کا نشان ہو سکتا ہے اب جو بادشاہ لڑتا جھگڑتا
ہے اپنی نفس پرستی اور حکومت کے واسطے لڑتا ہے نہ حزب اللہ ہو کر اسواسطے
حال کے بادشاہون کی مغلوبیت سے استدلال محض بیکار ہے بلکہ حاکم وقت کی
خوشامد کا اظہار ہے خداوند سب چاپلوسی کے لب اور وہ زبان جس سے بڑا
بول نکلتا ہے کاٹ ڈالے گا باب ۱۲ فقرہ ۳ زبور قولہ ۱۱۹ سورہ مائدہ کے
و رکوع مین ہے واللہ یعصمک من الناس یعنی اے محمد خدا تجھے بچا دیگا لوگون سے یہ بھی
جھوٹ ہے کیونکہ جنگ احد مین جب محمد لڑنے کو گیا تو عرب کے کافرون نے اوسکے منہ پر
ایسا پتھر مارا کہ اوسکا دانت توڑ ڈالا اگر وہ پتھر سر مین لگتا تو کیا ہوتا پس خدا نے اوسکو
آدمیون سے کہان بچایا **اقول** عصمت سے خاص قسم کی عصمت مراد ہے نہ کہ تکالیف
جسمانی اور مورد آیت کا خاص ہے کما سیاتی اور اسی مغالطہ کے واسطے معترض نے
پوری آیت نہین لکھی کہ مبادا یہ فریب عوام پر منکشف ہو جائے آیہ کریمہ اسطرح ہے

يَاأَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ وَاللهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ اى رسول پہنچا وے اوس چیز کو جو نازل ہوئی تجھہ پر تیرے خدا کیطرف سے اور اگر ایسا نکرے گا تو تو نے میری رسالت کو نہ پہنچایا معترض کے واسطے تو اسی قدر جواب کافی ہے کہ باجماع مفسرین سورۂ مائدہ سال دہم ہجرت مین قریب حجۃ الوداع کے نازل ہوئی ہے اور جنگ احد ۳ ہجری مین واقع ہوئی ہے قرآن مین کہین جھوٹ نہین اگر پادری صاحب اس قسم کی آیات کو جھوٹ سمجھتے ہین تو نہ معلوم کہ بائبل کی آیات کو کیا سمجھے ہونگے ۱۴ زبور مین اور بھی جابجا بائبل مین ہے کہ خدا اپنے دوستون کی حفاظت کرتا ہے مسیح کو بقول نصاری صلیب دیدی اور وقت صلیب کے باواز بلند پکارا کہ ایلی ایلی لما شقبتانی اے میرے خدا اے میرے خدا تو نے مجھے کیون چھوڑ دیا یہان کچھہ تاویل کی بھی گنجائش نہین کہ اپنے منہ سے خدا کے چھوڑ دینے اور عدم حفاظت کا شور مچایا تھا اور شکایت کی وقت شہادت وندان مبارک آنحضرت صلعم نے کوئی کلمہ بے صبری او شکایت الٰہی کا زبان سے نہین نکالا حق تعالی زبور ۸۹ مین حضرت داؤد سے فرماتا ہے مین عہد شکنی نکرونگا اور اوس سخن کو جو میرے منہ سے نکل گیا ہے نہ بدلونگا مین نے ایک بار اپنے قدوسی کی قسم کھائی ہے مین داؤد سے جھوٹ نہ بولونگا اوس کی نسل ابد تک قایم رہے گی اوسکا تخت آگے آفتاب کے مانند ہے اور ماہتاب بیچی گواہ کے مانند ابد تک قائم رہے گا پھر حضرت داؤد پر وہ مصائب گذرے کہ آخر کو یہ مناجات کی کہ تو نے دور کیا اور نفرت سے اپنے مسیح سے بیزار رہا تو نے اوس عہد کو جو اپنے بندے سے کیا تھا باطل کیا تو نے اوسکے تاج کو زمین پر پھینکدیا انتہی دیکھو ان

آیات مین تاویل کی بھی گنجائش نہین خود حضرت داؤد نے سب وعدون کی تکذیب
کردی ہیں جھوٹ بولنا ایک طرف خدا نے قسم کھا کر بھی پوری نکی دوسرا جواب
یہ ہے کہ آیۂ کریمہ مین عموماً ہر قسم کی عصمت مراد نہین خاص قسم کی عصمت مراد ہے
اور یہ وعدہ ضرور پورا ہوا توضیح اسکی یہ ہے کہ ابتدائے بعثت مین خداوند عالم نے
بمنطوق آیہ وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ آنحضرت صلعم کو حکم فرمایا تھا کہ اوّلاً
اپنے عزیز و اقربا کو دعوت اسلام کرو چنانچہ اپنے چچا زاد بھائی علی مرتضیٰ کو حکم
دیا کہ ایک ران بکری کی لاکر پکاؤ اور ایک مشک مین دودھ تیار رکھو اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے تمام عزیز ہاشمیون کی دعوت طعام کی جب وہ سب جمع ہوئے
تو حضرت نے سب کے سامنے وہ ایک ران اور دودھ رکھدیا اور فرمایا کہ بسم اللہ
کہکر کھاؤ جب وہ سب اوس قلیل کھانے مین کہ قریب چالیس آدمیون کے ہونگے
سیر ہوگئے اور کھانا باقی رہگیا تب ابوجہل نے کہا کہ دیکھا محمد کا سحر اور صحبت کو برہم
کردیا کہ حضرت کچھ نفرمانے پائے غرض تین روز تک اسیطرح دعوت ہوئی تیسرے
روز آنحضرت صلعم نے بعد اطعام فرمایا کہ ای بنی ہاشم مین تمہارے واسطے وہ چیز
لایا ہون کہ جو دنیا و آخرت مین سب سے بہتر ہے یعنی توحید و معرفت خدا اور پیروی
رسول پس تم مین سے ایسا کون ہے کہ اسکو قبول کرے اور میرا وزیر اور خلیفہ ہووے
سب خاموش ہو رہے کچھ جواب ندیا مگر علی مرتضیٰ کہ کم سن اور صغیر تھے اوٹھہ کھڑے
ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ مین تصدیق کرتا ہون آپ کی اور وہ مین ہون
آپ نے فرمایا کہ بیٹھہ جاؤ غرض تین مرتبہ آنحضرت صلعم نے اسیطرح ارشاد کیا اور بجز
علی مرتضیٰ کے کسی سے کچھ جواب نپایا تب آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ ای علی تو وزیر ہے

خلیفہ ہے میرا اوسوقت ابو جہل نے از راہ استہزا ابو طالب سے کہا کہ لو آج سے اپنے
فرزند کی اطاعت کرو یہ تمہارا سردار ہوا اور اس روایت کو امام احمد بن حنبل نے
اپنی مسند میں اور نسائی نے خصائص میں اور فرا نے معالم التنزیل میں برا بن
عازب سے اور ابو اسحاق ثعلبی نے اپنی تفسیر میں اور محمد بن جریر طبری نے اور حلبی
نے اپنی سیر میں اور صاحب ریاض النضرۃ اور صاحب اخبار خیر البشر نے اور سیوطی
نے تفسیر در منثور میں اور شاہ ولی اللہ دہلوی نے ازالۃ الخفا میں بیان کیا ہے اور علاوہ ان کے
علماء امامیہ نے ائمہ معصومین سے بطرق متعددہ اور باسانید مختلفہ بیان کیا ہے پس یہ امر
اوسی روز سے بعض اشخاص کو ناگوار تھا اور یہ سمجھے کہ بوجہ قرابت کی آنحضرت صلعم نے
علی کو اپنا خلیفہ اور ولیعہد مقرر کیا ہے اور چونکہ بشہادت سورہ منافقون آنحضرت
کی صحبت میں منافق بھی رہتے تھے مگر بنظر مصلحت اور بدون حکم الہی اونکو جدا
نکر سکتے تھے تو وہ منافق لوگ مخلص اصحاب کو بھی بہکاتے تھے اسواسطے آنحضرت صلعم
اس امر میں زیادہ تر تاکید و تصمیم نکرتے تھے بلکہ تعلل کرتے تھے کہ مبادا یہ عرب کے جاہل
لوگ اس نبوت کو محض سلطنت ہی سمجھیں اور علی کے خلیفہ کرنے کو میرے نفس کی
خواہش خیال کر کے طعن و تشنیع کریں اور جاہل لوگ ظاہر طور مرتد ہو جائیں یہ
خوف تھا جس سے اللہ نے عصمت کا وعدہ فرمایا تھا نہ خوف جان و مال مگر اکثر ایسے
کلمات فرماتے تھے جن سے جناب امیر کی فضیلت و وصایت و خلافت ثابت ہو مثل
انت منی بمنزلۃ ھارون من موسی الا انہ لیس بعدی نبی + و انہ سید
المؤمنین و امام المتقین + و ھو ولی کل مومن من بعدی + علی مع الحق یدور
الحق معہ حیث ما دار + و حدیث حرب + و حدیث ثقلین غرض جب زمانہ رحلت آنحضرت صلعم

قریب ہوا اور حجۃ الوداع مین آداب حج امت کو تعلیم کرکے فارغ ہوئے اور مکہ
سے کوچ ہوا اور مقام غدیر پر پہونچے اوسوقت یہ آیۂ کریمہ نازل ہوئی اگرچہ
وہ وقت عین دوپہر شدت گرمی کا تھا اور قافلہ اسلام کا کچھہ آگے نکل گیا تھا
اور منزل و مقام دور تھا مگر آنحضرت نے وہین قیام کر دیا اور ایک آدمی دوڑاکر
سب کو واپس کر آیا اور اونٹون کے کجاوونکا منبر بنایا اور آپ اوسپر کھڑے ہوئے
اور علی مرتضے کے دونون بازو پکڑکر اسطرح اونچا اوٹھایا کہ سب مجمع کو آپ نظر
آتے تھے بعد ازان آیۂ وافی ہدایہ اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِکُمْ سے استدلال
کرکے فرمایا اَیُّھَا النَّاس الست اولی من انفسکم آیا مین تمھاری جان ومال کا مختار
اور آقا نہین ہون سب نے یکزبان ہوکر عرض کیا بلیٰ یا رسول اللہ بعدہ فرمایا
من کنت مولاہ فھذا علی مولاہ یعنی مین جسکا مختار و آقا ہون اوسکا یہ علی مختار
و آقا ہے یہانتک اصحاب سے خطاب تھا بعدہ جناب الٰہی سے دعا مانگی اللھم وال
من والاہ و عاد من عاداہ وانصر من نصرہ واخذل من خذلہ اور امامیہ کی روایت
مین اس مقام پر اور بھی الفاظ مثل خلیفتی و وصیی اور خطبۂ طولانی مروی ہے مگر
مین نے یہ روایت اول سے آخر تک موافق احادیث اہل سنت کے لکھی ہے تاکہ
یادر تعصب کو جاے اعتراض نرہے بعد ازان حضرت علی مرتضیٰ کے واسطے ایک علیحدہ
خیمہ نصب کیا اور وہان سب اصحاب تشریف لیجاتے تھے اور مبارکباد دیتے تھے
چنانچہ خلیفۂ ثانی کا یہ قول نہایت مشہور ہے کہ اونھون نے مبارکباد کے وقت
کہا بخٍ بخٍ یا علی اصبحت مولای و مولیٰ کل مؤمن و مؤمنۃ یعنی مبارک ہو تم کو
اے علی کہ تم آج سے میرے اور کل مومنین مرد و زن کے مولی ہوئے اور حسان بن ثابت

انصاری شاعر نے اس خوشی مین یہ اشعار کہے **شعر** یُنادیہم یوم الغدیر نبیہم ٭
بخم و اسمع بالرسول منادیا ٭ یقول فمن مولاکم و ولیکم ٭ فقالوا و لم یبدوا
هنالک المعادیا ٭ الٰهک مولانا و انت ولینا ٭ و لن تجدن فی ذلک الیوم عاصیا
فقال له قم یا علی فاننی ٭ رضیتک من بعدی اماما وهادیا ٭ فمن کنت مولاه
فهذا ولیه ٭ فکونوا له انصار صدق موالیا ٭ هناک دعا اللهم وال ولیه ٭
وکن للذی عادی علیا معادیا ٭ فخص بها دون البریة کلها ٭ علیا و سماه
الوزیر المواخیا ٭ دیکھو اوسوقت کس طیب خاطر اور خوشی سے سب اصحاب نے
اس امر کو قبول کیا اور کسی نے طعن و تشنیع رسول مقبول صلعم پر نکی خدا نے جو وعدہ
کیا تھا وہ پورا ہوگیا اگر کہو کہ سب نے خوشی سے منظور نہین کیا اگر منظور کرتے تو قبل
دفن وکفن آنحضرت صلعم کے خلافت مین نزاع و اختلاف کیون ہوتا جواب یہ ہے
کہ جو خدا کا وعدہ رسول مقبول صلعم سے تھا کہ تجھے منافقون کی طعن و تشنیع سے
محفوظ رکھونگا اور کوئی برگشتہ نہوگا وہ پورا ہوگیا اوسوقت سب نے تسلیم کرلیا او
حضرت امیر کو بعد رحلت خلیفہ مقرر نکرنا یہ دوسرا امر ہے اس سے وعدہ مین تخلف
لازم نہین آتا اور اگر اسی امر کی زیادہ تحقیق مطلوب ہو تو شرح نہج البلاغت
مین ابن ابی الحدید کے قول کو جو اکابر علماے اہل سنت کے تھے دیکھ لو کہ اونھون
نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ خلیفہ ثانی نے سفر شام مین کہ مین اور وہ ایک
اونٹ پر سوار تھے بعد قیل و قال بسیار کے مجھ سے کہا کہ ای ابن عباس رسول خدا
نے بیشک علی کو اپنا وصی اور خلیفہ کیا مگر چونکہ مین جانتا تھا کہ اکثر لوگ علی سے
رنج رکھتے ہین اوسکی بیعت نکرین گے اور اسلام مین مناقشہ اور نزاع پڑ جائیگا

مین نے مناسب نہ سمجھا کہ وہ خلیفہ ہو فقط اس سے صاف ظاہر ہے کہ اگرچہ بعض
اشخاص کو حیات رسول اللہ مین یہ امر ناگوار تھا مگر کسی نے کچھ نکہا اور خلافت
ظاہری جناب امیر کو اس مصلحت سے حاصل نہوئی ورنہ آپکے مستحق ہونیکا سب کو
اقرار تھا اور اگر کہو کہ یہ تقریر اور توجیہ طوف بالکل غلط ہے اور مقام غدیر مین خلافت
کے باب مین کچھ نہین فرمایا چونکہ لوگ جناب امیر سے کدورت رکھتے تھے اس واسطے
اونکی محبت کی تاکید فرمائی تھی اور مولا کے معنی یہان دوست کے ہین نہ مختار
و متصرف فی الامور جواب اسکا یہ ہے کہ اگرچہ لفظ مولا کے بہت معنی ہین مگر یہان
دو معنی مین بحث ہے اہل سنت کہتے ہین کہ اسکے معنی دوست ہین اور شیعہ
کہتے ہین کہ اسکے معنی اولی بالتصرف ہین جسطرح آیۂ مذکورہ مین ہین اور مولی
بمعنی اولی عہد نبوت مین بہت مستعمل تھا شاہد یہ ہے لبید شعر فغدت
کلا الفرجین تحسب انہ مولی المخافۃ خلفہا و امامہا ۔ کما فی المعلقۃ
صاحب صحاح لکھتا ہے یرید انہ اولی موضع ان تکون فیہ الحرب و قولہ
فغدت تم الکلام کانہ قال فغدت ہذہ البقرۃ و قطع الکلام ثم ابتدأ کانہ
قال تحسب ان کلا الفرجین مولی المخافۃ خیر پادری صاحب کو اس نزاع سے
کیا بحث ہے اوسکو چاہیے کہ قاموس وغیرہ لغت عرب مین دیکھے اور دونون
فریق سے کسی کے قول کو تسلیم نکرے کتب عربیہ مین اسکا ترجمہ محب ہے نہ محبوب
اور صراح وغیرہ فارسی کتب مین جو اسکے ترجمہ مین لفظ دوست لکھا ہے اس مین اسم فاعل
و اسم مفعول کا فرق نہین کیونکہ دوست محب اور محبوب دونون کو کہتے ہین پس اگر یہان مولا کے معنی
دوست بمعنی محب ہین تو حدیث کا یہ مطلب ہوگا کہ جسکے ساتھ مین دوستی نہ رکھنے والا

ہون اوسکے ساتھ علی بھی دوستی رکھنے والا ہے یا جسکا مین مددگار ہون علی بھی
اوسکا مددگار رہے اسوقت علی ابن ابی طالب کے واسطے کوئی فضیلت اور شرافت
نہین نکلتی بلکہ حضرت امیر پر سب کی محبت فرض ہوگی نہ اونکی محبت سب پر اور یہ
حدیث شریف اور یہ سب تاکید و تہدید خداوند عالم کی اور وہ اہتمام رسول خدا کا
عین دوپہر مین سب فضول و بیکار ہوا جاتا ہے اور مبارکباد بھی سب کی عبث او
مہمل ہوگی حالانکہ آیت سے یہ بات نکلتی ہے کہ یہ آیت ایسے کسی امر کے واسطے نازل
ہوئی ہے جو وہ ایک امر کل امور رسالت کے برابر تھا اور پیشتر بھی اوس باب مین
کچھ حکم ہو چکا تھا یہ دوبارہ تاکید ہے کیونکہ آیت کا مطلب یہ ہے کہ اے رسول اگر
ایسا نکرے گا تو تونے میری کل رسالت کو ادا نکیا اور ایسا امر آجتک کسی نے اہل اسلام
مین سے بیان نہین کیا اور بعضون نے جو بیان کیا ہے وہ نہایت خفیف اور سہل
امور ہین البتہ مرتبہ خلافت اور وصایت ایسا ہے کہ جسپر اسقدر تاکید زیبا ہے
کیا معنی کہ اہل عقل جانتے ہین کہ اگر کوئی نبی اور بادشاہ کسی کو اپنا نائب مقرر
نکر جاوے تو بعد انتقال کے فوراً کیسی کچھ درہمی اور برہمی ہو جاتی ہے اور اسی
سبب سے سلف سے آج تک معمول ہے کہ سلاطین اپنے سامنے بلکہ مدت پہلے اپنا
ولی عہد معین کر دیتے ہین تاکہ لوگون کی نزاع سے سلطنت درہم و برہم نہو جاوے
اور یہ شان نزول متفق علیہ الفریقین ہے چنانچہ تفسیر کبیر مین ہے الوجہ العاشر
الخ یعنی دسوین وجہ یہ ہے کہ یہ آیت غدیر کے دن علی بن ابی طالب کے باب مین
نازل ہوئی ہے اور یہ قول ابن عباس اور براء بن عازب اور محمد بن علی یعنی امام
محمد باقر علیہم السلام کا ہے علامہ سیوطی تفسیر در منثور مین لکھتے ہین کہ ابن ابی حاتم

اور ابن مردویہ اور ابن عساکر نے ابوسعید خدری سے روایت کی ہے کہ یہ آیت
غدیر کے دن علی ابن ابی طالب کے باب مین نازل ہوئی ہے اور ابن مردویہ نے
دوسرے طریق سے عبداللہ بن مسعود سے بھی اسی طرح روایت کی ہے اور تفسیر
شواہد التنزیل مین سید ابوالحمد نے بطریق حاکم ابی القاسم الحسکانی باسناد ابی عمرو
ابن اذینہ و کلبی و ابی صالح کے عبداللہ بن عباس اور جابر بن عبداللہ انصاری
سے بھی اسیطرح روایت کی ہے اور پھر بطریق ابی حیان بن علی العنتری و ابی صالح
کے ابن عباس سے اسی طرح روایت ہے اور تفسیر ثعلبی مین ابو اسحاق ثعلبی نے
باسانید خود ابن عباس سے اسی طرح روایت کی ہے اور عیاشی نے اپنی تفسیر مین
بطریق ابی صالح ابن عباس سے اسیطرح روایت کی ہے اور نیز امام محمد
باقر اور امام محمد جعفر صادق علیہما السلام اور دیگر ائمہ علیہم السلام سے کتب امامیہ مین
اسی طرح مروی ہے بالجملہ ناظرین نے خوب سمجھ لیا ہوگا کہ پادری صاحب نے یہان
کیسی کچھ روباہ بازی کی ہے کہ اول تو پوری آیت کو بیان نکیا دوم شان نزول سے
آنکھون کو بند کر لیا اور سوم خاص قسم کی عصمت کو عام کر دیا مناظر کو لازم ہے
کہ اپنے خصم کے قول کو پورا بیان کرے بلکہ اوسکی مراد کو ظاہر کر کے اعتراض کرے
ورنہ مناظرہ کرنے سے کچھ نتیجہ نہین اور اگر معترض اس شان نزول اور اس خاص قسم
کے خوف کو تسلیم نکرے تو بفرض محال ہم یہ جواب دیتے ہین کہ ہرگاہ اسقدر احادیث
متعددہ سے اغماض کیا جاوے تو پھر آیت سے حفاظت جان تبادر ہوتی ہے اور اس
حفاظت کا معترض کو بھی اقرار ہے چنانچہ خود لکھا ہے کہ اگر وہ پتھر سر مین لگتا تو
کیا ہوتا پس حق تعالی نے حفاظت جان کی فرمائی گو رہی تکالیف جسمانی تو یہ لوازمات

ولایت و نبوت سے ہے کونسا نبی اور ولی ایسا ہوا ہے جسپر دنیا مین رنج و آلام اور
تکلیف روحی و جسمی واقع نہین ہوئین ایسے اعتراض محض واہیات ہین **قولہٗ** ۱۵
ا جھوٹ مائدہ کے ۱۲ رکوع مین ہے لِیَعْلَمَ اللّٰہُ مَنْ یَّخَافُہٗ بِالْغَیْبِ تاکہ خدا کو
معلوم ہوجاوے کہ اوس سے کون ڈرتا ہے اور بقر مین ہے لِنَعْلَمَ مَنْ یَّتَّبِعُ
الرَّسُوْلَ پھر کونا لِیَمِیْزَ اللّٰہُ الْخَبِیْثَ مِنَ الطَّیِّبِ تاکہ ہم جان لین کون رسول
کی تابعداری کرتا ہے اور تاکہ ہم برے اور بھلے مین فرق کرلین ان تینون مین
خدا کے علم مین مولوی صاحب کے قاعدہ کے موافق قصور ثابت ہوتا ہے اس لیے
یہ تینون آیتین جھوٹ ہین واضح ہو کہ اکثر مسلمان ہماری انجیل و توریت کی ایسی
آیتون پر اعتراض کیا کرتے ہین اس لیے ہمارے عیسائی بھائیون کو چاہیے کہ ان
قرآنی آیتون سے مطلع رہین **اقول** اس اعتراض کے جواب مین زیادہ طول دینا
اور الزاما بائبل کے آیات لکھنا بیکار ہے معترض کو خود ہی اقرار ہے کہ ہماری انجیل
و توریت مین اس قسم کی آیات بہت ہین اور مسلمان اونپر اعتراض کرتے ہین لیکن
ان آیات مین اور اون مین زمین و آسمان کا فرق ہے اونکے معانی کسی طرح
درست نہین ہوسکتے دیکھو پیدائش کے باب یازدہم آیت ۵ مین ہے اور خداوند
اوس شہر و برج کو جسے بنی آدم بناتے تھے دیکھنے کو اترا بھلا امتحان تو افعال
انسان کا اسواسطے ہے کہ قیامت کے روز کسی کو عذر باقی نرہے یہ عالم الغیبی کے
خلاف نہین باوجود علم کے بھی دوسرے کے قائل کرنے کو امتحان ہوا کرتا ہے
مگر شہر اور برج کے دیکھنے کو آسمان سے اترنا ضرور عالم الغیب ہونے کے خلاف
ہے معلوم ہوا کہ آسمان پر سے نہین دیکھ سکتا تھا اور بغیر اترے کچھ بند و بست

نکرسکتا تھا اور مجسم و تمیز بھی ہے اور خروج کے باب بست وسوم آیت ۵ مین ہے تم اپنا سنگار اوتارو مین دیکھنے کو آونگا علاوہ قبائح مذکورہ بالا کے اس آیت سے یہ بات اور زیادہ معلوم ہوئی کہ دنیاوی چیزین اوسکے دیکھنے کی مانع ہوتی ہین کہ جب تک سنگار نہ اوتریے وہ دیکھہ نسکے پادریصاحب نے ناحق ایسی آیات کے مقابلہ مین ان قرآنی آیات کو نکالا ہے مسلمانون کا اعتراض ان پر ہمیشہ قیامت تک باقی رہے گا **قول** ۱۱ جھونٹ بقر مین ہے اُجِیبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ یہ بالکل جھونٹ ہے مراد یہ ہے کہ مین دعا کرنے والے کی دعا کو قبول کرتا ہون جب وہ دعا کرتا ہے یہ کیسی واہیات بات ہے ہرگز صحیح نہین ہے بلکہ صحیح یون ہے کہ جب آدمی خدا سے دعا کرتا ہے اگر اوسکی دعا خدا کی مرضی کے موافق ہوتی ہے اور خدا قبول کرنا بہتر جانتا ہے تو قبول کرتا ہے ورنہ قبول نہین ہوتی محمد صاحب کہتے ہین کہ جب کوئی دعا کرے جب ہی قبول ہوتی ہے ہم دیکھتے ہین کہ رات دن ہزارون مسلمان دعا ئین کرتے ہین کبھی اونکی قبول نہین ہوتی **اقول** یہ محض جاہلانہ اور متعصبانہ اعتراض ہے اور پادریصاحب جملہ کتب آسمانی سے بے بہرہ ہین باب یکصد وچہل وپنجم زبور آیت ۹ نسخہ فارسیہ مین ہے خداوند تمامی استدعا کنندگانش یعنی تمامی کسانیکہ اورا بصدق استدعا می نمایند قریب است مراد ترسندگان خود را بجا می آرد دیکھو یہ آیت کیسی قرآن سے مطابق ہے کہ جو عبارت کہ مترجم نے بعد مین اپنی جانب سے بڑھائی ہے وہ بھی قرآن مین ہے یعنی فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي اور توریت مین یہ نہین ہے باب ہفتم آیت انجیل متی مین ہے جو مانگتا ہے لیتا ہے اور جو ڈھونڈھتا ہے پاتا ہے پادریصاحب کو لازم ہے کہ پہلے توریت وانجیل مین اصلاح فرمادین بعدہ

قرآن پر نظر ڈالین اگر وہ ان کتب کے عالم ہوتے تو یقین کر لیتے کہ جس خدا نے توریت
و انجیل نازل کی ہین اوسی نے قرآن نازل کیا ہے اسلیے اب ضرور ہوا کہ اس آیت
کے معنی بھی اونکو بتاوین دیکھو آیہ مذکورہ قرآن مین اسطرح سے ہے وَاِذَا سَأَلَکَ
عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ
وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّهُمْ یَرْشُدُوْنَ پادری صاحب نے وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ کی شرط کو تو دیکھا
ہوتا کہ فرمایا ہے چاہیے کہ مجھ پر ایمان لاوین اور ظاہر ہے کہ ایمان کے بہت مراتب
ہین حدیث مین وارد ہے کہ ایمان کے دس مرتبہ ہین اور علاوہ اسکے قبولیت دعا
کے واسطے بہت کچھ آداب و شرائط مقرر ہین کہ اون کا التزام مشکل ہے اور وے
شرائط مکمل ایمان ہین مثل تقوی اور راستبازی کے پس جیسا جسکا ایمان اور پابندی
شرائط دعا ہے اوسی مرتبہ پر اوسکی دعا مقبول ہوتی ہے کیونکہ حق تعالی نے بنی اسرائیل
سے بھی فرمایا تھا وَاَوْفُوْا بِعَهْدِیْ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ تم میرے عہد کو وفا کرو مین تمھارے
عہد کو وفا کرونگا اور اگر پادری صاحب حدیث سے مراتب ایمان کو تسلیم نکرین
تو آیت ۲۰ باب ہفدہم انجیل متی کو دیکھین کہ مسیح نے حواریون سے فرمایا کہ اگر تمھین
رائی کے دانہ کے برابر ایمان ہوتا اور اس پہاڑ کو کہتے کہ وہان چلا جا تو وہ چلا جاتا
اور کوئی بات تمھارے لیے انہونی نہوتی پس اگر پادری صاحب یہ کہین کہ کیا مسلمانونکا
ایمان ایسا کامل اور اعلی نہین جو حق تعالی اونکی دعائین قبول کرے تو اسکا یہ جواب ہے
کہ بعض مسلمان ایسے ہین بلکہ ہر ایک مسلمان ایسا ہے کہ جسکی اکثر دعائین قبول ہوگئی
ہین مگر پادری صاحب مین اسقدر کرامت دیانت نہین کہ اونکے کہنے سے پہاڑ اپنی جگہ
سے ہٹ جاوے اگر ایسا ہوتا تو ریلوی سڑک مین جہان کہین پہاڑ حائل ہوگئے ہین

سرنگت ہے اوڑانے کی حاجت نہوتی پادریصاحب پائے جاتے معلوم ہوا کہ بموجب
انجیل کے پادریصاحب مین رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان نہین **قولہ**
جھوٹ مائدہ مین ہے هُوَ الَّذِیْ اَنْزَلَ اِلَیْکُمُ الْکِتَابَ مُفَصَّلًا یعنی وہ خدا ہے
جس نے قرآن مفصل تمھاری طرف نازل کیا اور کئی جگہہ کہا ہے کِتَابٌ مُّبِیْنٌ ۝
یعنی کھلی کتاب یہ بالکل جھوٹ ہے وہ ہرگز مفصل و مبین نہین بلکہ بڑی مغلق ہے
لغات وحشی اوس مین بھرے ہوئے ہین اور صدہا جگہہ اوس مین محذوفات ہین خاص
اہل حجاز اوسکو صفائی سے نہ سمجھ سکے جب تک نہایت غور سے نہ سوچے پھر وہ
کسطرح کھلی اور مفصل کتاب ہے وہ مقامات حریری سے درجہ دوم پر ہے **اقول**
اس اعتراض سے بھی پادریصاحب نے زیادہ تر اپنا جھوٹ اور جہل ثابت کیا ہے
منتقم حقیقی جھوٹ کو پادریصاحب کے ہی منہ پر خوب بار بار اولٹا مارتا ہے دیکھو
صریح جھوٹ یہ ہے کہ سورۂ انعام کی آیت کو مائدہ مین لکھتے ہین اور جہالت کا ثبوت
یہ ہے کہ مفصل کو مثل عوام الناس ہند کے صاف اور سلیس کے معنی مین سمجھے ہین
کیونکہ بعدہ لکھا ہے کہ وہ بڑی مغلق ہے مفصل کا مقابلہ مجمل ہے نہ مغلق اور بعدہ
لفظ مُفَصَّلًا کا ترجمہ بھی اسیطرح سمجھا ہے جسطرح ہندوستان کے بعض ناشستہ
لوگ فارسی لفظون کی خرابی کرتے ہین ظاہر ہے کہ یہ لفظ عربی ہے اسکا استعمال
عربی قواعد کے موافق ہونا چاہیئے مُفَصَّل کے معنی لغوی جدا کردہ شدہ ہین اور جدائی
امر اضافی ہے اسکے واسطے کم سے کم دو چیز کا ہونا ضرور ہے تاکہ ایک چیز دوسری سے
جدا ہو اور فصحا کی اصطلاح مین تفصیل اسطرح کی ادای مطلب کو کہتے ہین جسمین
مین تخلیط اور تداخل ایک مطلب کا دوسرے مین نہو تاکہ مراد مین نقصان اور

کی ہوجاوے بیان مُفصّلاً کا مفعول الکتاب نہین بلکہ لفظ حق و باطل ہے
یا حلال و حرام ہے تقدیر عبارت یہ ہے مُفصّلا فیہ الحق و الباطل و الحلال
والحرام یعنی اللہ وہ ہے جس نے تمھارے پاس یہ کتاب نازل کی ہے در آن
حالیکہ جدا جدا کردیا گیا ہے اوس مین حق اور باطل کیونکہ بوجہ ظہور اعجاز
فصاحت کے اور بوجہ بیان دلائل باہرہ و قاطعہ کے ناظر منصف کو فوراً حق
اور باطل اور کفر اور ایمان مین یا حلال و حرام مین امتیاز و فصل حاصل ہوجاتا
ہے اور یہی ترکیب لفظ مُبیّن کی ہے اور اگر لفظ مفصل مین کتاب کی طرف ضمیر
ہو تو چاہیے کہ کوئی دوسری کتاب اور ہو جس سے یہ قرآن جدا ہو بناءً علیہ
بالفرض اگر کہین قرآن مین اغلاق بھی ہو تو وہ تفصیل کے مخالف نہین کیونکہ
کلام مین اغلاق اشکال کلام کو کہتے ہین کہ اوسکا مطلب کھلا ہوا نہو پس جائز
ہے کہ کلام مین مطالب مفصل ہون اور عبارت باعتبار لغات یا ترکیب کے مشکل اور
متین اور مغلق ہو اور لغات وحشی کا جواب فصل اول مین ہوچکا اور بفرض محال
اگر ہوتے تو وہ بھی مانع تفصیل نہ تھے ۔ اور بعدہ جو لکھا ہے کہ صدہا جگہہ اوس
مین محذوفات ہین عجیب جہالت یا تعصب کی بات ہے معلوم ہوتا ہے کہ بجز قرآن
کے اور کوئی کتاب عربی کی نہین دیکھی یہ اعتراض اصل زبان عربی پر ہے نہ صرف
قرآن پر اس زبان مین یہی تو لطف و عمدگی ہے کہ نہایت مختصر اور پر مضامین
ہے ہان اگر بلا قرینہ اور بلا قاعدہ محذوفات ہون تو قابل اعتراض ہے ۔ اگر
سبعہ معلقہ و حماسہ کو پڑھا ہوتا تو معلوم ہوتا کہ اون مین کس قدر محذوفات اور
کسقدر عبارتین مغلق ہین کہ اکثر بغیر شرح حل نہین ہوسکتین یہ خوبی صرف قرآن

مین ہے کہ باوجود ایسی عبارت معجزہ کے پھر وہ سلاست ہے کہ صرف و نحو
پڑھکر آدمی اوسکا ترجمہ کرنے لگتا ہے اور بعدہ جو اغلاق کی دلیل مین لکھا ہے
کہ اہل حجاز بھی اوسکا جغافی ہے نہ سمجھ سکے سو عجب جاہلانہ بات کہی ہے کیونکہ
عبارت کی سلاست سے مطالب کا اشکال دور نہین ہوتا دیکھو قوانین کی اردو
کتابون کو کہ اہل علم اونکو مشکل سے سمجھتے ہین اور پھر بعض مقامات نہین سمجھ مین
آتے بھلا قرآن ہمہ کے مسائل توحید اور مکارم اخلاق اور احکام میراث و حلال و حرام
اور حدود و قصاص و عقود کیونکر بغیر غور سمجھ مین آجاتے ان مسائل کو تو لوگ استاد
سے پڑھتے ہین جب آتے ہین حالانکہ اہل حجاز نے اپنے آپ سوچکر سمجھ لیے جسطرح
معترض خود کہتا ہے اس سے ثابت ہوا کہ قرآن کی عبارت نہایت عمدہ ہے **قولہ**
۱۴۱ جھوٹ انعام کے ۱۶ رکوع مین ہے یا معشر الجن والانس الم یاتکم رسل
منکم اے گروہ جنون اور آدمیو کیا میری طرف سے تمہارے پاس رسول نہین آئے یہ بھی
جھوٹ ہے کیونکہ جنون مین وحی اگر کہین ہون بھی تو کونسا رسول گیا جو اونکی
کی جنس سے ہو بموجب قید منکم کے **اقول** سورہ جن کے شروع مین ہے کہ آنحضرت کی خدمت مین
چند جن آئے اور قرآن کو سنکر ایمان لائے اور اونھون نے اپنی قوم مین جاکر اسکا
ذکر کیا اور قرآن کی بہت کچھ مدح کی اور پھر سب کو ہدایت کی پادری صاحب کہین کہ جب
یہ اجنہ توفیق الہی سے ایمان لائے اور پھر اونھون نے جاکے اپنی قوم کو ہدایت کی تو رسول ہوئے یا نہین
خواہ بلا واسطہ ہون یا رسول کے رسول اور نام انکے یہ ہین شاصر ناصر حسی
مسی ازد ابیان احقم ذوبعہ کما فی المنہج عن ابن عباس اور مبارک مین ضحاک سے
اور عیون اخبار الرضا و خصال مین جناب امیر سے منقول ہے کہ پہلے بھی ایک رسول

[illegible]

کہ نام اوسکا یوسف تھا اجنہین مبعوث ہوا ہے اور عقل بھی اسکی مقتضی ہے کہ ہرگاہ جنات کو قوت شہوی و غضبی حق تعالی نے عطا فرمائی تو اونکو معطل اور بلا ہدایت کیونکر رکھا ہوگا اور اگر توریت مین ان رسولونکا ذکر نہین تو اس سے اونکا عدم ثابت نہین ہوسکتا کیونکہ بقول فنڈر صاحب بھی توریت مین بہت سے آدمزاد رسولون کا نام اور کلام اور حال نہین اور اکثر ملاحدہ اصل وجود جن کا ہی انکار کرتے ہین حالانکہ یہود بھی بموجب احادیث طالموت وگمراکے اور سب عیسائی جنات کے قائل ہین اگر ملاحدہ پادری صاحب سے اون کے نام دریافت کرین تو نہ معلوم کہ کیا جواب دین گے **قولہ** ۱۱ جھوٹ اعراف مین ہے کما بدأکم تعودون جیسی تمہاری ابتدا ہوئی ہے اوسی طرح پھر عود کروگے یہ بھی جھوٹ ہی سورۃ الحج مین ہے فانا خلقناکم من تراب ثم من نطفۃ ثم من علقۃ ثم من مضغۃ مخلقۃ وغیر مخلقۃ لنبین لکم ونقر فی الارحام ما نشاء الی اجل مسمی ثم نخرجکم طفلا ہم نے تمکو بنایا مٹی سے پھر پانی کی بوند سے پھر پھٹکی سے پھر بوٹی سے نقشہ بنے پھر بے نقشہ بنے اسواسطے کہ تمکو کھول سناؤن اور ہم ٹھہرا رکھتے ہین پیٹ مین جو کچھ چاہین ایک ٹھہرے ہوئے وعدہ تک پھر تمکو نکالتے ہین لڑکا یہ ہماری ابتدا بیان ہوئی ہے اور پھر کہتا ہے ویسی ہی انتہا ہوگی یعنی قیامت کو اسطرح اوٹھوگی پس یہ تشبیہ باطل اور جھوٹ ہے ہم اسطرح بلکہ صرف حکم سے اوٹھین گے **اقول** یہ بھی نہایت ہی متعصبانہ اور عامیانہ اعتراض ہے کیونکہ مشبہ اور مشبہ بہ یکسان نہین ہوتے اور وجہ اور علت تشبیہ اکثر متکلم کی تصریح یا قرینہ حالیہ و مقالیہ و عرفیہ و عادیہ وغیرہا سے سمجھی جاتی ہے ورنہ ایک چیز مین کئی وجہ مشابہت کی نکل سکتی ہین پس

یہان بھی دیکھنا چاہیے کہ مشرکین مکہ وغیرہ کس امر کے منکر تھے اور کس امر کو محال خیال کرتے تھے وہ صرف اعادہ معدوم کو محال سمجھتے تھے جسطرح اور جس کیفیت سے ہوا اور اب تک بھی اسی امر پر ملاحدہ بحث کیا کرتے ہین پس آیہ کریمہ مین اسی کا جواب دیا گیا ہے کہ معاد کو کیون محال اور خلاف عقل سمجھتے ہو پہلے بھی تو تم معدوم تھے اور عدم سے پیدا ہوئے پس جسطرح پہلے خاک سے پیدا ہوئے اسی طرح قیامت مین بھی یعنی خاک سے موجود ہو سکتے ہو یہ تو پہلی پیدائش سے بھی سہل ہے کیونکہ بعد مرگ اس عالم سے نفس کو ایک تعلق بھی باقی رہنا ممکن ہے اجزا جسمیہ بھی اس عالم مین باقی رہتے ہین اون اجزا کو جمع کر کے مثل جسم آدم کے پھر اوسی نفس کو اوس مین داخل کر دینا کیا خلاف عقل و مشکل ہے پس تشبیہ اجزا عنصریہ مین روح داخل کرنے سے ہے نہ کیفیت ولادت سے یہ آیت تو قابل اعتراض بھی نہین ہزار ہا عبارتین اس محاورہ کی موجود ہین مگر ہان یہ عبارت یوحنا قابل اعتراض ہے کہ جب خدا ظاہر ہوگا ہم اوسکے مانند ہونگے آیت ۲ باب سوم خط اول کیونکہ آدمی کسی بات مین خدا کے مانند نہین ہو سکتا اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اب تک یوحنا کے نزدیک خدا ظاہر نہین پھر اعمال کی آیت ۱ باب یازدہم مین ہے اوسی طرح جسطرح تم نے اوسے آسمان کو جاتے دیکھا پھر آوے گا کیا اسکا یہ مطلب ہے کہ جسطرح تم نے مسیح کو مصلوب ہوکر قبر مین رہ کر پھر جی کر آسمان کو جاتے دیکھا اسی طرح ان سب باتون کے ساتھ پھر آتے ہوئے دیکھو گے **قولہ** ۱۵ جھوٹ انفال مین ہے ما کان اللّٰہ لیعذبہم و انت فیہم ای محمد جب تک تو مسلمانون کے بیچ مین ہے تب تک کبھی خدا اون کو عذاب نکریگا یہ بھی جھوٹ ہوا کیونکہ جنگ بدر مین جب مسلمانون کی

فوجیں جمع ہوئیں اور محمد صاحب بھی اونکے درمیان تھے پھر یہ حال ہوا کہ بہت سے
مسلمان قتل ہوئے اور بہت سے قید ہو کر غلام ہوئے اور اونکا مال لوٹا گیا خود
محمد صاحب بھی گھبرا گئے اسلیے یہ آیت جھوٹ ہے **اقول** اعتراض کیا ہے کشت
زعفران ہے جسے دیکھکر بے اختیار ہنسی آتی ہے اگر پادریصاحب عربی عبارت
خوب نہین سمجھ سکتے تو اوسکا ترجمہ اردو دیکھ لیتے اوس سے معلوم ہوجاتا
کہ طالب عذاب کون تھے قرآن کو اساطیر اولین کون کہتے تھے کون اوسکا انکار
کرتے تھے ضمیر ہم اور ضمیر قالوا وغیرہ کا مرجع بھی سوچا ہوتا ماقبل آیت کو بھی دیکھا
ہوتا عقل کو ذرا صرف کیا ہوتا کہ مسلمان اپنے اوپر کیون عذاب چاہتے اگر چاہتے
تو کفار پر چاہتے ہان مشرکین مکہ جب قرآن کے معارضہ سے عاجز ہوتے تھے تو
ناچار ہو کر کہتے تھے کہ الہی اگر قرآن حق ہے تو ہمارے اوپر پتھر برسا یا کوئی اور عذاب
نازل کر۔ اور بعدہ جو جنگ بدر کی کیفیت لکھی ہے کہ بہت مسلمان قید ہوئے اونکا
مال لوٹا گیا سو معلوم ہوا کہ علاوہ دیگر کمالات کے معترض کو تاریخ دانی مین بھی
بڑی مہارت ہے اور طرہ یہ ہے کہ آپ ایک تاریخ محمدی بھی لکھ چکے ہین اور پھر یاد
نہین کہ بدر مین اہل اسلام کو فتح ہوئی ہے کفار قید ہوئے ہین کفار کا مال لوٹا گیا
تھا شاید یہ تحقیق جدید فیضان روح القدس ہے یا یہ کہ حالت نشہ مین کاغذ سیاہ
کیا ہے **قولہ ۱۲** جھوٹ توبہ مین ہے قَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرٌ ابْنُ اللّٰهِ یہودی
کہتے ہین کہ عزیر یعنی عزرا خدا کا بیٹا تھا یہ بالکل جھوٹ ہے کبھی کوئی یہود
یہ نہین کہتا اور نہ کبھی کہا **اقول** یہ انکار معترض کا بالکل واہیات ہے جس شخص
کا حال بیس برس پڑھکر قرآن مین یہ ہے کہ آیات تک یاد نہین اور بائبل مین جو حال

وَاِذَا تُتْلٰی عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا قَالُوْا قَدْ سَمِعْنَا لَوْ نَشَاءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هٰذَا اِنْ هٰذَا اِلَّا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ وَاِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَاءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ

جیسا بیان ہوتا آتا ہے پھر اوسے یہود کی کتب کا کیا حال معلوم اپنے عیسائی
فرقون کا تو حال معلوم ہی نہین کہ بہت سے منکر الوہیت مسیح ہین یہود کے پاس
صرف ایک توریت و بائبل ہی نہین بلکہ اونکے پاس احادیث و تفسیر کی بہت کتابین
ہین اسکا انکار ایسا ہی ہے جیسا اصحاب کہف کا انکار معترض نے کیا ہے کہ بائبل
مین کہین نہین اور نہ کوئی جانتا حالانکہ افرائیم یہود کی کتاب مین موجود ہے عبداللہ
ابن عباس سے منقول ہے کہ اس مذہب کے یہود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس
آئے اور گفتگو کر کے معقول ہوئے چنانچہ منجملہ اونکے سلام بن مشکم اور نعمان بن ا
ارفی اور نحاس بن قیس اور مالک بن الضیف تھا — علاوہ اسکے بدیہی بات ہے
کہ اگر یہ قول قرآن کا جھوٹ ہوتا تو عبداللہ بن سلام وغیرہ علما یہود مدینہ فورا
تکذیب کرتے اور اگر یہ خاموش ہو رہتے تو کفار یہود مدینہ شور مچاتے معترض کے
نزدیک مخالف کا خاموش ہوجانا دلیل تسلیم کی ہے صفحہ ۲۲۴ ہدایۃ المسلمین **قولہ**
۷ اجھوٹ ہود مین ہے مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ یعنی جب تک زمین
آسمان قائم ہین تب تک بہشت مین مسلمان رہین گے یہ بھی جھوٹ ہے کیونکہ
آسمان و زمین فنا ہونگے مگر بہشت فنا نہوگا **اقول** اسکے دو جواب ہین **اولاً** دوام
سموات و ارض خلود کے واسطے شرط نہین ہے بلکہ غرض اس سے خلود اور دوام مین
تاکید ہے مطلب یہ ہے کہ ہمیشہ رہین گے — اہل عرب کا محاورہ اور روزمرہ
ہے کہ جس چیز کا دوام و استمرار ظاہر کرنا مطلوب ہوتا ہے اوسکو ایسے ہی الفاظ
سے تعبیر کرتے ہین مثلاً کہتے ہین لا افعل کذا ما لاح کوکب و ما اضاء الفجر و ما
اختلف اللیل و النہار و ما بل بحر صوفۃ و ما تغنت حمامۃ مطلب انکا اس

عبارت کا محض یہ مطلب ہوتا ہے کہ مین اسکو کبھی ابدالآباد نکرونگا کیونکہ یہ چیزین عرب کے
اعتقاد مین ابدی تھین اس سبب سے ایسی عبارتین دوام کے معنی مین مشہور
و مستعمل ہین اور فصاحت و بلاغت مین محاورہ کے مطابق کہنا ضرور ہے لیکن
اونکے محاورہ کے مطابق کہنے سے یہ لازم نہین آتا کہ یہ زمین و آسمان فنا نہون
اصنام کو بھی بموجب اونکے محاورہ اور اعتقاد کے جابجا آلہ فرمایا ہے اس سے کوئی
یہ نہین سمجھ سکتا کہ درحقیقت وہ آلہ تھے علاوہ اسکے دخول جنت و نار بعد حساب
قیامت ہوگا اور جابجا قرآن سے ظاہر ہے کہ قیامت کے روز زمین و آسمان
فنا ہوجاوینگے بجز خداوند مالک یوم الدین کوئی باقی نرہیگا اس واسطے اس
زمین و آسمان موجودہ کو کوئی ابدی نہین سمجھ سکتا ثانیًا اَلسَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ
سے وہ آسمان و زمین معہودہ مراد ہین جو روز قیامت بعد فنائے آسمان و زمین
موجودہ انکے عوض پھر موجود ہونگے کما رواہ الضحاک والجبائی چنانچہ
سورۂ ابراہیم مین ہے یَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ
الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ اور یہ زمین و آسمان تبدلہ ہمیشہ رہینگے کبھی فنا نہونگے —
آیۂ اولی باب بست ویکم مکاشفات مین ہے پھر مینے ایک نئے آسمان اور نئی زمین
کو دیکھا کیونکہ اگلا آسمان اور اگلی زمین جاتی رہی تھی اور آیت ۱۲ و ۱۳ باب سوم خط
دوم پطرس مین ہے خدا کے دن کے منتظر و مشتاق ہو جس مین آسمان و زمین جلکر
گداز ہوجاوینگے اور عناصر گھل کر سوختہ ہوجائینگے پھر ہم نئے آسمان
اور نئی زمین کا جن مین راستبازی بستی ہے اوسکے وعدہ کے موافق
انتظار کرتے ہین پادری صاحب سمجھ لین کہ یہ وہی آسمان و زمین ہین جنکے دوام

تاب بہشتی بہشت مین رہین گے **قول ۴۸۱** ۔ انچھویں ابراہیم مین ہے وما ارسلنا
من رسول الا بلسان قومہ لیبین لہم یعنی جو رسول ہمنے بھیجا ہے وہ اپنی
قوم کی بولی بولتا ہے تاکہ اونکے لیے بیان کرسکے اس آیت سے معلوم ہوا کہ
محمد صاحب عرب ہی کا رسول ہے اور اوسکی قوم رہنی کنار عرب ہین کیونکہ اونہین
کی زبان بولتا آیا تھا اگر وہ نبی ہے تو خاص عرب کا نبی ہوگا پھر دوسری جگہ قرآن
مین کہا ہے وما ارسلناک الا کافۃ للناس اور ہم نے تجھے سارے جہان کے واسطے
بھیجا ہے اس آیت سے محمد سارے جہان کا رسول ہوا پس اوسکو چاہیے کہ پہلی
آیت کے مطابق سارے جہان کی زبانین بولی پر اوسکو سوا اپنے عرب کے اور کوئی
زبان نہین آتی تھی اس لیے وہ رسول بھی نتھے ہان یہ خاصہ خداوند یسوع مسیح کے
لوگونکا ہے کہ ہر ملک کی زبان وہی بولتے تھے نہ تعلیم پاکر بلکہ روح القدس کی مدد سے
اور یہ علامت ہے اثبات کی کہ وہ سارے جہان کے واسطے رسول ہوکر آئے تھے

اقول صراح مین ہے قوم گروہ مردان قاموس مین ہے القوم الجماعۃ من الرجال
والنساء او الرجال خاصۃ او تدخلہ النساء علی التبعیۃ اپنی قوم کی زبان بولنے
سے یہ کیونکر لازم آیا کہ اوس نبی کی نبوت بھی اوسکی قوم مین منحصر ہو دوسری قوم کا
نبی نہو ہان اگر قرآن مین بجاے قوم کے مبعوث علیہم ہوتا تو مخالف کو ایسے اعتراض
کی گنجایش ہوتی اور قوم کی زبان بولنے سے یہ فائدہ ہے کہ عزیز اقارب اہل قبیلہ
اپنے عزیز اور قبیلہ کے آدمی کے چال چلن اور حالات سے خوب واقف ہوتے ہین
اونکی تصدیق سے غیرون کو بھی وثوق ہوتا ہے کہ ہرگاہ یہ شخص ہمیشہ سے راستباز
ہے تو دعوی نبوت ورسالت مین بھی سچا ہوگا پس نبی پہلے اپنی قوم وقبیلہ کو ہدایت

کرتا ہے بعدہ اہل قبیلہ بذریعہ ترجمہ کے دیگر اقوام مین اوسکی تعلیم کو شائع کرتے ہین
اگر اجنبی آدمی غیر زبان بولتا ہوا کسی جگہہ جا کر دعوی نبوت کرے تو وے لوگ پہلے
سے تو اوسکے حالات اور چال چلن سے واقف ہی نہین کیونکر اوسکی تصدیق کرین
او ممکن ہے کہ معجزہ کو سحر کہدین و معترض جو یہ کہتا ہے کہ حواریان عیسی ہر ملک کی زبان
بولتے تھے وہ سارے جہان کے لیئے رسول ہو کر آئے تھے اس سے صاف ظاہر ہے
کہ معترض بفضل الہی دونون مذہبون کی کتابون سے ناواقف ہے خود مسیح کہتے
ہین کہ مین اسرائیل کے گھر کی کھوئی بھیڑون کے سوا کسی کے پاس بھیجا نہین گیا
پس خود جناب مسیح سارے جہان کے واسطے رسول نہ تھے تو حواری سب جہان کے
واسطے کیونکر رسول ہو گئے اور اگر ہو گئے تو حکم مسیح کی نہایت مخالفت کی کیونکہ
ان بارہون کو مسیح نے حکم دے کے کہا کہ غیر قومون کی طرف مت جاؤ اور سامریون
کے کسی شہر مین داخل مت ہو بلکہ خصوصاً اسرائیل کے گھر کی کھوئی ہوئی بھیڑون
کے پاس جاؤ[۱۰] ان آیات سے پادریون کو ہرگز جائز نہین کہ مسلمانون اور ہندون
وغیرہ کو وعظ سنائین اور ملت مسیحی کی طرف دعوت کرین اور جو کرتا ہے خلاف
انجیل کرتا ہے حق یہ ہے کہ سارے جہان کا وہی رسول ہے جسکے پاس فرمان
وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِلنَّاسِ موجود ہے باقی سب جھوٹ اور افترا قولہ
۱۹ جھوٹ سورہ نحل کے ۱۱ رکوع مین ہے تبیانا لکل شئی یہ قرآن بیان ہے
واسطے ہر شئی کے یہ بھی جھوٹ ہے صدہا باتین اوسمین مذکور نہین ہین محمدیون کے
مذہب کے بنیاد صرف قرآن پہ نہین بلکہ ادلہ اربعہ یعنی قرآن حدیث اجماع قیاس
پر چلتے ہین اگر ہر شئی قرآن مین ہوتی تو حدیث اور اجماع اور قیاس کی حاجت نہ پڑتی

اقول مراد کل شی سے کل امور شرعیہ ہین جنکی آدمی کو نہایت ضرورت ہے کیونکہ
بعد اسکے یہ عبارت ہے ھُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ نہ دنیا کی واہیات اور مزخرفات
امور اور ظاہر ہے کہ کل امور شرعیہ قرآن مین موجود ہین خواہ تصریحًا خواہ بقاعدۂ
کلیہ جسطرح ہر ایک فن مین قواعد کلیہ ہوتے ہین پس قرآن ہی سب کا ماخذ ہوا
قولہ ۲۰ جھوٹ کہف مین ہے حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَغْرُبُ فِيْ
عَيْنٍ حَمِئَةٍ یعنی ذوالقرنین بادشاہ جسکو بعضے سکندر کہتے ہین جب وہ پہونچا سورج
غروب ہونے کی جگہہ پر تو اوس نے دیکھا سورج کو ایک دلدل کی ندی مین ڈوبتا
ہوا واضح ہو کہ محمدی عالمون کی تجویز کے موافق سورج زمین سے ایک سو ساٹھہ
درجہ یا ۱۵۰ درجہ یا ۱۲۰ درجہ بڑا ہے مگر محمد صاحب نے اوسکو ایک کابی کے مانند سمجھ
لیا ہے اور اونکو گمان ہے کہ وہ غروب کے وقت دور کسی ملک مین جا کر ندی کے
کنارے گارے مین دھس کر زمین کے نیچے ہو کر مشرق ست نکل آتا ہے دیکھو اور
انصاف کرو کہ کیا ہمارا خدا ناواقف ہے ہرگز نہین اسلیے یہ آیت بالکل جھوٹ
ہے مفسرین نے بڑے بڑے زور مارے کہ کسی طرح اس قرآن کے عیب کو
چھپا دین پر اونسے کچھہ معنی اسکے بن نہین سکتے کیونکہ عبارت صاف دلالت کرتی
ہے کہ محمد صاحب کا یہی مطلب ہے جو ہم کہتے ہین **اقول** صاف ظاہر ہے کہ
یہ آیہ کریمہ عین عرب کے بلکہ دنیا کے محاورہ کے مطابق ہے اور مجاز ہے اور لفظ
وَجَدَهَا اس مجاز کو خوب ظاہر کرتا ہے کیونکہ اس لفظ کے فرمانے سے یہی غرض ہے
کہ یہ امر درحقیقت اسیطرح نہین ہے بلکہ سکندر کو ایسا معلوم ہوا اگر درحقیقت آفتاب
سمندر مین غروب ہوا کرتا تو عبارت اس طرز پر ہوتی کانت تغرب فی عین حمئة اور

یہان یہ مطلب ہے کہ سکندر نے ایسا دیکھا اور سمجھا اور اوسکو یہ معلوم ہوا۔
قاعدہ ہے کہ جب سمندر مین آدمی جہاز پر ہوتا ہے اور زمین دور ہوتی ہے تو
یہی معلوم ہوتا ہے کہ آفتاب سمندر مین چھپ گیا جب سمندر کا سیاح سمندر کے
طول اور کثرت سفر دریا کو بیان کرتا ہے تو یون ہی کہتا ہے کہ اسقدر دریا مین چلنا
پڑا کہ ہمکو ہر روز سمندر مین آفتاب نکلتا تھا اور سمندر ہی مین غروب ہوتا تھا
یہ محاورہ منصف کے نزدیک قابل مدح ہے نہ قابل اعتراض۔ دیکھو باب اول یشوع
بن نون آیت ۴ از بیابان تا این لبنان تا بنہر بزرگ کہ نہر فرات است یعنی تمامی
زمین حتیان تا بدریاے بزرگ جاے فرو رفتن آفتاب حدود شما خواہد بود۔
ایضاً آیت ۱۵ آنگاہ زمین میراث خود تان کہ موسی بندہ خداوند با بنطرف اردن
بجاے برخاستن آفتاب بشما داد برگشتہ وارث آن خواہید شد۔ زبور پچاسم مین ہے
قادر مطلق خدا یہواہ نے فرمایا اور زمین کو سورج کے نکلنے کی جگہہ سے لے کے اوسکے
ڈوبنے کی جگہہ تک بلاتا ہے اب دیکھو کہ ہرگاہ دریاے اردن اور دریاے فرات
آفتاب کے نکلنے اور ڈوبنے کی جگہہ ہون اور بموجب زبور کے سورج زمین سے
نکلے اور زمین مین ڈوب جاوے تو پھر اوسکا زمین کے کنارے سمندر مین غروب کرنا
کیا مقام اعتراض ہے **قولہ** ۲ جھوٹ مریم مین ہے وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِکْرِی
فلم یومن بہ و لم یتبعہ فَاِنَّ لَہٗ مَعِیْشَۃً ضَنْکًا جس نے میرے ذکر سے منہ موڑا
یعنی میرے قرآن سے اور اوسپر ایمان نلایا اور اوسکی تابعداری نکی اوسکی معیشت
یعنی روپیہ پیسہ کی آمدنی تنگ ہوگی یہ بھی غلط بیان ہے کیونکہ صدہا منکر قرآن جو
رات دن اوسکی جڑ کاٹتے ہین اچھی معیشت میں ہین بلکہ ایسے تو مسلمان بھی خوش

ہونگے جیسے ہندو وغیرہ جہان مین روپیہ والے ہین **اقول** ایک جھوٹ تو
پادری صاحب کا یہی ہے کہ یہ آیت سورہ طہ مین ہے نہ مریم مین اور دوسرا جھوٹ یہ
ہے کہ فلنحیینہ من بہ ولہ یتبعہ اس آیت مین نہین ہے اور تیسرا جھوٹ یہ ہے کہ
معیشت کے معنی خلاف مراد متکلم بیان کیے ہین کیونکہ معیشت کے معنی جس طرح
سامان زندگی ہین اوسی طرح خود زندگی بھی ہین چنانچہ بیان موافق احادیث
مفسرہ کے صرف زندگی مراد ہے نہ اسباب زندگی مثل روپیہ پیسہ کے اور اعتراض
کی بنیاد اسی غلطی پر ہے اور جب یہ غلطی رفع ہو گی تو اعتراض بھی دفع ہو گیا البتہ اس
زندگی تنگ کے مصداق مین اختلاف ہے کسی حدیث سے عذاب قبر معلوم ہوتا ہے
چنانچہ صاحب قاموس نے بھی معیشت ضنک کے معنی عذاب قبر لکھے ہین اور کسی
حدیث سے ضریع و زقوم طعام جہنم ظاہر ہوتا ہے اور کسی سے یہی زندگی دنیا۔
اگرچہ معترض نے بلا دلیل ایک ہی روایت کو متعین کر لیا مگر خیر ہم اسی کا جواب
دیتے ہین کہ قائلین معنی ثالث یعنی مجاہد و قتادہ وجبائی نے لکھا ہے کہ جو شخص
قرآن پر ایمان نہین لاتا اور اوسکے دلائل قطعیہ اور معارف یقینیہ اور مواعظ
بالغہ وحسنہ و موثرہ سے اعراض کرتا ہے تو حق تعالے دار دنیا مین بھی اوسپر ایک
نوع کا قہر نازل کرتا ہے اور وہ یہ ہے کہ اوسکی عیش و زندگی کو اوسپر تنگ کر دیتا ہے
اور صورت اوسکی یہ ہوتی ہے کہ اوسکو فقر و فاقہ مین مبتلا کرتا ہے اور اگر وسیع الرزق
ہے تو بخیل و ممسک ہو جاتا ہے کہ اس سبب اپنی دولت سے منتفع و متمتع نہین ہو سکتا
اور اگر بخیل نہین ہوتا تو اوسکی حرص و طمع اور حب دنیا اسقدر بڑھ جاتی ہے کہ شب
و روز کسب و تحصیل مین مشغول رہتا ہے اور زیادہ مال کی فکر اور حفاظت متاع

کا اندیشہ سوہان روح اور باعث کاہش جان ہوجاتا ہے اور ایسا شخص اگرچہ تونگر ہو مگر
درحقیقت مفلس اور فقیر ہے چنانچہ حضرت سلیمان فرماتے ہین جو اپنی راہون مین
کج رو ہے اگرچہ وہ تونگر ہو مسکین ہے مالدار انسان اپنی دانست مین دانشور ہے
پر مسکین ہے باب بست وہشتم کتاب امثال پس جو شخص کہ قرآن پر ایمان لاکر اپنے
مبدء و معاد پر نظر رکھے اور اوس کے مواعظ دلکشا اور مکارم اخلاق فرحت افزا سے
متاثر ہووے تو صبر و قناعت و توکل پر عمل کریگا اور ہر امر مین راضی بقضاے الہی
اور تفکرات و تشویشات دنیا جو مذکور ہوئی اونکو اپنے دل سے دفع کرتا رہے گا
اور اس دنیاے دنی اور فانی مین ہرگز دل نہ لگاویگا اور ہمیشہ آخرت کے نعماے ابدیہ
اور حیات سرمدیہ کی تحصیل مین مسرور رہے گا دیکھو عقلاے سلف اور حکماے ماضیہ
نے بھی یہ اخلاق یعنی تسلیم و رضا و صبر و توکل و قناعت اسی واسطے اخلاق حمیدہ
مین رکھے ہین کہ اگر آدمی ان پر عمل کرے تو حالت فقر مین بھی غنی رہے گا اور اگر غنی
ہے تو بہت سی بیہودہ تشویشات سے محترز رہے گا اور عیش منغص نہونے پاوے گا۔
اور اگر کوئی کہے کہ بعض مومنین کو بھی ایسی تشویشات لاحق رہتی ہین جواب یہ ہے
جسقدر جسکا ایمان کامل ہے اور قرآنی اخلاق پر عمل ہے اور خدا کا ذکر کرتا
ہے اوسی قدر اوسکی یہ تشویشات کم ہین بلکہ اگر کافر بھی بغیر ایمان کے قرآنی اخلاق
پر عمل کرے تو وہ بھی خوش رہیگا۔ بعد جواب کے مین کہتا ہون کہ قرآن کی
عبارت و مضمون پر ہرگز یہ اعتراض وارد نہین ہوسکتا مگر یہ اعتراض بائبل پر
ضرور وارد ہے جو مسکینون کو دیتا ہے محتاج نہوگا شریر آدمی برباد ہوتے ہین
جو اپنے گناہون کو چھپاتا ہے کامیاب نہوگا باب بست و ہشتم کتاب سلیمان مگر جہت

آدمی سخاوت سے محتاج ہو گی اور شریر دنیا مین آرام کرتے ہین اور اکثر گنہگار کامیاب
ہین **قول ۸۵** پ ۱۷ جھونٹ انبیا مین ہے اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ قریب آ گیا
آدمیون کے لیے حساب اونکا یعنی قیامت کا دن نزدیک ہو گیا ہے مگر تیرہ سو
برس کے قریب گذر چکے اب تک قیامت نہین آئی اسلیے یہ آیت جھونٹ ہے ہماری
خداوند نے علامات قیامت بیان فرما کے کہا ہے کہ ابتک آخر نہین آخر جب آوے گا
جب ساری زمین پر منادی ہو جاوے گی **اقول** اس اعتراض سے بھی کمال
تعصب اور جہالت ظاہر ہے زمانہ گذشتہ کا بعید ہوتا جانا اور زمانہ مستقبل کا قریب
ہونا نہایت مشہور اور مسلم الثبوت ہے چنانچہ عرب مین کہتے ہین "ما ابعد ما فات
وما اقرب ما آت" یعنی جو گذر گیا وہ بہت دور ہو گیا اور جو آنے والا ہے وہ بہت
قریب ہے پس اگرچہ قیامت آنے مین سیکڑون برس باقی ہون لیکن تاہم وہ قریب
ہے ثانیاً خدا کے نزدیک ہر بعید قریب ہے گو آدمی کو بعید معلوم ہو خداوند کے نزدیک
ایک دن ہزار برس اور ہزار برس ایک دن کے برابر ہین حضرت داؤد خدا سے عرض
کرتے ہین کہ ہزار برس تیرے آگے جیسے کل کا دن پطرس کہتے ہین کہ سب چیزون کا
آخر نزدیک ہے تخمیناً اونیس سو برس کا عرصہ ہو چکا مگر ہنوز سب چیزون کا
آخر نہوا کیونکہ زمین و آسمان و جبال و بحار و آفتاب و ماہتاب ہزارہا چیزین
اوس زمانہ کی اب تک باقی ہین غرض ہر ایک کتاب سماوی مین قیامت کا بیان اسطرح ہے
بقول متی مسیح نے اپنے دوبارہ نزول اجلال اور قیام سلطنت اور جزا و سزا
دینے کی نسبت فرمایا ہے کہ مین تمھین سچ کہتا ہون کہ ان مین سے جو یہان کھڑے
ہین بعض موت کا مزہ نہ چکھین گے جب تک کہ انسان کے بیٹے کو یعنی مسیح کو اپنی

بادشاہت مین آتے نہ دیکھین آیت ۲۸ باب شانزدہم متی پس اونین سے اب کوئی باقی
نہین اور اٹھارہ سو برس گذر چکے مگر مسیح نے سلطنت قائم نکی قرآن مجید مین کچھ
تعیین وقت و توقیت نہین کہ فلان وقت قیامت ہوگی صرف اوسکی نزدیکی اور قربت کا بیان
ہے سو حق تعالے کے نزدیک بلکہ بندہ کے نزدیک بھی امر آئندہ بہت قریب ہے
مگر قول متی ضرور جھوٹا ہوگیا اور پادریصاحب نے جو در جواب اعجاز عیسوی
یہ عذر کیا ہے کہ آیت ۱۴ باب ۲۴ متی مین ہے کہ بادشاہت کی خبر سنائی جاوے گی تاکہ
سب قومون پر گواہی ہو بھلا کوئی مولوی صاحب سے پوچھے کہ یہ پیش خبری پوری
ہوچکی تھی جو اورشلیم کی خرابی کیوقت قیامت آتی انتہی یہ عذر بدتر از گناہ ہے
کیونکہ بموجب آیت ۱۰ باب سیزدہم مرقس کے ضرور تھا کہ انجیل کی منادی قبل از خرابی
اورشلیم اور قبل از مصائب حوارین و اہل شہر ہوجاوے پس ہرگاہ کہ منادی ہوئی
تھی تو اہل شہر پر مصائب کسطرح گذر گئے اور حواری کس طرح پیٹے گئے اور قید
ہوئے ظاہر ہے کہ جب لوگون نے انجیل کا حال سنا تب حوارین کے دشمن ہوئے
اور بموجب خبر موہومہ دانیال کی عدالت دائمی بھی قائم ہوگئی اور دین مسیحی
بھی خوب شایع ہوگیا تھا اور بقول بشپ پوٹیر کے بربادی یروشلم کے وقت تارے بھی
ٹوٹے اور سورج بھی تاریک ہوگیا اور سب دنیا مین پندرہ روز تک اندھیرا بھی
رہا مگر قیامت اب تک نہ آئی اور نہ مسیح آئے اور بالفرض محال اگر اوسوقت تک
منادی ہوئی تھی تو اب ہوگئی کونسا ملک اور قوم ہے جس نے انجیل اور بشارت
وجود مسیح نہین سنی اب بھی مسیح نہین آئے اور نہ قیامت یہ کیا قیامت ہے **قوله**
۲۳ جھوٹ انبیاکے ۲ رکوع مین ہے اَوَلَمْ يَرَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ

آدمی بشارت سے **رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا** کیا نہین دیکھا ان منکرون نے کہ آسمان وزمین بند تھے
پس کھولا ہمنے انکو یہ بھی جھوٹ ہے کیونکہ جب آسمان وزمین پیدا ہوئے
آدمیون سے ایک نے بھی نہ دیکھا تھا اور وہ کہتا ہے کہ تمنے دیکھا ہے **اقول**
یہ کچھ مشکل بات نہی معترض کو لازم تھا کہ تفسیرین دیکھ لیتا کہ رای بصری کو افعال
قلوب مین بھی لکھا ہے اور اوسوقت اسکے معنی علم یعلم کی ہوتی ہین معنی یہ ہوئے
کہ کیا نہین جانا ان منکرون نے کہ آسمان وزمین کے منھہ بند تھے یعنی آسمان سے
پانی نہ برستا تھا اور زمین سے کچھہ اوگتا نہ تھا شاہد یہ ہے نابغہ **شعر** الم تر
ان الله اعطاك سورة ٭ ترى كل ملك دونها يتذبذب ٭ - کما فی العقد دیکھو
کو عزت دیتے ہوئے نعمان کے واسطے کسنے دیکھا اور کون دیکھ سکتا پس ترى بمعنی تعلم ہے اور علم کا مدار
کچھہ دیکھنے پر نہین ہزارہا قصص وحکایات کو لوگ کتب تواریخ مین پڑھکر اونکا علم
حاصل کرتی ہین بلکہ دلائل وبراہین کے سمجھنے سے خوب علم حاصل ہوتا ہے اور فقط
مشاہدہ سے بھی نہین ہوتا **قوله** ۴۴ جھوٹ اسی مین ہے **وَجَعَلْنَا مِنَ
الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ** ہر چیز کو ہمنے پانی سے زندہ کیا یہ بھی جھوٹ ہے کیونکہ فرشتون
کو اوس نے نور سے بنایا ہے اور جنون کو نار سے بعض چیزون کو پانی سے بھی
بنایا ہے ہر ایک چیز پانی سے نہین بنی **اقول** پادریصاحب کو تحریف کا ایسا
ڈھب پڑ گیا ہے کہ ترجمہ غلط کرکے جہالت کا الزام گوارا کر لیا مگر تحریف سے باز نہ آئے
لفظ حی خبر نہین ہے بلکہ شی کی صفت ہے ترجمہ یہ ہے کہ پیدا کیا ہم نے پانی سے
ہر چیز زندہ کو نہ یہ کہ ہر چیز کو خواہ زندہ ہو یا نہو اور حی کے معنی اگرچہ مطلق زندہ
اور ذی حیات کے ہین لیکن اکثر استعمال اسکا محض انواع واقسام نباتات وحیوانات

کے واسطے ہے جس مین نشو ونما ہو دیکھو لفظ حیوان بھی حی سے مشتق ہے
اور اسی معنی مین ہے مگر آج تک لفظ حیوان جنات وملائکہ کے واسطے نہین بولا
گیا اور استعمال ومحاورات مین قیاس کو دخل نہین اسیطرح لفظ جانور فارسی
مین بمعنی حی ہے مگر ہم نے کبھی سے جنات وملائکہ کو جانور کہتے نہین سُنا اور نہ کسی
کتاب مین دیکھا بلکہ انسان کو بھی نہین کہتے حالانکہ وہ جانورون مین افضل افراد
ہے جن لوگون کی زبان مین قرآن مجید نازل ہوا ہے اونھون نے کچھہ اعتراض نکیا
وہ صاف سمجھہ گئے کہ حی سے مراد صرف حیوانات ونباتات ہین اور بالفرض
اگر جنات وملائکہ کو بھی حی کہین تو بھی ہم پادریصاحب کے مقابلہ مین کہہ سکتے ہین
کہ لفظ کل باعتبار غالب افراد کے فرمایا ہے مگر مراد اس سے نباتات وحیوانات ہین
پطرس کہتے ہین سب چیزونکا آخر قریب ہے حالانکہ سب چیزون مین خدا بھی داخل
ہے اوسکا آخر کبھی نہوگا اور اوسمین نفوس ناطقہ بھی داخل ہین جو بعد مرگ اوس
عالم مین بھیجے جاتے ہین حالانکہ وہ عیسائیون کے نزدیک بھی ابدی ہین علاوہ
اسکے کتاب اول پیدائش توریت سے ظاہر ہے کہ زمین وآسمان وفضا پانی سے
پیدا ہوئے اور جب زمین وآسمان وفضا پانی سے پیدا ہوئے تو جو کچھہ انکے درمیان
ہے وہ سب اشیا بھی پانی سے ہوئین اور سب اشیا مین آگ وہوا بھی ہے جو جنات کا
مادہ ہے اسواسطے جنات کی پیدایش بھی پانی سے ہوئی اور ملائک بھی زمین و
آسمان کے درمیان ہین **قولہ** ۲۵ جھوٹ اسی مین ہے فلا تستعجلون
پس جلدی نکرو پھر کہا خلق الانسان من عجل آدمی جلدی سے پیدا کیا گیا ہے یعنی
جلدی اوس کی خلقت مین ہے پھر اوسی سے کیون منع کرتا ہے جبکہ اوسکی جبلت

مین جلدی سے ہے اور طبع سے نکلنا غیر ممکن ہے جب تک کہ مر نجاوے پس یہ حکم لغو ہوا

اقول یہ اعتراض بھی اسقدر لغو ہے جس کا بیان نہین دیکھو یہ آیہ کریمہ اسطرح سے ہے خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ سَاُرِیْکُمْ اٰیَاتِیْ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْنِ وَیَقُوْلُوْنَ مَتٰی هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ کُنْتُمْ صَادِقِیْنَ ۝ خُلِقَ الْاِنْسَانُ کے یہ معنی نہین کہ انسان جلدی سے پیدا کیا گیا جلدی کوئی مجسم چیز نہین جس سے انسان مخلوق ہو بلکہ حسب عادت عرب کنایہ ہے کثرت عجلت سے یعنی انسان کے مزاج مین عجلت بہت ہے اور کنایہ بلاغت ہے چنانچہ بہت سونے والے کو کہتے ہین مَا خُلِقَ اِلَّا مِنْ نَوْمٍ اور کثرت شر کے ذکر مین کہتے ہین ما خلق الا من شر ۔ خنساء شاعرہ ایک گوسالہ کے چراگاہ مین جانے آنے کی کثرت بیان کرتی ہے ع فانما هی اقبال و ادبار کیا گاے خود اقبال و ادبار ہو سکتی ہے پس یہ کیونکر ثابت ہوگا کہ جلدی انسان کی خلقت مین ہے اور استعجال کے معنی ہین شتابی خواستن و شتابانیدن و حکم کردن براے شتابی فَلَا تَسْتَعْجِلُوْنِ مین یاء متکلم بھی محذوف ہے ترجمہ یہ ہے کہ مجھ سے عجلت عذاب کی درخواست نکرو اور مجھکو جلدی کا حکم نکرو جلدی کا کام انسان کا ہے حق تعالی کا کام جلدی نہین پس یہان حق تعالی سے جلدی چاہنے کی ممانعت ہے انسان کو جلدی کرنے کی ممانعت نہین ہے پادریصاحب نے فَلَا تَسْتَعْجِلُوْنِ کا ترجمہ بھی غلط کیا ہے اور استعجال کی ممانعت بھی لغو نہین اور بالفرض جلدی انسان کی جبلت مین داخل ہو اور درخواست عجلت سے انسان مین بھی عجلت مفہوم ہو تاہم جلدی نکرنے کا حکم لغو نہین کیونکہ بالاتفاق قوت شہوی اور غضبی طبیعت انسان مین داخل ہے پھر حضرت مسیح نے بری باتون کو کیون منع فرمایا اور خود پادریصاحب اس کتاب

کے صفحہ ۲۰۴ مین لکھتے ہین کہ حضرت آدم کے گناہ کرنے کے سبب سب اولاد اونکی ناپاک ہوگئی کوئی آدمی پاک نہین ہوسکتا اور یوحنا آیت ۳ باب سوم خط اول مین لکھتا ہے کہ ہر کوئی جو خدا سے یہ امید رکھتا ہے وہ اپنے تئین پاک کرتا ہے اور اس سے پہلے لکھا ہے کہ جب خدا ظاہر ہوگا ہم اوسکے مانند ہونگے پس یہ سب اقوال بھی لغو ہونے کیونکہ ہرگاہ گناہ اور ناپاکی خمیر اور جبلت مین داخل ہے تو آدمی کیونکر پاک ہوسکتا ہے یہانتک کہ بقول اونکے حضرت مسیح مین بھی مریم کی نجاست کا کچھہ اثر ہوگا —
پادریصاحب یہ نہین سمجھتے کہ گناہ نکرنے کا اجر و ثواب تو اوسیوقت ہے جبکہ گناہ کا مادہ موجود ہو اور اسی واسطے فرشتونکا گناہ نکرنا قابل مدح نہین **قولہ**
۲۶ جھوٹ اسی مین ہے وَمَآ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ ہم نے محمد کو سارے جہان کے واسطے رحمت بنا کے بھیجا ہے یہ محض جھوٹ ہے وہ اپنے مسلمانون کے لیے اس دنیا مین رحمت ہونگے سارے جہان کے لیے تو غضب الہی مین بہتیری عورتین اور بچے لوگون کے پکڑ پکڑ کر فروخت کردئی صدہا آدمیون کے خون کرڈالے آجتک اونکی ذریت جہان کو دکھہ دے رہی ہے کینہ اور غصہ اور تعصب اسقدر ہے کہ تمام جہان مین کسی قوم مین اتنا نہوگا **اقول** حقیقت مین وہ عامہ خلائق کو رحمت تھے مگر اشرار و کفار کو غضب الہی بھی تھے اور ایسا ہی ہونا چاہیے تھا کیونکہ اشعیا نبی آیت ۵ باب چہلم مین آنحضرت کو مظہر جلال خدا فرما چکے ہین — اور آیت ۲۷ باب دوم مکاشفات یوحنا مین ہے کہ وہ لوہے کے عصا سے اون پر حکومت کریگا وے کمہار کے برتن کے مانند چکناچور ہوجاوینگے علاوہ اخبار و بشارات منقولہ کے از روے عقل بھی خدا کی راہ مین مشرکین کو قتل کرنا اور مارنا ایذا دینا

عین رحمت ہے اسواسطے کہ اگر وہ لوگ باقی رہتے تو جسقدر اونکی نسل ہوتی سب
کافر ہوتی پس بقاعدۂ رفاہ عام کروڑون کی نجات اور راحت رسانی کیواسطے
اشخاص اشرار معدودۂ چند کو قتل کر ڈالنا عین رحمت ہے خود معترض نے کتاب
ہدایۃ المسلمین مین درجواب اعجاز عیسوی آیات توراتی کا اکثر جگہہ اسی قاعدہ کے
موافق جواب دیکر کہا ہے کہ ایسا قتل عین رحمت تھا اور آنحضرت کا رحمۃ للعالمین
ہونا اور اونکی ذریت کا بھی رحیم وحلیم ہونا ایسا مسلم الثبوت اور مقبول خاص وعام
ہے کہ مخالف مذہب اور عیسائی مورخین بھی جو منصف مزاج حق پسند راستی کو
معقول وفہمیدہ مین بڑے شد ومد سے آنحضرت کی اور اون کی ذریت کی تعریف
ومدح کرتے ہین اور اونکے منکرین کو لعن وطعن کرتے ہین — جان ڈیون پورٹ
کی کتاب کے ترجمہ مسمی بمظاہر الحق صفحہ ۱۰۴ مین ہے وہ لکھتے ہین کہ محمد پر یہ
الزام ہے کہ مزاج کے بیرحم اور خون کے پیاسے تھے مگر یہ تعجب کی بات ہے کہ باوجود
اسکے آپ وحشیون مین سخاوت کے کام کرتے تھے اور قرآن مین تکرار لکھا ہے
کہ مفلسون اور کم بختون کی امداد خوبی ہی نہین بلکہ موکد اور فرض عین ہے شاید
محمد ہی وہ واضع قانون ہین جنھون نے صدقہ کی حد قائم کی ہے تا وقتیکہ ایک
مسلمان اپنی پیداوار کا دسوان حصہ خیرات نکر دے تو پورا متشرع نہین بجز دین
محمد کے کسی مذہب مین یہ بات نہین یہ تعجب کی بات نہین کہ پادری اورون کو تو
نصیحت کرین کہ دسوان حصہ ہمکو دینا چاہیے جسکا انجیل مین ذکر نہین اور غریبون
کو بھولین محمد نے ایسا نہین کیا اوس نے غریبون کو یاد رکھا ہے — اور پھر کہتے
ہین کہ اہل انصاف خالی از تعصب واعتساف بلا حجت و تکرار تسلیم کرلین کہ آنحضرت

صفحہ ۱۱۸ مظاہر

کی شریعت ممالک مشرقیہ کے لیے نعمت عظمی تھی اسواسطے اس شریعت کی بدولت
اون ملکون مین مظلومون کی خونریزی موقوف ہوگئی اور اوسکے عوض نماز و
زکوۃ مقرر ہوئی اور سخاوت اور اخلاق حمیدہ جو ایک شخص کو دوسرے کی نسبت
لازم ہین مروج ہوئے پس کیا حماقت اور مضحکہ کی بات ہے کہ ایسی شریعت کو بعوض
تعریف و مدح کی یہ انعام دین کہ اوسے بدنام کرین اور از راہ جہالت و نافہمی ملزم و
مطعون کرین حالانکہ یہ شریعت منجملہ اون وسائل قویہ کے ہے جو جناب باری نے
اپنے دست قدرت سے تہذیب و درستی عقول و عقائد عباد کے لیے مہیا فرمائی ہے
یہ سچ ہے کہ آنحضرت صلعم نے جنگ کی تھی لیکن آپ کے جہادون مین حضرت موسی کے
جہادون سے یہ فرق تھا کہ آپ نے بندگان خدا کو بالکل برباد و غارت نہین کیا ہمیشہ
جہاد کرنے مین یہ مطلب ممدوح آپ کے مدنظر تھا کہ تمام قبائل عرب کو متفق کرکے ایک
گروہ کردین اور بت پرستی کو دفع کرکے عبادت خدائے یکتا اونکو تعلیم کرین اور
جن لوگون نے آپکی شریعت کی متابعت قبول کرلی اونسے آپ بملائمت و ملاطفت
پیش آئے ہان جن لوگون نے تمرد و جحود کیا اونکو قتل کیا لیکن آپ نے عورتون
اور لڑکون اور بچون کو بے قصور سمجھ کر جان بخشی کی اور اپنے صحابہ کو تاکید کی کہ جو
لوگ قرآن پر ایمان لائین اونکو نہ ستانا بلکہ مثل بھائیون کے اونسے پیش آنا لیکن
برخلاف اسکے حضرت موسی نے قومون کی قومون کو قتل کر ڈالا اور اونپر رحم نکیا
اور نہ اون کی اطاعت قبول کی مگر آنحضرت صلعم نے اس امر مین حضرت موسی کی متابعت
کبھی نہین کی ہان البتہ اکثر سلاطین نصاری نے اس فعل مین حضرت موسی کی پیروی
کی ہے اور محقق گاڈفری ہیگنس لکھتا ہے کہ جس شخص کو دین محمدی کی طرف

تھوڑی سی بھی رغبت ہے وہ بآسانی مان لےگا کہ آپ کے مسائل مین کوئی ایسی بات
نہ تھی کہ جو دین عیسوی و موسوی کے مخالف ہو موسی نے اپنی پانچون کتابون
مین اقرار کیا تھا کہ اللہ تعالی میری نسبت ایک بڑا پیغمبر بھیجیگا اس لیے سمریا کی
دس قومون کے لیے (جو اوس وقت بت تھین اور عہد عتیق کی اور کتابون کو نہین
مانتی تھین اور جو شاید فتح کرنے والے پیغمبر کی جویا تھین نہ روحانی مسیح کی) کوئی
وجہ نہین معلوم ہوتی کہ وہ محمد کو جو اسمعیل کی نسل سے تھے وہی پیغمبر موعود کیون نہ
سمجھتے اگر وہ معجزہ چاہتے تو فتوحات اور شمشیر احمدی اوسکا جواب تھا کیونکہ شمشیر
فتح کرنے والی اور غیر مغلوب پیغمبر کی بمنزلہ عصاے ہارون تھے۔ اور بعد اسکے جو
پادری صاحب لکھتے ہین کہ اون کی ذریت جہان کو دکھ دے رہی ہین اسکا جواب
بھی حکماے انگلستان کی تحریر مین موجود ہے۔ جان ڈیونپورٹ لکھتے ہین کہ
ایسے متعصبین کے تعصب کا علاج کیا جاوے جو کہتے ہین کہ فرقۂ اسلام بڑا بیرحم
ہے اسواسطے کہ ان لوگون نے اپنا مذہب اسطرح رواج دیا کہ عیسائیون کو اختیار
دیا کہ یا قتل ہون یا اپنا مذہب ترک کرین یہ قول کسی طرح صحیح نہین مجاہدین اسلام
عفو و رحم مین نسبت تابعین پوپ کے ایسے تھے جیسے حواریین مسیح لیکن اتباع
پوپ کا ظلم و جور آدم خوردن سے بھی بڑھ گیا تھا اور پھر کہتے ہین کہ اہل اسلام
جب احکام مذہب اپنا پر مامور ہین کہ دیگر مذاہب کے نیست و نابود کرنے
مین سختی کرین تاہم وہ لوگ دیگر مذاہب کے آدمیون سے عفو و درگذر کرتے
ہین مگر عیسائیون کو سوا وعظ و نصیحت کے اور کسی بات کا حکم نہین مگر ان کا یہ
شعار ہے کہ اور مذہب والون کو جلا دیتے ہین اور قتل بھی کرتے ہین گبن صاحب

مورخ مشہور اہل اسلام کا عفو اور عیسائیون کا تعصب و ظلم و جبر بطور مقابلہ خوب
بیان کرتے ہین - اور مسٹر جیور و صاحب نے بھی تابعین پوپ کے جور و ستم کو جو
اونھون نے دیگر فرقون پر کیے ہین خوب لکھا ہے اور پھر کہتے ہین[11] که کون ایسا ہے
جس نے اوس جنگ آخری پر تاسف نہین کیا جس لڑائی سے سلطنت اسلام ملک
اسپانیہ سے جاتی رہی اور کون شخص ایسا ہے جسکا دل اوس قوم شجاع و سخی و رحیم
یعنی اہل اسلام کی جوش مدح سے امنڈ نہ آیا ہو جس قوم کے حق مین مورخین
مخالفین بھی اعتراف کرتے ہین که آٹھ سو برس سلطنت کی لاکن اس مدت دراز
مین کبھی کسی پر ظلم نہین کیا اور کون شخص عیسائیون کی اس بات سے شرمندہ نہین
ہوا که پادری لوگ امرا اور رؤسا کو اشتعال دیتے تھے که اہل اسلام سے ایسی بیرحمی و
تعصب سے پیش آئین که کبھی کوئی شخص کسی سے پیش نہ آیا ہو حالانکہ اہل اسلام
نے عیسائیون کی حفاظت کی تھی اور کون شخص پادری زمنیس کی اس حرکت
ناشایسته اور تعصبانہ سے سر در گریبان نہین ہوا که اوس نے کتب حکما و شعرا
و ریاضیین شہر کارڈوا کی جلوا دین حالانکہ وہ کتب[12] سلاطین اسلام نے سات سو برس
کے عرصہ مین جمع کی تھین اور یہی کتابین اون کے علوم کی مایہ و بساط تھین ہم لوگون
کو اسقدر آگاہی کتب عربیہ سے بوسیلہ کتب و تحریرات فرایر بیکن صاحب بہم پہنچی ہے
یہ بات سب جانتے ہین که ہمارے افضل الحکما بیکن صاحب نے طریقہ فلسفہ اولاد اسمٰعیل یعنی
عرب اور اتباع محمد سے اخذ کیا[13] ہے اور پھر کہتے ہین[14] که اس بات مین کچھ شک نہین که
جن لوگون نے دین اسلام اور دین مسیحی کی تحقیق کی ہے اور دونون مذہبون مین
مقابلہ و محاکمہ کیا ہے اون مین سے ایسے کم ہونگے جو بعض مقام پر متعجب اور متحیر ہوئے

ہونگے اور مجبور ہوکر تسلیم کرلیا ہوگا کہ حق تعالی نے شریعت اسلام بہت منافع معقولہ اور امور نیک کے لیے مقرر کی ہے اور اوسکے وسیلہ سے لاکھون امور نیک ظاہر ہوئے اور سپیر[له] لکھتے ہین کہ موحد کا تو کیا ذکر ہے مشرک صاحب نظر کو بھی اِکی شریعت موافق طبع انسانی اور رحمت ربانی کے معلوم ہوتے اب مجہکو پادری صاحب سے زیادہ کہنے کی حاجت نہین صرف اسی قدر کہتا ہون کہ حق اسے کہتے ہین کہ مخالف بھی آنحضرت صلعم کو رحمۃ للعالمین کہتے ہین اور اونکی ذریت کو حواریان مسیح سے تشبیہہ دیتے ہین اور اونکے احسانات کا بھی شکر کرتے ہین پس اگر موحد نہ ہو تو صاحب نظر تو ہو اور اپنے محسنون کے محسنون کا کفران نعمت نکرو محسن کش نہو **قولہ** ۲۷ جھوٹ احزاب مین ہے وَبَلَغَتِ الْقُلُوبُ الْحَنَاجِرَ یعنی جب مسلمانون پر مصیبت آئی تو اون کے دل جو بائین پسلی کے تلے ہین گلے تک آگئے یہ بھی جھوٹ ہے اگر اون کے دل گلے تک آجاتے تو فوراً مرجاتے مگر وہ تو جیتے ہی رہے اس لیے یہ آیت غلط ہے **اقول** پادری صاحب کس مرتبہ محاورات وکنایات عرب سے جاہل ہین جسکا بیان نہین یہ آیت جنگ خندق کے خوف اور ہراس کے ذکر مین ہے اور دستور ہے کہ جب خوف کی شدت ہوتی ہے تو قصبہ ریہ منتفخ ہوتا ہے اور اس سبب سے قلب کو حرکت ہوتی ہے اور جذب وتمدد سے مرتفع ہوتا ہے اور اسی سبب ہر ایک ملک کے آدمی خصوصاً اہل عرب خوف کے وقت قلب کو اضطراب وقلق ووجیب سے متصف کیا کرتے ہین اور کہتے ہین کہ دل دھڑکتا ہے کانپتا ہے ہلتا ہے ع اکبادنا من ورائہم تجب شعر کان قلوب ادلائہا معلقۃ بقرون الظباء پادری صاحب غور کرین کہ آدمی کا دل ہرن کے سینگ پر کیونکر

معلق ہو سکتا ہے جو ایسی تشبیہہ دی گئی پس غرض اس سے شدت اضطراب کا اظہار ہے — علاوہ اسکے دوسرے معنی یہ ہین کہ یہان کاذ ت بمعنی قربت محذوف ہے اور مضمر ہے معنی یہ ہین کہ شدت خوف سے قریب تھا کہ قلوب حنجرہ تک پہنچ جا ئین گو اوسوقت تک نہ پہنچے تھے جریر شعر ان العیون التی فی طرفها مرض قتلننا ثم لم یحیین قتلانا ای انھن کدن یقتلننا عرب کہتے ہین او ہدت علی فلان من العتاب ما مات عندہ وخرجت نفسه ولما رای فلان فلانا لم یبق فیه الروح کما فی الدر والغرد اور اس سے بھی اطمینان نہو تو توریت و انجیل مین دیکھیو کہ اکثر ایسے محاورات موجود ہین **قوله** ۲۸ جھوٹ اسی مین ہے لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ضرور محمد مین مسلمانون کے لیے ایک اچھا نمونہ تھا سبحان اللہ کیا اچھا نمونہ تھا محمد کے نمونہ پر اگر چال چلین نبادین تو جیتے جی دوزخ مین پہنچین اسکی تشریح کی ضرورت نہین کیونکہ اونکا چال چلن اور تعلیم ایسی نہین ہے کہ کوئی دانا ذی علم اوسکو پسند کرے اوسکا انجام دونون جہان مین برا معلوم ہوتا ہے **اقول** آیہ کریمہ اسطرح ہے لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللهَ كَثِيرًا چونکہ لِمَنْ كَانَ بدل ہے لکم سے اور تخصیص ہے بعد تعمیم کے اسواسطے اسکا حاصل مطلب یہ ہے کہ ای مسلمانون تم مین سے اچھی پیروی اور اقتدا رسول کے ساتھہ اوقات جہاد مین اوسی مسلمان مین ہے جو خدا سے ثواب کی امید رکھتا ہے اور قیامت کے دن سے بیم و خوف کرتا ہے اور اکثر اللہ کو یاد کرتا ہے چنانچہ ایسے شخص نے جنگ بدر و احد وغیرہ کی لڑائیون مین اپنے رسول کے ساتھہ صبر کیا اور قدم ثبات اون کا

میدان سے نہ ہٹنا اور مصائب و تکالیف جو شہادت دندان مبارک اور زخم سر کی
وقت اور شہادت حضرت حمزہ کے سبب آنحضرت کو پہنچے اون اوقات مین رسول
کے ساتھ رہے اور غمخواری کی معترض نے آیت کو بھی غلط لکھا ہے اور ترجمہ مین
بھی تصرف کر دیا ہے مورد آیت کا خاص ہے اوسکو عام کر دیا یعنے یہان اون مسلمانون
کی مدح ہے جو آنحضرت کے ہمراہ اون اوقات جہاد مین موجود رہنے اور میدان سے
نہ ہٹے اور خاص اوسی رفاقت و پیروی کا بیان ہے معترض کو تحریف لفظی و معنوی
کا ایسا ڈھب پڑ گیا ہے کہ کسی بات کو سیدھی سیدھی بیان نہین کر سکتا یہ تو قرآن کا
مطلب تھا اور معترض نے جو آنحضرت کے چال چلن اور تعلیم کی نسبت بد عبارت
و خیرگی کی ہے اوسکا جواب یہ ہے کہ کیا سور کے گوشت کو منع کرنا جو بقول اطبا مقلل عقل و مروت
اور مزیل غیرت و حمیت اور مورث حرص ہے عمدہ تعلیم نہین کیا شراب خواری کو منع
کرنا جو مزیل عقل و انسانیت ہے عمدہ تعلیم نہین کیا مردار جانور اور میتہ و خون کھانے
کو منع کرنا عمدہ تعلیم نہین کیا عیسائیون کی طرح بے غسل رہنے اور بلا وضو نماز
پڑھنے کی ممانعت کرنا عمدہ تعلیم نہین کیا خدا کی توحید اور تنزیہ و تسبیح و تحمید اور انبیا
کی مدح و توصیف پسند نہین کیا خدا کی عبادت کرنا اور برادران ایمانی کو مثل اپنے
نفس کے چاہنا غیبت اور حسد اور کینہ کو منع کرنا برا کہنے اور فتنہ و شر کو منع کرنا
عمدہ تعلیم نہین کیا غربا اور مساکین و مسافرین و یتیمون کو دینا سب سے تواضع اور
خوش خلقی کرنا ماں باپ کا ادب کرنا اونکے مقابلہ مین اف نکرنا علم و عمل کی تاکید
کرنا پسند نہین کیا قتل نفس اور غارت گری اور چوری اور حلف دروغی اور زنا
اور قمار بازی اور کذب و ظلم کی ممانعت عمدہ تعلیم نہین کیا مشرکون اور بت پرستون کو

تہدید اور قتل کرنا جسکو جہاد کہتے ہین عمدہ تعلیم نہین اور کیا مردون اور عورتون کو
ستر عورتین کرنا اور ریشمی لباس سے مردون کو منع کرنا اور آپس مین سود کھانیسے
منع کرنا اچھی تعلیم نہین اگر یہ سب تعلیم پسند نہین تو پھر توریت بھی پسند نہی پادری صاحب
ناحق اوسکا وعظ و منادی کرتے ہین محقق گاڈفری ہگنس مسیحی لکھتے ہین کہ یہ مان
لیا گیا ہے کہ عیسائیون کے مذہب مین اخلاق کا کوئی ایسا مسئلہ نہین کہ مسلمانون
کی تعلیم مین پایا جاتا ہو پس معلوم ہوا کہ عماد الدین کو حواریون کی تعلیم اور انجیل بھی
پسند نہین اوسکا انجام بھی دونون جہان مین برا ہوگیا ہان سچ ہے احکام مخصوصہ و
منفردہ انجیل یعنی پطرس و پولوس کی تعلیم پسند ہوگی جس مین حضرت مسیح کو صرف خدا
کا بیٹا جاننا کافی ہے اور شریعت اور احکام الہی کی تکالیف سے کلیۃ آزادی ہے نہ
کبھی آدمی غسل کرے نہ بول و براز کا استنجا کرے نہ نجاسات و قاذورات سے اجتناب
کرے بندہ عاجز کو خدا سمجھے انبیاء اولو العزم کو چور اور ڈاکو سمجھے تحصیل معاش اور
مصارف مین حلال و حرام کا فرق نکرے تمام عمر جو فعل چاہے کرے اور صرف مسیح پر زبانی
ایمان رکھے۔ گاڈفری ہگنس محقق نے خوب کہا ہے کہ جہان کہین ایمان زبانی کو عمل
پر ترجیح دی جاتی ہو اور یہ مسئلہ کافرانہ جاری ہو کہ وقت نزع توبہ سے سب گناہ معاف
ہو جاتے ہین وہان بجز برائی اور گناہ کے اور کیا امید ہو سکتی ہے — دیکھو آنحضرت صلعم
کا وہ عمدہ اور پسندیدہ چال چلن تھا کہ یورپ کے محقق اور اہل بصیرت جسکی مدح و ثنا
کرتے ہین — عالم انصاف دوست جان دیون پورٹ لکھتے ہین کہ راقم نے بڑی کوشش
سے چال حضرت کا اتہامات کاذبہ اور الزامات قبیحہ سے بری کیا ہے اور ان امر حق کی
تائید کی ہے کہ آنحضرت اون بندگان فرخی الکرام کے زمرہ مین سے ہین جنکے بڑے بڑے

احسانات بنی آدم پر ہین بعض مورخین نے فرط تعصب سے راہ ضلالت اختیار کی اور
ایسے ایسے اتہامات نام پاک مروج مذہب توحید پر لگائے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان متعصبین نے
صرف اون ہی امور نیک سے مخالفت وانحراف نہین کیا جنکے بارہ مین خود مسیح نے
ایسی تاکید کی ہے بلکہ فہم مین بھی خطا کی ہے کیونکہ یہ لوگ اگر ذرا بھی تامل کرتے تو اون
پر واضح ہوجاتا کہ وہ پیغمبر خدا ہین اور اونکے احکام کا حسن و قبح اور مطابقت و مخالفت
شریعت عیسوی یا اور شرائع حال سے نہ دریافت کرنا چاہیے بلکہ حقیت اور عدم
حقیت شریعت آنحضرت کی اونکے مذاہب کی نسبت دیکھنا چاہیے جو اوس زمانہ
مین ممالک مشرقیہ یعنی عرب و غیرہ مین مروج تھے خلاصہ یہ ہے کہ محمدؐ کو یہ تصور کرنا
چاہیے کہ وہ مہذب ملت اور بانی شریعت تھے اور ساتوین صدی عیسوی میں عرب
مین پیدا ہوئے اور اس بات کا اعتراف بھی یقیناً واجب ہے کہ آنحضرت صلعم سے زیادہ
جلیل القدر کوئی شخص اقلیم ایشیا مین پیدا نہین ہوا جسکے وجود ذی جود پر وہ ملک
فخر و مباہات کرتا بلکہ حق تو یہ ہے کہ تمام عالم مین سلف سے آج تک آنحضرت سے بہتر
بہت لوگ پیدا ہوئے ہونگے اگر ہم غور کرین کہ قبل بعثت آنحضرت کیسے تھے اور بعد
بعثت کیسے ہوگئے اور یہ بھی بنظر تعمق دیکھین کہ آنحضرت کی شریعت غرا نے کرورہا
آدمیون کے دلون مین شعلۂ ایمان مشتعل کیا اور اتبک اونکے قلوب اوسی کے نور سے
منور ہین تو ہمکو ضرور ہوگا کہ ایسے شخص جلیل الشان اور عدیم المثال کی مدح سے
باز رہنا بڑی بے انصافی ہے اور اونکی نبوت کو محض بخت و اتفاق سے منسوب کرنا
قادر مطلق کی قدرت کاملہ پر حرف لانا ہے انتہی اور پھر یہی محقق[له] ٹامس کارلائل
کا قول نقل کرتا ہے کہ جسکا فقرۂ آخر یہ ہے کہ ایسا صدق و صفا جیسا ہم نے بیان کیا

[له] صفحہ ۱۶۷ سطر ۱۲

کچھ بھی خدا سے علاقہ رکھتا تھا اور اوسکا کلام ایک صدا ہے جو خدا کے دل سے نکلتی ہے
لوگ توجہ سے سنین اوس آواز کو اور نہین تو کسی آواز کو نہ سنین اسواسطے کہ جتنی
باتین ہین اوس آواز کے مقابلہ مین سب مثل ہوا کے ہین اور پھر کہتا ہے واضح ہو کہ
جناب مسیح جب مبعوث ہوئے تھے تو جو یہودی یہودیہ مین رہتے تھے اونکے اخلاق
بہت خراب ہو گئے تھے اور اوس ملک مین بجز حرص و طمع و ظلم و جور کے اور کچھ دکھائی
نہ دیتا تھا اسواسطے کہ اون لوگون نے ایمان کو بعض رسوم اور قواعد شدیدہ ظاہرہ
کے بجا لانے مین منحصر رکھا تھا اور اصل اور لب کو ضائع کر دیا تھا پس مسیح کی رسالت
کا یہ مقصود تھا کہ شریعت اصلی اور طریقہ سابقہ موسیٰ بحال کرین اسلیے تمام اقوال
مسیحی اس امر کیطرف منجر ہین کہ اخلاق روحانی کو درست کرو اس تمہید سے یہ بات
خوب ثابت ہوتی ہے کہ اصل مین شریعت عیسی صرف مجدد ملت موسیٰ تھی برآ
علیحدہ نہ تھی لیکن برخلاف مسیح کے آنحضرت کو صرف اخلاق حمیدہ کی تعلیم و تاکید
نہین کرنی پڑی بلکہ عبادت خداے یکتا بھی قائم کرنی پڑی عرب کے لوگ احکام
عبادت اور اخلاق دونون مین گمراہ تھے پس آنحضرت کا یہ مقصود تھا کہ مذہب اسمعیل
بانی قوم عرب کو از سر نو رواج دین اور وہ یہ تھا کہ خداے یکتا کی عبادت کرے و لیس آنحضرت
اس قول مین بیشک صادق تھے کہ مین عرب کو مذہب جدید نہین تعلیم کرتا ہون
بلکہ وہی دین سکھاتا ہون جو اونکے جد اسمعیل نے رواج دیا تھا — اب اہل انصاف
خیال کرین کہ آیا ممکن ہے کہ جس شخص نے اپنے ملک کے لوگون کے عقائد و رسوم ابدالآباد
کے لیے درست و شائستہ کیے ہون اور بعوض طریقہ باطلہ بت پرستی کے جس مین
سالہا سال سے غرق تھے عبادت خدا تعالیٰ برحق رواج دی ہو اور جس شخص نے

یعنی جان ... صفحہ ۱۹۰ ... ۱۱

قتل اطفال موقوف کردیا ہو کہ عرب لڑکیون کو مار ڈالتے تھے اور استعمال مسکرات
و لہو ولعب موقوف کردی ہون جنمین بازی ہمعتی تھی اور نشاے تخریب اخلاق
ہین اور جس شخص نے رسم تعدد ازدواج جو عرب مین منحصر تھی محدود کردی ہو پھر
ہم پوچھتے ہین کہ ایسا مصلح اور مہذب اور جلیل الشان جس نے ترویج احکام و قوانین
حقہ مین ایسی جانفشانی اور سرگرمی کی صرف ایک جعل ساز اور مکار تھا اور اوسکے
تمام افعال و اقوال مین محض کذب و ریا تھا آیا ہم وہم کر سکتے ہین کہ اوسکی رسالت
من جانب اللہ نتھی بلکہ اوسکا ایجاد تھا واقع مین ایسے شخص صادق اور صالح کو جو اپنے
خالق پر اعتماد و وثوق کامل رکھتا تھا اور جس نے عقائد و اعمال عباد کو ایسا مہذب
اور درست کیا یہ کہنا چاہیے کہ عبد اللہ الصادق اور مرسل من اللہ تھا اور اس امر کا کون
مانع ہے کہ اگر اوس شخص کو عباد کاملین مین نہ سمجھین تو عباد صالحین مین تو تصور
کرین اور یہ کیون نہ یقین کرین کہ اوسنے اپنے زمانہ مین اپنی قوم کو صدق و راستی تعلیم
کی تھی اور اوسکو خدا نے اسواسطے مبعوث کیا تھا کہ اپنی امت کو اوسکی توحید و خدمت
سکھاوے اور اونکو ایسے احکام انتظام ملک اور اخلاق حمیدہ تعلیم کرے جو اونکے مناسب
حال ہون پس اس سے ثابت ہوا کہ بے شک آنحضرت کو اپنی رسالت کا ایسا یقین
واثق تھا کہ ہرچند کفار نے تمسخر یہ اور مضحکہ کیا اور بہت کچھ ظلم و تعدی کی مگر آپ کا
قدم ثبات پیچھے نہ ہٹا اور ہر چند بہت کچھ ڈرایا اور تکلیف دی لیکن آپ اونکو توحید
اور حقیقت خدا تعلیم کرنے سے باز نہ آئے اور ایسے اخلاق حمیدہ اور افعال پسندیدہ
کی اونکو ترغیب دی کہ آپ کے عہد تک کسی نے کبھی ایسے افعال اونکو تعلیم نکئے تھے
آنحضرت نے نہ تو ریاست دنیا طلب کی اور نہ حکومت عقبیٰ بلکہ صرف عفو و رحم

خدا سے طلب کیا اور اس امر کی توفیق مانگی کہ بندون کو بوعظ و نصیحت راہ راست پر
لائین درحقیقت آپکا یہ مقصود تھا کہ بندگان خدا انصاف کرین اور رحم کو دوست
رکھین اور بخضوع و خشوع اپنے خالق کے سامنے حاضر ہون اور یہ عقیدہ بھی آپنے
تعلیم کیا ہے کہ ایک روز سب عادل و ظالم پھر زندہ کیے جائینگے اور خدا کے سامنے
کھڑے ہونگے اور خدا اونکے درمیان انصاف کریگا محمد صلعم ایک غریب عرب نے اپنے
ملک کے قبائل وحشی مفلس برہنہ گرسنہ کو ایک گروہ معقول و مضبوط کر دیا —
بلکہ بفرض اگر آنحضرت کا مذہب روحانی نہین تاہم موافق عقل اور مفید خلائق ہے اور
واقع مین یہ مذہب اون عقائد باطلہ اور اوہام فاسدہ مین جو آنحضرت کے زمانہ مین
عیسائیون مین مروج تھے اور جنکے سبب دین مسیحی کا نام خراب ہو گیا تھا اور ان
لوگون کے اخلاق بگڑ گئے تھے اسطرح بنایا گیا تھا کہ جسطرح ایک شاہراہ مضبوط کسی
دلدل مین نکالی جاوے اور اس بات مین کسی طرح کا مبالغہ نہین کہ جب سے مسلمانون نے
نشو و نما پایا جس فرقہ عیسائیہ سے انھین سابقہ پڑا اوسکے رسوم و عقائد اور افعال
ایسے خراب اور لغو پائے کہ اونکی نظر سے گر گئے — اور مورخ محقق گاڈفری ہیگنس کہتے
ہین کہ جب بہت سے طول طویل عسیر الفہم عیسائی مذہبون پر خیال کیا جاتا ہے
تو شاید ایک حکیم دین اسلام کی خوبی اور سادگی اور سریع الفہم ہونے اور بے تکلفی
پر آہ کر کے پچتاوے کہ میرا مذہب ایسا کیون نہوا کہ مین ایمان لایا ایک اللہ پر اور
اوسکے رسول پر یا یون کہو کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ یا یہ کہ مین اللہ پر ایمان
لاتا ہون اور اون مسائل پر جو خدا ی تعالی کے باب مین محمد نے تعلیم فرمائے الخ اور
پھر یہی محقق کہتے ہین کہ مجھکو کوئی تعصب یا مذہب ایسا یاد نہین جو نسخت خرافات

یا نہایت پیچ سے خواہ دونون سے پُر نہو مگر مذاہب مقررہ سے جنکا بیان مین نے پڑھا ہے
محمدؐ کا مذہب نہایت سادہ اور حکیمانہ ہے اور اپنی اصلی پاکیزگی مین شکلات کم
رکھتا ہے اس عقیدہ سے زیادہ سادہ اور کیا ہو سکتا ہے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ
رَّسُوْلُ اللّٰہِ اور پھر لکھتے ہین[1] کہ نہایت بری اور بے انصافی کی بات ہے کہ دین
عیسوی پسند کرنا اور دین محمدی کی حقارت کرنی — اور پھر کہتے ہین[2] کہ اکثر اسلامی
قومون کا اخلاق عیسائی قومون کے اخلاق پر فوقیت رکھتا ہے جسکی صداقت
غیر متعصب سیّاح انگریزون کو تسلیم کرنی پڑی ہے   پادری صاحب
تعصب کو کام نفرماوین بنظر بصیرت انصاف سے دیکھین کہ آنحضرتؐ کا طریقہ اور
اونکی امت کا چال چلن کیسا کچھ عمدہ اور پسندیدہ ہے کہ دانا ذی علم جسکو پسند
کرتے ہین اور ناپسند کرنے والے کو بے انصاف اور متعصب کہتے ہین پس قطعًا اور
یقینًا اس طریقہ کا انجام دونون جہان مین اچھا ہے دنیا مین نیکنامی دوامی ہے اور
عقبیٰ مین نجات اور راحت دائمی ہے اللّٰھم احینی حیاۃ محمد و امتنی ممات
محمد صلی اللّٰہ علیہ و آلہٖ وسلم **قولہ** ۲۹ جھوٹ سورۂ مریم مین لکھا ہے
یَآ اُخْتَ ھٰرُوْنَ ای مریم ہارون کی بہن سورۂ تحریم مین ہے وَمَرْیَمَ ابْنَتَ
عِمْرٰنَ اور مریم عمران کی بیٹی   واضح ہو کہ محمدؐ صاحب نے اس مقام پر بڑا دھوکا
کھایا ہے عمران نام ہے ایک شخص کا جسکی بیٹی مریم نبیہ تھی اور موسیٰ اور ہارون
اوسکے دو بیٹے تھے اور یہ مریم جلنے حضرت مسیح پیدا ہوئے اوس مریم سے (۱۴۹۱)
برس پیچھے دنیا مین تھی مگر محمدؐ صاحب جو سنی سنائی باتین قرآن مین لکھتے ہین
اونھون نے سمجھا کہ وہی مریم ہارون کی بہن اور عمران کی بیٹی تھی جلنے مسیح

[1] ملہ صفحہ ۲۳ حاشیہ ۱۱

[2] ملہ صفحہ ۲۵ حاشیہ ۱۱

پیدا ہوا اسلیے اپنے قرآن مین یہ غلط بات درج کردی مگر متاخرین مفسرین کو جب
یہ غلطی معلوم ہوئی تو اونھون نے اخت ہارون اور ابنت عمران کے معنی بنانے
شروع کیے مگر کچھہ معنی بن نہین سکتے بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ قرآن اگر خدا کا کلام
ہوتا تو خدا ہی عالم الغیب ایسی غلطی نکرتا **اقول** احادیث مین ہے کہ جب آنحضرت
کی طرف سے ایک شخص نصاراے نجران کی دعوت کو گیا تو اونھون نے اوس سے یہی
اعتراض کیا تھا اوس شخص سے اسکا کچھہ جواب نہ آیا جب وہ شخص مدینہ مین آیا تو اوس
نے آنحضرت صلعم سے اسکا ذکر کیا آپ نے فرمایا کہ تو نے یہ جواب کیون نہ دیا کہ اوس
زمانہ کا محاورہ یہ تھا کہ اچھے آدمی کو انبیا کے ساتھہ منسوب کیا کرتے تھے کیا توریت
مین نہین ہے کہ جو بنی اسرائیل حضرت اسرائیل سے دسوین بیسوین چالیسوین پشت
مین تھے اونکو حق تعالی نے صرف اسرائیل کہا ہے کہ مین اسرائیل کے ساتھہ یون
کرونگا اور ایسا کرونگا اور کلبی نے یہ بھی روایت کی ہے کہ ہارون مریم کا علاتی
بھائی تھا اور اچھا آدمی تھا علاوہ اسکے جناب مریم حضرت ہارون برادر موسیٰ کی
اولاد مین ہین اور عرب کا محاورہ ہے کہ کبھی قبیلہ کیطرف نسبت کرکے بولتے ہین مثلاً تمیمی کو یا اخا تمیم
اور ذبیانی کو یا اخا ذبیان اور شخص اجنبی کو یا اخا عرب بس ممکن ہے کہ اہل بیت المقدس
نے جنکی زبان عربی تھی اسیطرح مریم کو یا اخت ہارون کہا ہو عاقل آدمی قرآن دان
کی عقل مین یہ بات کیونکر آسکتی ہے کہ جو شخص ہر ایک نبی کا حال خصوصاً موسیٰ
ہارون کی ولادت سے آخر عمر تک کے حالات بیان فرمائے اور حضرت داؤد و سلیمان
اور دیگر انبیا سے مابعد کے مفصل حالات بیان فرمائے یہان تک کہ یحییٰ و زکریا تک
کا حال مفصل بیان فرمادے جو مسیح کے ہمعصر تھے اور پھر وہ شخص حضرت عیسیٰ کو

خواہرزادہ موسی کہے اور مین خوب جانتا ہون کہ معترض کے نزدیک بھی اس آیت مین کچھ اعتراض نہین مگر اصل یہ ہے کہ اوسے اپنے وعدہ کے موافق عیسائیون کیواسطے اعجاز عیسوی کے اعتراضون کے مقابلہ مین کچھ اعتراضات بنا دینے ضرور مین لیکن یہ خبر نہین کہ ایسے اعتراضون سے اونکا ہی گھر خراب ہوتا ہے **قولہ** ۳۰ جھوٹ سورۂ نسار کے ۲۲ رکوع مین ہے مَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ یعنی مسیح کو نہ قتل کیا اور نہ صلیب دی مگر عیسائیون کو شبہہ پڑ گیا واضح ہو کہ عیسی مسیح کے مارے جانے کی نسبت اشعیانبی ۵۲ باب مین مسیح سے ۷۱۲ برس آگے خبر دے گیا ہے اور دانیال و موسی اور اکثر انبیا اس واقعہ کی خبر دیتے آئے ہین مسیح بارہا کہتا رہا کہ مین مر کے پھر جی اوٹھونگا اسکے سوا یہودی جنھون نے صلیب دی ہے کہتے ہین کہ بے شک ہم نے اوسکو صلیب دی ہے اور شاگرد کہتے ہین کہ ہمارے سامنے صلیب ہوئی بعد اوسکے جب وہ جی اوٹھا چالیس روز تک اونکے ساتھ رہا اور اپنے زخم بھی دکھائے مگر محمد صاحب کہتے ہین کہ اوسکو صلیب بھی نہین ہوئی خدا کے اگلے نبی غلط بولتے اور سارا جہان جھوٹ بولتا ہے خود صلیب دینے والے بھی جھوٹے ہین مگر محمد صاحب جو چھ سو برس بعد پیدا ہوئے سچ بولتے ہین جو کوئی نشانی نبوت کی بھی نہ رکھتے تھے **اقول** آیہ کریمہ اسطرح ہے وَقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا پادری صاحب نے یہان بڑا زور و شور مچایا ہے اور بہت کچھ لکھا ہے تاکہ ناظرین اونکو سچا خیال کرین مگر یہ نہ سمجھ

که دروغ کو فروغ نہین اور جہان زیادہ سر اوٹھاتے ہین وہین ٹھوکر کھاتے ہین دیکھو
شُبِّهَ لَهُمْ کا مرجع یہود ہے کیونکہ پہلے سب ضمیرون کا مرجع بھی یہود ہے اور اونھین کو
قتل کا دعوی تھا مگر معترض نے بجاے یہود کے عیسائی لکھدیا ہے حالانکہ یہود کو شبہ
ہوا تھا چنانچہ بنا بر احادیث کے جب ططیانوس نامی یہود مسیح کی گرفتاری کو گھر کے
اندر گیا تو وہ خود مسیح کے مشابہ ہوگیا اور مسیح مرتفع ہو گئے جب وہ اندر سے باہر
آیا یہود نے اوسے مسیح سمجھکر صلیب پر رکھدیا اوسوقت یہود کو حیرت تھی کہ اگر یہ عیسی
ہے تو ططیانوس کہان گیا اور اگر یہ ططیانوس ہے تو عیسی کیا ہوا اور باہم اختلاف
ہوا لیکن اونھون نے اس امر عجیب کو ظاہر نکیا کہ مبادا لوگ اس معجزہ کو سنکر عیسی کے
معتقد ہوجاوین اور قیصر پیلاطس جو پیشتر سے قتل مسیح پر رضامند نہ تھا برہم ہوجاوے
بہرحال سب یہود حاضرین کو شبہہ پڑگیا اور معترض جو کہتا ہے کہ اشعیا نبی خبر
دے گیا ہے سو باوجود تحریف بسیار کے بھی اشعیا کی عبارت مضمون قرآنی کی تصدیق
کرتی ہے کیونکہ اشعیا فرماتے ہین کہ ہم نے خیال کیا کہ وہ مارا خدا کا کوٹا اور دکھایا ہوا ہے
پر وہ ہمارے گناہون کے لیے گھایل کیا گیا اور ہماری بدکاریون کے لیے کچلا گیا
اوسکی قبر شریرون کے درمیان ٹھہرائی گئی وہ بعد قربانی کے اپنی نسل کو دیکھے گا اوس
کی عمر دراز ہوگی انتہی دیکھو بشرطیکہ مراد اس سے مسیح ہو تو اشعیا فرماتے ہین کہ ہم نے
خیال کیا نہ یہ کہ ایسا ہی واقع ہوا اور قبر کے حق مین بھی محض ٹھہرائی گئی فرماتے ہین
یعنی فرضی قبر نہ واقعی قبر اور عمر کا دراز ہونا بھی صاف اس امر پر دلالت کرتا ہے
کہ ایک لحظہ کو حیات مسیح منقطع نہین ہوئی ورنہ درازی عمر صادق نہ آوے گی دوبارہ
زندگانی کہنا چاہیے تھا اور قربانی والا فقرہ متشابہات سے معلوم ہوتا ہے یعنی قربانی

ظاہری مشابہ ہے نہ قربانی حقیقی کیونکہ اگر قربانی کے معنی حقیقی لیے جاوین تو نسل کے
معنی حقیقی کیونکر درست ہونگے کیا معنی کہ مسیح کی نسل نہین ہے دیکھیے اور بعد
جو معترض لکھتا ہے کہ دانیال و موسی اور اکثر انبیا اس واقعہ کی خبر دیتے آئے ہین
جواب اسکا یہ ہے کہ معترض کو لازم تھا کہ اون اخبار کو بیان لکھتا اگر خبر دانیال
سے وہی چیستان مہمل مراد ہے جس مین ستر ہفتہ کا ذکر ہے تو وہ چیستان نہ آج تک
کسی نے سمجھی اور نہ آیندہ کوئی سمجھے علاوہ اون خبرا بیون کے جو صاحب اعجاز عیسوی
نے اس عبارت مین بیان کی ہین بندہ نے دس اور نکالی ہین جو تعلیقات محمدیہ مین
مذکور ہین اور کچھ نمونہ اسی فصل کے نمبر ۲۲ مین بھی مذکور ہو گیا ہے پس اوس خبر سے
بشارت مسیح اور مصلوبیت و مقتولیت سمجھنا سودای خام ہے لا یصلح العطار
ما افسد الدہر اور علی ہذا القیاس حضرت موسی اور دیگر انبیا کی عبارتین بھی
معترض نے نہین لکھین تا کہ ہم اونکو دیکھتے اور معترض نے جو یہ لکھا ہے کہ
مسیح بار بار کہتا تھا الخ سو اوس جناب نے ہرگز نہین کہا اون پر ناحق افترا ہے
اور جن انجیلون مین یہ لکھا ہے وہ حضرت مسیح کا کلام نہین بلکہ حواریون کی بھی
تصنیف نہین اور انجیلین بھی بہت سی ہین خود معترض کہتا ہے کہ مختلف مقامون
مین جدا جدا انجیلین تھین ہدایۃ المسلمین صفحہ ۶۱ دیکھو برناباس کی انجیل مین
صلیب سے انکار ہے اور چند فرقہ قدیم کہتے ہین کہ بجائے حضرت عیسیٰ کے شمعون
قرینی صلیب دیا گیا اور فوطیس مؤرخ کتاب سیر الحوارین سے نقل کرتا ہے کہ عیسیٰ کے
عوض کسی اور کو صلیب ہوئی اور بعدہ جو معترض لکھتا ہے کہ شاگرد کہتے ہین
کہ ہمارے سامنے صلیب ہوئی سو اول تو جواب اسکا یہی ہے جو مذکور ہوا کہ یہ انجیلین

شاگردون کا کلام نہین یا کہ شاگردون کا قول معلوم ہو دوسرا جواب یہ ہے کہ شاگرد
تو وقت صلیب بھاگ گئے تھے اونکے سامنے کیونکر صلیب ہوئی اور بعد صلیب ۴۰
دن اونکے ساتھ رہا کیونکہ مسیح نے تو صلیب سے کچھہ پہلے یہ فرمایا تھا کہ اسکے بعد
پھر مجھے نہ دیکھوگے جبتک نہ کہوگے مبارک جو خداوند کے نام سے آتا ہے اور بالفرض
اگر پطرس نے دیکھا بھی ہو تو وہ بقول مسیح ایک دفعہ نہین تین دفعہ جھوٹا اور
بقول محققین عیسائیہ بعد مسیح سب حواریون نے غلطی کی اور سب مقدوح اور غیر معتبر
تھے چنانچہ خاتمہ مین اسکا بیان آتا ہے انشاء اللہ تعالی اور معترض جو یہ
کہتا ہے کہ یہودی جنھون نے صلیب دی ہے کہتے ہین کہ بیشک ہم نے صلیب دی
سو معلوم نہین کہ یہود کے ذکر سے کیا فائدہ ہوا یہ قول یہود کا تو اسی آیت مین موجود
ہے مگر اسکی حق تعالی نے تکذیب کردی ہے اون بیدینون کا قول ہم پر کیا حجت
ہے وہ حضرت مسیح کی ولادت کی نسبت کیا کچھہ نہین کہتے انہین سچا اونکی شہادت
قبول کرنی چاہیے اور اگر مراد یہود سے وہی خاص یہود ہین جنھون نے صلیب
دی تو شاید اونکی روحین عماد الدین سے خواب مین کہہ گئی ہونگی ورنہ اور طرح
تو اونکا مقولہ ثابت ہو نہین سکتا اور بعد اسکے جو لکھا ہے کہ سارا جہان جھوٹ
بولتا ہے مگر محمد صاحب جو چھہ سو برس بعد پیدا ہوئے سچ بولتے ہین جو کوئی نشانی
نبوت کی بھی نہین رکھتے اسکا جواب یہ ہے کہ سارا جہان تو جھوٹ نہین بولتا
مگر معترض ضرور جھوٹ بولتا ہے کہ سارے جہان کا ذکر کرتا ہے سارے جہان کو
اس معاملہ کی کیا خبر اور اونکو اس سے کیا بحث جو وہ کہتے عیسائیون کے فرقہ اور
مورخ تک تو مختلف ہین اور صلیب سے انکار کرتے ہین پھر گمنام مجہول الاسم جیکب

انجیل نویسون کا نام سارا جہان کیونکر ہوگیا بھلا جس کو اپنے ہم مذہبون کے انکا
صلیب کی خبر نہین اوسکو سارے جہان کی کیا خبر سو اور جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم جو چھہ سو برس بعد پیدا ہوئے وہ اسواسطے سچے ہین کہ وہ وحی الہی سے
فرماتے ہین اگر اونکے علم کا مدار اسی انجیل و توریت پر ہوتا جسطرح ناواقف متعصب
کہتے ہین تو وہ بھی عیسائیون کی طرح جھوٹ بولتے او صلیب کا اقرار کرتے ورنہ
خیال کرو کہ ہرگاہ حضرت عیسٰی کے ہرطرح مدائح اور اوصاف قرآن مین مذکور
ہوئے تو انکار صلیب سے کیا نتیجہ تھا اور بعد اسکے جو لکھا ہے کہ انحضرت کوئی
نشانی نبوت کی نرکھتے تھے سو اسکا جواب اگرچہ بہت طویل ہے اور کتاب اون
معجزات کے اثبات کی مقتضی نہین مگر پادری صاحب کو یہ تو معلوم ہے کہ اگر کوئی معجزہ
نہ تھا تو علماے یہود مدینہ کیونکر ایمان لائے نجران کے نصاری مباہلہ سے کیون
بھاگ گئے شعراے عرب کہ جنھون مین ہر ایک نے انانیت کا جھنڈا اٹھا رکھا تھا
معقول ہوکر کیونکر معتقد ہوگئے بھلا کوئی دشمن اپنے دشمن کا فروغ چاہتا ہے کوئی
ہمسر اور حریف بعد صلح و صفائی کے بھی خادمانہ و غلامانہ اطاعت کرتا ہے۔ کیا
یہ شعرا و شرفا بجبر و اکراہ مسلمان کیے گئے یا بطمع مال ایمان لائے قبل از قوت
اسلام تو جبر و طمع کا احتمال بھی نہین اور بعد قوت بھی کسی شاعر کی نسبت جبر ثابت
نہین اور اگر بعد از قوت اسلام طمع کا اتہام کیا جاوے تو ان شعرا نے خود ایسا
ڈھنگ کیون نہین ڈالا جس سے خود مرجع خواص و عوام ہوجاتے یا پیغمبر کے مخالف
رئیسون سے کیون نہین ملے وہ لوگ تو بوجہ مخالفت پیغمبر کے شعرا کو بہت کچھہ دینے
پر آمادہ تھے اور شعرا بھی رؤسا سے مدد چاہتے تھے کیونکہ یہ نقد تھا اور پیغمبر کے پاس امید

مظنون اور الشیہ مگر قوت نبوت نہ کسی مفسد رئیس کو سرسبز ہونے دیتی تھی اور نہ
کسی شاعر کے ارادہ کو پورا ہونے دیتی تھی پس فتوحات پیغمبر اور فصاحت و بلاغت
قرآن یہ دونوں نبوت کی نشانی کیا کم تھیں — کیا یہ نشانی نبوت کی نہیں کہ ایسے
ملک و شہر میں جہاں علوم عقلیہ مفقود اور علوم نقلیہ کالمعدوم اور جہاں کے اہل کتاب
بھی جاہل ہو کر مثل عبدۃ الاوثان کے ضال و مضل ہو گئے ہوں وہاں ایک امی شخص
معارف و دقائق ذات و صفات الٰہیہ اور مدارک و حقائق توحید و تقدیس ربانیہ
اور دلائل وجود واجب الوجود اور براہین حدوث موجودات علویہ و سفلیہ اور ابطال
عبادت اوثان اور اثبات بعث و نشر و معاد ایسے موجہ اور مدلل اور متین بیان فرماوے
کہ جسکے ادنی درجہ پہ بھی حکمت حکماء اولین و آخرین اور فلسفہ فلاسفہ سابقین و
لاحقین نہ پہنچ سکے اور باوجود تکرار بیانات و دلائل کے مطالب و مقاصد کی نوبتو
میں اور منطوق و مفہوم کی تطبیق میں خلل و اختلاف نہ پڑے — کیا یہ نشانی نبوت
کی کم ہے کہ ایک ناخواندہ ناتجربہ کار شخص آدمی قواعد و ضوابط نظام مملکت اور
احکام و حدود سیاست ریاست اور قوانین معاملات اور آئین معاشرت ایسے مقرر
کرے کہ جن سے عقلاء تجربہ کار اور حکماء ہوشیار متحیر ہوں اور اونکی معقولیت و متانت
کے مقر و معترف ہوں — کیا یہ نشانی نبوت کی نہیں کہ رسوم عبادت اور آداب
معاشرت ایسے متوسط اور معتدل بیان فرماوے کہ جو نہ مثل رسوم براہمہ و حکماء ہنود
کے مخالف طبع انسانی اور تحمل اونکا شاق بلکہ مالایطاق ہو اور نہ مثل عادات فلاسفہ
و مسیحیان کے اون میں سراسر آزادی اور اطلاق ہو عقل انسان اسکو باور کرتی ہے
کہ ایسی باتیں بلا تعلیم الٰہی اور بغیر وحی و الہام حاصل نہیں ہو سکتیں عاقل صاحب

بصیرت کو یہی نشانی نبوت کی کافی ہے کہ آنحضرت صلعم نے دعوت اسلام اور احیاء
دین مین دولت وریاست موروثی کعبہ کو ترک کیا اپنے خاندان اور قوم کی مخالفت
کا خوف نکیا اپنا مال ومتاع مکتسبہ کا بھی نقصان کیا اپنے مالدار اصحاب کو بھی فقیر
کر دیا خانہ ویرانی کر کے ایک معزز تاجر سے ایک فقیر مہاجر ہو گئے اور اصحاب بھی اپنے
جلا وطن کر کے حبشہ وغیرہ کی طرف چلے گئے بجاے محبوب ہونے کے اقربا کے دشمن
جانی بن گئے مگر دعوت اسلام مین مستقل اور ثابت قدم رہے اور باینہمہ آلام عدیدہ
اور مصائب شدیدہ کے جو اہل مکہ سے اوٹھائے اپنے ارادہ محمودہ سے باز نرہے اور ہرچند کفار نے خانہ کعبہ
کی تولیت وریاست دینے کی طمع دلائی مگر دل مین اوسکا خیال بھی نہ لائے اور اوسی
کلمۂ توحید کی درخواست کرتے رہے اور اوسی کے قبول کرانے پر مستمر ومصر رہے اور
باوجود سلطان عرب ہو جانے کے پھر اوسی سادگی اور فقر وافلاس سے رہے اور باوجود
فتوحات کثیرہ اور اظہار شجاعت وہمت کے دل مین ذرہ بھر غرور وتکبر نہ لائے۔
علماء الدین نے ان امور عظیمہ اور علامات بینہ اور خوارق عادات بشریہ پر بھی تو لحاظ
کیا ہوتا جنکو محققین مسیحیہ بھی تسلیم کرتے ہین اور کج مج ہو کر متحیر ہو جاتے ہین اسقدر
ہمیت اور عصبیت کیا ضرور ہے **قولہ** یاد رکھنا چاہیے کہ مسیح کی صلیب جس
پر سب کی نجات ہے اور جسکا انکار قطعی کفر ہے اوسی کا انکار محمد صاحب نے کیا ہے تا
کہ نجات کی جڑ کاٹ کر لوگون کو جہنم واصل کرین نعوذ باللہ من ذلک **اقول**
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کفر وشرک کی جڑ کاٹی ہے نہ نجات کی اور مستحقین
جہنم کو جہنم سے نجات دینا چاہا ہے شرک سے بچایا ہے تثلیث سے منع کیا ہے اور
صلیب کا انکار کیا کفر ہو سکتا ہے بہت سے فرقے عیسائیون کے خود صلیب سے

منکر ہین اور عند العقل اسپر نجات کا منحصر ہونا اور اعمال کا بیکار ہونا عجب بوچ
اور لایعنی بات ہے اسکی معقولیت بھی تثلیث سے کم نہین۔ علاوہ اسکے انجیل
سے بھی اس پر نجات کا موقوف ہونا ظاہر ہے دیکھو یوحنا آیت ۲ باب ۲ و م خط اول
مین لکھا ہے کہ مسیح نہ صرف ہمارا بلکہ سب دنیا کا کفارہ ہے اس سے صاف ظاہر
ہے کہ مسیح سب کی شفاعت کرائین گے خصوصًا اہل اسلام کی کہ وہ اون پر ایمان بھی
رکھتے ہین لیکن اہل اسلام کے نزدیک طریقہ اسلام مین ہی نجات منحصر ہے پس عاقل کو
لازم ہے کہ ایسا مذہب اختیار کرے جس مین دونون فریق کے نزدیک نجات حاصل
ہو اور وہ طریق اور صراط مستقیم اسلام ہے فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا

پانچوین فصل تحریف قرآن کے ابطال مین

قولہ فصل چہارم قرآن کی تحریف کے ثبوت مین کچھہ احوال قرآن کا بطور مختصر بیان
ہو چکا اب یہ بات بیان کرتا ہون کہ اہل اسلام بہت جوش و خروش کے ساتھہ بیان
کیا کرتے ہین کہ ہمارا قرآن بہت محفوظ اور مامون ہے محمد صاحب نے اپنے شاگردون
کو یاد کرایا تھا آج تک ہم لوگ اپنی زبان پر حفظ کرتے آئے ہین اوسکا ایک حرف بھی
نہین بدلا اور اسمین سہو کاتب ہونے کی بھی گنجائش نہین رہی یہ دعوی سوائے
عالمون کے جاہل لوگ بھی بازارون مین عیسائیون کے سامنے پیش کیا کرتے ہین
مگر مین کہتا ہون کہ یہ بھی مسلمانون کا جھوٹا دعوی ہے ضرور اسمین سہو کاتب یا سہو
قاری وقوع مین آئے ہین اور مسلمان لوگ ہرگز اوسکو اپنی زبان پر صحیح طور پر
حفظ نہین رکھہ سکے بہت سی غلطیان اوس مین واقع ہوئی ہین انجیل مقدس کے اختلاف

قرأت مولویصاحب نے بڑے جوش مین آکر بیان کیے جو ہمارے مسلم ہین پر قرآن کے اختلاف عبارات بابت اونکا کچھہ ذکر نکیا کیونکہ محمد صاحب نے اپنا قرآن جن قاریون کے سامنے پڑہا تھا سارا قرآن اونھون نے اوسیطرح یاد نہین رکھا صدہا لفظ خراب کرڈالے اور صدہا لفظ بھول گئے کہ اوس نے کیونکر تبلائے تھے **اقول** جب عیسائی توریت وانجیل مین انواع واقسام کے خلل اور تحریفات دیکھتے ہین اور حواریون تک اونکے راویون کے سلسلہ کا اتصال بھی نہین پاتے ہین اور نہ راویون کو معتبر اور قابل شہادت اور ادھر قرآن کے ضبط اور حفاظت اور صحت اور تواتر اور شہرت کو مثل آفتاب کے تابان پاتے ہین تو دل مین عجب عجیب پیچ وتاب کھاتے ہین اور کمال آسیل اور سوزش سے اوسپر نظر ڈالتے ہین اور ہمیشہ اوسکی عیب جوئی مین مشغول رہتے ہین لیکن جب کچھہ عیب نہین سوجھتا تو ناچار ہوکر اختلاف قرأت کو ہی تحریف کرکے بیان کرتے ہین اور منجملہ عیوب کے قرار دیتے ہین حالانکہ اس امر کو تحریف سے کچھہ نسبت نہین یہ قرآن کی عین خوبی ورشافت ہے کیا معنی کہ ایک لفظ کئی کئی طرح سے پڑھا جانا اور مطلب ایک ہی رہنا یا ایک عبارت کی چند طرح سے ترکیب ہونا اور چند معنی ہوسکنا علم فصاحت وبلاغت مین عمدہ خوبی ہے اور فصحا ایسی عبارت بنانے کابہت قصد کرتے ہین اور نہین بن پڑتی اگر کسی کو اس صنعت کی خوبی اور حسن کا یقین نہو تو علم بدیع مین دیکھہ لے اور اگر اس علم بدیع کو اہل اسلام کا ایجاد سمجھے تو اہل ہند خصوصًا سنسکرت کے شعرا سے دریافت کرلے لیکن چونکہ یہ مطلب بہت طویل ہے اسواسطے اس کو اسی قدر تقریر پر ختم کرکے اس ضروری امر کو بیان کرتا ہون کہ حقیقت مین مسلمانون کا یہ دعوی

بہت درست ہے کہ قرآن مین سہو کاتب ور سہو قاری کی بھی گنجائش نہین اور وجہ اسکی یہ ہے کہ قرآن مجید حسب ضرورت وقتاً فوقتاً نازل ہوتا تھا اور جسوقت نازل ہوتا تھا اوسی وقت آنحضرتؐ کسی اصحاب سے جو کاتبان وحی مقرر تھے لکھنے کے واسطے حکم فرماتے تھے اور وہ کاتب اوسکو کاغذ پر یا پتھر کے ٹکڑون یا خرما کے پتے یا چمڑے پر لکھ لیتے تھے اور جو اصحاب کہ زیادہ شائق تھے اور لکھنا جانتے تھے خود بھی اپنے واسطے لکھ لیتے تھے مگر عموماً زبانی یاد کرنے کا دستور تھا یہان تک کہ لکھنے والا ابھی تحریر کے بھروسے نہ رہتا تھا وہ بھی نوک زبان یاد کر لیتا تھا کیونکہ ہر مسلمان کو نماز مین کسی قدر قرآن زبانی پڑھنا ضرور تھا اور اسواسطے اکثر اصحاب حافظ قرآن تھے اور بعض اصحاب مثل علی ابن ابی طالب و عبداللہ بن مسعود و عبداللہ بن زبیر و زید بن ثابت و ابی بن کعب وغیرہم ایسے تھے کہ وہی سب سے زیادہ قرآن کے شغل و اہتمام مین مصروف رہتے تھے ایک ایک آیت کو بکمال حزم واحتیاط آنحضرتؐ سے سیکھتے تھے اور یاد کرتے تھے اور آنحضرتؐ کے دورہ مین شریک رہتے تھے اور خود آنحضرتؐ کو قرآن کے حفظ و ضبط و استحضار مین نہایت اہتمام تھا چنانچہ نزول وحی کے وقت نہایت تیزی سے آپ وحی کو پڑھنے لگتے تھے اور جب حامل وحی رخصت ہوجاتا تھا تو آپ اوسی وحی کے یاد کرنے مین مصروف ہوجاتے تھے اور فوراً اوسے لکھوا دیتے تھے کہ مبادا کچھ ضایع ہوجائے یہان تک کہ آنحضرتؐ کے اس شوق واحتیاط و اہتمام کو دیکھکر بنظر ترحم خود جناب باری سورۂ قیامت مین فرماتا ہے لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ اور جب کوئی قبیلہ مسلمان ہوتا تھا تو آنحضرتؐ کسی شخص کو اصحاب مین سے اوس قبیلہ مین بھیج دیتے تھے تا اونکو قرآن اور مسائل عبادت تعلیم کرے

اور چونکہ آنحضرت کی حیات مین اسلام اکثر ملک عرب مین شائع ہوگیا تھا اسواسطے قرآن بھی ہر جگہہ مشتہر ہوگیا تھا بحر قلزم سے لیکر یمن کے کنارے تک اور وہان سے خلیج فارس کے آخر تک اور فرات سے ہوتا ہوا ملک شام کے کنارے کنارے پر بحر قلزم تک تمام ملک اسلام سے معمور تھا اس مین کثرت سے دیہات و قصبات تھے اور بحرین اور نجد و یمن و عمان و قبیلہ طی و ربیعہ و قضاعہ و طائف و مکہ و مدینہ وغیرہ شہرون اور بستیون مین قرآن کی تلاوت بڑی کثرت اور شوق اور احترام سے ہوتی تھی — علاوہ اسکے ہمیشہ سے اہل عرب کی عادت اور طبیعت مین یہ بات داخل تھی کہ نصیحت اور تاریخی حالات کے شوق سے اشعار اور قصائد کو حفظ کرلیا کرتے تھے اور چونکہ قرآن مین مضامین عالیہ اور نصائح مفیدہ اور خدا کی صفات اور مکارم اخلاق اوس زمانہ کے کاہنون اور شاعرون کے خیالات سے نہایت عمدہ اور افضل تھے اور باایںہمہ فصاحت و بلاغت مین بےنظیر اور بےمثل تھا اسوجہ سے اہل عرب قرآن کو اور بھی زیادہ پسند کرتے تھے اور عبارت اور مضمون دونون کی خوبی پر لوٹ جاتے تھے اور عجیب چیز کی طرح اوسکو سنتے تھے اور رغبت سے کان لگاتے تھے یہ امور اوس زمانہ کی رسم و عادت کے موافق اور بھی حفاظت و نگہداشت کے موید ہوئے — جناب سید مرتضے علم الہدی علی بن حسین فرماتے ہین ان القرآن کان علی عهد رسول الله صلعم مجموعا مولفا علی ما هو علیه الان و کان یدرس و یحفظ جمیعه فی ذلك الزمان و انه کان یعرض علی النبی و یتلی علیه و ان جماعة من الصحابة کعبد الله بن مسعود و ابی بن کعب و غیرهم ختموا القرآن علی النبی صلعم عدة ختمات و کل ذلك بادنی تامل یدل علی انه کان مجموعا مرتبا غیر منثور و لا مبثوث اور رئیس المحدثین شیخ صدوق محمد بن علی بن بابویہ رسالہ اعتقادیہ

مین فرماتے ہین واعتقادنا ان القران الذی انزله الله علی نبیه هو ما بین الدفتین
وما فی ایدی الناس ولیس اکثر من ذلك ومن نسب الینا انا نقول انه اکثر
من ذلك فهو کاذب اور شیخ جلیل اسوة المحدثین محمد بن حسن الطوسی تفسیر تبیان مین
فرماتے ہین والصحیح من مذهبنا هو الذی نصره المرتضی وهو الظاهر فی
الروایات الخ اور زبدة المحدثین شیخ حر عاملی رساله تواتر قرآن مین فرماتے ہین
من تتبع الاخبار فی تصفح الاثار من کتب الاحادیث والتواریخ وغیر ذلك فانه یعلم
قطعا ان القران کان فی غایة الکثرة نقله من الناقلین اکثرهم وانه ما زال
یزید وقد تقدم فی کلام المرتضی انه کان مجموعا مرتبا علی عهد رسول الله
صلی الله علیه وآله الخ ویاتی کثیر مما یدل علی ذلك فظهر انه بلغ حد المتواتر
بل زاد علیه بمراتب کثیرة الخ اگر کوئی کہے کہ کتب اہل اسلام مین بعض روایات ایسی
بھی ہین جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ کہین کہین دوچار لفظ عہد رسالت مین پڑھے جاتے
تھے اور اس قرآن مین نہین ہین تو جواب اسکا یہ ہے کہ وے روایات یا ضعیف ہین یا
آحاد ہین یا ماول ہین اسواسطے مفید علم ویقین وقطع نہین ہوسکتی ہین اور قرآن بغیر
تواتر کے جو مفید یقین ہے ثابت نہین ہوسکتا — شیخ ابوجعفر طوسی تفسیر تبیان
مین ایسی روایات کی نسبت لکھتے ہین طریقها الاحاد التی لا توجب علما اور سید
مرتضی علم الهدی فرماتے ہین فان الخلاف فی ذلك مضاف الی قوم نقلوا اخبارا
ضعیفة ظنوا صحتها لا یرجع بمثلها من العلوم المقطوع علی صحته۔ راقم بھی
کہتا ہے کہ بااینہمہ ان روایات کے معانی ایسے محکم اور صاف نہین جن سے ثابت ہو جائے
کہ اصل قرآن کچھ اس سے زائد تھا بلکہ وہ الفاظ بطور شرح اور حواشی کے ظاہر ہوتے ہین

جسطرح بعض آدمی اپنی یادداشت کیواسطے حاشیہ پر لکھہ لیتے ہین یا بنظر توضیح معانی لغویہ مین لکھدیتے ہین اور ہم اسلام ایمان اور اعتقادیات مین روایات آحاد پر عمل نہین کرسکتے اور قرآن ہی پر کیا موقوف ہے اکثر مسائل مین احادیث موضوعہ اور ضعاف اہل اسلام کے درمیان موجود ہین مگر کوئی اون پر عمل نہین کرتا — حق یہ ہے کہ جسطرح اہل اسلام نے قرآن کی حفاظت اور صیانت کی ہے اسطرح کسی فرقہ نے اپنی کتاب کی حفاظت نہین کی اور جس مرتبہ قرآن کا تواتر ہر عہد اور ہر طبقہ مین ثابت اور ظاہر رہا ہے اس مرتبہ پر دنیا کی کسی کتاب کا تواتر ثابت نہین مشرق سے مغرب تک تمام دنیا کے قرآنون کو دیکھہ ڈالو تو ایک ہی متن بعینہ ملیگا اور کوئی لفظ حذف یا مشکوک نہوگا جس کی صحت مین حفاظ اور اہل علم کو تامل ہو یہان تک کہ ملک یورپ خصوصا انگلستان کے علماے عیسائیہ جو پادری صاحب سے ہزار درجہ زیادہ محقق اور ماہر ہین اور اونکے برابر عربی زبان سے بھی واقف ہین بڑے جوش و خروش سے حفاظت اور عدم تحریف کو بیان کرتے ہین چنانچہ عالم محقق فاضل مدقق سر ولیم میور صاحب سیرت محمدی مطبوعہ سنہ ۱۸۶۱ کے جلد اول صفحہ ۵ مین لکھتے ہین کہ محمد کی حیات مین قرآن کی حفاظت صرف ان متفرق تحریرون مین ہی منحصر نہین تھی یہی وحی الہی تمام مسلمانون کا نبی تھا ہر ایک جماعت عام مین قرآن پڑھنا ضروری تھا اور خلوت مین قرآن کی تلاوت اور ذکر باعث ثواب عظیم تھا یہ مضمون تمام روایات قدیمہ مین متواتر المعنی ہے اور خود قرآن سے بھی پایا جاتا ہے اسی کے مطابق ہر ایک مسلمان اسکو کم و بیش حفظ کرتا تھا۔ اور مسلمانون کے قدیم سلطنت مین جو شخص جس مقدار تک قرآن پڑھ سکتا تھا اوسی اندازہ کے موافق اوسکے قدر و منزلت ہوتی تھی

عزت کی رسم سے اوسکی زیادہ تائید ہوئی وہ لوگ نظم کے تو از حد مشتاق تھے اور فن
کتابت کا سامان کافی اون کے پاس موجود تھا کہ خطبون کو لکھ رکھتے اس لیے مدت سے
لوگ اس کے عادی ہو رہے تھے کہ اشعار و خطب کو اپنے دل کی زندہ تختیون پر منقش
کر رکھتے تھے قوت حافظہ اونکی انتہا درجہ پر تھی اور اوسکو وہ لوگ قرآن کے باب مین
بکمال سرگرمی کام مین لاتے تھے اونکا حافظہ ایسا مضبوط اور اونکی محنت ایسی قوی
تھی کہ حسب روایات قدیمہ اکثر اصحاب محمد صلعم پیغمبر کی حیات ہی مین بڑی محنت کے ساتھ
تمام وحی کو حفظ پڑھ سکتے تھے ـــــ اور پھر اسی باب مین لکھتے ہین کہ عرب کا حافظہ
کیسا ہی دیرپا کیون نہو تاہم ان تحریرون کو جو صرف یاد ہی سے لکھی جاتین ہم بے اعتبار
سمجھ لیتے لیکن اس امر کے باور کرنے کی وجہ معقول ہے کہ بہت سی تحریر القلین جن مین
کل قرآن شامل تھا یا جو تقریبا کل پر مشتمل تھین مسلمانون نے پیغمبر کی حیات مین
لکھ لی تھین ان لوگون کو لکھنے کی استعداد حاصل تھی تو صحیح نتیجہ نکل سکتا ہے کہ جو چیز
ایسی حفاظت شدید سے یاد کی جاتی تھی وہ اسی طرح بکمال احتیاط لکھی بھی جاتی ہوگی
اور پھر اسی مقام پر متصلا لکھا ہے کہ ہم کو یہ بھی معلوم ہے کہ جب کوئی قبیلہ مسلمان ہوتا تھا
تو محمد صلعم کی عادت تھی کہ اپنے اصحاب مین سے کسی ایک یا دو صحابی کو اونکے پاس بھیجدیتے
تھے تاکہ اونکو قرآن اور ضروریات دین سکھلاوین اور اکثر خبر ملتی ہے کہ وہ اپنے ساتھ
مذہبی امور کی تعلیم کے لیے تحریرین لیجایا کرتے تھے پس لاجرم یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ وہ لوگ
قرآن کی ضروری سورتین بھی ہمراہ لیجایا کرتے ہونگے بالتخصیص وہ اجزای قرآن جن پر
مذہبی رسوم موقوف تھین اور نماز مین اکثر پڑھی جاتی تھین علاوہ ان تصریحات
کے جو قرآن ہی مین خود اسکے مکتوب ہونے پر پائی جاتی ہین ایک صحیح روایت مین جس

مین عمر کے مسلمان ہونے کی کیفیت مروی ہے قرآن کی بیسوین سورہ کی نقل کا
تذکرہ ہے جو عمر بن الخطاب کی بہن کے گھر مین وہ نقل اونکے ذاتی مصرف کے لیے تھی یہ
اوس زمانہ کا ذکر ہے جو ہجرت سے تین یا چار برس پیشتر گذرا پس اگر اوس زمانہ مین
قرآن کی نقلین لکھی جاتی تھین اور عام تھین دران حالیکہ مسلمان کم اور مغلوب تھے
تو یقینی نتیجہ نکلتا ہے کہ جب پیغمبر صلعم کو قوت ہوئی اور یہ کتاب اکثر ملک عرب کے لیے بعیت شر
قرار پائی تو اوس وقت قرآن کے نسخے کثرت سے بڑھ گئے ہونگے ایضاً صفحہ ۱۰۹
اور راڈ ویل صاحب سورہ قیامت وطہ کی بعض آیات سے استنباط کر کے لکھتے ہین کہ
شروع ہی سے محمد صلعم نے ایک لکھی ہوئی کتاب کے مشتہر کرنے کا ارادہ کر لیا تھا اور
آیہ لا یمسّہ الا المطہرون کے حاشیہ پر لکھتے ہین کہ یہ آیت اس امر پر متضمن ہے کہ لا اقل
قرآن کے اجزا کی نقلین عام کے استعمال مین موجود تھین اور جب عمر ایمان لائے اور
اونھون نے اپنی بہن کے ہاتھ سے بیسوین سورہ کی نقل لینی چاہی تب اونکی بہن نے
اسی آیت کا حوالہ دیا تھا ــــ اور مسٹر اڈوارڈ گبن نے لکھا ہے کہ قرآن کی بہت
سی نقلون سے وہی اعجاز کا سا خاصہ یگانگت اور عدم قابلیت تحریف کا متن ثابت
ہوتا ہے تاریخ روما الکبری جلد ۶ باب ۵۰ ــــ اور پھر سر ولیم میور صاحب محمد کی
سیرت مذکورہ کے جلد اول صفحہ ۲۷ مین لکھتے ہین کہ نہایت قوی گمان پر ہم اقرار
کرتے ہین کہ ہر ایک فقرہ قرآن کا صحیح اور بلا تبدیل محمد صلعم ہی کا کہا ہوا ہے اور اسکے
نتیجہ مین جیسا کہ وان ہیمر نے کہا ہے یہ کہتے ہین کہ قرآن کو ہم بالیقین ایسا ہی محمد کا
کلام کہتے ہین جیسا کہ مسلمان اوسکو کلام الہی سمجھتے ہین اور پھر ایک جگہہ لکھتے
ہین اور خوب لکھا ہے کہ عثمان والا نسخہ ہم تک بلا تحریف چلا آیا ہے درحقیقت ایسی

احتیاط سے اسکی حفاظت ہوئی ہے کہ قرآن کے بے شمار نسخون مین جو اسلام کے کثیر الوسعت مملکت مین منتشر ہین بڑے اختلاف نہین ہین بلکہ یون کہنا چاہیے کہ بالکل اختلافات نہین ہین محمد صلعم کی وفات کے بعد ایک چہارم صدی مین قتل عثمان رض کے وقت سے تنازع اور شدید مخالفتین ہونے سے مسلمانون مین پھوٹ پڑ گئی تھی تاہم ان مین ایک ہی قرآن ہمیشہ سے جاری رہا اور سب مین بالاتفاق اسی ایک ہی قرآن کا استعمال مین رہنا اس بات کے ثبوت کی ایک لاجواب دلیل ہے کہ ہمارے پاس اب وہی کتاب ہے جو اس مظلوم خلیفہ کے حکم سے لکھی گئی تھی غالبًا دنیا مین کوئی اور ایسی کتاب نہین ہے جو بارہ سو برس تک ایسی صحیح المتن رہی ہو اب پادری عمادالدین ان بیانات کو نظر بصیرت سے دیکھین اور سمجھین مجھکو زیادہ کہنے کی حاجت نہین ہے صرف اتنا ہی کہتا ہون الفضل ما شھدت به الاعداء ——— یہان اگر کوئی یہ شبہہ کرے کہ ہرگاہ آنحضرت صلعم کی حیات مین قرآن سب لکھا ہوا موجود تھا تو خلافت اول مین جمع ہونا کیا معنی اور خلیفہ ثالث رض کا جامع القرآن ہونا کیا جواب یہ ہے کہ خلافت اول مین قرآن جمع کیے جانے اور اوس سے پہلے جمع نہونے کی خبر منجملہ اخبار آحاد ہے پس یہ خبر قطعی اور یقینی امر کے معارض نہین ہو سکتی اور نہ واقعی معاملہ کا مقابلہ کر سکتی ہے خیال کیجیے کہ یمامہ کی لڑائی بقول واقدی و ابی معشر سنہ ۱۲ ہجری کے ربیع الاول مین ہوئی اور بقول طبری سنہ ۱۱ھ مین اور بقول دیگر سنہ ۱۱ھ کے آخر مین اور زمانہ خلافت اول دو برس اور دو مہینے مشکل پہنچتا ہے اور زید بن ثابت کی تتبع و تلاش ایک عرصہ معتد بہ تک ہنی چاہیے کیونکہ درحالیکہ قرآن غیر مرتب ہو تو کھجور کے پتے اور پتھر کے ٹکڑے اور چمڑے کے ورق اور ہڈیان ڈھونڈھنے اور حافظون کو جمع کرنے

اور اوسکے لکھنے مین بہت مدت گذری ہوگی اور بعد و سلسلہ وار او تہذیب آیات اور باسلوب خوش لکھنے اور نقل شئی مین دیر ہوئی ہوگی پس ضرور تھا کہ یہ معاملہ بہت مشتہر ہوتا اور مثل جنگ بدر و احزاب کے اسکا شہرہ مسلمانون مین پڑتا اور صحاح احادیث مین اسکی روایتین بہت پائی جاتین مگر تمام صحاح کو دیکھہ ڈالو یہی زید بن ثابت اور یحییٰ بن عبد الرحمان اور لیث بن سعد اور ابن شہاب اسکے ناقل ملتے ہین اور نہین ——

ہان بمقول مشہور تا نباشد چیزکے مردم نگویند چیزہا ان روایات احاد سے بوجہ اختلاف اگر ثابت ہوگا تو بالاجمال اسقدر کہ خلیفۂ اول رضی نے بتحریک خلیفۂ ثانی رضی قرآن کی کتابت و نقل پر کچھہ توجہ کی لیکن بعد استکتاب رسول مقبول صلعم کے خلفاء کی توجہ کیواسطے اسی قدر محل اور موقع باقی نکلتا ہے کہ آنحضرت کا خاص قرآن بوجہ تفرق اوقات وحی کے متفرق اوراق پر تھا اور بعض آیات بوجہ سردست نہ ملنے کاغذ کے چمڑے وغیرہ پر ہونگے اسواسطے خلیفۂ اول رضی نے چاہا کہ یہ اوراق منتشرہ مجتمع ہو جائین اور تبرکاً محفوظ رہین اور اسی اصل قرآن سے ایک قرآن خوشخط نقل ہوکر مجلد اور مربوط دار الخلافت مین رکھا رہے اور بطور ہدایت نامہ اور قانون ریاست کے سمجھا جاوے اور بنظر احتیاط دیگر اصحاب کے قرآنون سے اور حفاظ سے پڑھوا کر مقابلہ کرا لیا ہوگا چنانچہ اسی کے قریب محقق حارث محاسبی نے بھی لکھا ہے کتابة القران لیست بمحدثة فانه صلی الله علیه وسلم کان یامر بکتابته ولکنه کان مفرقا فی الرقاع والاکتاف والعسب فانما امر الصدیق بنسخها من مکان الی مکان مجتمعا وکان ذلك بمنزلة اوراق وجدت فی بیت رسول الله صلعم فیها القران منتشر فجمعها جامع وربطها بخیط حتی لا یضیع منها شیء کما فی النوع الثامن عشر من الاتقان ——

اور عثمان جامع القرآن کسیطرح نہین اونھون نے صرف اسی قدر کیا تھا کہ جب اونکو معلوم ہوا کہ بعض لوگ کہین کہین قرأت الفاظ مین اختلاف کرتے ہین تو اونھی قرآن خلیفۂ اول رضؓ کو زید بن ثابت اور عبد اللہ بن زبیر اور عبد اللہ بن الحارث بن ہشام وغیرہ سے پھر نظر ثانی کراکے اوسی کی نقلین جابجا دیار و امصار مین بھیج دین اور جن لوگون کے پاس قرآن کی ناقص سورتین یا متفرق اجزا تھے اور بوجہ بشریت یا بوجہ غیر حاضری خدمت رسول یا دیگر اسباب سے اونکے اجزا مین آنحضرتؐ کے قرآن سے اختلاف رہ گیا تھا اونکو جلوا دیا چنانچہ حارث محاسبی کا قول اتقان مین ہے المشہور ان جامع القرآن عثمان ولیس کذالک ——— اور اگر پادریصاحب اس بیان واقعی کو تسلیم نکرین اور براہ تعصب انھین روایات احاد سے استدلال کرکے وہی دعوی کیے جاوین کہ مسلمان صدہا الفاظ بھول گئے تاہم اونکا دعوی غلط ہے کیونکہ بر سبیل تنزل ہم یہ کہہ سکتے ہین کہ جن لوگون نے وہ اخبار آحاد نقل کیے ہین اونکو وہ مقامات بھی معلوم ہین پھر بھول جانے کا اتہام کسی جماعت اسلام پر درست نہین ہو سکتا یہ امر خاص توریت و انجیل کا ہی حصہ ہے **قولہ** یہ دو قسم کی غلطیان ہین اول آنکہ سب لفظون کے اعراب یعنی زیر زبر پیش سکون وقف مد و شد محمد صاحب کے بتلانے کے موافق نہین ہین اور بعینہ کسی مسلمان کو یاد نہین رہے یعنی لفظ حج بالفتح اور حج بالکسر قرآن مین آیا ہے اب ضرور ہے کہ محمد صاحب کا محاورہ ایک ہوگا پر مسلمان کہتے ہین کہ جسطرح چاہو پڑھلو یہ صحیح نہین بتلا سکتے کہ اونکا محاورہ کونسا تھا اس قسم کی غلطیان ان حافظون نے صدہا جگہہ قرآن مین کر ڈالی ہین دوسری قسم کی غلطیان یہ ہوئی ہین کہ حافظون نے صدہا لفظ بھی یاد نہین رکھے کوئی کہتا ہے یہ لفظ محمد صاحب نے

تبایا تھا اور کوئی دوسرا لفظ بتلاتا ہے **اقول** اختلاف قرأت کو غلطی کہنا سمجھ کی غلطی
ہے کیونکہ اختلاف قرأت اصل لغات عرب مین موجود ہے مثلاً لفظ کبد تین طرح سے
پڑھا جاتا ہے اور ابل اور کتف دو طرح سے اور بجاے لعلّ علّ بھی بولتے ہین اور
لدن کو کئی طرح سے بولتے ہین لدُنْ لَدَنْ لُدْنِ لَدْ لُدْ لَدُ اور اختلاف قرأت
کچھ زبان عرب پر ہی موقوف نہین اپنے اپنے طرز و قاعدہ سے ہر زبان مین ہے مثلاً
فارسی مین آب اور آو اور اشکم اور شکم ہندی مین جوگ و یوگ اور منش و منکھ اور
اختلاف قرأت کی دو قسم کرنے سے معترض کی یہ غرض ہے کہ ناواقف لوگ دوسری
قسم کو یہ خیال کرین کہ قرآن مین اس قسم کا اختلاف ہے کہ کوئی زید کہتا ہے اور کوئی
اوسکی جگہ عمرو اور کوئی الحمد کہتا ہے اور کوئی اوسکی جگہ الذم یا اور کچھ کہتا ہے یہ محض
سفسطہ ہے کیونکہ جسکو وہ کہتا ہے کہ صدہا لفظ یاد نہین رکھے وہ زبان عربی مین
حسن عبارت ہے کہ ایک لفظ کئی طرح سے پڑھا جاتا ہے اور مطلب ایک ہی رہتا ہے
مثلاً تعلمون بصیغہ حاضر اور یعلمون بصیغہ غائب بندون کے حق مین وارد ہوا
یعنے خواہ یون کہو کہ جو وہ عمل کرتے ہین اوسکی سزا پاوینگے خواہ یون کہو کہ جو تم
عمل کروگے اوسکی سزا پاؤگے بہرحال دونون حالتون مین بندون کے اعمال کی سزا
کا اظہار مقصود ہے کوئی اہل علم خصوصاً عربی دان اسکو یہ نہین کہہ سکتا کہ مسلمان
لوگ اصل لفظ کو بھول گئے اگر کوئی خوبی عبارت کہے گا تو اختلاف قرأت کہیگا مگر
غلطی ہرگز نہین کہے گا اور اس اختلاف قرأت کی دو قسمین کرنا بھی غلط ہے بلکہ عربی
زبان مین اختلاف قرأت کی سات صورتین ہین اول تغیر کلمہ کا یعنی اختلاف قرأت
صرف حرکات و اعراب مین ہو بغیر اسکے کہ معنی اور صورت مکتوبی مین تغیر ہو مثلاً حج

بالفتح وبالکسر جسطرح لفظ کبد تین طرح سے ہے ثانیاً اعراب کے تغیر سے مفہوم مین تغیر ہوجاوے مگر صورت مکتوبی اور حاصل مطلب متکلم کا متغیر نہو مثلاً کلماتٌ بالنصب والرفع آیہٌ فتلقی ادم من ربہ کلمات مین اور اذ تلقونہ ثالثاً کلمہ کے حروف مین تغیر ہو اور اوس سے معنی اور مفہوم مین بھی تغیر ہوجاوے مگر حاصل مطلب متکلم اور صورت مکتوبی متغیر نہو مثلاً بعض جگہہ یعلمون اور تعلمون اور کیف ننشزھا بالزاء المعجمہ وبالراء المہملہ رابعاً کلمہ کی صورت مین تغیر ہو مگر معنی مین نہو مثلاً الصراط والسراط اور وان کانت الا صیحۃ والا زقیۃ خامساً صورت اور معنی دونون مین تغیر ہو مگر حاصل مطلب متکلم متغیر نہو مثلاً فامضوا اور فاسعوا واذا مشوا واذا مروا سادساً کلمہ کی تقدیم وتاخیر کے سبب تغیر ہو مگر معنی اور مطلب متغیر نہو مثلاً وجاءت سکرۃ الموت بالحق اور وجاءت سکرۃ الحق بالموت سابعاً حرف کی زیادتی وکمی سے تغیر ہو مگر معنی ومطلب متغیر نہو مثلاً مالک یوم الدین وملک یوم الدین وانجینا ونجینا اور بعد اور باعد اور وصی اور اوصی اور وما عملت ایدیھم وما عملتہ ایدیھم کیونکہ ضمیر مفعولی کو خواہ لکھو یا نہ لکھو بہر حال مراد ہے ــ یہ سب صورتین اختلاف قرأت کی ہین انکو کوئی تحریف نہین کہہ سکتا کیونکہ جب تک لفظ کے تغیر سے متکلم کے مقصود مین خلل نہ پڑے تب تک قرأت کا ہی اختلاف کہلاوے گا ہان اگر اس اختلاف لفظ سے متکلم کے مقصود مین خلل ہو تو وہ تحریف اور غلطی ہے اور اسواسطے ضرور ہے کہ بعض صورتون مین متکلم کی مراد بھی معلوم ہو تا کہ اوسکی حفاظت رہے معترض نے جسقدر الفاظ قرانی اس کتاب مین لکھی ہین وہ ان اقسام ہفتگانہ سے خارج نہین اور چونکہ یہ سب الفاظ ایسے ایسے مقامات کے ہین کہ جہان متکلم کی مراد ظاہر اور بدیہی ہے اور قطعاً معلوم اور متیقن ہے اسواسطے اون الفاظ کے اختلاف قرأت سے مطلب مین کہین خلل

نہین پڑتا علاوہ اسکے ہم اہل اسلام عبارت قرآنی کا مطلب محض قرآن سے سمجھکر
مطمئن نہین ہوتی بلکہ قرآن کے معانی احادیث اور روایات اصحاب سے معلوم کرتے
ہین جسطرح سے اکثر اشعار عرب کے معانی منقول ہوتے ہین بالجملہ اختلاف قرأت کو غلطی
کہنا عین غلطی ہے اور جو اہل علم دو تین زبانون کو جانتے ہین وہ ایسے شخص کو خبر یہ
نافہم یا متعصب کہین گے خدوصا او سکو جو الحاقات مصرحہ نصاری اور شکوک عبارتون
کا نام اختلاف قرأت رکھے اور عبارت قرآنی مین صرف تغیر حرکات و حروف جس سے
مراد متکلم مین خلل نہ پڑے تحریف کہے اہل علم جانتے ہین کہ اختلاف قرأت مفردات الفاظ مین ہوتا ہے
عبارت یعنی جملون کے غائب ہوجانے اور زیادہ ہوجانے کو اختلاف قرأت نہین
کہتے اور اختلاف قرأت ہر زبان کا اوسی زبان کے الفاظ تک اکثر رہتا ہے اور جب
اوسکا ترجمہ ہوگیا تو پھر اختلاف قرأت کہان اور معترض نے جو ایک عام فریب بات
کہی ہے کہ محمد صاحب کا ضرور ایک محاورہ ہوگا یہ محض غلط ہے کیونکہ ہر گاہ اون کی
زبان مین ایک لفظ کئی طرح پڑھا جاتا تھا تو اوسکا ایک محاورہ کیونکر ہوسکتا ہے
قولہ مگر ان مولویون نے اس عیب چھپانے کے واسطے یون کہا ہے کہ قرآن
سات قرأت پر نازل ہوا ہے جونسی قرأت پڑھو وہی صحیح ہے پہلے ہم اسکا جواب
دیتے ہین پھر کچھہ بات کرین گے واضح ہو کہ مسلمانون کا یہ دعوی کہ قرآن ہفت
قرأت مین نازل ہوا ہے بالکل جھوٹ ہے وہ حدیث جس مین یہ ذکر آیا ہے اور
جسکو تمام اہل اسلام بولتے پھرتے ہین عثمانؓ سے یون نقل ہوئی ہے ان القرآن
انزل علی سبعۃ احرف کلھا شاف کاف جلال الدین سیوطی نے تفسیر اتقان مین
لکھا ہے کہ اس حدیث کے معنون مین اختلاف ہے کیونکہ اسکے چالیس معنی ہین

جواوس نے شرح بیان کیے ہین جنکا انجام یہ نظر آتا ہے کہ یہ حدیث مشکل ہے اس کے
صحیح معنی کسی مولوی کو معلوم نہوسے کیونکہ حرف کے معنی قرأت کے کہین نہین آئے
بلکہ اسکے معنی طرف اور اجزاے صوت اور کلمہ کے ہین اور لفظ سبعہ یعنی سات اپنے حقیقی
معنی مین نہین بلکہ اوس سے مراد کثرت فی الاحاد ہے جیسے سبعون سے کثرت فی العشرات
مراد ہوتی ہے چنانچہ ابن سعدان نحوی بھی کہتا ہے پس مولویون کو چاہیے کہ پہلے اپنے
بزرگ جلال الدین کی تفسیر کی اصلاح دین بعد اوسکے دعوی کرین کہ قرآن ہفت قرأت
پر نازل ہوا ہے **اقول** کوئی مسلمان اس اختلاف قرأت کے عذر مین اس حدیث
کو پیش نہین کرتا اور جب کوئی پیش نہین کرتا تو پھر تفسیر سیوطی کی اصلاح کی کیا
ضرورت ہے بلکہ جو کوئی یہ خیال کرے کہ مسلمان ان الفاظ کے جواب مین اس حدیث
کو پیش کرین گے تو وہ اپنے جہل کی اصلاح کرے کیونکہ سیوطی نے اوسی اتقان مین
لکھا ہے کہ سبعہ احرف سے قرأت سبعہ مراد سمجھنا جہل قبیح ہے اس حدیث کے
پیش کرنے کی مسلمانون کو اوسوقت ضرورت ہو جبکہ یہ اختلاف قرأت قرآن کے
واسطے عیب یا موجب تحریف ثابت ہو یا اسکا کوئی جواب نہو اسکا جواب تو اون کے
پاس بہت عمدہ موجود ہے وہ یہ ہے کہ یہ قرآن جو ما بین الدفتین ہے خود جناب
رسالت مآب صلعم نے اپنے حضور مین لکھوایا اور سیکڑون کو حفظ کرایا اوسی کی نقل
بعینہٖ آج تک چلی آتی ہے جیسا کہ بشہادت مخالفین اوپر مذکور ہوا —— اور
قرا سبعہ کا اختلاف قرأت کسی کسی لفظ مین روایات احاد ہین اور قرآن بدون تواتر
کے اہل اسلام کے نزدیک ثابت نہین ہوسکتا پس اس قرآن موجودہ اجماعی و متواتر
کی قرأت کے مقابلہ مین روایات آحاد کا کچھ اعتبار نہین بھلا کسی مسلمان سے کہا جاوے

لہ تو اپنے قرآن کو حمزہ یا نافع یا کسائی کی قرأت کے مطابق نبالے ہرگز قبول نکریگا
اور آج تک کسی نے اس قرآن کے خلاف دوسرا قرآن نہین دیکھا اگر کوئی کہے کہ قرأ
سبعہ کی قرأتین احاد نہین بلکہ متواتر ہین اور بعض بعض علما نے اسکے تواتر کی تصریح
کی ہے چنانچہ مولوی رحمتہ اللہ نے اعجاز عیسوی مین تواتر کا دعوی کیا ہے جواب اسکا
یہ ہے کہ ان علما کا مطلب تواتر سے یہ ہی کہ یہ قرأتین ان قاریون سے ہم تک بطور
تواتر پہنچی ہین لیکن ان قاریون کو آنحضرت سے بطور تواتر نہین پہنچین اور کیونکر
کوئی ایسا دعوی کرسکتا ہے کیونکہ ہر ایک قاری کو بعد چند وسایط کے ایک صحابی
کی قرأت پہنچی ہے مثلاً ابن عامر شامی قاری ایک واسطہ کے بعد عثمان کا شاگرد
ہے یعنی اوس نے مغیرہ سے پڑھا اور مغیرہ نے عثمان سے اور ابن کثیر مجاہد کیوسطہ
سے ابن عباس کا شاگرد ہے اور عاصم عبد الرحمن السلمی کے واسطے سے جناب امیر المومنین
علی بن ابی طالب کا اور پھر زرین کے واسطہ سے عبد اللہ بن مسعود کا شاگرد ہے
وقس علی ہذا اور چونکہ ہر صحابی اور اونکے وسائط شخص واحد ہین اسواسطے ہر ایک
قرأت کا مبدا واحد ہے اور اونکی روایات از قبیل روایات احاد ہین ہان اگر ہر ایک
قاری کی روایات متعدد اصحاب تک پہنچ جاتین یا یہ ساتون قاری ہر لفظ کی قرأت
مین متفق ہوتے گو قرآن کے خلاف ہوتے تو بھی انکی قرأت قریب متواتر ہوجاتی
اور بعد تحریر جواب کے جو اتقان مین دیکھا تو معلوم ہوا کہ علامہ زرکشی نے بھی
برہان مین قرأتون کے تواتر کو تسلیم نہین کیا اور وجہ اوسکی یہی معلوم ہوتی ہے
جو راقم نے بیان کی ہے اور بسبیل تنزل ہم کہتے ہین کہ قرا سبعہ کی قرأتین کتابون
مین موجود ہین اگر کسی کو کسی آیت کے معنی مین شک ہو تو وہ ان قرأتون کو اپنے

اپنے مقام پر چسپان کرکے دیکھ سکتا ہے اور جملے کے معنی کو سمجھ سکتا ہے ایسی حفاظت
اور احتیاط پر یہ کہنا کہ مسلمان صدہا لفظ بھول گئے کمال تعصب ہے ہم پوچھتے
ہین کہ اگر مسلمان بھول گئے تو معترض نے یہ لفظ کہان سے پائے ہان اگر مسلمان یہ
کہین کہ قرآن سے فلان فلان مقام کی عبارت جاتی رہی ہے اور معلوم نہین کیا
تھی یا قرآن کے نسخے مختلف پائے جاتے ہین جسطرح توریت وانجیل کے تو البتہ
اعتراض مسلمانون پر عائد ہو واذ لیس فلیس اصل مطلب کے جواب کے بعد مین معترض
کے ہفوات پر توجہ کرتا ہون وہ کہتا ہے کہ جلال الدین سیوطی نے نقل کی ہے کہ اس
حدیث کے چالیس معنی ہین پہلے مسلمان اوس تفسیر کی اصلاح کرین ـــ پادری صاحب
کے دعوی محققیت سے بہت بعید ہے کہ کسی روایت کے معنی یا سند کو صرف سیوطی تک
پہنچا کر چپ ہو جاوے اور پھر اعتراض شروع کرے کیا اہل اسلام مین ایک صرف
سیوطی ہی محقق تھا اور کوئی محقق نہین یا سیوطی صحابی تھا جس کا قول مسلم ہو
اگر سیوطی کے نزدیک اسکے معنی مشکل ہون تو ہون کچھ پروا نہین اس حدیث کے
معنی چند صحابہ نے فرمائے ہین چنانچہ خود سیوطی نے لکھا ہے اخرجه الحاکم والبیهقی
عن ابن مسعود عن النبی صلی اللہ علیه وآله قال کان الکتاب الاول ینزل
من باب واحد علی حرف واحد ونزل القرآن من سبعة ابواب علی سبعة
احرف زجر وامر وحلال وحرام ومحکم ومتشابه وامثال اور
ابو قلابہ نے جناب رسول خدا سے روایت کی ہے انه قال نزل القرآن علی سبعة
احرف امر وزجر وترغیب وترهیب وجدل وقصص ومثل اور اسیطرح
جناب امیر المومنین علی ابن ابیطالب سے منقول ہے کہ قرآن سات قسم پر نازل ہوا ہے اور

ہر ایک کا فی وشافی ہے امر و زجر و ترغیب و ترہیب و مثل وجدل
و قصص اور معترض جو کہتا ہے حرف کے معنی قرأت کے نہین آئے بلکہ اوسکے معنی طرف
اور اجزای صوت اور کلمہ کے ہین یہ محض فضول ہے کوئی مسلمان بیان حرف کے معنی
قرأت نہین کہتا بلکہ اسکے معنی طرف اور وجہ کہتے ہین یا حرف ہجا کے کہتے ہین چنانچہ
خود قرآن مجید مین حرف بمعنی وجہ آیا ہے ومن یعبد الله علی حرف واحد ای علی
وجہ واحد پس ہرگاہ کہ حرف کے معنی وجہ ہین تو پھر حدیث عبداللہ بن مسعود اور
ابو قلابہ اور جناب امیر کے قبول کرنے مین کیا عذر باقی ہوگا اور اگر کسی کو ان احادیث
کے قبول کرنے مین عذر ہو تو پھر سات بطون معانی یا سات بطون قریش کے لغات
خود مجمل ہے **قولہ** اگر ہم انکا یہ دعوی جبراً قبول بھی کرین تو اونکے ہفت قرأت مین
قرآن کی وہ غلطیان داخل ہونگی جن کو ہم نے اول قسم کی غلطیان تبلایا ہے قسم دوم
کی غلطیان اوس مین داخل نہوسکین گی کیونکہ یہ غلطیان ایسی نہین ہین کہ کوئی
عقلمند ان کو قرأت مین داخل سمجھے بلکہ اکثر اون مین کی انکے عالمون نے بھی قرأت
مین داخل نہین کین جن سے بطور نمونہ کچھ بیان کرتا ہون فقط **اقول** معترض نے
دنیا سے شرما کے اعرابی اختلافات قرأت کو تو کچھ دبے دبائے اختلاف قرأت مین داخل
کر لیا خیر خدا کا شکر ہے لیکن حروفی اختلاف قرأت کی نسبت ابھی انکار ہے غالباً
اب اس جواب کو دیکھکر اونکو بھی داخل کر لیوے کیونکہ ہم اوپر خوب ثابت کر چکے ہین
کہ اختلاف قرأت کی سات صورتین ہین اور تا وقتیکہ تغیر لفظی سے خواہ کسی قسم کا مراد
ہو مراد متکلم مین خلل نہو وہ ضرور اختلاف قرأت ہے پس معترض کو لازم ہے کہ جس
لفظ پر اعتراض کرے اوسکے ساتھہ یہ بھی ظاہر کرے کہ اس اختلاف قرأت سے حاصل

مطلب مین خلل ہوگیا اور احادیث مین بھی اوسکا کچھ بیان نہین او سوقت اعتراض
معترض کا قابل التفات ہوگا ورنہ نہین اور یہی جواب اون سب الفاظ کے واسطے کافی
ہے جو معترض نے عوام کے واسطے ایک نقشہ مین لکھے ہین اور یہ دعوی کہ اکثر اون
مین کی غلطیان اونکے عالمون نے بھی قرأت مین داخل نہین کین یہ دعوی بھی
تا وقتیکہ اوسکی کوئی نظیر بیان نہو جھوٹ ہے قابل التفات نہین **قولہ** اول
سورہ بقر کے ۳۵ رکوع مین ہے اِعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ بعض کہتے ہین
کہ محمد نے یہ عبارت نہین بولی بلکہ بجاے اسکے یہ عبارت بولی ہے اِعْلَمْ امر من اللہ
لہ اب انصاف کرو کہ یہ عبارت مشکوک ہے یا نہین ضرور حافظون نے محمد کی
صحیح عبارت یاد نرکھی یا کسی حافظ نے تحریف کی **اقول** معترض نے اس جگہ جو
انصاف طلب کیا ہے اسواسطے ہم انصاف کی بات کہتے ہین کہ جب قرآن مین
کہین تحریف نظر نہین آئی تو پھر اسلاف کی چال چلے یعنی جسطرح اونھون نے انجیل
مین حاشیون کی عبارتین ناقہمی سے اصل متن مین داخل کردین یا اپنے طرف سے
زائد عبارتین ملادین اسیطرح معترض نے جلال الدین سیوطی کی تفسیر کی عبارت
قرآن کی دوسری عبارت سمجھہ لی قرآن مین صرف لفظ اَعْلَمُ مین جو صیغہ مضارع
متکلم ہے اختلاف قرأت ہے کہ اوسکو حمزہ قاری نے امر کا صیغہ یعنی اِعْلَمْ بسکون میم
پڑھا ہے اور چونکہ در صورت امر ہونے کے لفظ قال کے فاعل مین جو اَعْلَمُ سے پہلے ہے
بادی النظر مین اشتباہ ہوتا ہے کہ قائل اَعْلَمُ کا کون ہے یعنی آیا عزیر صاحب قصہ فاعل
ہے یا اللہ تعالی فاعل ہے اسواسطے جلال الدین نے اوس فاعل کی تشریح کردی ہے
اور لکھا ہے کہ اِعْلَمْ صیغہ امر ہے اور اللہ کی طرف سے ہے واسطے اوسی عزیر کے جسکا

ذکر اوپر مذکور ہے پس اس عبارت یعنی اعلم امن مناللہ کو معترض دوسری قراءت سمجھا ہے حیف ہے ایسی جہالت پر اور افسوس ہے ایسی بے بصیرتی پر جس کے باعث قرآن اور تفسیر کی عبارتون مین تمیز نہو میری دانست مین کافیہ خوان طالب علم بھی ایسی غلطی اور نافہمی نہین کر سکتا کیا معترض نے یہ سمجھ لیا ہے کہ ہندوستان مین کوئی عربی دان نہین رہا یا یہ سمجھا ہے کہ کوئی جواب نہ لکھے گا اور اپنا مطلب دریون سے نکل جائے گا زمانہ کی بے تمیزی سے سخت تعجب ہے کہ ایسا شخص قرآن مجید پر اعتراض کرنے کا ارادہ کرے مگر بعد تامل کے عقل نے یہ حیرت و تعجب رفع کر دیا اور کہا کہ قرآن پر اعتراض کرنا ایسے ہی شخص کا کام ہے تعجب جب تھا کہ کوئی ادیب کامل بافہم اعتراض کرتا معترض نے اوپر لکھا ہے کہ دوسری قسم کی غلطیون مین سے بطور نمونہ لکھتا ہون سو بقول مشہور کہ اول بہا بیش بہا پہلا ہی نمونہ اونکی جہالت کا عمدہ نمونہ ہے **قولہٗ** دوم ال عمران کے ۵ رکوع مین ہے فیکون طیراً بعضے قرآنون مین طائراً ہے پس صحیح معلوم نہین کہ محمد نے طیراً بولا تھا یا طائراً **اقول** ہمکو خوب صحیح معلوم ہے کہ آنحضرتؐ نے طیراً بولا ہے کیونکہ یہی قریش کا محاورہ ہے اور ثبوت اسکا یہ ہے کہ قرآن مجید مین اکثر جگہہ جانور کو طیر فرمایا ہے اور طائر بمعنی افسون اور فال بد مستعمل ہوا ہے دیکھو سورہ مائدہ کو دو جگہہ اور سورہ یوسف مین ایک جگہہ اور جس قاری نے یہان طائر پڑھا ہے اوسکی روایت بمقابلہ قرآن معتبر نہین علاوہ اسکے طیر بھی بمعنی طائر مستعمل ہے پس محض بلفظ کا اختلاف ہے اس سے معنی مین کچھ تغیر نہین اور یہ بھی پہلی ہی قسم کی صورت ہے جسکو معترض نے دھوکے سے دوسری قسم مین داخل کیا ہے ہر کیف اعتراض دواہیات ہے **قولہٗ** اسی کے

۹ رکوع مین سے اتینکم من کتب دوسرے قرآنون مین ہے اتینا من کتب پس کہان اتیت اور کہان اتینا حافظون نے اصل لفظ بھلا دیا **اقول** یہان بھی حضرت معترض نے وہی استادی کی کہ لفظ کم ضمیر کو دوسری جگہہ سے اڑا دیا تھا لیا اس سے یہ غرض مخفی ہے کہ عوام بہت بڑا فرق سمجھین مگر تمام قرآنون مین اتینکم من کتب ہے اور صرف نافع نے اتیناکم من کتب پڑھا ہے یہ نافع بہت پچھلا قاری ہے قرآن کے مقابلہ مین اسکے روایت چندان معتبر نہین ہو سکتی — علاوہ اسکے اتیت واحد متکلم ہے اور اتینا جمع متکلم ہے اور فاعل اسکا جناب الٰہی ہے اور وہ اپنے مین قرآن مین کہین بصیغۂ واحد فرماتا ہے اور کہین بصیغۂ جمع پس اگر یہان ضمیر واحد ہو تو وہی معنی ہین اور جمع ہو تو وہی معنی ہین بعد اسکے پادری صاحب کہتے ہین کہ دوسرے قرآنون مین ہے اتینا من کتب اونسے کوئی پوچھے کہ وہ کونسا قرآن ہے جسمین آپ نے یہ دیکھا ہے جب تک اسکا ثبوت نہ دوسکے دروغگوئی کا الزام رفع نہوگا ہان اگر یون لکھتے کہ بعض قاریون نے اسطرح پڑھا ہے تو کچھہ دروغ تھا **قول ۱۸** چہارم اسی کے ۱۴ رکوع مین ہے وسارعوا الی مغفرة دوسرے قرآنون مین ہے وسارعوا الی مغفرة لفظ سارعوا جمع اور سارع امر واحد ہے حافظون نے اصل محمدی لفظ بھولا دیا **اقول** ہرگز اصل لفظ محمدی صلعم نہین بھولایا اصل لفظ محمدی سارعوا ہے دوسری قرات صرف نافع اور ابن عامر کی ہے سو وہ قرآن کے مقابل مستند نہین اور باانیہمہ اس سے مطلب مین کچھہ فرق نہین پڑتا کیونکہ عموماً کل آدمیون کو مغفرت کی طرف سرعت کرنے کا حکم ہے اور ایسی عبارت مین جسطرح لفظ جمع مستعمل و مفید ہوتا ہے اوسی طرح لفظ واحد بمعنی عام افراد

جنسیہ پر حکم ہو سکتا ہے مثلاً کہتے ہین کہ آدمی بڑا غافل ہے اور آدمی بڑے غافل ہین
اور یہان بھی معترض مثل اعتراض سابق کے جھوٹ بولا کہ دوسرے قرآنون مین ہے
حالانکہ کسی قرآن مین ایسا نہین اگر ہو تو اوس قرآن کو پیش کرے قولہ پنجم
اسکے ۱۹ رکوع مین ہے جاء وا بالبینات والزبر وبالکتاب المنیر یعنے محمد کے
شاگرد کہتے ہین کہ یون نہین بلکہ اوسنے یون بتلایا تھا جاء وا بالبینات وبالزبر
وبالکتاب المنیر اب دیکھو کر اس عبارت اور اوس عبارت مین کتنی بھول ہے
مولوصاحب حافظون کی تحریف کو تحریف نہین جانتے ہی ان لوگون نے محمدی
قرآنون کو حفظ کر رکھا ہے تمھارے حفظ کرنے سے کیا فائدہ ہوا جبکہ تم اصل عبارت
کو یاد نہین رکھہ سکے اقول اس عبارت مین کچہ بھول اور تحریف نہین صرف علم
عربی اور ایمان کی بھول ہے اگر یقین نہو تو معترض کسی عربی خوان انگریز سے
دریافت کرلیوے کہ یہان حرف باے جارہ کے زائد ہونے سے کیا فرق ہو گیا۔
حق یہ ہے کہ پادریصاحب صرف جاہلون کو مغالطہ دینا چاہتے ہین اور کچہ نہین
علاوہ ازین یہ قرأت صرف ابن عامر کی ہے جسکو آنحضرت سے چوتھا واسطہ
ہے پس قرآن کے مقابلہ مین کچہ اعتبار نہین قولہ ششم مائدہ کے ۱۵ رکوع
مین ہے ان ہذا الا سحر مبین یعنے کہتے ہین کہ اوس نے ساحر مبین بتلایا ہے دیکھو
حافظون نے سحر اور ساحر مین تمیز نہ رکھی اقول حافظون نے خوب تمیز رکھی ہے
کہ سحر مبین بتلایا ہے صرف بعض کوفیون نے ساحر پڑھا ہے اور اونمین بھی
عمدہ اور افضل قاری عاصم نے سحر پڑھا ہے اور اگر کسی نے ساحر پڑھا تو کیا قباحت
ہے صرف اختلاف قرأت ہے کیونکہ لفظ ہذا جو اس آیت مین الا سے قبل ہے اوسکی

مشارالیہ یہان دو چیزین ہو سکتی ہین اول معجزہ عیسی یعنی مٹی کے تپلے مین جان ڈالدینا اور اندھے اور مبروص کو اچھا کر دینا دوم خود حضرت عیسیٰؑ پس بنا بر روایت قرأت اول کے یہ ترجمہ ہے کہ یہود نے یہ معجزات عیسیٰؑ کے دیکھکر کہا کہ یہ امر یعنی تپلے مین جان ڈالنا وغیرہ سحر ہے اور بنا بر قرأت دوم کے یہ ترجمہ ہے کہ یہود نے کہا کہ یہ شخص عیسی ساحر ہے اگرچہ لفظ ساحر اور سحر مین اسم مخص اور اسم مشتق کا فرق ہے مگر یہان دونون لفظون کا مآل ایک ہے کہ یہود نے حضرت عیسی کو سحر کی تہمت لگائی پس اعتراض واہیات ہے

قولہ ۱۸ ہفتم انعام کے ۸ رکوع مین ہے توفتہ رسلنا بعض کہتے ہین توفاہ رسلنا اونسے بتلایا ہے اس جگہہ لفظ توفتہ اور توفاہ مین حافظون نے شک ڈالدیا

اقول ہرگز شک نہین سب مسلمان بالیقین توفتہ جانتے ہین اور جملہ قاریون نے اسی طرح پڑھا ہے صرف حمزہ کی روایت ہے کہ اونسے توفاہ پڑھا ہے سوا اسکے صحابہ کے تابعین سے پڑھا ہے اور شخص واحد ہے روایت چندان معتبر نہین اور اگر معتبر بھی ہے تو عربی دان کے نزدیک کچھہ قباحت نہین کیونکہ جب فاعل اسم ظاہر مؤنث غیر حقیقی ہوتا ہے تو فعل کی تذکیر و تانیث مین اختیار ہے پس دونون لفظون مین صرف تذکیر و تانیث کا فرق ہے مطلب مین کچھہ نہین اور ایسا فرق زبان عرب مین لفظی فرق بھی نہین کہلاتا علاوہ ازین قریش کا محاورہ وہی معلوم ہوتا ہے جو قرآن مین ہے چنانچہ ایک جگہہ وارد ہے فقد کذبت رسل اور قالت رسلہم پس اعتراض واہیات ہے

قولہ ۱۹ ہشتم اعراف کے ۱۶ رکوع مین ہے واذ نجینا کم دوسرے کہتے ہین نہین بلکہ واذ انجاکم اوسنے بولا ہے پس ضرور ان دونون مین سے ایک باطل ہے

اقول محض جاہل کا تو ذکر نہین مگر جسنے کتاب تیسیر بھی پڑھ لی ہوگی وہ تو معترض

کے مغالطہ مین کبھی نہین آسکتا کیونکہ یہ دونون ماضی کے صیغہ ہین صرف باب اور ضمیر متکلم اور غائب کا فرق ہے اور چونکہ فاعل یہان خود حق تعالے ہے اور اس سے قبل اس آیت مین لفظ اللہ بھی موجود ہے اسواسطے دونون طرح بولنا درست ہے اور دونون صورتون مین ایک ہی مطلب ہے اور روایت کا یہ حال ہے کہ دوسری روایت صرف ابن عامر قاری کی ہے پس بمقابلہ قرآن شخص واحد کا اعتبار نہین لیکن تاہم وہ بھی باطل نہین کیونکہ اوسکا مطلب بھی وہی ہے اگر خلاف ہو تو باطل ہو **قولہ** نہم اسی کے ۲۳ رکوع مین ہے مَسَّهُمْ طَائِفٌ محمد کے بعضے شاگرد کہتے ہین مَسَّهُمْ طَيْفٌ اور سنے کہا جسکے معنون مین فرق ہے **اقول** عربی دان کے نزدیک دونون کے معنون مین کچھ فرق نہین مگر جاہل کا ذکر نہین طائف اور طیف مثل خاطر اور خطرہ کے ایک معنی مین مستعمل ہین کتب لغت مین دیکھ لینا چاہیے شاہد ہے اعشی **شعر** وتصبح عن غب السری وکانما الم بها من طائف الجن اولق یونہی کافی المجمع دیکھو طائف بجای طیف کے ہے اور یہ روایت ابن کثیر اور کسائی کی ہے ورنہ جملہ قرانے مثل قرآن کے پڑھا ہے پس اعتراض و اہیات ہے **قولہ** دہم توبہ کے ۱۳ رکوع مین تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ بعضے قرآنون مین ہے مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ پس دیکھو حافظون نے لفظ مِنْ بھولا دیا یا زبردستی داخل کیا **اقول** حافظون نے ہرگز نہین بھولایا اونکو خوب یاد ہے کہ من قرآن مین نہین اور نہ کسی قاری نے پڑھا صرف ابن کثیر نے من پڑھا تھا سو وہ روایت چندان معتبر نہین اور اگر بالفرض معتبر بھی ہو تو قباحت نہین صرف اختلاف قرأت ہے اس سے معنی مین کچھ فرق نہین جسطرح فارسی زبان مین بہر خدا اور از بہر خدا و برای شما و از برای شما پس اعتراض و اہیات ہے اور یہ بھی جھوٹ ہے کہ دوسرے قرآنون

مین ہے معترض کو لازم ہے کہ اوس قرآن کو پیش کرے **قولہ** یازدہم یونس کے ۳ رکوع
مین ہے هُوَ الَّذِي يُسَيِّرُكُمْ بعضے حافظون نے یسیرکم یاد رکھا وہ نسیرکم بولتے
ہین پس دیکھو کہان یسیرکم اور کہان نسیرکم لفظ اور معنی دونون بدل گئے اسی برتے پر
حافظ کہتے ہین کہ ہم ابتدا سے یاد کرتے آئے ہین **اقول** لاریب حافظ ابتدا سے یسیرکم یاد
کرتے آئے ہین جو اونکے اجماعی اور اصل قرآن مین لکھا ہے اور کل قاریون نے بھی اسیطرح
پڑھا ہے دوسری روایت صرف ابوجعفر اور ابن عامر کی ہے سو قرآن کے مقابلہ مین چندان
معتبر نہین حافظون کا عقیدہ مثل نصاری کے نہین کہ جس پادری مرشد نے جسطرح انجیل کو
بنا دیا اور بڑھا گھٹا دیا اوسی طرح پڑھنے لگے اگرچہ معترض نے دونون لفظون مین فرق لفظی
و معنوی بیان کیا ہے مگر یہ بھی اختلاف قرات ہے کہ مآل اور حاصل مطلب ایک ہے کیا معنی
کہ اس آیت مین جناب الٰہی اپنی قدرت کا اظہار فرماتا ہے هُوَ الَّذِي يُسَيِّرُكُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ یعنے
وہ خدا ایسا ہے کہ تم کو سیر کراتا ہے خشکی اور دریا مین اور بموجب يَنْشُرُكُمْ یہ ترجمہ ہوا کہ وہ خدا
ایسا ہے کہ پراگندہ اور منتشر کرتا ہے تم کو خشکی اور دریا مین پس مطلب ایک ہوا اور غرض
واہیات **قولہ** دوازدہم یوسف کے دوسرے رکوع مین ہے فِي غَيَابَةِ الْجُبِّ
بعض کہتے ہین فِي غَيَابَاتِ الْجُبِّ بولا تھا پس دونون لفظ مشکوک ہین **اقول**
کسی مومن کو شک نہین جملہ قاریون نے قرآن کے مطابق پڑھا ہے صرف ابوجعفر
قاری نے فِي غَيَابَاتِ الْجُبِّ پڑھا ہے سو وہ شخص تابعی بلکہ تبع تابعی ہے زبانی
روایت کا تحریری قرآن کے مقابلہ مین چندان اعتبار نہین **قولہ** سیزدہم اسی
مین ہے يَا بُشْرَىٰ هَٰذَا غُلَامٌ بعض قرآنون مین ہے يَا بُشْرَايَ هَٰذَا غُلَامٌ دیکھو
حرف ندا کا اونھون نے یاد رکھا **اقول** تمام قرآنون مین پہلی عبارت ہے اور سبب

قاریون نے بھی اسی طرح پڑھا ہے صرف عاصم اور حمزہ نے دوسری طرح پڑھا ہے
سوا سکا وہی جواب ہے جو دس دفعہ کہا اور باینہمہ حرف ندا کا حذف کرنا زبان عرب
مین بہت مستعمل ہے اگر لیاقت ہو تو صرف کافیہ کو ہی دیکھ لو کہ یہ مسئلہ اسمین بھی
لکھا ہے پس صرف اختلاف قرأت ہے اور اعتراض واہیات **قولہ** چاردہم اسی
مین ہے یرتع و یلعب بعضی اسکو نہین مانتے وہ کہتے ہین نرتع و نلعب **اقول**
یہ بھی اختلاف قرأت ہے کیونکہ اگرچہ صرف صیغہ کے غائب اور متکلم ہونے کا فرق ہے
مگر دونون صورتون مین مطلب آیت کا ایک ہے بصورت اول مین مطلب آیت کا
یہ ہے کہ برادران یوسفؑ نے اپنے باپ سے کہا کہ یوسف کو ہمارے ساتھ کر دو کہ یہ جنگل
اور چراگاہ کا سیر کرے اور کھیلے کودے اور دوسری صورت مین یہ ترجمہ ہے کہ یوسف
کو ہمارے ساتھ کر دو کہ ہم سب جنگل کا سیر کرین اور کھیلین اور کودین ہر حال یہ ظاہر ہے
کہ برادران یوسفؑ یوسف کو کھیل کود سیر و تماشے کے بہانے جنگل کو لے گئے اور اصل
جواب وہی ہے کہ قرآن کے مقابلہ مین روایات احاد کا چندان اعتبار نہین **قولہ**
پانزدہم توبہ کے ۱۱ رکوع مین ہے لسحر مبین یعنی محمد کا قرآن فریب بازی ہے
دوسرے قرآنون مین ہے لساحر مبین یعنی محمد بھی فریب باز ہے پس لفظ اور
معنی دونون بدل گئے **اقول** اسکا جواب وہی ہے جو معترض کے چھٹے قول کا
جواب ہے کیونکہ دونون جگہہ ایک ہی لفظ اور ایک ہی مادے کا اختلاف ہے یعنی جسطرح
یہود حضرت عیسیٰ کے معجزات دیکھکر کہتے تھے کہ مٹی کے پتلے مین جان ڈال دینا اور
اندھے اور کوڑھی کو اچھا کرنا عیسیٰ کی فریب بازی ہے یا عیسیٰ خود فریب باز ہے
دونون صورتون مین ایک ہی مطلب تھا اسیطرح یہان بھی ہے اسکی ایسی مثال ہے

جسطرح کوئی کہے کہ پادری عماد الدین نے صرف اسی ایک قول مین دو جھوٹ بولے
ایک یہ ہے کہ یہ عبارت سورۂ یونس مین ہے نہ سورۂ توبہ مین دوسرا جھوٹ یہ ہے کہ
قرآن مین لَسٰاحِرٌ ہے اور وہ کہتا ہے کہ لَسِحْرٌ ہے یا اس عبارت طویل کے عوض
مین کوئی یہ کہے کہ پادری عماد الدین بڑے جھوٹے ہین تو دونون کا ایک ہی مطلب ہے
قولہ شانزدہم یوسف کے ۶ رکوع مین ہے وَقَالَ لِفِتْيَتِهِ بعض قرآنون مین
ہے وَقَالَ لِفِتْيَانِهِ **اقول** یہ بھی اختلاف قرأت ہے اور دونون کے ایک معنی ہین
اور ایک ہی صیغہ جمع کا ہے صرف وزن کا فرق ہے کہ اول جمع قلت ہے اور دوسری
جمع کثرت اور باتفاق نحاۃ ایک جمع دوسری کے مقام پہ بولی جاتی ہے اور یہان بھی
معترض نے وہی معمولی جھوٹ بولا کہ بعض قرآنون مین لِفِتْيَانِهِ ہے حالانکہ تمام دنیا کے قرآنو
مین لِفِتْيَانِهِ ہے فِتْيَتِهِ کسی قرآن مین نہین ہے ناظرین اس تحقیق کارسازی مین غور کرین
قولہ ہفدہم رعد کے پہلے رکوع مین ہے ءَاِنَّا لَفِي خَلْقٍ جَدِيْدٍ دوسرے قرآنون
مین ہے اِنَّا لَفِي خَلْقٍ جَدِيْدٍ پس ہمزہ استفہام کا یا تو قاریون نے بھولا دیا یا بھول
گئے ہین **اقول** نہ قاریون نے بھولایا نہ کوئی اور بھول گیا سب قاریون نے قرآن کے
مطابق دونون ہمزہ پڑھے ہین یہ صرف نافع اور کسائی نے اختلاف قرأت کیا ہے سو اوسکا
جواب مذکور ہو چکا ہے علاوہ اسکے یہ قاریون کی زبان اور ملک کا محاورہ ہے کہ جس جگہہ
ایک ہمزہ استفہام کا دوسرے ہمزہ کے ساتھہ جمع ہوتا ہے تو بعض دونون پڑھتے ہین اول
کو کافی جانتے ہین بعض دوسرے کو بعض ایک کو مطول پڑھتے ہین اور بعض دوسرے کو
بہرحال اختلاف قرأت ہے **قولہ** ہیجدہم اسی کے ۶ رکوع مین ہے سَيَعْلَمُ الْكَافِرُ
بعض کہتے ہین کہ محمد نے کہا ہے سَيَعْلَمُ الْكُفَّارُ پس جمع اور واحد کا فرق ہے **اقول**

قال العجلی الفتیۃ جمع فتی فی العدد القلیل و الفتیان فی الکثیر ومثل فتیۃ اخوۃ ومثلہ فی مجمع البیان ۱۲

یہان بھی معترض نے غلطی کی اور جھوٹ بولا کیونکہ قرآن مین سَیَعۡلَمُ الۡکُفّٰرُ ہے نہ سَیَعۡلَمُ الۡکَافِرُ اور یہ روایت صرف ابوجعفر اور ابوعمرو کی ہے ورنہ باقی جملہ قاریون نے قرآن کے مطابق پڑھا ہے اور باایںہمہ دونون صورتون مین مطلب کا اختلاف نہین کیونکہ الکافر پر الف ولام استغراق کا ہے اور جملہ کافر مراد ہین اور عربی زبان مین دونون طرح بولا کرتے ہین کچھہ فرق نہین جسطرح قول چہارم مین مذکور ہوا۔ پس یہ بھی اختلاف قرأت ہے **قولہ** نوزدہم کہف کے ۶ رکوع مین ہے تَذۡرُوۡہُ الرِّیَاحُ بعضی شاگرد کہتے ہین تَذۡرُوۡہُ الرِّیۡحُ اوس نے سکھلایا ہے یعنی واحد جمع کا فرق ہے **اقول** یہ اختلاف قرأت اکثر مفسرون نے لکھا بھی نہین اور بالفرض اگر ہو تو کیا قباحت ہے جمع اور واحد کا فرق ہے اور ایسی چیزون مین جنکے افراد اور اجزاء اور ماہیت اور قلیل و کثیر کو ایک ہی نام سے بولین جسطرح ہوا اور پانی کہ بہت سی ہوا اور پانی کو بھی ہوا اور پانی کہتے ہین اور ایک قطرہ کو اور ذراسے پانی اور ہوا کو بھی پانی اور ہوا کہتے ہین واحد اور جمع بولنا برابر ہے بنابر قرآن کے یہ ترجمہ ہوا کہ اوڑا لیجاتی ہین اوسکو ہوائین اور دوسری روایت کے موافق یہ ترجمہ ہوا کہ اوڑا لیجاتی ہے اوسکو ہوا پس اعتراض لاہیات ہے **قولہ** ۲۰ انعام کے ۷ رکوع مین ہے یَقۡضِی الۡحَقَّ بعض کہتے ہین یَقُصُّ الۡحَقَّ **اقول** یہان معترض نے یہ سفسطہ کیا ہے کہ قرآن اور اکثر قاریون کی روایت کو بعض سے منسوب کرکے ضعیف کردیا ہے اور روایت ضعیف کو قوی ظاہر کیا ہے پس کسی قرآن مین یَقۡضِی الۡحَقَّ نہین اور بہرحال حاصل مطلب اور مآل مین کچھہ فرق نہین بنابر قرآن کے یہ ترجمہ ہوا کہ خدا سچ اور حق بات کو بیان کرتا ہے اور بنابر دوسری روایت کے یہ ترجمہ ہوا کہ خدا سچ اور حق بات کا حکم دیتا ہے

یا سچ اور حق بات فرماتا ہے پس اعتراض واہیات ہے **قول ۱۸** اب ہم کو خوب یقین ہو گیا
کہ عیسائیون اور یہودیون نے مسلمانون کی نسبت اپنی کتابون کو زیادہ محفوظ رکھا
ہے اب ہم ایک نقشہ لکھے دیتے ہین جس سے معلوم ہوگا کہ قرآن مین کسقدر غلطیان ان
حافظون اور قاریون نے کی ہین الخ **اقول** نقشہ کا حال یہ ہے کہ جیسے اعتراض وہم
مذکور ہوئے ہین ایسے ہی بلکہ اون سے بھی زیادہ لچر پوچ لکھے ہین چونکہ عمدہ الفاظ
و اعتراضات کا جواب ہو چکا لہذا ہر ایک لفظ کے جواب کی کچھہ ضرورت نہین یہی اتبات
کافی ہین جنکا خلاصہ یہ ہے کہ بعض بعض قاریون کی روایات آحاد اس قرآن اجماعی
و متواتر کے مقابلہ مین معتبر نہین اور ہم کو قرآن کے باب مین زیادہ توضیح کی حاجت نہین
یہ ایسا ظاہر اور بیّن حق ہے کہ جسکے باب مین مخالف بلکہ نصاریٰ بھی از خود شہادت
دیتے ہین چنانچہ مستر راڈریل صاحب اور ایڈوارڈ گبن اور سر ولیم میور صاحب کے اقوال
پہلے مذکور ہو چکے ہین جنکا خلاصہ یہ ہے کہ قرآن مین کچھہ تحریف نہین ہوئی اور غالباً دنیا
مین کوئی اور ایسی کتاب نہین جو بارہ سو برس تک ایسی صحیح المتن رہی ہو ———
اور پادری صاحب جو یہ لکھتے ہین کہ عیسائیون اور یہودیون نے مسلمانون کی نسبت اپنی کتابون
کو زیادہ محفوظ رکھا ہے سو خواہ مخواہ پادری صاحب اہل اسلام کو چھیڑتے ہین اور اپنی
کتابون کی تفضیح کراتے ہین بھلا اوس کتاب کی تحریف کیونکر مخفی ہو سکتی ہے جسکے
باب مین یہ قول مشہور ہے کہ ڈاکٹر مل صاحب نے جو تین سو پچپن ۳۵۵ نسخہ انجیل کے ملائے
تو ڈیڑھہ لاکھہ اختلاف عبارت کے نشان دئے اور تیس ہزار اختلاف جمہور کو مسلم ہین
اور خود پادری صاحب مخاطب کو بھی اس کتاب مین جا بجا تحریف
کا اقرار ہے مگر اوسکا نام سہو کاتب یا اختلاف قرأت رکھا ہے مجھکو یقین ہے کہ جو شخص

انجیل کا معتقد نہو اور اہل علم ہو تو اونکو ہرگز اختلاف قرأت نہین کہے گا کیا معنی کہ
اختلاف قرأت یہ ہے کہ ایک لفظ مختلف تلفظ سے پڑھا جاوے یا اوسکے قائم مقام اوسکا
مرادف لفظ بولا جاوے بشرطیکہ معنی و مطلب مین اختلاف نہو اور اگر تلفظ کے اختلاف سے
معنی مین اختلاف و اختلال ہو جاوے تو پھر اختلاف قرأت نہین بلکہ تحریف ہے اور یہ
اختلاف قرأت ہر کتاب مین اوسی وقت تک رہتا ہے جبتک وہ کتاب اوسی زبان
مین رہے اور اگر اوس کتاب کا ترجمہ ہوا تو پھر وہ اختلاف قرأت اکثر ترجمہ مین جاتا
رہا خصوصًا جبکہ ترجمہ لفظی نہو اب ہم کہتے ہین کہ اگر انجیل مین کسی جگہ اختلاف
قرأت تسلیم بھی کیا جائے تو وہ اختلاف اونھین اصل انجیلون تک رہا ہوگا جو مصنفون
نے اپنی زبان مین لکھی تھین ترجمون سے اون زبانون کے اختلاف قرأت کو کچھ علاقہ نہین جسطرح
اوپر مذکور ہوا علاوہ اسکے ہر ایک زبان مین اختلاف قرأت کا محل اور موقع اور محل ہر ایک
زبان کا جدا جدا ہے ایسا نہین کہ ہر لفظ مین جو چاہا اختلاف قرأت ہوسکے مثلًا عربی الفاظ مین
اور ملک و ملک اور صراح و سیح اور اسری و اساری اور یصعد اور یصاعد اور انجینا و نجینا وغیرہ اور الفاظ
فارسیہ مثلًا آب و آو اور اشکم و شکم اور ہندی مین مثلًا یوگ اور جوگ اور ملش و منکھ وغیرہ مین
گنجائش ہے کہ ایک لفظ کو بجاے دوسرے کے پڑھ سکے نہ یہ کہ ہر ایک لفظ کو جس طرح
چاہے پڑھ سکے پس جن عبارتون مین کہ عیسائی اختلاف قرأت کے قائل ہین یعنے
مقامات مین ہم اوسوقت اختلاف قرأت تسلیم کرینگے جبکہ مصنفون
کی اصلی زبانون کی انجیل مین اختلاف ہو اور بعد اوسکے ہر لفظ کا اختلاف الفاظ
مین کتب لغت مین یا دیگر عبارات مین بھی تصدیق کر لیا جاوے اس امر کا
اسواسطے درمیان اختلاف قرأت یعنی عیسائیون کو لازم ہوا کہ جو ایسی

کی عبرانی و یونانی و لاطینی انجیلون کو پیش کرین اور ہر ایک زبان کی انجیل کے اسقدر متعدد
نسخہ پیش ہون جن سے یہ اختلاف بھی ظاہر ہو کیونکہ ایک نسخہ سے اختلاف ثابت نہوگا
اور بعد پیش کرنے متعدد و مختلف نسخہ اصل اناجیل کے زبان عبرانی و یونانی و لاطینی کی کتب
قواعد و لغت بھی پیش کرین تاکہ جس لفظ مین اختلاف قرأت ہو اوسکی تصدیق اون سے
کر لی جاوے کہ آیا اس زبان مین یہ لفظ مختلف طور پر پڑھا گیا ہے یا نہین اور دوسرے لفظ سے
معنی مین کچھہ خلل پڑتا ہے یا نہین اگر ان جملہ شرائط سے اختلاف قرأت ثابت ہو جاوے
اوسوقت ہم بھی ان مقامات کو اختلاف قرأت مین داخل کرین گے اور اگرچہ عیسائی لوگ
ادب و اعتقاد کی سبب ان ڈیڑھ لاکھہ مقامات کو سہو کاتب اور اختلاف قرأت کہین مگر
غیر عیسائی صاحب علم ہرگز نہین کہہ سکتا وہ اوسیوقت کہے گا جبکہ جملہ شرائط مذکورۂ بالا کو دیکھہ
لے گا — اور بالفرض بعض جگہہ اختلاف قرأت ہو لیکن سہو کاتب کا کیا جواب ہے اسصورت
مین کونسا نسخہ معتبر ٹھہریگا اور علی الخصوص اون مقام کا کیا جواب ہوگا جہان یقین
کرا دیا گیا ہے کہ یہ لفظ بے دیانتی اور غرض سے بدلا گیا ہے اور مخالف اسلام بھی اوس
تحریف کی شہادت دے رہے ہین چنانچہ منجملہ ایسے مقامات کے ایسے دو مقام کو لکھتا
ہون جنکے واسطے ہم انجیل مین تحریف ثابت کرتے ہین اور مسٹر گادفری ہیگنس کے ترجمہ
اپالوجی سے نقل کرتے ہین جسکو مصنف محقق نے لکھکر سنہ ۱۸۲۹ع مین مقام سکیلو کریچ
متصل ڈانکسٹر انسٹیٹیک سوسائٹی مین پیش کیا تھا اور انگلستان کے علما و حکما اور تعلیم
یافتہ لوگون نے اوسکو ملاحظہ کرکے تسلیم کیا — مقام اول ترجمہ اردو کے صفحہ ۱۸
مین محقق موصوف لکھتا ہے مگر ایک اور عجیب اور نہایت ضروری دلیل ہے جو کہ عیسائیون
کے ساتھہ برتاؤ مین آپکی یعنی آنحضرت صلعم کی معاون ہوئی اور جسکو دوست و دشمن

دونون نے لکھا ہے مگر دشمن اوسکا یعنی توجہ نہین کرتے وہ یہ ہے کہ ایک روایت مشہور ہے اور انجیلی تواریخون مین مکتوب و مذکور ہے کہ عیسیٰؑ نے اپنے رفع سے پیشتر اپنے مریدون سے اقرار کیا تھا کہ ہم تمہارے پاس ایک شخص کو کسی نہ کسی حیثیت مین بھیجین گے جسکو ہماری انجیل کے مترجم یونانی نے پیریک لیطاس لکھا ہے جسکا ترجمہ تشفی دہندہ ہے مسلمانون نے بیان کیا ہے اور اب بھی اونکا یہی قول ہے کہ یہ شخص محمدؐ ہی تھے جنکی نسبت مسیحؑ نے پیشین گوئی کی تھی جسطرح کعیسو کی پیشین گوئی اشعیاؑ نے کی تھی کہ دونون کے نام لے دیئے گئے تھے اور مسلمان یہ بھی کہتے ہین کہ عیسیٰؑ نے جو آپکا نام لیا تھا تو نہ اوس لفظ سے جیسا کہ زبان یونانی اور ہماری تواریخ انجیلی مین ہے یعنی پیریک لیطاس بلکہ اس لفظ سے پیریکلیوطاس جسکے معنی تشفی دہندہ نہین بلکہ محمود یا ممتاز کے ہین جو عربی مین لفظ محمدؐ کے معنی ہین اور عیسائیون کی انجیل مین ابتدا مین منجملہ اون دونون لفظون کے دوسرا ہی لفظ تھا مگر سچ چھپانے کے لیے اوسکو تحریف کر دیا گیا اور عیسائی اس بات سے انکار نہین کر سکتے کہ اون کی کتب موجودہ حال مین تحریفین ہین یا اختلاف قرأت ہوا ہے اور وہ یہ بھی کہتے ہین کہ اس عبارت کے چھپانے کے لیے تمام تحریرین دستی غارت کر دی گئین تحریرات دستی کے غارت ہو جانے کا انکار نہین ہو سکتا اور یہ وہ بات ہے جسکی نسبت جواب باصواب دینا مشکل ہے اور قدیمی کتابون کی نسبت تو یہ ہے کہ چھٹی صدی سے قبل کی ایک بھی موجود نہین ۱۵۸ اسکے جواب مین یہ کہین گے کہ ٹرٹولین اور دوسرے قدیمی مصنفون کی عبارتون سے ثابت ہو سکتا ہے کہ انجیلی تواریخون کی قرأت صحیح قدیم زمانہ مین محمدؐ سے پیشتر ایسی ہی تھی جیسی اب ہے اور اسی لیے اونمین تحریف نہین ہوئی مگر اس صورت مین یہ ثابت کرنا چاہیے کہ ان

قدیمی مصنفون کی تصنیفون مین تحریف نہین ہوئی جو کہ شاید ہوئی ہو کیونکہ جن لوگون نے
انجیل کی تواریخون کی قدیمی تحریرات دستی کو غارت کیا ہے اونھون نے ایک وصلی کو
از سر نو لکھنے مین کیا تامل کیا ہوگا جسپر ایک قدیمی مصنف کی تصنیف لکھی ہوئی تھی اس
امر کو اول درجہ کے حقانی عیسائیون نے تسلیم کیا ہے کہ اور اور مقصدون کے لیے اون
مین تحریف ہوئی ہے اور ظاہر ہے کہ جو لوگ ایک صورت مین تحریف کرینگے وہ دوسری
مین بھی کرینگے اور چونکہ لفظ مذکور عبرانی قرار دیا گیا ہے پس اگر غلط لکھا گیا ہو تو گمان
غالب یہ ہے کہ ابتدا کے عیسائی مورخون نے جو دنیا مین سب سے بڑھکر جھوٹے ہین
اپنے خاص مطلب کے لیے جھوٹ بولا ہو اور یہ گمان ضعیف ہے کہ یوحنا حواری
عبرانی شخص نے کوئی غلطی کی ہو کیونکہ وہ عبری اور یونانی دونون زبانین سمجھتا
تھا اور اگر بالفرض فضیلت کی بگڑی زبانون کی اوسکو نملی ہوا ور یہین وجہ لفظ
یونانی کلیطاس کو بجای کلیوطاس کے غلطی سے کردیا ہو تو اوس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے
کہ یوحنا کے اصل متن مین تحریف ہوئی ہے ۱۵۹ مسلمان یہ بھی کہتے ہین کہ
یہ مشہور بات ہے کہ بہت سے عیسائیون کو بموجب پیشین گوئی کے ایک شخص کا انتظار
تھا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ جو بناوٹ رومی پادریون اور پروٹسٹنٹ نے قوانین
مذہبی کی اوس عبارت پر کرلی وہ عام نہ تھی اسکی نظیر دوسری صدی مین
مان ٹینی اکس ہے جو کہ ٹرٹولین کی نسبت پہلے ہوا ہے اوسکے پیرو شخص موعود سمجھتے تھے
جس سے کہ اوسکے دشمنون کو موقع ملا کہ اوسکی نسبت از راہ کینہ کے بے اصل بات
مشتہر کردین کہ وہ روح القدس ہونے کا دعوی باطل رکھتا ہے ایسے ہی اشخاص
خصوصًا مان ٹینی اکس کی بدولت انجیلی تواریخون مین جھوٹ ملایا گیا اور یہ ماجرا محمد

کے زمانہ سے بہت پہلے ہوا جنکا اصلی تشفی دہندہ ہونا بوجہ آپکی کامیابیون کے ثابت ہے اور
نیز بان منیس کے زمانہ کے بعد مگر محمدؐ کے زمانہ سے بہت پیشتر منیس کو بھی اوسکے پیرون
نے شخص موعود قرار دیا اور رانشو بوسوبر نے ثابت کیا ہے کہ اوسکے پیرو بڑے عالم
اور طاقت ور فرقے تھے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ اور سب کی بہ نسبت اوس زبان کو خاص لیا
سمجھتے تھے جس مین عیسیٰ نے پیشین گوئی کی تھی اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ بارہ
زبانہ آئندہ مین شخص معہود کو متمیز نکر سکے لیکن نتیجہ سے ثابت ہوا کہ منیس شخص موعود تھا
اور اوسکے پیرو غلطی پر تھے ۱۶۰ یہ بھی اونکا بیان ہے کہ یہ امر بخوبی ظاہر ہے کہ
عیسائی اگر مناسب سمجھتے تو قیمتی تحریرات دستی کو محفوظ رکھ سکتے تھے جیسا کہ بہت سے
اولیا کی لاشون کو اونھون نے بآسانی رکھا ہے مثلاً یوحنا اور مریم اور پطرس اور
پولس وغیرہ کی لاشین جو اطالیہ مین ہر روز نظر آتی ہین ۱۶۱ اہل اسلام جنکی
سماعت اس معاملہ مین ضرور ہونی چاہیے اس بات سے نہ چوکین گے کہ عیسائیون
سے باصرار کہین کہ اس غلط ترجمہ کے چھپانے کے لیے کل تحریرات دستی غایب کردی
گئین یا اون مین جھوٹ ملا دیا گیا اور اگر ایسا تھا تو وہ غارت کیون کر دی گئین
اور عیسائیون کو اسکے جواب باصواب دینے مین بہت کچھ دقت ہوگی کیونکہ تحریرات
دستی کی غارتگری سے انکار نہین ہوسکتا اس لیے کہ وہ موجود نہین مگر مسلمان
اس سے بڑھکر یہ کہین گے کہ اگر خود عیسائیون کی دلیل پیش کیجائے تب بھی مطلب
ثابت ہے کہ وعدہ تو ایک تشفی دہندہ کا تھا پھر یہ کہنا کہ ظہور بارہ زبانہ آئندہ کا وہی
شخص موعود ہے محض فضول ہے اور درحقیقت محمدؐ ہی اس شخص کے مصداق ہین اور آپکے سوا اور کوئی
ایسا نہین ہوا اور وہ یہ بھی کہتے ہین کہ حواریون کی اور عیسائیونکی کتاب ہے کسیطرح پایا نہین جاتا

کہ روح القدس کا حواریوں میں موعود کا آنا ہوا اور صرف زبان سے ایسے دعوی کی تصدیق نہیں ہو سکتی

۱۶۲ مسلمان بھی کہیں گے کہ پنٹی کاسٹ کی ضیافت میں کہتے ہیں کہ یہ تشفی دہندہ اریوں کے پاس آیا یعنی یقیناً ایک بریدہ زبانہ آتشین نے ہر ایک حواری پر طاری ہو کر اوسی لمحہ اون کو سب زبانیں بولنے کی طاقت بخشی اس ماجرا سے اوس شخص کو جسکے دل میں تعلیم سے تعصب نہ آگیا ہو ایک عجیب طور ایک شخص کے آنیکا معلوم ہوتا ہے اور ضرور نہیں کہ وہ فیض روح القدس سے آئی ہو وسے کیونکہ یوحنا کی بیسوین باب کی ۲۲ آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ خود عیسی نے اپنی رحلت سے تھوڑا پیشتر یہ فیض اونکو عطا کر دیا تھا یعنے پنٹی کاسٹ کی ضیافت کو جسکا ذکر ہم کر رہے ہیں دو مہینے بھی نگذرے تھے کہ فیض مذکور عنایت کیا تھا ۱۶۳ قوانین دینیہ کی کتاب میں کہیں نہیں پایا جاتا کہ یہ زبانہاے آتشین جنسے کہ سب زبانیں بولنے کی طاقت عطا ہوتی تھی تشفی دہندہ موعود تھیں اور جو ایسا ہوتا تو ضرور کتاب مذکور میں ہوتا ۱۶۴ اگر اسکے جواب میں یہ کہا جاوے کہ وہ عطایا جنکا بیان متی کی انجیل میں ہے اور فیض روح القدس جسکا بیان یوحنا کی بیسوین باب کی بائیسوین آیت میں ہے صرف چند روزہ تھے اور جبیہ لے لیے گئے تھے تو مسلمان جواب دین گے کہ یہ صرف ایک حیلہ ہے جسکی تصدیق متن یعنی اصل انجیل میں نہیں — عیسائیوں کی پاک کتاب کی اون عبارتوں کو اہل اسلام بطور دلیل اون کے خلاف انتخاب کر سکتے ہیں گو اونکو خود سند نہیں مانتے ۱۶۵

مسلمانوں کی دلیل کو بابت ترجمہ لفظ پیریکلیوطاس بجای پیریکلیطاس کے بڑی دادیں طرز کی وجہ سے ملتی ہے جو کہ سینٹ جروم نے انجیل کا ترجمہ لاطنی زبان میں کرنیکے اندر اختیار کیا تھا جسمین بجای لفظ پیریکلیوطاس کے لفظ لاطنی پیریکلیطاس لکھدیا تھا اس سے

ثابت ہوتا ہے کہ اوس کتاب مین جس سے کہ سینٹ جروم نے ترجمہ کیا تھا لفظ پیریکلیطاس
تھا نہ پیریک لیطاس اسوجہ سے مسلمانون کی اوس بیان کو بہت مدد ملتی ہے جو پرانی
تحریرات دستی کے غارت ہونے کے باب مین وہ کرتے ہین ۱۶۶ لفظ پیریکلیطاس
کے معنی پر پادریون مین بہت اختلاف ہے چنانچہ مشہور ہائی کیلس کہتا ہے کہ ارنستائی نے
بہت مناسب کہا ہے کہ اسکے معنی نہ حامی کے ہین نہ تشفی دہندہ کے اور یہ بھی کہتا ہے
مین تحقیق خیال کرتا ہون کہ پیریکلیطاس یا تو روح القدس کو کہتے ہین یا معلم یا مالک کو یعنے بتانے
والا خدا تعالی کی سچائی کا مین اوسکی رای سے ترجمہ معمولی کے صحیح ہونے مین مطابقت
کرتا ہون گو بعوض لفظ ڈاکٹر کے مین اوسکے حق مین ماسٹر کا لفظ استعمال کرتا ہون
کیونکہ جو معنی کہ اوسنے لفظ مذکور کے لکھے ہین بہتون نے اختیار کیے ہین مگر اوسکے ثبوت
کا طور کچھ عجیب ہی سا ہے اوسکو چاہیے تھا کہ لفظ مذکور کو کسی محقق کی تصنیف مین تلاش
کرتا اور اوسکے معنی کی تشریح استعمال سے کرتا اسکے عوض اوسنے اس مصدر سے بحث
کی جس سے لفظ مذکور نکلا ہے اور عبرانی محاورہ سے استعانت لی ۱۶۷ اس لفظ
کے باب مین عالم اور معزز بشپ مارش نے کہا ہے کہ دو لفظ پیریکلیطاس کے تین ترجمے
ہین ہمکو اختیار ہے کہ جسکو چاہین پسند کرین اول معنی حامی کے ہین جو معتبر اور یونانی
اکابر کے نزدیک مسلم ہین اور دوسرے معنی مبین کے اور یہ وہ معنی ہین کہ ارنستائی
نے بحوالہ اس لفظ فارقلیط زبان خالدیہ کے کہے ہین جس سے وہ معنی پائے جاتے ہین
اور غالبا خود عیسیٰ نے اونکو استعمال کیا تھا اور تیسری واعظ جسکو کہ مصنف مذکور
نے بحوالہ ایک عبارت مصنفہ فائلو کے تسلیم کیا ہے لیکن صاف ظاہر ہے اس مشہور لفظ
کے معنی مین اور اوس پیغمبر کی قسم مین جسکو کہ عیسیٰ نے بھیجنے کا وعدہ کیا تھا بہت اشتباہ

اور شک ہے میری رائے مین اس سے انکار نہین ہوسکتا ١٦٩ یہ تسلیم کرنا ضرور ہے کہ لفظ مذکور جیسا کہ بشپ مارش نے لکھا ہے کہ یقیناً عیسیٰ مسیح نے استعمال کیا تھا مسلمانون کے دعوی کو بہت کچھ سہارا دیتا معلوم ہوتا ہے جیسا کہ عالم سیل صاحب نے یہان بیان کیا ہے میری رائے مین اہل اسلام لفظ مذکور کو پیریکلیطاس بنا لینے کا اوسی قدر اختیار رکھتے ہین جسقدر کہ عیسائی پیری کلیطاس کر لینے کا بلکہ مین کہتا ہون کہ غلبہ کا پلہ مسلمانون کی طرف ہے کیونکہ عیسائی مجاز نہین کہ پچھلی چیز مین لفظ زبان خالدیہ کے حرف یڈ یعنی یا کو جو مثل حرکت کسرہ کے ہے یا حرف ایٹا کو کہ یا ممدودہ معروف کے برابر ہے حرف ایوٹا کے عوض مین بدلین ١٧٠ حرف یڈ حروف تہجی زبان خالدیہ کا دسوان حرف ہے اور شمار مین اوسکے عدد بھی دس ہین پس اگر لفظ مذکور ایک زبان سے دوسری مین بدلا جاوے تو اوس یونانی حرف سے بدلنا چاہیے جو دس کے معنی مین آیا ہے اور جو ابتدا مین حروف تہجی مین دسوان تھا قبل اسکے کہ یونانیون کا حرف ڈگاما جاتا رہے جیسا کہ مین نے اوسکو کثرت سے اپنے اوس جواب مضمون مین ثابت کیا ہے جو درباب جنوبیہ مغربی فرنگستان کے قدیمی پادریون کے لکھا ہے ١٧١ مگر مین علاوہ اسکے یہ بھی کہتا ہون کہ اگر عیسیٰ کا استعمال کیا ہوا لفظ فارقلیط تھا اور یہ کہ اس لفظ کے معنی ستودہ کے ہین جیسا کہ سیل صاحب کا قول ہے تو اوسکا ترجمہ اس لفظ یونانی پیریکلیطاس مین غلط ہے یعنی اختلاف قرأت کی جہت سے اور یہ کہ بشپ مارش اور ارنٹائی دونون کے کل ترجمہ غلط ہین اور لفظ مذکور اوس لفظ سے مبدل کرنا چاہیے جو ستودہ کے معنی رکھتا ہو اور جو واقع مین یہ لفظ پیریکلیوطاس ہونا چاہیے ١٧٢ مگر اسکا ترجمہ فارقلیط معلم کے معنی لیکر نکرنا چاہیے بلکہ اسم صفت کے طور پر کرنا چاہیے

چنانچہ اہل اسلام بمعنی احمد کے لیتے ہین اگر یہ لفظ عیسی کا استعمال کیا ہوا زبان خالدیۃ
یا عبرانی یا عربی کا ہو تو اوس سے وہی مراد پائی جانی چاہیے جو اوسکے معنی اون ہانون
مین تھے اگر وہ خالدیہ کا لفظ عربی مصدر سے مشتق ہوا تو اوسکے وہی معنی چاہیین
جو عربی مصدر کے ہین اور تب اوسکے معنی ستودہ یا شخص ممتاز کے ہونگے ۱۷۳
اگر ناظرین غوض کرین گے تو معلوم کر لین گے کہ لفظ کلیوطاس کو ہومر اور ہسیڈ
دو نون نے بجاے ستودہ آدمی کے استعمال کیا ہے اسطرح سے میری دانست مین
اہل اسلام کی دلیل اس سلیقہ کے ساتھ ہے کہ اگر اونکو اونکی غلطی پر معقول کیا جاے
تو عجب نہین کہ بہت مشکل پڑے یہ ادنی بات ہے مگر اون کی دلیل کا ابطال میری نظر
سے نہین گذرا ۱۷۴ وَاِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ
اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ
اَحْمَدُ ۱۷۵ مگر ہمکو اس مشہور لفظ فارقلیط کی نسبت کچھہ اور بھی کہنا ہے اسکو
بشپ مارش نے جسکے قول کو عیسائی صادق جانتے ہین ایک مسلمان کی منتخب کی ہوئی دلیل
مین تسلیم کر لیا ہے کہ وہ لفظ سریانی یا خالدیہ یا عربی ہے مگر یونانی نہین ان زبانون مین سے
ایک کو یا دو کو محمد ضرور بولتے ہونگے یا ادنی درجہ یہ کہ سمجھتے ہونگے اور یہ یقین کرنے کی کوئی
وجہ نہین کہ لفظ مذکور کے یونانی ترجمہ کی نسبت آپکو کچھہ بحث ہوئی ہو کیونکہ عیسیٰ کے کلامون
کے یونانی ترجمون سے عرب کے لوگون کو کیا غرض تھی عرب مین اُون ترجمون کا کیا کام تھا
اون لوگون کو وہ کیا فائدہ پہونچا سکتے تھے جو اونکا ایک لفظ بھی نہ سمجھہ سکتے تھے بجز ایسے
لوگون کے جو اوس اصل زبان کو سمجھتے تھے جسکو عیسیٰ بولتے تھے آپ نے لفظ مذکور اوسی
طرح پر لیا ہوگا جیسے کہ منقول چلا آتا تھا یا جیسا کہ سیل صاحب نے اوسکو لکھا ہے جسکے معنی

ستودہ کے ہین اور اس سے زیادہ غالباً آپ نے کبھی دریافت نہین کیا یہ خیال کرنا کیا بیہودہ ہے کہ اپنی خاص زبان کے ایک لفظ کے معنی کی تشریح غیر زبان مین ڈھونڈھتے آپ نے لفظ مذکور کو مثل دوسرے فرقون اوس زمانہ کے شخص انسانی پر محمول کیا اور یہ اجازت نہین دی کہ اوسکو ثالث ثلثہ کہین جیسا کہ اس زمانہ کے عیسائی موحد کہتے ہین یہ بھی ممکن ہے کہ آپ نے اوسکو احمدؐ کے معنی مین لیا ہو اور اوسکی نسبت کبھی جھگڑا یا شک نکیا ہو ۱۷۶ عہد جدید مین اسقدر پیشین گوئی محمدؐ کی نسبت ہے مگر آپ کے پیرودن کا قول ہے کہ عہد عتیق مین بھی آپکی نسبت پیشین گوئی بقید نام کی گئی ہے پادری اور نہایت دیندار پارکھرسٹ صاحب کا قول جو ایسے شاہد ہین جنکو شہادت دینی منظور نہین اس لفظ حمسا کی مادہ کی نسبت یہ ہے کہ یہ لفظ سب قسمون کی پاک چیزون یعنی دونون قسمون کی عبادت سچی اور جھوٹی پر بولا جاتا ہے جنسے ہر فرقہ علی حسب مراتب خواہش اور محبت رکھتے تھے دیکھو انٹرال ہیگ دوم صفحہ ۷ اور آئیگا مطلوب کل قومون کا وِبا وُ حمدہ خل ہگویم اس مادہ سے مرعوم پیمبر محمدؐ کا نام نکلا ۱۷۷ پارکھرسٹ صاحب کی اس عبارت پر ایک مسلمان کہے گا کہ دیکھو عہد جدید اور نیز عتیق مین آپکی نسبت پیشین گوئی بقید نام کے کی گئی ہے اور اس پیشین گوئی کی نسبت جو عیسی مسیح کی طرف کی گئی واقع مین غلط ہے اور جیسا کہ نام سے ظاہر ہے وہ اوس شخص کی نسبت تھی جسکو خود عیسیٰ نے اپنی رسالت تمام کرنے کے لیے بھیجا تھا اور انجیل لوقا کے باب ہم ۲ ورس ۴۹ مین لفظ اِپ گیلین (یعنے وعدہ) سے اوسکی طرف اشارہ فرمایا تھا اور اسکی بابت مین تمھاری خاص نہایت مشہور پادری پارکھرسٹ صاحب کا حوالہ رکھتا ہون کہ اوس سے مراد محمد ہین نہ عیسیٰ یا روح القدس اور یہ مراد اس سبب سے ظاہر ہے

کہ پیشین گوئی مین محمدؐ کا نام موجود ہے اسمقام پر یہ دعوی نہین کرسکتے کہ مسلمانون نے
تحریف کی ہوگی اور صفحہ ۹۹ مین ہے تیسری صدی کی انجیلی تواریخون مین تحریف کی
مشکلات کو مکیلس اور پادری مارش نے باصرار بیان کیا ہے تیسری یا چوتھی صدی مین
ہماری انجیلی تواریخون کی تحریف کے خلاف جو دلائل ہین وہ اوسی زور کے ساتھہ بلکہ
اوس سے کسی قدر زیادہ برناس کی انجیل کی تحریف کے خلاف بھی عائد ہوتی ہین جو
کہ بہت عرصہ کے بعد یعنی ساتوین صدی مین ہوئی تھی کیونکہ جسقدر وہ بعد کو ہوئین
اوسی قدر ظاہر زیادہ دقت ہوئی ہوگی ۱۹۲ برناس کی انجیلی تواریخ کا جس
سے وہ کہتے ہین کہ محمدؐ نے قرآن مین اکثر نقل کی ہے مشرق مین بہت بڑا رواج تھا
اوسمین محمدؐ کی آمد کی متواتر پیشین گوئی ہوئی ہے ڈاکٹر ویٹ کا قول ہے کہ محمدؐ کی
کاربرآری کے لیے اوسمین تحریف کی گئی ہے یہ ممکن ہے اور ہم کو اس صورت مین تعجب
بھی نہین ہوتا جبکہ رومی اور پروٹسٹنٹ عیسائیون نے اپنے قدیمی اور حال کے معتبر
نوشتون مین سخت بی غیرتی سے ایسا ہی کچھہ کیا ہے دوسرا مقام تحریف کی نظیر مین
وہ عبارت ہے جس سے بعض فرق نصاریٰ تثلیث ثابت کرتے ہین اور اپنی عقل و
فہم کو معطل کر کے ایک خدا کو تین اور تین چیزون کو ایک کہتے ہین اور خود بھی اسکو
غیر معقول جانتے ہین مگر یہ عذر پیش کرتے ہین کہ چونکہ یہ امر کلام الٰہی مین وارد ہے اسواسطے
اسکا اعتقاد کرنا ضرور ہے گو غیر معقول ہے اس مقام کی نسبت بھی محقق کاڈفری
ہیگنس لکھتے ہین دفعہ ۱۹۲ مسلمان کہتے ہین کہ عیسائی پادریون نے انجیل کو ایسا تحریف
کردیا ہے کہ اون پر کچھہ اعتبار نہین کیا جاسکتا اور بے شک اگر ایک ترکی سے تحریف کی نظیر
طلب کیجائے اور وہ یوحنا کے پہلے صحیفہ کے پانچوین باب کے ساتوین آیت کو پیش کرے

جسکی تحریف پارسن اور نیوٹن اور نیز اوروں کی تصنیفوں مین ثابت کی گئی ہے جو
آبسانی ویٹ صاحب کے خلاصہ مین پائی جاتی ہے تو ایک عیسائی کو اوسکے جواب
دینے مین بہت دقت ہوگی —— دفعہ ۱۹ یوحنا کی عبارت مرقومہ بالا اوسکے
مثال ہے رومی گرجا والون کے پادریون نے غالبا یہ دغا گستاخانہ کی تھی لوتھر نے
اپنی مشتہر کی ہوئی انجیل مین اسکو چھوڑ دیا اور کہتے ہین کہ بوقت نزع اوسنے اپنے پیروون سے
نہایت التجا سے درخواست کی کہ میرے نام سے اسکو مندرج نکرین مگر اس پر التفات
نکیا گیا اور انجیل مین جسکے عنوان سے لوتھر کی تصنیف ثابت ہوتی ہے وہ جملہ لوتھر کے
جرمنی گرجا مین داخل کی گئی —— اسطرح سے اگر رومی پادریون سے اس دینی دغا
کی بنا ہوئی تو اوسکو پروٹسٹنٹ نے اختیار کیا جسکی حفاظت مین وہ کچھہ سرگرم تھے
اور نہ اب ہین —— منجملہ تیس ہزار اختلاف قرات کے صرف ایک ہے جسکو پادری
تسلیم کرتے ہین کہ صحیفون اور انجیلون مین موجود ہین کتاب کو ڈکس مانٹ فورٹی
ایلس مین جواب ڈبلن کے عام کتب خانہ مین موجود ہے عمدا اس کتاب کی تائید
کے لیے جعل کیا گیا تھا انتہی بخلاصہ —— اور ہارن صاحب جلد دوم کے صفحہ ۳۲۱
مین لکھتے ہین کہ ورس ۳۵ باب اول لوقا مین بعض الفاظ واسطے دفع شبہہ یوٹی کینس کے
جو ہونے طبیعتون کے مسیح مین انکار کرتے ہین ترجمون سریانی اور عربی اور فارسی
اور حبشی اور دیگر ترجمون اور بہت سے حوالے مرشدون مین بڑھائے گئے ہین
اور ورس ۴۳ باب ۲۲ لوقا اور نسخہ اسکندریانوس اور بعض اور نسخون مین چھوڑا گیا
اس لئے بعض دیندار عیسائیون نے خیال کیا کہ قوت دینی فرشتہ کی خداوند کو سبب
نقصان درجہ الوہیت مسیح کا ہے کما فی الاعجاز صفحہ ۲۷ اور خود عماد الدین اس

کتاب کے صفحہ ۱۰۳ مین لکھتے ہین کہ یہ عبارت مشکوک ہے معلوم نہین کہ مصنف کی ہے کہ حاشیہ کی اور محققین یورپ بندای جمہوری کہہ رہے ہین کہ یہ عقیدہ الوہیت مسیح کا کونسل نیس ہین مقرر ہوا تھا جو ثانی نیر قیصر روم کے عہد مین ۳۲۴ء مین منعقد ہوئی تھی اور قیصر اس کونسل کا سرراہ کار تھا اور بخیال سلطنت آرای دین مسیحی کو اسنے اختیار کر لیا تھا یہ دو مقام وہ ہین جنکے باعث عیسائی شرف اسلام سے محروم رہ گئے اور باہم بھی مختلف ہو کر بہت سے فرقے ہو گئے اور پادریون کے اغوا سے ہزارون آدمی قتل ہو گئے اور آگ مین جلوا دیے گیے جسطرح مذکور ہوا اسپر عمادالدین کہتے ہین کہ ہمارے لیے ان مقامات سے کچھ نقصان نہین پس حیف ہے ایسی بے بصیرتی اور تعصب پر اس سے زیادہ کیا نقصان ہوتا جو ہوا ان دو مقامات کے علاوہ عام تحریف کا تو ذکر بھی نہین اور نہ ہم کو اوسکے بیان کی حاجت خود علما اور محققین عیسائی بندائی جمہوری پکار رہے ہین چنانچہ لوتھر صاحب امام فرقہ پروٹسٹنٹ پوپ اور اوسکے متعلقین کے حق مین اپنی کتاب کی ساتوین جلد صفحہ ۴۷۴ مین لکھتے ہین کہ اگر مین حاکم ہوتا تو خراباتی اور دغاباز پوپ اور اوسکے متعلقین پوپ اور اونکے کنبو کی مشکین بندھوا کر سمندر مین ڈلوا دیتا اور اوسی جلد کے صفحہ ۴۵۱ مین لکھتے ہین کہ پوپ اور اوسکے متعلقین عہدہ دار ایک گروہ خراباتی اور بیباک اور شریرعون اور مردکون اور فریبیون اور جھوٹون کا ہے اور ایک سنڈاس بڑے شریرونکا ہے اور بہت بڑے شیطانون جہنمی سے ایسا پُر ہے کہ اوسکے تھوک اور سنک مین بھی شیطان نکلتے ہین اور صفحہ ۱۰۹ جلد دوم کتاب مذکور مین پوپ کو دجال لکھتے ہین جیسا کہ یہ سب اقوال کاتھلک ہرلڈ کی نوین جلد صفحہ ۲۷۷ مین منقول ہین ——— ہارن صاحب ترجمہ لاطینی کے حق

مین جہ مدار ایمان فرقہ رومن کاتھلک کا ہے چوتھی جلد کے صفحہ ۳۴۶۴ مین لکھتے
ہین کہ پانچوین صدی سے پندرھوین صدی تک بہت خرابیان اور الحاق اوس
مین ہوئے ہین اور پھر صفحہ ۴۶۴ مین لکھتے ہین کہ یہ بات ضرور یاد رکھی جاوے
کہ کوئی ترجمہ مثل ترجمہ لاطینی کے خراب نہین کیا گیا اوس کی نقل کرنے والون نے
بہت ہی ناجائز بے قیدی سے عہد جدید کی ایک کتاب مین دوسری کتاب کے فقرے
داخل کیے اور عبارت حاشیہ کی متن مین درج کر لی کما فی الاعجاز صفحہ ۱۸۴ اور پھر
ہارن صاحب بلا تخصیص کسی ترجمہ کے عموماً ہر ایک انجیل کی نسبت جلد دوم کے صفحہ ۳۳۱
مین لکھتے ہین کہ بہت سے اسطرح کے الحاق بسبب خیالی اصلاح کے اعمال حواریین
اور جہان کوئی مکرر ذکر ہوا ہے کاتبون نے اور اون سے زائد مترجمون نے ذکر ناقص
دوسری جگہ سے لیکر ملا دیا ہے اور بلا شبہہ بعض خرابیان قصداً اونھون نے بھی کی
ہین جو دیندار کہلاتے ہین اور بعد اونکے وہی خرابیان ترجیح دیجاتی تھین تاکہ اپنے
دعوی کو قوت دین یا اپنے سے کسی اعتراض کو رفع کرین اور یہ جو اس بنیاد اختلاف
عبارت کو کسی نے کم معلوم کیا ہے اس لیے ہم دو تین نمونون کو فاف کی کتاب سے
جس مین اختلاف عبارت کا بیان ہے ذکر کرتے ہین الخ کما فی الاعجاز صفحہ ۲۷۸
اسپر پادری عماد الدین اس کتاب کے صفحہ ۳۰ مین لکھتے ہین کہ قرآن اور اوسکے
مفسر پکار پکار کر کہتے ہین کہ اہل کتاب نے قصداً تحریف کی ہے مگر مولویصاحب
چونکہ قرآن کے اس جھوٹے دعوے کو ثابت نہین کر سکے اس لیے پہلے ہی سے بندش
باندھتے ہین فقط اب وہ محقق گاڈفری ہیگنس اور فاف ور لوتھر اور ہارن وغیرہ کے
اقوال کو ملاحظہ کرین اور خدا سے تو نہین شرماتے مگر بندون سے ہی شرمائین کہ مولوصاحب

نے تحریف قصدی ثابت کر دی ہے یا نہیں سبحان اللہ ایسے جوابات پر ناز کیا ہے کہ اعجاز عیسوی
کا جواب لکھدیا لاحول ولا قوۃ الا باللہ   اور لوتھر صاحب وغیرہ کے
اقوال کا جو یہ جواب دیا ہے کہ لوتھر صاحب پوپ کو بیشک برا کہتے ہین اوسکا چال چلن
اچھا نہ تھا جیسے آپ کے مذہب مین بڑے بڑے پیر اور اولیا ہوتے ہین جو محض جھوٹ
اور فریب سے دنیا کو ٹھگتے ہین ویسے ہی وہ پوپ بھی تھے جس سے لوتھر صاحب
ناراض ہوکر برا لکھتے ہین فقط یہ جواب بھی محض مغالطہ اور ابلہ فریب ہے بے شک
اہل اسلام مین بھی بعض بعض اس قسم کے پیر اور گمراہ کنندہ ہوئے ہین اور ہر ایک مذہب
مین ہوتے ہین مگر پادری صاحب یہ تو خیال کرین کہ ایسے اشخاص کا دست رس قرآن
پر تو نہین ہوا کتاب خدا مین تو اونکا بس نہین چلا   یہان تو اس امر کا ذکر ہے
کہ اشرار اور نیز دیندار عیسائیون نے قصداً انجیل کو محرف کر دیا اور اشرار اسلام
قرآن مین کچھ تصرف نہین کر سکے   اگر کسی نے معانی قرآن مین یا مسائل فرعیہ مین یا
طریقہ عمل مین جہال کو بہکایا تو علما نے اونکو پھر درست کر دیا دوسرون تک اونکی
ضلالت کا اثر نہ پہنچا مگر عیسائی شریرونکا اثر ایسا ساری ہوا کہ جسکے سبب اصل
کتاب اور اصول دین خراب ہوگئے علاوہ اسکے ہم کہتے ہین کہ تحریف کا مرتبہ
خواہ قصداً ہو خواہ بلا قصد بعد اثبات اصل انجیل کے ہے ہم تو اس امر کے مدعی ہین
کہ چند وجوہ سے اصل انجیل کا ہی وجود نہین عیسائیون نے بے اعتنائی سے اوسکو
گم کر دیا **وجہ اول** یہ ہے کہ عیسائیون کے پاس کوئی ایسی دلیل نہین جس سے
انجیل کے کتاب سماوی ہونے کا کسی دوسرے پر اثبات کرین اور خود انجیل مین
بھی مثل قرآن کے کوئی ایسی عجیب بات نہین جو اوسکے سماوی اور کلام ربانی ہونے

پر شاہد ہو البتہ اہل اسلام پر قرآن کے ذریعہ سے انجیل کا اثبات ہو سکتا ہے پس
ہم اہل اسلام انجیل اور صاحب انجیل کے باب مین اوسی قدر اعتقاد کر سکتے ہین
جسقدر قرآن مین مذکور ہے کہ حق تعالی نے ایک کتاب جس مین کچھ احکام الہی تھے
حضرت مسیح کو عطا فرمائے تھے چنانچہ سورۂ مریم مین قول مسیح کی اسطرح حکایت ہے
اِنِّي عَبْدُ اللهِ آتَانِيَ الْكِتَابَ وَجَعَلَنِي نَبِيًّا اور سورۂ مائدہ مین ہے وَلْيَحْكُمْ أَهْلُ الْإِنْجِيلِ
بِمَا أَنْزَلَ اللهُ فِيهِ انکے سوا اور بھی آیات ہین جن سے ظاہر ہے کہ انجیل عہد مسیح مین ایک
معین اور مشخص اور مکتوب چیز تھی اور اقل یہ ہے کہ حضرت نے اپنے مرفوع ہونے سے پیشتر ضرور
اوسکو لکھوا دیا ہوگا تاکہ اوسپر اطلاق کتاب کا عہد مسیح مین صحیح ہو اور اگر یہ بھی نہو تو بوجہ
معرف بلام ہونے لفظ کتاب کے ضرور ہے کہ وہ کلام اور وحی الہی ایسا مولف اور
مسلسل اور معین ہو کہ جسکی ابتدا اور انتہا ہو اور جسکو اوس عہد کے مومنین زبانی
یاد کرلین اور اگر کوئی اوس کے درمیان دوسرا کلام ملا دے تو وہ الحاق معلوم
ہو جاوے کہ یہ فقرہ انجیل کا نہین اور ہم جو اناجیل اربعہ مروجہ کو دیکھتے ہین
تو معلوم ہوتا ہے کہ اونکو بقول نصاری حواریون نے اور اونکے شاگردون نے بعد
رفع مسیح مدت بعد مختلف طور پر بطور تاریخ مسیح کے بیان کیا ہے گویا یہ مسیح کے چال
چلن اور سیرت کی تاریخی کتابین ہین جسطرح اہل اسلام کے پاس حبیب السیر اور
روضۃ الصفا وغیرہ اوس مین ضمناً کہین کہین اقوال و دعوات مسیح اور تقریرات متشتتہ اور
مواعظ متفرقہ مسیح بھی داخل ہین اور اگر بسبیل تنزل ہم یہ بھی فرض کرین کہ اطلاق کتاب
کے واسطے بعد مسیح کے بھی کتابت کافی ہو تو بھی یہ اناجیل انجیل عیسی نہین کیونکہ
مصنف ہر انجیل کا ایک ایک شخص ہے کہ ہر ایک نے حسب ضرورت مختلف اوقات

اور مختلف مقامات مین لکھی ہے اور ایک نے دوسرے کے نسخہ کو ملاحظہ بھی نہین
کیا پس کوئی نسخہ سہو وخطا اور جعل سے مصون ومحفوظ نہین ہو سکتا اور اس
امر کی تصدیق کے واسطے خود اختلاف اناجیل اربعہ شاہد کافی ہے اور
پادریصاحب جو اس اختلاف کی نسبت یہ عذر کرتے ہین کہ کہین اجمال وتصریح کا
فرق ہے کہین تخمینہ اور تحقیق کا فرق ہے کہ کسی مصنف نے ایک بات کو بطور تخمینہ
بیان کردیا ہے کسی نے بطور تحقیق کہین کچھ اور کہین کچھ یہ اختلاف نہین سو یہ جواب
محض واہیات اور تاویلات ہین جنکو دیکھکر انگلستان کے تعلیم یافتہ لوگ بھی ہنستے
ہین البتہ یہ تاویلات او صورت مین قابل التفات ہو سکتے ہین جبکہ ہر ایک مصنف
الہامی اور معصوم ہوتا یا ایک نسخہ کو کل حواری جمع ہوکر لکھتے اور قبول کرتے مگر حواری
کوئی الہامی نہ تھا بلکہ اکثر مطعون ومقدوح تھے پس یہ جواب پادریصاحب کا عذر
بدتر از گناہ اور اقرار اختلاف ہے وجہ دوم یہ ہے کہ ہر ایک انجیل کا مصنف مقدوح
اور کم فہم تھا نہ متی حواری مصنف انجیل اول کی روایت قابل اطمینان ہے اور نہ یوحنا
حواری مصنف انجیل چہارم کی روایت معتبر اور مرقس مصنف انجیل ثانی شاگرد پطرس
حواری اور لوقا مصنف انجیل ثالث شاگرد پولوس کا تو ذکر بھی نہین کیونکہ یہ دونو
حواری بھی نہین حتی کہ انکے استاد بھی نہایت غیر معتمد بلکہ بدعتی مشہور تھے چنانچہ
حضرت مسیح نے وقت اخیر یروشلیم جاتے وقت پطرس سے کہا ای شیطان مجھہ سے
دور ہو تو میرے لیے ٹھوکر ہے کیونکہ تو خدا کی نہین بلکہ آدمیون کی باتون کی فکر
کرتا ہے[له] اور پھر مسیح نے فرمایا ہے کہ جو میرا انکار کریگا مین اپنے باپ کے سامنے اوسکا
انکار کرونگا[عه] اور پطرس نے وقت صلیب یہود کے روبرو بخوف جان مسیح کی شاگردی

له آیت ۲۳ باب ۱۶ انجیل متی
عه آیت ۳۳ باب ۱۰ انجیل متی

یعنی عیسائیت سے تین[۱۵] دفعہ انکار کیا اور وقت صلیب پاس بھی نہ ٹھہرا یقیناً
دین عیسائی سے برگشتہ ہو گیا   اور بعد رفع مسیح کے پولوس اسکے
باب میں لکھتا ہے کہ جب پطرس انطاکیہ میں آیا میں نے روبرو اوس سے مقابلہ کیا
کیونکہ وہ ملامت کے لائق تھا[۱۲] اور اسی جگہہ برناباس کی نسبت لکھتا ہے کہ وہ بھی ہوئے
کی ریا میں شریک تھا   مستر فلاک لکھتا ہے کہ پطرس نے غلطی کی اور احکام مسیح
سے جاہل تھا   اور برنشس جسکو جوئل صاحب نے فاضل مرشد سنجیدہ لکھا ہے
کہتا ہے کہ پطرس سردار حواریان نے اور برناباہ نے بعد نزول روح القدس کے بھی
معہ کلیسائی یروشلیم غلطی کہائی   جان کالون کہتا ہے کہ پطرس نے کلیسا میں
بدعت بڑھائی اور آزادگی عیسوی کو خوف میں ڈالا اور توفیق عیسوی کو دور پھینکا
اور برناباہ وغیرہ سب کو ملامت کرتا ہے حق یہ ہے کہ پطرس نے بڑی غلطی کی ہے کہ
خلاف حکم مسیح اس نے غیر بنی اسرائیل کو ملت مسیح کی دعوت کی اور بات یہ بنائی
کہ مجھہ کو مکاشفہ ہوا ہے اور روح القدس نے ہدایت کی ہے چنانچہ اسی بنا پر اولاً
کرنیلیا والوں کو عیسائی کیا[۱۳] اور یہ ایسی مخالفت مسیح تھی کہ اس معاملہ سے مختونوں
کو تعجب ہوا کہ غیر مختونوں پر بھی روح القدس کی بخشش ہوئی اور اوسی وقت سے
غیر قوم بھی عیسائی ہونے لگے اور اب تک یہی عمل خلاف انجیل عیسائیوں میں جاری ہے لیکن اوس وقت
مختونوں نے جو شریعت موسوی کے پابند تھے یہ اصرار کیا کہ غیر مختون جو عیسائی ہوئے
ہیں احکام شریعت کو بجا لاویں اور غیر مختونوں کو یہ بات نامنظور ہوئی تب پاول اور برنباہ
اور اون مختونوں میں گفتگو ہوئی آخر کو یہ تجویز ٹھہری کہ یروشلیم میں رسولوں اور
مشائخ کے پاس چلکر اسکا فیصلہ کیا جاوے وہاں جاکر کونسل کا جلسہ منعقد ہوا پطرس

اور برناباہ اور پولوس مختونون کے خلاف بولے یعقوب نے توسط اختیار کر کے یہ رائے
دی کہ شریعت کا سارا بوجھ ڈالنا ان پر اچھا نہین بعض بعض احکام کا اتباع ان پر لازم
کیا جاوے تب ایک سرکیولر بنام نہاد روح القدس جاری ہوا کہ روح القدس کو
اور ہم کو بھی اچھا لگا کہ سوا ان باتون کے جو ضروری ہین تم پر زیادہ بوجھ
نہ ڈالین تم بتون کی نجاستون اور حرامکاری اور گلا گھونٹے جانور اور لہو سے پرہیز کرو
والسلام پس سب حواریون نے اس معاملہ مین پطرس کے دم مین آکر دو غلطیان
کین اول یہ کہ غیر بنی اسرائیل کے عیسائی کرنے مین پطرس کا قول اور دعوی
نزول روح القدس قبول کر لیا حالانکہ حضرت مسیح نے خوب سمجھا دیا تھا کہ مین بجز
بنی اسرائیل کے اور کسی قوم پر مبعوث نہین ہوا اور پھر مکرر تاکیدا حواریون کو
ممانعت کر دی کہ تم عوام کی طرف نجانا اور سامریون کے کسی شہر مین نجانا بالتخصیص
اسرائیل کی طرف جاؤ ثانیا یہ کہ غیر مختونون کو شریعت یعنی احکام توریت سے
آزاد کر دیا حالانکہ مسیح نے فرمایا تھا کہ مین توریت کو کامل کرنے آیا ہون نہ مٹانے کو
اور قیامت تک توریت کا ایک نقطہ نہ مٹے گا یہ دونون خطائین ایسی فاحش
ہوئین جنکی باعث دین عیسوی مین ایک عظیم رخنہ پڑ گیا حواریون نے یہ خیال
نکیا کہ مسیح بار بار اپنے کلام و احکام کی حفاظت کی تاکید فرما گئے ہین اور پطرس کا
کلام قابل اعتبار نہین مسیح اس سے ناراض گئے ہین اور اوسنے صلیب کے وقت کیا سلوک کیا
یہان تک پطرس کا حال تھا اب پولوس مقدس نصاری کا حال کچھ دیکھنا چاہیے کہ یہ
شخص عروج و صلیب مسیح تک حضرت سے بڑی دشمنی اور عناد کرتا رہا اور ہمیشہ ہاتھ
اور زبان سے خود ایذا دیتا رہا اور لوگون کو برانگیختہ کرتا تھا بعد عروج و رفع مسیح

کہ وہ اپنے اوپر نزول روح القدس کا دعویٰ کرکے اور عیسائی بن کے حواریون
سے جا ملا اون بیچارون نے قبول کر لیا اور یہ قبول کر لینا غالبًا اس مصلحت
سے تھا کہ اسکے شر سے نجات ملے کیونکہ یہ شخص غیر اسرائیلی تھا اور غیر اسرائیل
کا عیسائی ہونا خلاف حکم مسیح تھا چہ جائیکہ اوس پر نزول روح القدس ہو یا
یہ کہ قول مسیح کو بھول گئے یا سمجھے نہین اور حضرت مقدس نصاریٰ بھی غالبًا
اس لیے عیسائی ہوئے تھے کہ ہاتھہ اور زبان کی دشمنی سے تو کچھہ کام نہ نکلا
اور دین عیسوی بعد مسیح بھی نہ مٹا اب عقل کے زور سے مٹاؤ اور دوست
بنکر کام نکالو چنانچہ جب مختونون نے اصرار کیا کہ غیر مختون بھی احکام شریعت
کو بجا لاوین تب پولوس اوس پر کیونکر مذکورہ بالا پر بھی رضامند نہوئے اونھون
نے شریعت موسوی کو کلیتہً مٹا دیا اور صاف حکم دیدیا کہ اگلا قانون چونکہ کمزور
اور بے فائدہ تھا اوٹھہ گیا اور پاکون کے لیے سب کچھہ پاک ہے اور جو ناپاک جانتا
ہے اوسکو ناپاک ہے اور اس پر بھی صبر نکیا علانیہ یہ حکم دیدیا کہ شریعت کو ایمان سے
کچھہ نسبت نہین مسیح نے ہمکو مول لیکر شریعت کی لعنت سے چھوڑایا کہ وہ ہمارے
بدلے لعنت ہوا کیونکہ لکھا ہے کہ جو کوئی لکڑی پر لٹکایا گیا ملعون ہے یعنے
جناب مسیح علیہ السلام معاذ اللہ من ذلک — جب یہ حکم لوگون نے سنا کہ تکالیف
شرعیہ موقوف ہوگئین اور دینداری بھی برائے نام ہے اور ہر طرح آسائش و آزادگی
بھی موجود ہے اوس روز سے اکثر آدمی جو اپنے مذہبون کی پابندی سے تنگ
تھے عیسائی ہونے لگے اور دل کھولکر سب کچھہ کرنے لگے کیونکہ آزادی کیطرف
ہر شخص مائل ہوتا ہے خصوصًا حکام و سلاطین لیکن باایہمہ مختون لوگ جو مخلص

دل جدید عیسائی ہوئے تھے وہ شریعت کے پابند رہے اور وہان بادشاہ کیوقت تک
جو ۱۲۴ء مین تھا اکثر عیسائی شریعت اور احکام توریت کی تعمیل کرتے رہے لیکن
جب بادشاہ نے یہ حکم دیا کہ جو کوئی ختنہ کریگا مار ڈالا جاویگا تب فلسطین کے عیسائیون
نے اس خیال سے کہ مبادا ہم بھی یہودیون مین گنے جاوین رسومات موسوی کو کلیتہً
چھوڑ دیا اور مرق یعنی مرقس کو اپنا پیشوا مقرر کیا یہ آزادی اون لوگون کو جو رسومات
یہود کے عادی تھے یعنی پہلے یہودی تھے ناگوار گذری لہذا وہ جدے ہوگئے اور
پریا ملک فلسطین مین جماعتین قائم کین اور رسوم یہود اور احکام توریت کو بڑی شدومد
سے جاری رکھا یہ لوگ حضرت موسی اور عیسی کو سند مین برابر سمجھتے تھے جب
دو فرقہ ہوگئے تو فرقہ اولین جو سچا عیسائی تھا اور حمایت توریت مین مصروف تھا
بدعتی قرار دیا گیا اور ابیونیہ اونکا نام رکھا گیا اور دوسرا فرقہ جو توریت سے
منحرف تھا اور جسکی بنیاد پولوس جما چکی تھی روز بروز زیادہ ہونے لگا کیونکہ آزادی
سب کو مرغوب ہے اور نیز حکام عیش پسند کی طرف سے جبر بھی ہوا ایس دین عیسوی
مفقود ہونے لگا اور دین پولوسی ترقی پانے لگا اگر کوئی کہے کہ پولوس
نے جو کچھ کیا دیگر حواریون اور مشایخ کے مشورہ سے کیا اور روح القدس بھی شریک
تھے جواب اسکا یہ ہے کہ حواری اوسکے مقابلہ اور مواجہہ مین خوف و مصلحت کے باعث
کسی بات مین اتفاق رای کر دیتے تھے اور اکثر دور رہتے تھے باہم ملاقات بھی کم
ہوتی تھی لیکن اسکے اقوال و اعمال سے ضرور ناراض و متوحش تھے اور ملاقات کیوقت
تنبیہہ و نصیحت بھی کرتے رہتے تھے چنانچہ جب آزادی کے اعتقادات و اقوال کے بعد
پولوس یروشلیم مین گیا تو وہان کے مشایخ کو خوف ہوا کہ دونون قسم کے عیسائیون

[illegible]

مین فساد نہو تب بزرگون اور مشائخ نے اوسکو سمجھایا کہ تو بھی منت والے لوگون کے ساتھہ ہو جا کیونکہ جو تیری نسبت سنا ہے اوسکو لوگ غلط سمجھین پولوس نے اوسوقت تو مصلحتہ قبول کر لیا مگر پھر اوسپر عمل نکیا اور اگر اوسکو روح القدس کی تعلیم ہوتی تو ضرور حواریون کو بھی ہوتی یا وہ منع نکرتے اور وہ قبول نکرتا اور محض عیسائی تخمیناً ڈیڑھ سو وسو برس تک توریت و شریعت کے پابند رہتے زنکلیس اور لوا تھر وس لکھتے ہین کہ کالون اور لوتھر کے مقلد اور پیرو پولوس کو وعظ کرنے کے لائق اور معتمد نہ سمجھتے تھے خود پولوس نامہ اول قرنتیان مین اپنی نسبت لکھتے ہین کہ مین یہود کے درمیان یہود سا تھا تا کہ اونکو کماؤن اور شریعت والون مین شریعت والا اور بے شریعت اور بت پرستون مین بے شریعت اور ترویج دین کے واسطے بر ملا جھوٹ بولنا جائز و مستحسن کر لیا تھا غالباً مقدس کا خطاب اونکو ایسے ہی کارہائے نمایان سے ملا ہے یہان تک صرف دو صاحبونکا حال تھا مگر چونکہ طول ہوا جاتا ہے لہذا اب حواریون کا حال بالاجمال بیان ہوتا ہے کہ انھین مین سے ایک نے جو ایک روز پیشتر تک مسیح کا ہم پیالہ و ہم نوالہ تھا حضرت کو گرفتار کرایا اور صلیب کے وقت سب بھاگ گئے کوئی پاس بھی نہ ٹھہر رہا اور نہ کبھی مسیح کے مواعظ اور تعلیم کی حقیقت کو سمجھے حضرت مسیح ان لوگون کو کم اعتقاد کہا کرتے تھے اونکا سمت ایمان و دنیاوی فوائد مین لگا رہتا تھا چنانچہ اسی امید پر یوحنا کی مان نے مسیح سے کہا تھا کہ جب تم اپنی بادشاہت مین داخل ہو تو میرے دونون بیٹے بھی تمہارے دائین اور بائین بیٹھین اور پطرس نے کہا تھا کہ ہم سب کچھہ چھوڑ کے تیرے پیچھے ہو لیے ہمکو کیا ملے گا مسیح نے فرمایا کہ جب انسان کا بیٹا نئی پیدایش مین اپنے جلال کے تخت پر بیٹھیگا تو تم بارہ تختون

آیت باب شانزدہم متی ۱۲ آیت ۲۱ باب بستم متی ۱۲

پر بیٹھوگے اور بنی اسرائیل کے بارہ فرقون پر عدالت کروگے۔ اور اس عدالت
اور اپنے نزول دوسری کی علامتین بھی حضرت نے ارشاد کردی تھین مگر وہ اس عدالت و
حکومت کو دنیاوی اور ظاہری ہی سمجھتے تھے اور خیال کرتے کہ یہ علامات بھی سب ہماری
حیات مین ہوجاوینگے چنانچہ جب بعد صلیب مسیح اونکو نظر آئے تو بعض جو زیادہ
بیتاب تھے پوچھنے لگے کیا تو اوسی وقت بنی اسرائیل کی بادشاہی قائم کریگا اور بعض
مسیح کے مرفوع ہونے بعد افسوس کر کے کہتے تھے کہ ہمکو امید تھی کہ یہ وہی ہے جو بنی اسرائیل کی
آزادگی کریگا الغرض سو اسو ڈیڑھ سو برس تک لوگون کو اس نزول دوسری کا انتظار رہا
میکڈمی برجس وغیرہ محققین عیسائیہ خصوصًا وائی ٹیگر جو فرقہ پروٹسٹنٹ کے بڑے عالم
ہین کہتے ہین کہ بعد نزول روح القدس کے سب کلیساؤن نے غلطی کی نہ صرف
عوام نے بلکہ خواص نے بھی جو غیر بنی اسرائیل کو ملت مسیح کیطرف دعوت کی کیونکہ
یہ خلاف حکم مسیح تھا راقم کہتا ہے کہ ایک یہی غلطی کیا ہزارون غلطیان کین منجملہ اون کے
ایک یہ ہے کہ عدالت و حکومت مسیح کے معنی کو نہ سمجھے اونکے دوبارہ نزول کے وقت کو نہ سمجھے
فارقلیط کے وقت اور اوصاف کو نہ سمجھے توریت اور شریعت کے ترک مین غلطی کی
مسیح کو ابن اللہ سمجھنے مین غلطی کی حالانکہ یہ امور انجیل مروجہ کے بھی خلاف ہین کہ
بعد صلیب بھی جب مسیح علیہ السلام اونکو نظر آئے تو اونکو بہت ملامت کی اور سبکو
سخت دل اور بے ایمان کہا پس بعد نزول روح القدس بھی کامل نہوئے جیسے قبل
صحبت مسیح تھے ویسے ہی بعد مسیح بھی رہے پھر بھلا ایسے لوگون کی تصنیف اور روایت پر
کیونکر اعتماد ہو خصوصًا ایسا اعتماد کہ اوس پر دین اور ایمان مقرر کیا جاوے
وجہ سوم اناجیل مروجہ کی اصل انجیل نہونے کی یہ ہے کہ باوجود یکہ مقدوح اور غیر معتمد

ہونے حواریون کے بھی یہ اناجیل مروجہ اونکی تصنیف نہین جسطرح اون کی طرف
منسوب کی جاتی ہین چنانچہ محقق گاڈفری ہیگنس لکھتے ہین کہ یہ تعجب کی بات ہے کہ
اہل اسلام اس سے منکر نہین کہ ہماری چارون انجیلی تواریخین اونھین شخصون کی
تصنیف نہین جنکے نام سے وہ منسوب ہین وہ صرف یہی کہتے ہین کہ عیسائی پادریون نے
اوسمین تحریف کردی ہے راقم کہتا ہے کہ محقق ممدوح نے اہل اسلام کی تصنیفات
علم کلام کو نہین دیکھا جو ایسا لکھا ہے ضرور اہل اسلام کا یہ بھی دعوی ہے تفصیل اسکی
یہ ہے کہ جناب مسیح نے جو آسمانی سلطنت کے قریب آنے اور اپنے دوسرے نزول
اجلال کا وعدہ ایسا قریب دیا تھا کہ اس پشت یا طبقہ کے لوگ منقرض نہونگے کہ ابن آدم
یعنی مسیح کو بادلون مین آتے نہ دیکھ لین اور شاگردون سے وعدہ تھا کہ تم
بنی اسرائیل کی بارہ قومون پر حکومت کروگے پس اس مغالطہ شدیدہ نے کہ وہ ابھی بادشاہی
قائم کریگا حواریون کو ضبط اور تحریر حالات مسیح پر متوجہ ہونے دیا مورخ ایڈورڈ گبن
باب ہشتم تاریخ رومۃ الکبری مین لکھتے ہین کہ یہ جمہور کا اعتقاد تھا کہ دنیا کا ختم ہونا اور
آسمانی بادشاہی قریب تھے حواریون نے اس واقعہ عجیب الشان کے نزدیک آنے کی
پیشین خبر دی تھی اور قدیم شاگردون نے اس کی روایت بہت ہی محفوظ رکھی تھی اور
اون لوگون کو جو کلمات مسیح کو اپنے لغوی معنی مین سمجھتے تھے اس طبقہ کے لوگون کے
جنھون نے اس زمین پر اوسکی سکونت کی حالت دیکھی تھی کلیۃً منقرض ہوجانے تک
مسیح کے دوسرے آنے کا انتظار کرنا پڑا ابھی تو یہ لوگ اس آمد موہوم کا
خیالی پلاؤ پکا رہے تھے اس پر طرہ یہ ہوا کہ یوحنا حواری کی عمر مین طوالت ہوئی
اور لوگ یہ سمجھنے لگے کہ ضرور مسیح کے دوسری آمد کو یہ دیکھے گا اور اسکے زیادہ معمر ہونے

سے اس اعتقاد کی ایجاد ہوئی کہ مسیح کے قول کی تصدیق کے لیے خدا نے اسکی عمر
بیحد بڑھا دی ہے اور اسی امید موہوم اور انتظار مین آیندہ کیواسطے تصنیف و
تالیف پر توجہ نکرتے تھے بلکہ کتابت کی قدر کم کرتے تھے اور زبانی روایت کو کتابت
پر بہت ترجیح دیتے تھے جب زمانہ ممتد گذر گیا اور امیدوارون کو یاس ہوئی اور
زبانی روایات مین بھی ضعف آگیا اوسوقت لوگون نے تحریری تذکرون پر توجہ
شروع کی اور ہر ایک نے علحدہ علحدہ مثلاً کسی نے تمثیلون کو کسی نے اور کلمات کو
اپنی یادداشت اور سماعت کے موافق قلمبند کر لیا لیکن اسوقت ایک اور ہی نیا
گل کھل رہا تھا یعنی بہت سی جھوٹی تحریرین انجیلون اور حواریون کے خطوط کے نام سے
جمع ہو کر ایک انبار ہو گئی تھین یہان تک کہ پولوس وغیرہ حواری اپنی تحریرون
مین اپنے پیروون کو اس امر کی اطلاع کرنے لگے اور بعد زمانہ حواریان اتنی کتابین
انجیلون اور اعمال اور خطوط و نامجات و مشاہدات کے مشہور ہوئین کہ اون کا
شمار مشکل ہے کیونکہ دشمنان دین اور محرفان انجیل یعنی یہود کو حواریونکی
اس غفلت و غلط فہمی مین تخریب دین مسیحی کا خوب موقع ملا اور اسی سبب بعد کو
سچے مخلص عیسائیون پر بھی اصل دین مشتبہ ہو گیا سلطنت فرانس کے رکن رکین فاضل
ارنسط رینان تذکرہ عیسیے کے مقدمہ مین (مطبوعہ ۱۸۶۵ء) اس کیفیت کو لکھتے
ہین کہ بہرحال یقینی ہے کہ ابتدا مین عیسی کے کلمات عبرانی زبان مین لکھے گئے تھے
اور شروع ہی مین انکے اقوال قلمبند ہوئے تھے لیکن یہ ایسی تحریرین نہین تھین
کہ تشخیص کر کے یقیناً لکھے گئے ہون کیونکہ علاوہ اون انجیلون کے جو ہم تک آئے اون
اور بھی کئی ایک تھین جن مین مشاہدہ کی روایات تھین ایسی تحریرون کی قدر کم ہوتی

تھی اور حفاظ مثلاً پپیاس بانی روایتون کو بڑی ترجیح دیتے تھے چونکہ ہنوز لوگون کو
یہ اعتقاد تھا کہ دنیا عنقریب ختم ہونے کو ہے تو آیندہ کے لیے کتابین تصنیف کرنے کی پروا
کم کرتے تھے صرف دلون مین اسکے زندہ نشان کا رکھنا کافی جانتے تھے اسی سبب انجیل کی
کتابون کا ایکسو پچاس برس کم اعتبار ہوا اور ان مین اور باتین درج کرنے اور کئی طور پر
تطبیق دینے اور بعض کو بعض سے تکمیل کرنے مین کچھہ باک نکرتے تھے جس پچاس برس کے پہلے
ایک ہی کتاب تھی وہ جانتا تھا کہ جو کچھہ دل کو عزیز ہے وہ سب اسی مین ہووے
یہ چھوٹے چھوٹے رسالہ مستعار جانتے تھے اور ہر ایک شخص اپنے نسخہ کے حاشیہ پر جو الفاظ اور
تمثیلین کہین پاتا تھا اور راویکے دل کو اچھی لگتی تھین نقل کر لیتا تھا کوئی مستقل کتاب
لائق اعتبار نہ تھی پپیاس جو اکثر اس کتاب پر حوالہ کرتا ہے جسے وہ حواریون کے تذکرے
کہتا ہے اسکی اطلاع مین انجیل کی تحریرین ایسی تھین جیسے ہماری ان ایام کی انجیلون کی نسبت اور
ہی طرح پر تھین اور وہ انکا کبھی متن مستند کے طور پر حوالہ نہین دیتا اور کلیمینٹ
کی موضوعی تحریرون مین جو فرقہ ابیونیہ کی اصل متن انجیلون کے حوالون کی صورت
ہے مضمون سب کچھہ تھا مگر عبارت کچھہ نہ تھی موشیم اپنی تاریخ کے جلد اول مین لکھتا ہے
کہ فرقہ ناصری اور ابیونیہ کے پاس ایسی انجیل تھی جو ہماری انجیل سے مختلف تھی دوسری
صدی کے نصف ثانی مین جبکہ روایتین ضعیف ہو گئین تو وہ کتابین جن پر حواریونکا
نام تھا قطعی الحکم ہو گئین اور شرع کے حکم مین ہو گئین اور حاشیون کی عبارتین متن مین
داخل ہو گئین اور ہارنصاحب اپنی تفسیر کی چوتھی جلد کے باب دوم حصہ دوم مین
لکھتے ہین کہ احوال جو ہمکو قدما مورخین کلیسا سے درباب اوقات تالیف انجیل کے
ملے ہین ایسے غیر معین اور ابتر ہین کہ کسی ایک امر معین کیطرف نہین پہنچاتے اور پرانے

پرانے قدما نے اپنے وقت کے گپون اور بے اصل باتون کو سچ سمجھکر لکھدیا ہے اور پیچھلے
لوگون نے ادب کر کے اون کے لکھے ہوئے کو قبول کر لیا اور یہ روایتین جھوٹی سچی ایک
کتاب سے دوسرے کتاب تک پہنچین اور بعد امتداد زمانہ کے تنقید و تصحیح اون کی بہت
دشوار ہوگئی اور اسماء اور نامجات کے اختلاف و تعدد اور زمانہ تحریر کا تو کچہ ذکر ہی نہین
وہان کسیطور کا تخمینہ بھی مشکل ہے   یہان تک حضرت مسیح سے ڈیڑھ سو برس تک کا
ذکر تھا اسکے بعد کا ذکر یہ ہے کہ افلاطون اور فیثاغورث کے پیروون کا یہ مقولہ تھا کہ
سچائی اور خدا پرستی کی ترقی کے لیے جھوٹ بولنا اور فریب دینا صرف جائز ہی نہین بلکہ
قابل تحسین ہے اون سے یہودنے قبل مسیح کے یہ مقولہ سیکھہ لیا تھا اور ان دونون سے یہ وبا
عیسائیون کو لگی چنانچہ اس صدی مین اور بعدہ بہت سی جھوٹی کتابین بڑی کتابون اور
مؤدب نامون کے ساتھہ منسوب ہوکر شائع ہوئین کما فی الاعجاز راقم کہتا ہے کہ عیسائیون کو
کیا حاجت تھی کہ افلاطون کے پیروون سے جھوٹ بولنا سیکھین پولس مقدس پہلے ہی ترویج
دین کے واسطے جھوٹ بولنا مستحسن کر چکے تھے   اور ولیم میور صاحب اردو تاریخ
کلیسا مین لکھتے ہین کہ دوسری صدی مین عیسائیون مین گفتگو رہی کہ جب بت پرستون اور
فیلسوفون کے ساتھہ مباحثہ دینی کیا جاوے تو اونھین کی بحث کا طرز و طریقہ اختیار
کرنا جائز ہے یا نہین آخر کار ارجن وغیرہ کی رای سے طریقہ مذکور تسلیم ہوا اس سے مسیحی
بحاثون کی تیز عقلی اور نکتہ سنجی نے بحث مین زیادہ رونق پائی لیکن راستی اور صفائی مین
خلل پڑ گیا اسی سبب لوگ یہ بھی کہتے ہین کہ وہ جعلی تصنیفات پیدا ہوئین جو کہ اوس زمانہ
کے بعد کثرت سے لکھی گئی ہین اسطرح سے کہ فیلسوف جب کسی کی پیروی کرتے تھے تو
کبھی کبھی اوسکے حق مین کتاب لکھہ کے کسی معروف حکیم کے نام سے جاری کرتے تھے تاکہ لوگ

اوسکی باتین خوب قبول کرین سو اسی طرح عیسائی جو فیلسوفون کی طرح بحث کرتے تھے
کتاب لکھہ کے کسی حواری یا خادم حواری یا معروف اسقف کے نام سے رواج دیتے تھے
ایسا دستور تیسری صدی مین شروع ہوا اور کئی سو برس تک رومی کلیسا مین جاری
رہا یہ بات بہت ہی خلاف حق اور قابل الزام شدید تھی انتہی   اس جعلسازی کا
بازار نوین صدی تک جاری رہا اور دسوین صدی مین اس فعل شنیع کا دریا اس
طغیانی سے موجزن ہوا کہ جسکا بیان نہین ہو سکتا یہان تک کہ منتخب ہوتے ہوتے پچھتر
انجیلین اور نامجات تھے جو سوائے اناجیل موجودہ حال کے ہین جنکو اب عیسائی بغیر وجہ
موجہ جھوٹی کہتے ہین اور اسی دریا کی طغیانی مین بعض سچی کتابین بھی عہد جدید سے
گم ہو گئین محقق گاڈفری ہیگنس لکھتے ہین کہ ناظر عیسائیون مین سوائے بتون اور
گلی ہوئی لکڑی کے اور کچھہ نہ دیکھے گا انجیلی تاریخین بیسیون ہونگی جن مین ناظر کو پسند کرنا
غیر ممکن ہوگا کیونکہ کمال خوبی کی جہت سے چار ہی منتخب نکر سکے گا اونکو محض خرافات
شیطانی سے بھرا پاویگا اور طمع کے باب کی عبارتین وسیع اور نہایت دنچی دیکھے گا جنکے
لفظی معنی زمانہ حال مین اون معنیون سے بہت مختلف سمجھے جاتے ہین جو اون زمانہ
مین پائے جاتے تھے غرض کہان تک طول کیا جاوے خود معترض کو اس کتاب کے صفحہ ۱۶
مین ان سب امور کا اقرار ہے وہ لکھتا ہے کہ سوچنے کی بات ہے کہ اسوقت حضرت عیسیٰ
کی ۱۹ صدی ہے اور جسوقت ان اناجیل کی تالیف کی تحقیق ہوئی تھی وہ کئی صدیون کے
بعد عالمون کو خیال آیا تھا کہ اس امر کی تنقیح کیجاوے پس بعد زمانہ کے سبب اور مختلف
مقامون پر جدی جدی اناجیل جاری ہونے کے باعث اور رات دن کی مصیبتین
عیسائیون پر آنے کے سبب روایت متفق علیہ محققین کو نہ ملے اس لیے اختلاف واقع رہا

اور کوئی ایسی روایت بھی نہین ملی جس سے یہ معلوم ہو کہ یہ اناجیل حواریون کے
عہد سے بہت دنون کے بعد کی ہین اگر کوئی ایسی روایت نکلے تو مقام شک کا تھا
اب تو سب روایتین اوسی عہد کی ہین انتہی   القصہ کسی انجیل پر یقین نہین کہ یہ
منسوب الیہ کی تصنیف ہے اور بوجہ مستحسن کر لینے دروغ کے اور بوجہ جعلی روایات
کے زبانی روایات کا بھی سلسلہ کالمعدوم ہے   اور معترض نے جو یہ لکھا ہے
کہ کوئی ایسی روایت بھی نہین ملی جس سے یہ معلوم ہو کہ یہ اناجیل حواریون سے بہت
دن بعد کی ہین یہ عجیب قابل مضحکہ ہے وہ یہ نہین جانتے کہ ہر شی در اصل منفی اور معدوم
ہے تا وقتیکہ اوسکا یقینی اثبات نہو اور اسی واسطے علم مناظرہ مین دلیل لانا مدعی کے ذمہ
ہے نہ مانع کے ذمہ پس اناجیل کا تصنیف حواریان ہونا اصلی امر ہے اور ہم اسکے مانع ہین جبتک
اسکا یقینی اثبات نہو جاوے اوسوقت تک ہم اونکو منسوب الیہم کی تصنیف نہین سمجھ سکتے
اور یہ جو لکھا ہے کہ اب تو سب روایتین اوسی عہد کی ہین یہ سچ ہے کہ ہرگاہ کچھ تحقیق نہین
ہو سکتی تو ناچار یہی کہنا پڑتا ہے لیکن یہ جواب خام عیسائیون کے واسطے کافی ہے
اور اہل عقل کے نزدیک تو صاف اختلاف اور جعلی جعلی انجیلون کا اقرار ہے
پادری صاحب نے شروع مین تو یہ دعوی کیا ہے کہ صاحب اعجاز عیسوی قصدی تحریف
ثابت نہو سکے اور یہان صحیح انجیل کا بھی وجود ثابت نہو سکا تحریف کا تو کیا ذکر ہے سبحان اللہ
اسی کو رد اور جواب کہتے ہین   حق یہ ہے کہ پادری صاحب بیچارہ کیا کرین اٹھارہ
سو برس سے برابر جعل اور تحریف و تہذیب و اصلاح کا بازار گرم ہے وہ کس نسخہ کو تصنیف
حواریان کہین کا یصلح العطار ما افسدہ الدہر انجیل اول ہتی کا پتا نہین کہ کب اور
کہان اور کس زبان مین لکھی تھی متقدمین کی یہ رای تھی کہ اوس نے عبرانی مین لکھی تھی مگر

وہ نسخہ صفحۂ جہان سے گم ہو گیا اور اسکا ترجمہ یونانی چلا آتا ہے مگر مترجم کا حال معلوم نہیں
کہ کون تھا اور کہاں تھا اور کب اور کہاں ترجمہ ہوا اور متاخرین کو اصل نسخہ عبری سے بھی
انکار ہے   فاسٹس جو اواخر صدی چہارم میں تھا اور پروفیسر بائبر جرمنی کہتے ہیں کہ
یہ انجیل متی کی تصنیف نہیں اور شیوز وشلتس اس انجیل سے بہت تھوڑا اعتقاد رکھتے تھے
اور آیت ۹ باب نہم خود گواہی دیتی ہے کہ یہ متی کی تصنیف نہیں   معترض نے صاحب اعجاز
عیسوی کو قول فاسٹس کا یہ جواب دیا ہے کہ وہ غیر مشہور اور بیدین آدمی تھا سو یہ جواب
غلط ہے کیونکہ لارڈنر اپنی تفسیر میں جابجا اسکا حوالہ دیتا ہے اور یہ شخص حضرت مسیح کو خدا
جانتا تھا اور حضرت موسی کو بنا بر انجیل یوحنا کے چور اور ڈاکو جانتا تھا پھر کیوں بیدین نہ
تھا اس سے زیادہ اوسکی عیسائیت کی کیا پختہ دلیل ہوگی اور شیوز وشلتس پر جو بیدینی
کا الزام لگایا ہے اسکی بھی سند کسی معتبر عالم کے قول سے نہیں دی اور بائبر پر جو بیدینی
اور ۱۹ صدی میں ہونے کا عیب لگایا ہے یہ بھی واہیات ہے ۱۹ صدی میں ہونے سے
غیر معتبر نہیں ہو سکتا ورنہ خود پادری صاحب بھی غیر معتبر ہو جاوینگے اور بیدینی کی کچھ سند
نہیں اور اگر بیدین ہو تو کیا حرج ہے اوس نے متقدمین عیسائیہ کے حوالہ سے لکھا ہے
پادری صاحب کو لازم تھا کہ اوسکے ماخذ پر جرح کرتا نہ اوسپر دوسری انجیل مرقس کی ہے بعض
لوگ کہتے ہیں یہ انجیل پہلے لاطن زبان میں تھی اور جمہور کہتے ہیں کہ یونانی میں تھی اور
اسکا حال بھی ایسا ہی مجہول ہے مگر چونکہ یہ شخص حواری نہ تھا اور پطرس استاد کا شاگرد
تھا اسواسطے اس کے سلسلہ اسناد میں بحث کی حاجت بھی نہیں تیسری انجیل لوقا کی ہے
اسکی اصل اور زمانہ تصنیف کا حال بھی مجہول اور استرجیہ اسنے اپنی کتاب بلکہ تحریرات متفرقہ
منتخب کرکے لکھی ہے نہ اپنے مشاہدہ سے کیونکہ یہ پولس کا شاگرد تھا اور پولس استاد کا حال اوپر

مذکور ہو چکا اسواسطے اسکے اسناد مین بھی بحث کرنا منظور نہین چوتھی انجیل یوحنا حواری سے منسوب ہے اسکا حال بھی مثل دیگر اناجیل کے ابتر ہے تصنیف کا زمانہ بھی مجہول ہے اور آیہ[1] باب بست و یکم سے ظاہر ہے کہ وہ یوحنا کی تصنیف نہین اسٹاڈلن اپنی کتاب مین لکھتا ہے کہ بلاریب انجیل یوحنا کسی طالب العلم مدرسۂ اسکندریہ نے لکھی ہے اور بارنصاحب اپنی تفسیر مین لکھتے ہین کہ فرقۂ الوجین جو دوسری صدی مین تھا اس انجیل اور تصانیف یوحنا سے انکار کیا ہے اور برٹشنیڈر جو بہت بڑا عالم و محقق گنا جاتا ہے کہتا ہے کہ یہ سب انجیل اور نامجات یوحنا کی تصنیف نہین بلکہ اوائل صدی دوم مین کسی نے اوسکے نام سے لکھدی ہین اور جو فرقے عیسائیون کے الوہیت مسیح کے منکر ہین سب اسکے منکر ہونگے یا اسکو محرف بتائینگے کیونکہ اسی مین مسئلۂ تثلیث ہے اور حق یہ ہے کہ اس انجیل مین بعض اقوال ایسے ہین جو ہرگز حواری مسیح کے نہین ہو سکتے چنانچہ ایک یہی مسئلۂ تثلیث ہے دوسرے یہ کہ جناب موسیٰ کو چور اور ڈاکو کہا ہے[2] غرضکہ اناجیل کے تالیف حواریان ہونے مین ایسی متعدد اور متصل روایات نہین جیسے کہ پہلی اور دوسری و تیسری صدی کے نصفا لک یعنے حواریون اور حواریون کے شاگرد اور شاگردان شاگرد کے سلسلۂ اسناد سے ثابت ہو جاوے کہ یہ چارون انجیلین اس طرز و مضامین کی اون کے زمانون مین متداول و رائج تھین بلکہ ایک بھی سلسلہ متصلاً نہین ملتا اور ہرگاہ اوس زمانہ کے مشائخ کا سلسلہ مفقود ہے تو اونکے بعد کے زمانہ مین اگر شہرت ہوئی تو کیا مفید ہے اور معترض مخاطب جو انجیل متی کے باب مین لکھتا ہے کہ اس انجیل کی نسبت برناباہ نے دس جگہہ اور کلیمنٹ نے دو دفعہ اور پولیکارپ نے پانچ دفعہ اپنے نامجات مین گواہی دی ہے انتہی سو یہ جواب چند وجوہ سے باطل ہے اولاً یہ کہ ان مشائخ اور معلمون کی تصنیف اور نامجات مین چند جملہ کلام

اخلاق اور عام وعظ کے منقول ہین اور وہ بھی نہ کسی انجیل کے حوالہ سے مثلاً انجیل متی مین
یون لکھا ہے یا انجیل لوقا مین یون ہے بلکہ اون اقوال کو عموماً مسیح سے منسوب کیا ہے اور اس
قسم کی نصیحت اور اخلاق کی باتین ہر ایک مذہب کی کتابون مین ہوتی ہین انجیل کی ہی
کیا تخصیص ہے پس اسقدر حوالہ سے تو ان کتابون کا مشائخ مذکورین کے پیش نظر ہونا بھی
ثابت نہین ہوتا ثانیاً چونکہ حواریون کی تعلیم زبانی ہوا کرتی تھی اور مسیح کے دوبارہ نزول
کے انتظار مین تحریر پر توجہ نہ تھی اور روایتین اوسوقت مشہور تھین اور جیسا کہ پی پایس معلم کا
قول تاریخی یوسیبس سے ظاہر ہے کہ زبانی روایات کو ترجیح دیجاتی تھی اور مسیح کے بعض اقوال
اعمال حوارین اور مشائخ قدیم کی تحریرون مین ایسے بھی منقول ہین جو ان چارون اناجیل مین
نہین اسیطرح وہ چند جملہ مکارم اخلاق کے ان معلمون تک زبانی روایت کے ذریعہ سے پہنچے
نہ کسی کتاب سے ثالثاً جب دوسری صدی مین لوگون نے انجیل یوحنا سے انکار کیا تھا
تو اونکے جواب مین کہین ارینیوس نے یہ نہین کہا کہ پولیکارپ سے مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ
یہ انجیل یوحنا کی ہے حالانکہ ارینیوس پولیکارپ کا شاگرد تھا اور یہ یوحنا کا شاگرد تھا
پس اگر یہ یوحنا کی تصنیف ہوتی تو شاگرد کو ضرور اطلاع ہوتی اور وہ اپنے شاگرد سے
کہتا تعجب ہے کہ ارینیوس ذرا ذراسی بات پولیکارپ سے بار بار سنے اور اس امر عظیم اور
مدار ایمان و دین کا ایک دفعہ بھی ذکر نہ آوے اور معترض نے جو اسٹاڈلن کے
قول کا یہ جواب دیا ہے کہ اسکندریہ کا مدرسہ اس انجیل کی تصنیف کے بعد جاری ہوا ہے
اوسکے طالب علم کیا عالم خیال مین پہلے ہی فاضل ہو چکے تھے سو اسکا یہ جواب ہے کہ یہ مدرسہ
مرقس کاتب انجیل کا تھا جو اول صدی کے اواخر مین جاری ہو گیا تھا اور انجیل یوحنا کا پتا
دوسری صدی کے اواخر تک نہین لگتا پھر عالم خیال مین تصنیف ہونا کیونکر لازم آئے گا

رابعًا بفرض محال قبول کیا کہ ان ملعون نے متی کی انجیل سے اپنے نامجات مین کچھ نقل
کیا اور حوالہ دیا لیکن معترض بھی مقر ہے کہ انجیلین جدی جدی اور مختلف تھین پس اسکا
کیا ثبوت کہ وہی انجیل منقول بعینہ یہی انجیل مروجہ حال ہے خامسًا اور خوب ثابت ہو چکا
ہے کہ دیندار عیسائی بھی کتابین اور نامجات لکھکر مشہور معلم کے نام سے مشہور کر دیتے تھے اور
مباحثہ مین جھوٹ بولنا بھی مستحسن سمجھتے تھے اور ہزار برس اسی جعل و تحریف کا بازار گرم
رہا تو اون ملعون کے نامجات پر کیونکر یقین ہو سکتا ہے کہ وہ قطعًا اونکی تحریرین ہین تاکہ اونکے
حوالون سے اس انجیل کا وجود اون کے زمانہ مین ثابت ہو۔ اور تعجب یہ ہے کہ عماد الدین نے
یہان زبانی بہت کچھ شور مچایا اور اعجاز عیسوی کے رد کرنیکا ادعا کیا مگر ان ملعون کے جیسے تیسے
نامجات کی یہان نقل بھی نکی تاکہ ہم بھی دیکھتے کہ اون مین کس طرز سے ان اناجیل کے حوالے دیے
گئے ہین مگر اونکا کچھ وجود ہو تو لکھین اونکی بھی محض حکایت و روایت چلی آتی ہے ــ
اسی طرح پادری عماد الدین نے اعجاز عیسوی کا بھی ہر جگہ بلا تحقیق جاہلانہ اور متعصبانہ رد کیا ہے
نہ عالمانہ و محققانہ اور اسی وجہ سے بندہ نے کل اوائل ہدایۃ المسلمین کا جواب لکھنا مناسب
نہین سمجھا مگر اوسکے حصہ کی اکثر جواب طلب باتونکا اس کتاب مین حسب موقع تعرض کر دیا ہے
پس پادری صاحب اور اونکے اتباع کو محض گمان ہے کہ ہدایۃ المسلمین سے اعجاز عیسوی کا رد ہو گیا
إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ ۞ فَانْتَقَمْنَا مِنَ الَّذِينَ أَجْرَمُوا وَكَانَ حَقًّا
عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِينَ ۞ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالصَّلٰوةُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ وَخَاتَمِ
النَّبِيِّينَ مُحَمَّدٍ وَآلِهِ الطَّيِّبِينَ الطَّاهِرِينَ ۞ فقط

تمت الکتاب بعون اللہ تعالیٰ

بقلم ذرہ بیمقدار سراپا خاکسار کمترین محمد حسین الحنفی ابن مولوی محمد ہادی علی لکھنوی خوشنویس ہفت قلم مرحوم

تقريظ لذي الفضل والبراعة من اكابر اهل السنة والجماعة المدقق النحرير المولوي محمد بشير حماه الله من شر كل غوي شرير

بسم الله الرحمن الرحيم

الرحمن علم القرآن خلق الانسان علمه البيان فمنهم من شكر ومنهم من عدل في الكفر والطغيان فاما الذين شكروا فاخرجهم من ظلمات الشرك الى نور التوحيد والايمان واما الذين كفروا فزادهم رجسا الى رجسهم وتركهم في غياهب الضلالة والعصيان هو الذي بعث في الاميين رسولا منهم يتلو عليهم آياته ويزكيهم ويعلمهم الفرقان فتحدى به بلغاء العرب فلم يأتوا باقصر سورة من حسن القرآن ووقف من انتصب للمحاجة من فصحاء كل قبيلة وبطنان وعلى آله الذين ما الوا جهدا في اصطيان كتاب الله عن تحريف كل مارد شيطان وصحبه الذين ما استكانوا وما ضعفوا في الاعتصام بما شهد له الثقلان وارشدا اليه القسطاس وبعد فلا يعزب عن اولي الاحجاء والالباب واصحاب الفضل اللباب ان الله تبارك وتقدس قد وعد في كتابه المجيد بحفظه ونصره تبعية حيث قال وانا له لحافظون وكان حقا علينا نصر المؤمنين فانجز ذلك بان برع في كل قرن امام من المسلمين ينفون عنه تحريف الغالين وانتحال المبطلين وتاويل الجاهلين فجهدوا غاية الجهد في حمايته حسبما وفقهم الولي الكبير وما فرطوا في نصرة رثيما عن لهم من العزيز النصير فهذه سنة الله على كر السنين والشهور فلا يوجد لها تبديل وتلك نعمة الله على مر الاعصار والدهور فليس لها تحويل وقد اخبر به الصادق المصدوق حيث قال لا يزال طائفة من امتي منصورين لا يضرهم من خذلهم حتى تقوم الساعة ومن جربته ترى المسلمين في كل زمان يجادلون بالحق اصحاب الكفر ولا يكترثون واحد لا جماعة فحق ان ينشد فيهم شعر قوم اذا الشر ابدى ناجذيه لهم طاروا اليه زرافات ووحدانا وان كنت في ريب مما تلونا عليك فانظر الى الفتنة الصماء البكماء العمياء الدهماء التي نشأت في زماننا هذا من تحت قدمي الجاحظ المهين المدعو بعماد الدين خبث انقلب على عقبيه وقال ما قال لكتاب لا ياتيه الباطل من بين

يديه والف كتابا رحمة بهداية المسلمين واقتصر عليه وما دس بيد المطرحين فقد ضل واضل كثيرا من
الاسقاط فصدق عليه انه ارغم من حكام ساباط بل حصران يقال فيه انف في السماء واست في الماء لا عجب
ان حسد وتيمى على البطر والرياء فحمد الهادي للتوفيق والانعمة وقادة للضديق والغيرة الا ايك لهي والفطن
اللبيب اللبق وقد لا وجد السيد محمد وقاه الله شر حاسد اذا حسد الى كشف فتوحه وعواره وتبين عوره وفي
ستاره وذكر عجره وبجره وقطع اصله ودابره فلا علمته قالت حالي بلسانها اعطي القوس باريها وانزل الدار
بانيها فبفضل الله اتى بكتاب يتيق وجواب انيق حقيق بان يكتب بماء الذهب وجدير لان تشد الرحال في
طلبه اهل العلم والادب فلم اهل الى جانب التقريظ فطالما تحاماه اجلة امتثالا لما قال الناصح الدليظ [illegible] ولا تحملن
بتضيعة مبتوتة في مدح من لم تبله اوخدشة في ثناء لم تقاشاه الا الاخرس خير تعظه ولا تثني كل ما
لاح بارقه او ترائى هموم السكت تحاشيا ثم ثنيت عنان القلم ثانيا الى تحرير التقريظ مجتنبا عن الاعضاء
واللغط فوجدته لمولانا بذ برنقه اجابة ناذهل ونصب لا بل ثم ما نسائم ذكائها اعدائها احير من ضب
ومن خصائص هذا الكتاب على اثبات فصاحة القرآن المجيد بشواهد اشعار الجاهلية كيف لا والعثور عليها
في هذا العصر وقد عفت فيه آثار العلم ومعالمه من الفضائل العجيبة الجليلة فحسبك به شاهدا على فضل ناسجه
وناهيك به حجة على نبالة نحادبه والمؤلف النحرير العلامة وان كان من مذهب الامامية امامه لكنه لم يدع
في هذا الكتاب كلمة تا نفسه عنها اذان اهل السنة والجماعة وحرى بالتلقاه بالقبول منهم اولو الفضل والبراعة بل كما
انه استشهد من دواوين الامامية بما هو الاشهر كذلك احتج ببعض السنية وهو اكثر بيد انه نمق في مواضع
معدودة منه ما لا يرضاه منهم النقاد الذي لا يعرى عن الزيف والكساد كالقصة المذكورة في الصفحة
الثانية والستين بعد المائة والحكاية المسطورة في الصفحة الثامنة والخمسين بعد المائتين من هذه العجالة
مع ان اصل الجواب لم يصح على كلا المذهبين وان كان فيه قصره على سبيل الندرة متفرجا على احد الطريقين وآخر
دعوانا ان الحمد لله بارئ العالمين والصلوة والسلام على خاتم النبيين وعلى آله وصحبه وازواجه واتباعه اجمعين ٥ محمد عبيد الحميد

تقريظ العالم اللبيب والفاضل الاريب المتوقد المجيب المولوي السيد احمد صاحب
المدرس في المدرسة الاسلامية الاكبرآبادية

الحمد لله ولي الحمد	الباعث المختار خير عبده
محمد صلى عليه الله	والآل والصحب ومن والاه

اياك نحمد يا رب العالمين فاطر السموات والارضين واياك نعبد واياك نستعين لك الامر يا داهر
الداهرين فاتمم دستنا على الذين حادوا عن شرعتك وجحدوا بمننك وضربوا لك الامثال ولعبوا
بالاوزار والاثقال واثاروا اقتام خلاف الحق اليقين ونصلي على رسولك المبجل الاجل حبيبك الاكرم الاكرم
اشرف الذوات الامكانية وافضل الشعوبات الانسانية سيد المرسلين قائد الغر المحجلين خاتم النبيين المبعوث
بقواطع الحجج وسواطع البراهين وعلى آله وصحابه الذين شادوا الدين وساموا المعتدين واهانوهم بين الخزي والتحقير
بضرب القواضب وطعن الرماح وافحام المعاندين صلوة دائمة الى يوم الدين اما بعد فان المتقشفين من القسيسين في
هذا الزمان بتلك البلدان اثاروا اقتام الخلاف واقاموا سوق الاعتساف وسلوا سيف العدوان على معشر المسلمين
وخرجوا عن فطرة الله كما تخرج الشعرة من العجين فنسبوا الى التنزيل ونبينا ما يشينه دينهم ودينا حتى
صغرت لهم وطاءينا وجلبت الى قلبي اساهم كائنا وطالما طالبناهم على معجزة عارتهم فما وجدوا دليلا على
خرافاتهم لاسيما الصنقيع البلقع وصلصه بن قلعه وعيان بن ليان وحي بن لي وخل بن ضل حتى الال
بن التلال وغيرهم من الجهال والضلال فانهم انكروا فصاحة القرآن وضربوا له الامثال واحلوا قومهم
دار البوار جهنم يصلونها فبئس القرار واولئك هم الغافلون يريدون ليطفئوا نور الله بافواههم والله متم
نوره ولو كره الكافرون واي معجزة من معجزات العلوم اماطوا عن محياها اللثام ام اي نتيجة من نتائج
الفنون جلوها على طرف الثمام وانما اشتغالهم بجزئيات معدودة يتعرضون بها على اشناهم العوام
يحسبون انهم على شيء الا انهم هم الكاذبون استحوذ عليهم الشيطان فانساهم ذكر الله اولئك حزب الشيطان الا

ان حزب الشيطان هم الخاسرون وقطيع بجهلهم المركب حجة قاطعة على عدم الفرق بين الغث والسمين
ومن يبتغ غير الاسلام دينا فلن يقبل منه وهو في الآخرة من الخاسرين كيف يهدي الله قوما كفروا بعد ايمانهم
وشهدوا ان الرسول حق وجاءهم البينات والله لا يهدي القوم الظالمين ولعمري هل هو الا كالجعل باستنشاق
الورد يموت حتف انفه وكالخفاش يتأذى بضوء السناء لسوء بصره وضعفه وفصاحة القرآن اظهر من الشمس خرج
مثله عن طوق البشر واعجازه باق الى اليوم ويستمر غدا كما كان بلا مرية ولا ينكر ذلك الا من جبل مقداره فاعقبه
الهوان وابعد النصفة فما اكثر جهل من تعاطى ذلك وكثر عثاره واوجب لحرمان فلا بضره قول الجاحد الغوي الباغي
والحائد الغبي الطاغي ٭ فما ضر نور الشمس ان كان ناظرا اليها عيون لم يزل دهرها عميا لكن الحقائق قد تخفى في البسالة وقد
يتلى فطفقت اقحم في موارد الحماسة والعقد الثمين والسبعة المعلقة اطماء نوادي اسهر ليلي مقتنصا الشوارد
مقيدا لاوابدها جامعا لشواهدها معتنيا لفوائدها حتى انتهى الى تنزيه الفرقان عن وساوس الشيطان
وهو ابن ابي الغي عن الحرمان وادرار المحبوسين في مطمورة الزمان المسجونين في سجن الكتمان الذي
صنفه حوش الفؤاد طويل النجاد حائز الفضائل بحذافيرها وجامع الكمالات بقضها وقضيضها فريد العصر
في اوليائه فريع الدهر في نظرائه الفاضل المجد السيد محمد جزاه الله على قدر عنائه وطوى الخافقين
حسن ثنائه واسمت سرح النظر فيه فاذا هو كزهرة فوق ربوة او كدوحة وسط روضة ٭ ففي كل لفظ منه
رياض من المنى ٭ وفي كل سطر منه عقد من الدرر ٭ ترى مصنفه قد ركب للذلول والصعب واصاب الحدور
السهل في المرتقى الصعب فبث مناقب القرآن ونقائبه وقتل بمشرفيه طاعنه وعائبه ارجاه عنه وكواه
فوق النواظر ونهلت منه المثقفة السمر ولا سيما الخطي الاسمر فاماط عن الدهر علائمه وحرق كبريائه
وانحمه واسكنه وهتك ستره واصمته فتركه غيابا طباقا كل داء له داء ٭ لسنا نسميه اجلالا و
مكرمة ٭ وقدره المعتلي عن ذاك يغنينا ٭ فلما راى جنود الشعر وعساكره وجيوشه وشراشره وكادت
القليجة المطبوعة لتشا بحوزة شانها والميمنة على يمينها والميسرة على يسارها وطفقت بيمينها من النواهد

نصيبت من قتلها وسيوفنا لنظائر مصارعها وامر آمر الزمان فاضربوا فوق الاعناق واضربوا منهم
كل بنان فولى حربه وترك حجره وحجره وفرّ عن مستقره فرار البعير عن الدماء او الحمى من الحية السوداء
لله در ابي الطيب المتنبي حيث قال ؎ مضى بعد ما التف الرماحان ساعة ٭ كما يتلقى الهدب في الرقدة الهدبا
٭ ولكنه ولى وللطعن سورة ٭ اذا ذكرتها نفسه لمس الجنبا ٭ وخلى العذارى والبطاريق والقرى ٭ وشعث النصارى
والقرابين والصلبا ٭ الى آخره وايم الله لقد اختلس فيه بالقدح المعلى وانه لا حلى من تفاريق العصا فقطع دابر القوم
الذين ظلموا والحمد لله رب العالمين والصلوة على رسوله محمد وآله واصحابه اجمعين ٥

نمقه العبد الخامل الجاني السيد امير احمد بن المولى العلامة والحبر الفهامة العالم الرحلة الرباني والحجة الصمداني
شيخ الاسلام مولانا السيد امير حسن النقوي السهسواني وقاه الله شر نفسه وجعل يومه خيرا من امسه

تقريظ اللوذعي والالمعي الاحوذي المولوي محمد عبد الباري مدرس المدرسة الاسلامية الاكبرآبادية

بسم الله الرحمن الرحيم

اللهم لولا انت ما اهتدينا ولا تصدقنا ولا صلينا فانزلن سكينة علينا وثبت الاقدام ان لاقينا ان الاعداء
قد بغوا علينا اذا ارادوا فتنة ابينا ؎ صبرا لحكمك يا الهي في القضا ٭ انا صابر ان كان فيه لك الرضا ٭ جاروا
علينا واعتدوا وتجبروا ٭ فلعلني الفردوس ان تعوضا ٭ قد ضقت بالامر الذي قد بالنبي ٭ فتوسلي
بالمصطفى والمرتضى ٭ نحمدك يا من شرحت صدورنا للاذعان والتصديق وجعلت لنا بالاسلام رضاءك
خير رفيق اوضحت للناس مناهج الرضاء والسخط في الطاعة والآثام واعددت لهم في الخيرات ان جهلوا
السلام وان جحدوا بصفاتك ولم يؤمنوا بكتابك جعلت النار موعدهم فلا تحسبن الله مخلف وعده رسله ان
الله عزيز ذو انتقام ونصلي على نبيك المعظم وحبيبك المكرم الذي نفقه دعوة عامة وبعثته الى الناس كافة
فأسس التعليم والحكم واحاط بمحاسن الشيم لا سبيل الى الله الا باتباعه ولا يتيسر رضاءه الا باقتداءه فهنيئا لمن وفق
بطاعته وتمسك بهديه وصراطه وويل لمن تنكب عن هدايته وتوغل في عميه وغوايته وعلى آله واصحابه
الذين فازوا درجات الرحمة ونالوا البركات بالتعبد في الرحمة شيدوا اركان الدين ودعائمه وايدوا الشرع المبين و
قوائمه وبعد فان الجهل في هذا الزمان قد انتشر واختفى الخير في الزوايا وارتقى الشر نرى اكثر المصنفين في هذا العصر
من لا يستطيع التكلم بالالفاظ الصحيحة فضلا ان يدرك الغوامض ويأتي بالعبارة الفصيحة ويريد كل غبي
ان يباحث مع العلماء الاعلام ولا يعد نفسه من الذين قال الله فيهم اولئك كالانعام اما وعينا ان الدهر

غلطنامہ کتاب تنزیہ الفرقان

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳	۱۳	دلست	دنست
۷	۱۸	اَلعمتَ	اَنعمتَ
۱۱	۱۰	لنرجوا	لنرجو
۲۶	۱	کمال	کمال کو
۳۵	۱۹	سب ہو	سب سے
۵۰	۱۳	هرئی	هری
۵۶	۱۳	ختلاف	اختلاف
۶۱	۲	کوف سین	کوف وسین
۷۵	۱۱	فوادی	فوادی
۷۶	۱۳	مصطهد	مضطهد
۷۶	حاشیہ	النبت ربی	النبت دارالاضحی
۸۲	حاشیہ	فنالہ ربی	فنالہ رب
۸۳	۵	یحبون	یحیون
۸۶	۱۳	رجاجر	راجز
۸۹	۱۵	الاسراف	الاشراف
۹۰	۲	کل شئ	کل شیئ
۹۳	۱۰	اخرصہ	اخترصہ
۹۴	۱۴	ص +	ص + صحیح

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۹۴	۱۴	اقتنت	افتنت
۹۶	۱۰	تحصیص	تخصیص
//	۱۵	بےبصیرتی کے	بےبصیرتی
۹۹	۱۶	عام	عام ہے
۱۰۲	۱۵	العنت	العنت
۱۰۳	حاشیہ	نجاف	نجاف
//	۸	فتمائلت	فتمائلت
۱۰۴	۱۳	الهاتی	الماتی
۱۰۰	۳	[illegible]	القول صراحۃ
۱۲۰	۸	نجعل	نجعل
//	//	خزبیا	خربا
۱۲۲	۱	العلمات	الملمات
۱۳۹	۱۰	زه	زره
۱۴۰	حاشیہ	حابک	حاک
۱۴۴	۸	مجاوع	بمجاوع
۱۴۵	۸	گرامی مثل	گرامی شعر مثل
//	۱۴	المقتدار	المقتدل
//	۱۸	فصاحت	فصاحت

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۵۴	۱۰	خالویة	خالویه
۱۶۱	۱۲	القشیر	العشیرکے
۱۸۶	۱۷	ینفضّوا	یَنفَضُّوا
۱۸۷	۱۹	سر	پر
۲۱۹	۵	ایک	ایک جگہہ
〃	۸	قاقبہ	قافیہ
۲۴۴	۷	لاتبع	لاتبیع
۲۴۷	۹	حالانکہ کو	حالانکہ معترض کو
۲۴۸	۴	شُہِدَ	شَہِدَ
۲۵۶	۸	تروع	شرع
۲۶۰	۱۷	محققه	محققة
۲۶۲	۴	کرکے	کرکے شاعر نے
۲۷۶	۱۲	اور قدرت	جو حیات
〃	۱۷	پھر	پھر مشرکین
۲۸۰	۱۳	گئے	گئے تھے
۲۸۸	۱۷	البرد	الابرد
۲۹۱	۱۴	نسبت	نسیت
۲۹۸	۱۴	خالفة	خائفة
۳۰۰	۱۱	اَحَدٌ	اَحَدٌ
۳۱۴	۱۵	المضغة	المضغہ
۳۱۹	حاشیہ	عزر نجب	عزر نجب
۳۲۷	۱۳	الفاظ	لفظ
۳۴۴	۱۹	اوراگر	اور رقیب و ہمسایہ کی باتوں کو
۳۴۹	۷	تواون	توکبھی اون
۳۵۳	۱۲	اور مجازکے	اور بغیر مجازکے
۳۵۹	۱	یُثبت	یُلبِث
۳۶۲	۹	واطمتہ	واطمہ
〃	〃	قَ مَنْ	اور مَنْ
۳۶۷	۲	اوس آیت	آیہ قرآنیہ
۳۷۶	۱۶	مُتَبایِنَةٌ	مُتَوازِنَةٌ
〃	۱۸	کے	کے دن
۳۸۲	۸	اُتکیر	اِرنیکُم
۳۸۶	۱۴	بغضًا	بعضًا
۳۸۸	۱۴	توریت	توریث
۳۸۹	۱۸	وصہ	وصیتہ
۴۲۰	۱۳	ہین	مین
۴۲۵	۱۲	لوٹا	لوتا
۴۳۶	۱۶	ضلوبیت	مغلوبیت
۴۴۱	۸	بوجہ	بلوجہ
۴۴۴	۱۹	نہ رکھتے	نہ رکھنے

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
٤٤٧	١	ہے	ہیں
٤٥٥	١٩	بیس	بیس
٤٥٦	١٨	ہے	سے
٤٦٠	٤	سب ماخذ	سب کا ماخذ
〃	٦	حمئۃ	حَمِئَۃٍ
〃	١٩	حمیئۃ	حمئۃ
٤٦٣	٧	ہوہی	ہوئیں
٤٦٤	١٦	اسطرحسے	اسیطرحسے ہے
٤٧١	٧	عبادت	عباد
٤٧٢	٩	ہیں	سے
٤٧٣	٢	لوپ	چلوپ
٤٧٥	٤	طرقها	طرقہا
٤٧٦	٨	نسبت ہی	نسبت جیسا کہ
٤٧٧	١٣	عمال	اعمال
٤٨٢	١٤	مریجرابنت	مریجر ابنت
٤٨٨	١٥	فوکلہم	فوکلہم
٤٩٢	١٢	رشافت	رشاقت
٤٩٤	١٩	مبثوت	مبثوث
٥٠٢	١٢	تعلمون	یعملون

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
٥٠٣	٥	نَنَشِرُ	نُنَشِّرُ
٥٠٤	٦	حروف	حروف کو
٥١٣	١٢	مؤنث غیر حقیقی	جمع مذکر غیر سالم
٥٢٦	١٦	پروشلیم	یروشلیم
٥٤٢	٥	اوسی	اسی
〃	١٤	کہ	بلکہ
〃	١٧	ہے	رہے

غلط نامہ تقاریظ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
٥٥٤	٥	فلاعلمنہ	فلما علمنہ

قطعهٔ تاریخ چلیده قلم جادو رقم شاعر حمید الله مرزا حاتم علی مهر ادام الله حشمته و اقباله

جناب مولوی سید محمد که همه دان ست — معین مذهب حق و ظهیر اهل ایمان ست

به بحث افتاد در دوی حسین عماد الدین تثلیثی — کنون شکسته ستون آسا میان کاخ و ایوان ست

جواب هر سوالش مولوی دندان شکن گفته — شده مشکل ز خجلت لب گزیدن هم نه آسان ست

کتابی مثل این در دفتر عالم ندید عالم — سپهر نسخهٔ علم کلام این نامه عنوان ست

سخن سنجان بغور و فکر بهر سال می بودند — رقم زد مهر تاریخی چه با تنزیه قرآن ست

۹۴ ۱۲ھ

قطعهٔ تاریخ شاعر شیرین سخن میر سید حسن المتخلص به مضطر رئیس پهرسامه

کتاب حق نما تنزیه فرقان — که باشد مظهر اعجاز حقا

ندیده عالمی مثلش بعالم — کز ان اعجاز قرآن شد هویدا

جواب کافی و دندان شکن گشت — عماد الدین تثلیثی غبی را

چو شد مطبوع طبعم سال طبعش — ز چرخ چارمین فرمود عیسی

بگو مضطر چو من پیش مصنف — جزاک الله فی الدارین خیرا

قطعهٔ تاریخ جوهر شناس سخن سید احمد حسن رئیس شاه گنج دام مجده

مولوی سید محمد نے کتاب — مرحبا تنزیہ فرقان کیا لکھی

دیکھہ لین گے آپ ہی صاحب کمال — کیا ضرورت وصف و تعریف کی

عرصے سے مشتاق تھے اہل کلام — للہ الحمد اب وہ بالکل چھپ گئی

فکر سال طبع مین تھا منتظر — چرخ چارم سے صدا آئی یہی

سال ہجری کہ مشترک کرکے دو — دیکھہ اٹھارہ سو ستتر عیسوی

۹۴ ۵۸۲ ۱۸ ۱۲ ۱۸۷۷

تمت بالخیر — سید محمد حسین لکھنوی